

www.KitaboSunnat.com

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

اسلام اور دنیا کے مذاہب

MFN
4383



الحاج جے۔ این۔ امجد۔ ایم۔ اے

مؤلف و مترجم



پبلشرز مفید عالم کتب خانہ لاہور

۴۲ سلیم سٹریٹ ۲۱ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز مفید عام

کتب خانہ - لاہور محفوظ ہیں

14097

ان مؤمنین کے نام پر منسوب جو اسلام پھیلانے

جنت فردوس میں اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں

صابر یزید ٹنگ پریس اردو بازار لاہور جی۔ این۔ امجد پروڈیوٹرز مفید عام کتب خانہ لاہور نے چھپوایا

ب
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم !

خدا کا شکر ہے کہ ہماری انگریزی زبان میں کتاب "اسلام اینڈ ورلڈ ریلیٹیو" چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ جسے عوام نے بہت پسند کیا ہے۔ اس کا بیشتر حصہ اردو زبان میں بھی ترجمہ ہو کر چھپ گیا ہے۔ تاکہ وہ لوگ بھی جو انگریزی زبان سے ناواقف ہیں۔ مستفید ہو سکیں۔ میں تقریباً تیرہ چودہ سال سے انگلینڈ میں مقیم ہوں۔ میرے دیکھنے میں یہ بھی آیا کہ ہماری مختلف اسلامی تبلیغی جماعتیں لگاتار دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ کرتی رہی ہیں۔ مگر انہیں یہ جذبات نہ ہو سکی کہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے سکیں۔ نہ یہ سمجھیں کہ وہ یہودیت اور عیسائیت کی پرانی تاریخ، فلسفہ اور رو و بدل کی وجوہات سے پوری طرح آگاہ نہ تھے اور کھلے میدان میں ان کے پادریوں سے کما حقہ مناظرہ کے لئے تیار نہ تھے۔ اس کے برعکس یہ امر بھی مشاہدہ میں آیا کہ گاہے بگاہے ہندوستان سے مہارشی یوگی یا گورو جی مہاراج کے نام سے یورپ اور امریکہ میں ہندو لوگ پرچار کے لئے آنے شروع ہوتے۔ وہ انہیں تسکین قلب اور دائمی راحت کا راستہ دکھانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں لوگ کرشن جی مہاراج اور گورو جی مہاراج کی جے کے نعرے لگانے لگے۔ مجھے اکثر ان کے مندروں میں جنہیں "دی پلیس آف پیس" (THE PALACE OF PEACE) کہا جاتا ہے۔ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہندی اور سکرت کے الفاظ کو اکثر رواج دیا جاتا ہے۔ ان کی مجالس کو ست سنگ وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور وہاں ہندو دھرم کے لیکچر دیئے جاتے ہیں۔ اب میں نے ان کے جواب میں "HOW TO BE HAPPY" یعنی راحت قلب حاصل کرنے کا انگریزی زبان میں ایک کتاب تیار کر لیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ اردو زبان میں بھی کر دیا گیا ہے۔ جو عنقریب پیش خدمت ہوگا۔ اہل مغرب کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کے بتلاتے ہوئے اصول کس قدر سچے اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ آج دنیا میں اکثر لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو مذہب کی نسبت راحت قلب

کے زیادہ تلاشی ہیں۔ یہ لوگ عموماً یورپ اور امریکہ کے دیہات اور پہاڑوں میں رہتے واسے
 ۱۰۰۔ روح اشخاص ہیں مگر اسلام کی سچائیوں کے تلاشی اور تشنہ لب ہر جگہ ملتے ہیں۔ وہ
 اسلام کے متعلق ہم سے کتابیں مانگتے ہیں مگر ابتدائی معلومات کے لئے ان کے حسب حال
 عام فہم انداز ہیں ایسی کتابوں کا فقدان ہے جو انہیں راس آسکیں جو دلائل اور واقعات کو
 قرآنی آیات اور احادیث کی بجائے۔ جن سے وہ بالکل نا آشنا ہیں، زبور، توریت، اور اناجیل
 کے حوالوں سے انہیں یقین کی حدود تک لائے ہیں کامیاب ہو سکیں۔ میں خود لنڈن ۱۹۷۱ء کی
 جامع مسجد کی لائبریری کا بھی انچارج رہا۔ جہاں اسلامیات کی بے شمار کتب موجود ہیں۔ اس
 فقدان کو میں بڑی تلخی سے محسوس کرتا رہا۔ برناباس کی انجیل کا گہرائی تک ریسرچ کرتا ہوا آہستہ آہستہ
 کئی مذاہب کا مطالعہ کرنے لگا۔ خاص کر توریت اور انجیل کے پرانے پرانے نسخے اور ان کے
 متعلق صدیوں کی پرانی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگ گیا۔ ۱۹۷۲ء سے ریٹائرڈ پشتر
 کی حیثیت سے میں اپنا پورا پورا وقت صبح سے رات نو بجے تک اسی کام میں صرف کرنے
 لگا۔ مختصر یہ کہ میں نے چار سال کے عرصہ میں اپنی تحقیقاتی مشن کو ختم کر لیا اور تین کامیوں
 میں مسودہ ٹائپ کروا کر پاکستان اپریل ۱۹۷۴ء میں واپس آ گیا۔ یہاں بھی مضامین کی ترتیب
 اور ریسرچ میں ایک سال مزید صرف کرنا پڑا۔ خوشی اس بات کی ہے کہ میں زندگی میں
 اس اہم کام کو موجودہ شکل میں پورا کر سکا۔ امید ہے کہ میرے اس ڈھانچہ کو زیادہ بہتر شکل
 میں پیش کرنے کے لئے اہل علم مفید مشوروں سے سرفراز فرما دیں گے۔ جن کا میں بہت ممنون
 ہوں گا۔

امید واثق ہے کہ ٹرننگ کے دوران مبلغین اس کورس کو بڑا مفید پائیں گے۔ اور
 انشاء اللہ لوگوں کو ہر ملک میں کثیر تعداد سے مشرف باسلام کر سکیں گے۔ آئندہ ہماری یہ بھی
 کوشش ہوگی کہ اسے دیگر زبانوں میں بھی ترجمہ کر کے چھپوایا جائے۔ اور اسلامی ممالک
 کے سربراہوں کے تعاون سے تبلیغ کو مؤثر کیا جائے۔

دعا گو۔ غلام نبی امجد آف لاہور۔ پاکستان

مورخہ ۲۷ جون ۱۹۷۷ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
	حصہ اول				
	باب اول				
۱	یہودیت	۱۹	۱۴	عیسائیت کی تاریخی حقیقت	۳۷
۲	دس احکام	۲۰	۱۷	عیسائیت کی دینیات	۵۱
۳	عہد نامہ	۲۱	۲۸	عہد جدید کی انجیل اور ان کا مستند ہونا	۵۴
۴	پادریوں کے فرائض اور اخلاقی قوانین	۲۲	۱۹	عیسائیت میں مختلف گروہ	۶۰
۵	موسے کی پانچویں کتاب کے قوانین	۲۳	۲۰	اناجیل میں تضاد	۶۶
۶	پیغمبروں کی کتاب میں اخلاقی قوانین	۲۴	۲۱	حضرت عیسیٰ کی الوہیت	۷۲
۷	ادب و دانش	۲۴	۲۲	خدا کا بیٹا ہونے کا معنی	۷۵
۸	تالمذہب اخلاقی فرائض اور قوانین	۲۵	۲۳	ثقلیت کا معنی	۷۷
۹	عبرانی اخلاقی قوانین و صواب کا سیاہ پہلو	۲۵	۲۴	ثقلیتی دھوکہ بازی	۸۱
۱۰	دنیا میں یہودیوں کا مقام	۲۶		باب سوئم	
۱۱	تاریخی اور قانونی مکالمہ یہودیوں کے خلاف	۲۶	۲۵	بالیل کی تاریخ اور ترجمہ	۸۸
۱۲	کیا خدا کا نام جیہوداہ ہے؟	۲۷	۲۶	عہد جدید کے غیر مستند لٹریچر کی تاریخ	۹۰
۱۳	جیہوداہ کی اہمیت	۲۷	۲۷	حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی درس و تدریس	۹۳
	باب دوم		۲۸	غیر مستند قرار شد مقدس کتابیں	۹۶
	عیسائیت		۲۹	سینٹ برناباس، سوانح حیات	۹۹
			۳۰	قرۃ نظار یہ یعنی یہودی، دیگر عوام جو سابقہ	
			۳۱	یہودی نہ تھے اور مسلمانوں کے عقائد	۱۰۶
			۳۱	برناباس کی انجیل میں سے چند آیات	۱۱۲
				باب چہارم	
			۳۲	حضرت عیسیٰ کے اولین رہبروں کی خامیاں	۱۲۹
			۳۳		
			۳۴		
			۳۵		
			۳۶		
			۳۷		
			۳۸		
			۳۹		
			۴۰		
			۴۱		
			۴۲		
			۴۳		
			۴۴		
			۴۵		
			۴۶		
			۴۷		
			۴۸		
			۴۹		
			۵۰		
			۵۱		
			۵۲		
			۵۳		
			۵۴		
			۵۵		
			۵۶		
			۵۷		
			۵۸		
			۵۹		
			۶۰		
			۶۱		
			۶۲		
			۶۳		
			۶۴		
			۶۵		
			۶۶		
			۶۷		
			۶۸		
			۶۹		
			۷۰		
			۷۱		
			۷۲		
			۷۳		
			۷۴		
			۷۵		
			۷۶		
			۷۷		
			۷۸		
			۷۹		
			۸۰		
			۸۱		
			۸۲		
			۸۳		
			۸۴		
			۸۵		
			۸۶		
			۸۷		
			۸۸		
			۸۹		
			۹۰		
			۹۱		
			۹۲		
			۹۳		
			۹۴		
			۹۵		
			۹۶		
			۹۷		
			۹۸		
			۹۹		
			۱۰۰		

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱۲۸	بہترین قسم کا پیغمبر	۱۷		حصہ دوم	
۲۵۰	بہترین استاد	۱۸		باب اول	
۲۵۲	قابل تحسین دعوتِ حق	۱۹		حضرت محمد کی پیدائش کے وقت عرب	
۲۵۴	حضرت محمد کی شخصیت	۲۰	۱۵۴	کے حالات	
۲۵۹	حضرت محمد عیسیٰ تعادوں کی نظروں	۲۱	۱۵۸	اسلام کا مذہب	۲
"	نہیں کیسے دکھائی دیتے ہیں؟		۱۶۰	اسلام کیا ہے؟	۳
	باب چہارم			وہ فوائد جو انسانیت کے عام طور پر	۳
۲۴۵	پیشین گوئیوں کے متعلق عام تصورات	۲۲	۱۶۶	اسلام سے حاصل کئے۔	
۲۴۵	محمدؐ آخری نبی تھے۔	۲۳		اسلام انسانی برادری کے لئے کبھی	۵
۲۶۶	سچائی کی راہ تلاش کرنے والوں کے لئے	۲۴	۱۷۲	نقصان دہ ثابت نہیں ہوا۔	
"	ایک حرف۔		۱۷۷	ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا	۶
۲۶۸	پیشین گوئیوں کی چند خصوصیات	۲۵	۱۸۳	محمدؐ کی شادیاں۔	۷
۲۶۹	پیشین گوئیوں کے متعلق عام رواج	۲۶	۱۹۲	جہاد	۸
	تو ریت میں محمدؐ کی تشریف آوری			محمدؐ کی لڑائیاں محض اپنی حفاظت کی	۹
	کی پیشین گوئیاں		۱۹۵	خاطر ہوا کرتی تھیں	
۲۷۰	پیشین گوئی نمبر ۱	۲۷	۱۹۹	باب دوم قرآن مقدس	
۲۸۰	پیشین گوئی نمبر ۲	۲۸	۲۰۸	قرآن مقدس کی خوبیاں اور رعنائیاں	۱۰
۲۸۴	پیشین گوئی نمبر ۳	۲۹	۲۱۱	آسمان کیا ہیں؟	۱۱
۲۸۶	پیشین گوئی نمبر ۴	۳۰	۲۲۹	تھوڑے سے ہماری مشابہت؟	۱۲
۲۸۷	پیشین گوئی نمبر ۵	۳۱	۲۳۲	اخلاقِ حسنہ خدائی صفات کا عکس ہیں	۱۳
۲۸۸	پیشین گوئی نمبر ۶	۳۲		باب سوم	
۲۸۸	پیشین گوئی نمبر ۷	۳۳	۲۳۴	پیغمبرؐ کی ذاتی صفات	۱۴
۲۹۰	پیشین گوئی نمبر ۸	۳۴	۲۴۱	حضرت محمدؐ کا بلند مقام اور عظمت	۱۵
			۲۴۵	آنحضرتؐ کے نیک خصال	۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	حصہ سوئم	۳۵۳	۷	شکتی	۳۴۱
۲	باب اول	۳۴۲	۸	شکتی پوجا	۳۴۲
۳	زرتشتی مذہب	۳۴۴	۹	دیوتاؤں کی دلہنیں	۳۴۵
۴	باب دوم	۳۴۶	۱۰	ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی مختصر تاریخ	۳۴۶
۵	ہندو دھرم	۳۶۰	۱۱	وید	۳۴۷
	بڑھمت سے رقابت		۱۲	زرتشت	۳۴۸
	ہندوؤں کی تخلیق			سپ، الپنشد	۳۴۹
	شوخی مہاراج			(رج) پران	۳۵۰
			۱۳	باب سوئم	۳۸۱
				سکھ مذہب	۳۸۲
				سکھ مذہب اور اسلام	

باب اول

مہودیت

۵۵ ۵۵

عام طور پر یہ دافع مشہور ہے۔ کہ حضرت ابراہیم نے جو سمار یہ کے قصبہ اوڑ میں ایک خوشحال سردار تھے۔ اپنے کنبے کے ہمراہ سنہ قبل مسیح میں اپنے گھروں کو خیر باد کہا پہلے پہل وہ شمالی میسوپوٹیمیا کی طرف گئے پھر صحرا کو عبور کر کے مغرب کا رخ کیا میر کارواں حضرت ابراہیم کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کی آخری منزل کونسی ہے مگر ان کے لئے یہ امر باعث اطمینان تھا کہ ان کا آقا جیہواہ ان کو بلاتا ہے اور ان کے کارواں کو ایک خاص سمت کی طرف لے جا رہا ہے۔

بالآخر دنیا کے تین بڑے مذاہب کے باپ حضرت ابراہیم نے اپنا سفر سیرون کے قریب مچھلا کے مقام پر ختم کر دیا۔ یہاں آپ نے اپنے کنبے کے آرام و آسائش کے لئے ایک غار خریدا۔ اس غار کے اوپر آج تک ایک مسجد قائم ہے بایں ہمہ منزل مقصد و پاتے کے لئے سفر جاری رہا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حضرت ابراہیم کی موت کے سینکڑوں سال بعد وہ خدائی وعدہ پورا ہو گیا۔ جب وہ اردن کو عبور کر کے فلسطین میں داخل ہوئے حضرت ابراہیم کی اولاد جو عبرانی (HEBREW) کہلاتی تھی یا ان کے پوتے کے نام سے اسرائیلی کہلاتی تھی لارڈ جیہواہ کی موعودہ سرزمین جس وراثت اور ملکیت کی پیشنگوئی کی گئی تھی اس جگہ سے پیشتر یہ قوم چالیس سال تک صحرائے سینا کی ویران گھاٹیوں پر بھٹکتی رہی۔ عبرانی لوگ طویل خونی جنگوں کے بعد مذبذبنہ کنعانیوں کو نکال کر اپنا سکھ جانے میں کامیاب ہو گئے اور لارڈ جیہواہ کے پیغمبر نے حکومت کا آغاز کیا۔ یہودیوں کے خیال کے مطابق یہ موعودہ سرزمین ان کے قبضہ میں سنہ قبل مسیح میں آئی۔ ان کا پہلا بادشاہ سنہ قبل مسیح میں وکیل نامی تھا۔ یہودیوں کے بادشاہوں میں ڈیوڈ سب سے زیادہ مشہور بادشاہ ہو گزرا ہے اس نے سنہ قبل مسیح کے قریب حکومت کی۔ اسکا بیٹا سلیمان اس پوری سلطنت کا آخری بادشاہ تھا۔ اسکی وفات کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی فلسطین کے جنوب میں جادہ کی سلطنت اور شمال میں اسرائیل کی حکومت تھی۔ یہ دونوں چھوٹی ریاستیں اکثر باہم مخالفت اور جنگ و پیکار میں الجھ رہتی تھیں۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اسیرین لوگوں کی طاقتور حکومت نے غلبہ پایا۔

۵۸۶ سنہ قبل مسیح میں بابل چہ نزار نے یروشلم پر حملہ کر کے اس کو تاخت و تاراج کیا اور جیہواہ

کی عبادت گاہ کو جلا کر رکھ کر دیا اکثر مشہور و معروف اور مالدار شہریوں کو گرفتار کر کے بابل لے جایا گیا اسرائیل کی شمالی سلطنت کو بھی اسیرین نے ایک سو سال سے زائد عرصہ پیشتر اسی انجام تک پہنچا دیا ہوا تھا۔ اسرائیلی قوم اسیریا کی قید سے رمانی پاکر واپس نہ لوٹ سکی۔ بہر حال یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ ۵۲۸ قبل مسیح میں یہودا کے چند شہریوں کو شاہ سائرس کے عہد حکومت میں بابل کی قید سے رمانی نصیب ہو گئی۔ تاکہ وہ یہوشلیم جاسکیں۔ اب وہ یہودیوں کے نام سے پکارے جانے لگے۔ انہوں نے مندر کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ اور تورات کی تمام آیات کو مرتب کیا۔ یہودیوں کی حکمرانی تھوڑے عرصے کے لئے میکا بیس کے عہد میں قائم ہو گئی جو کسی حد تک خود مختاری کا دم بھرتی تھی۔ جلد ہی وہ یونان کے سکندر اعظم۔ مصر کے ٹولی میس (PTOLEMIES) شام کے سلین سائڈز (SELENCIDES)۔ روم کے پومپیائی اور بعد ازاں ابتدائی سیزر شاہنشاہوں کی باجگزار ریاست بنی رہی جب عیسائیت کے مشہور بانی یسوع یحییٰ میں پیدا ہوئے۔ تو اُس وقت آگسٹس سیزر کے تحت باقی باجگزار

ریاستوں کی طرح ایک یہودی یہوشلیم پر حکومت کر رہا تھا۔ اُس وقت شہنشاہ آگسٹس سیزر تمام مغربی دنیا کا خود مختار بادشاہ تھا۔ جب تقریباً ۲۰ سال بعد یسوع کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ تو اٹلی (روم) کے گورنر کے حکم کے مطابق ایسا کیا گیا تھا۔ لیکن حقائق ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ صرف یہودیوں کے بڑے لاٹ پادری کے حکم ہی سے مصلوب ہوئے تھے۔ کسی اور کے حکم سے نہیں۔

یہودیوں کی دوسری نسل نے شہنشاہ روم کے خلاف بغاوت کی۔ مگر شہر میں ٹائٹس نے بڑی بے رحمی سے کچل دیا۔ مندر تباہ کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ شہر کو نیست و نابود کر دیا۔ صرف تھوڑے سے یہودیوں کو فلسطین میں رہائش کی اجازت دی گئی۔ رومیوں کی غلامی کا جو اُتنا بھینکنے کی مٹی اترے کوشش کی گئی۔ تاہم یہودا کی بستی کو تاخت و تارہ اچ کر دیا گیا۔ اور یہودی سلطنت کے مختلف اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے اٹھارہ سو سال پیشتر کا ذکر ہے۔ کہ ۳۳۰ء میں دنیا کے دوسرے کنارے پر رومن لوگ قدیم برطانیہ کو جہنم قوم بنانے کے لئے اپنی انتہائی کوشش برائے کار لارہے تھے۔ لیکن یہودی اپنی طویل یادیں رکھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی صدیوں کی جلا وطنی میں اپنی صحرانوردی کو نہ بھلایا۔ جبکہ اُن کے عہد احبہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ جمہور وادہ نے کنعان کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ نیز یہ امر بھی کہ حضرت داؤدؑ یہوشلیم میں تاج و تخت سے بھالا تھا۔ اور صدیوں تک اُس شاہی نسل کے بادشاہوں نے فلسطین پر حکومت کی تھی۔ یہ باتیں یہودیوں کو بار بار یاد آ کر تیں تھیں۔

بادشہ اس امر کے کہ عربوں نے جبکہ ساتویں صدی عیسوی میں فلسطین کو فتح کر لیا تھا۔ یہودی اکثر و ماں سے بہت زیادہ تعداد میں ہجرت کر گئے تھے۔ پھر بھی باقی ماندہ یہودی متنازع حثیت سے وہاں بس

رہے تھے۔ اُن کو وہ وعدہ یاد آتا رہا۔ وہ علاقہ جس سے ان کے آباد و اجداد نے کبھی فتح کیا تھا۔ اور اُسے چھ سات سو سال تک اپنے زیر نگین رکھا۔ اب اُن کے قبضے سے نکل چکا ہے۔ وہ علاقہ دورِ حاضرہ کے یہودیوں کو سرزد واپس ملنا چاہیے۔ تاکہ وہ ان کا قومی وطن قرار پائے۔ دیر نہ گزشتہ نسلِ عظمت کی بجائی کے لئے یہ بے قراری۔ یہ نسلِ نفیاق۔ یہ عزمِ باجزمِ یروشلم کی پہاڑی پر قائم کردہ پرانا گرجا (Zion) کو دوبارہ فلسطین کی گرد آلود پہاڑیوں پر آباد کیا جائے۔ موجودہ سیاست کے اہم باب کو مرتب کرنے کے علاوہ تاریخ دانوں کے فکر و شعور کے لئے ازسہ گہری دلچسپی کا باعث ہے۔ تاہم اس حقیقت کو ذہن نشین کیا جائے۔ کہ انسانی تمدن کے لئے یہودیوں کی سب سے زیادہ مستقل اور بیش بہا خدمت جو انہوں نے سرانجام دی۔ وہ سیاست کے میدان میں نہیں۔ بلکہ اخلاقیات کے دائرہ میں مضمر ہے۔

یہودی مفکرین نے جو کاوشِ فکر کی ہے۔ اور جو کچھ خدا اور اُس کے بندوں کے مابین تعلق کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ اُس نے لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کو جن کی بہت بڑی اکثریت یہودی نسل یا یہودی مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ متاثر کر چکی ہے۔ اور اب بھی کر رہی ہے۔ یہ تاثرات اس حقیقت کی وجہ سے ہیں۔ کہ یہودیوں کی متبرک تحریروں کا ایک بہت بڑا حصہ عیسائیوں کی انجیل عہدِ عتیق بن چکا ہے۔ اور اُن میں سے بہت زیادہ عیسائیوں کے اور اسی طرح بہت سے یہودیوں کے اخلاقی ہدایات اور پند و نصائح اخذ کئے گئے ہیں۔ تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ یہودی مصر میں کب وارد ہوئے۔ لیکن وہ یہ ضرور بتلاتی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کے عہد میں یہودی مصر میں بکثرت موجود تھے۔ حضرت موسیٰ نے جو خدا کی احکام سنیا، ان کی پہاڑیوں پر موصیوں کئے تھے۔ وہ یہودیوں کو بتلا دئے گئے۔ سوسے کا تعلق یہودی نسل سے تھا۔ اور اُن کو فرعون کی بیٹی نے پرورش کیا تھا۔ پرانے یہودیوں کے متعلق اُن کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اُن کا قبضہ کنعان پر رہ چکا ہے۔ جہاں دودھ اور شہد۔ خرا دانی سے مل سکتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ اپنے ایک ساتھی کو بے رحمانہ زور و کوب ہوتے ہوئے دیکھ کر طیش میں آگئے۔ اور اس شخص کو جو فرعون کی قبیلہ نسل سے تھا۔ قتل کر دیا۔ اس پر آپ مجبور ہو گئے۔ کہ وہاں سے بھاگ کر ایک صحرائیں پناہ لے لیں۔ کافی عرصہ تک آپ سوچ بچار کرتے رہے۔ کہ کس طرح اپنی قوم کے لوگوں کو مصریوں کی غلامی سے آزاد کرائیں۔ روایت ہے۔ کہ جیہوہاہ نے اپنے بچوں (بنی اسرائیل) کو بچانے کے لئے مصر پر دس آفات نازل کیں۔ حضرت موسیٰ نے یہودیوں کو مصر سے باہر نکال لائے۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ اُن میں تنظیم کی جائے اور نیا معیار زندگی پیدا ہو۔ اس امر کے لئے آپ لوگوں کو کوہِ سیناء کے پہاڑ تک لے گئے۔ آپ نے اپنے آقا جیہوہاہ کو ایک روشنی میں دیکھا۔ جس نے مندرجہ ذیل احکام صادر کئے :-

(۱) میں تیرا آقا تیرا خدا ہوں۔ جس نے تجھے سر زمین مصر کی قید سے چھٹکارا دلایا۔

(۲) تم میرے سامنے کوئی اور خدا الا کھڑا نہیں کرو گے۔ تم اپنے لئے کوئی کندہ شدہ تصویر نہیں بناؤ گے۔

یا کوئی تشبیہ کسی چیز کی جو اوپر آسمان پر ہو یا نیچے زمین کے اندر ہو یا پانی کے نیچے ہو۔ ہرگز نہیں بناؤ گے۔

تم نے خدا کے سوا کسی چیز کے آگے نہیں جھکا اور نہ ہی اس کی اطاعت کرتی ہے۔ کیونکہ تمہارا مالک تمہارا خدا

حمد کرنے والا خدا ہے۔ اور بچوں کے آباء و اجداد کو تین چار نسلوں تک بے انصافیاں کرتے ہوئے دیکھتا

رہا ہوں۔ جو مجھ سے نفرت کرتے تھے۔ میں اُن ہزاروں لوگوں پر تڑپ کر رہا تھا۔ جو مجھ سے محبت کرتے تھے۔

اور میرے احکام کی فرمانبرداری کیا کرتے تھے۔

(۳) تم محض دکھاوے کی خاطر اپنے رب کا نام نہ لو گے۔ جس نے ظاہر اظہار پر اپنے خدا کا نام لیا۔ خدا

اُسے بے گناہ قرار نہ دے گا۔

(۴) یوم سبت (سبت یا صباغ) کو مقدس دن کی حیثیت سے مناؤ۔ چھ دن خوب محنت کرو۔ اور سب

کام کرو۔ لیکن ساتویں دن یعنی یوم سبت تیرے آقا اور والاکا دن ہے۔ اُس دن تم کوئی کام نہ کرو گے۔

اُس دن نہ تیرا بیٹا۔ نہ تیری بیٹی۔ نہ تیرا نوکر نہ نوکرانی۔ تیرے موبیشی نہ کوئی اجنبی جو کہ تیرے دروازوں کے

اندر ہیں۔ وہ کام نہیں کریں گے۔ کیونکہ چھ دنوں میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان۔ سمندر اور جو کچھ ان

میں ہیں پیدا کئے اور ساتویں دن آرام فرمایا۔ اسی وجہ سے آپ نے سبت کے دن کو برکت دی۔ اور

مقدس قرار دیا۔

(۵) اپنے ماں باپ کی تعظیم کرو۔ تاکہ تمہاری زندگی اس زمین پر دیر تک رہے۔ جو تیرے مالک۔

تیرے خدا نے تجھے بخشی ہے۔

(۶) تم قتل و استہلاک نہیں کرو گے۔

(۷) تم ملاوٹ کے مرتکب نہ ہو گے۔

(۸) تم چوری نہیں کرو گے۔

(۹) تم اپنے ہمسائے کے خلاف کوئی جھوٹی گواہی نہیں دو گے۔

(۱۰) تم اپنے ہمسائے کے گھر کو حریص نگاہوں سے سمجھنا نہ کیے۔ نہ دیکھو گے۔ تم اپنے ہمسایہ کی بیوی اس کے

نوکر دوں۔ نوکرانیوں۔ اُس کے بیویوں۔ اُس کے گدھوں۔ تیرے ہمسائے کی کسی چیز کا لالچ نہ کرو گے۔ مندرجہ بالا

احکامات اسرائیلیوں کے دلوں میں کافی حد تک نقش کر گئے۔ اور ان احکامات نے ان کے مذہب میں ایک

اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور یہودیوں کو ایک خدا کی عبادت۔ خاندانی نظام۔ انصاف۔ اخلاقیات عالیہ اور

انسانی سوسائٹی کی تنظیم سے منسلک کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ سے بہت ہی کامیاب پیغمبر منصف اور راہنما ہو گزرے ہیں۔ جنہوں نے غلام قوم کو ایک اچھی خاصی قوم بنادیا۔ یہودیوں کو ایک خدا کی ہستی پر کامل یقین ہے جو بالکل واحد انیت پر بنیاد رکھتا ہے۔ اس یقینی ایمان کا عملی ثبوت ان کی زندگی سے وابستہ ہے۔ یہ انسان کے عملی تصورات یا مذہبی عقائد کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ زندگی کا ایک راستہ ہے جو کہ مقدس ضابطے کی تنظیم کے تحت عملی طور پر وابستہ ہے۔ یہ وہ قانون ہے جس کا آغاز دراصل اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ یہودی مذہب کا ماخذ توریت کی پہلی پانچ کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ان کو توریت کی پہلی پانچ کتابوں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ توریت نہ صرف ایک قانونی ضابطہ ہے۔ بلکہ نظم۔ تاریخ اور فلسفہ کا ایک اعلیٰ معیار ہے۔ پہلی کتاب کے نام کو پیدائش سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز دنیا کی آفرینش سے کیا گیا ہے۔ پھر حضرت عذرا کے عہد اور ان کی اصلاحات پر ختم کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ پیدائش کی عملی توضیح نہیں ہے۔ اس میں ہمارے سامنے چھٹے دن آدم اور حوا نیز مذکر اور مونث کی پیدائش سے پیشتر کئی صورتیں پیش کی گئی ہیں۔ اور یوم سبت کی بنیاد مہیا کرنے کے لئے نتیجتاً یہودیوں کے لئے یہ تہوار بنایا گیا جس کا اشارہ خدائے آفرینش کی طرف اور ساتویں دن آرام کرنے کے لئے ہے۔ حجوں۔ سیوٹل اور بادشاہوں کے نامیوں سے موسوم کتابیں توہمی روایت کا مجموعہ ہیں۔ اگر ہم سادل (SAUL) ڈیوڈ اور سلیمان کی کہانیوں کا مطالعہ کریں۔ تو ان کی طرز بیان اور بناوٹ میں عمدگی کا مشاہدہ کریں گے۔ روتھ۔ اسحاق۔ روبیکا۔ جنکب۔ راجل جوزف اور یحییٰ بن نیرسیمپسن اور ڈیٹاٹک کی کہانیوں میں مسحور کر دینے والا رومان پایا جاتا ہے۔ یہ تمام کہانیاں تاریخ اور فلسفے کے تانے بانے سے بنی ہوئی ہے۔ موسیٰ اور ڈیوڈ کے گیت و لولہ انگیز زبان میں پرو دیئے گئے ہیں۔ زبور (PSALMS) ارفع و اعلیٰ شاعرانہ اظہار کا مجموعہ ہے۔ جو کہ خدائے توجہ مبذول کر کے اپنی کرنے کے لئے مشہور ہے۔ زبور کے گانوں اور بھجنوں کے متعلق مسٹر ایڈورڈ ارونک مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھا ہے۔ یہ خالصتاً رقت قلب کے لئے ارفع تصورات اور قدرتی مناظر کی دلگداز تصاویر منقش کرنے کے لئے قدرت کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ صحیح طور پر ہمدردی کرنے کے لئے نیز حزب الوطنی کے لئے خواہ وہ توہمی یہودی یا توہمی المیہ کے لئے ہو۔ خوبصورت خیال بندی کے لئے خواہ اس کو انسانی زندگی کے تعلقات سے اخذ کیا گیا ہو یا مخلوق کی مختلف اشکال سے ہی حاصل کیا گیا ہو خاص طور پر مشہور ہے۔ علاوہ ازیں وہ تیز رفتار تغیر و تبدل جس میں موسیقی نے لطف اٹھایا ہو۔ ایک وقت میں اگر اُس میں بیٹف رعنائیاں پائی جائیں۔ تو دوسرے زمانے میں اُس میں گہری رقت آمیز کیفیت ملتی ہے۔ شادمانی کی بندی اور رنج و الم کی گہرائی اور وہ تمام حالتیں جن میں قدرتی

طیور پر اس قسم کے سفینوں سے روح متاثر ہوتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے پیش نظر ہم پہنچ کرتے ہیں۔
کہ ادبیات میں سے کوئی چیز ایسی پیش کریں۔ خواہ وہ کسی زمانے یا کسی ملک کی پیداوار ہو جو گنتیوں کے
انگریزی ترجمہ (ENG. VERSION OF PSALMS) کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔“

حضرت ایوب کی کتاب میں شاعرانہ منظمت و فلسفہ اپنی انتہا تک پہنچ چکا ہے۔ مسٹر کارلائل
کتا ہے۔ ”میں اسے سب سے زیادہ شاندار چیز جو کبھی کسی کے قلم سے لکھی گئی ہو۔ تصور کرتا ہوں۔“ یہ عظیم
کاوش نامہ سب لوگوں کی کتاب ہے۔ یہ ہماری سب سے پہلی اور سب سے پرانی روئیداد ہے۔
جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ بدیگر الفاظ انسان کی تقدیر اور اس زمین پر خدا کے اپنے بندوں کے
ساتھ راہ دربط۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت ایوب کی کتاب دنیا کے پر سوز اور المناک
مصائب کی روئیداد ہے۔ یہ ایک طرف تو نیک لوگوں کے جسمانی اور دماغی امتحانات کو پیش
کرتی ہے۔ اور دوسری طرف اچھے لوگوں کے ساتھ خدا کے سلوک کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کتاب
بڑے سوز و گداز سے اظہار کرتی ہے۔ کہ اچھے بندوں کو بدکار لوگوں سے کم نقصانات اور مصائب
برداشت نہیں کرنے پڑتے۔ یعنی اس قسم کے نقصانات اور دکھ گناہوں کی وجہ سے خدا کے ہر کی
ٹھکانیں نہیں ہیں۔ بلکہ اس کا مقصد نیک لوگوں کی بھلائی کی تکمیل اور اصلاح سے ہے حضرت ایوب
کی کتاب کا آخری مقصد یہ ہے۔ کہ اس بات کو ظاہر کرے۔ کہ انسان کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے
نہ وہ مناسب اور معقول چیزوں سے محبت کرے۔ اس لئے کہ وہ صحیح اور درست ہیں۔ اور غلط
چیزوں سے اس لئے نفرت کرے۔ کہ وہ غلط ہیں۔ خواہ اس میں سے وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے
بلکہ نقصان اٹھانا پڑے۔

بائبل میں اس قسم کی کچھ دوسری کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً پیغمبروں۔ مہجنتوں یا گنتیوں کی کتابیں۔
یہ کتابیں حضرت موسیٰ کی تعلیمات کو جو بنی اسرائیل کو دی گئیں تھیں۔ پیش کرتی ہیں۔ تحریر شدہ قانون
کے علاوہ جو قانون اور پیغمبروں میں موجود ہے۔ شروع ہی سے غیر تحریر شدہ قانون بھی ہے۔ جو
کہ ان الفاظ میں مسلسل فروغ پذیر رہا۔ کہ وہ فرمان یا حکم جو میں تجھے دیتا ہوں۔ آسمان میں نہیں ہے
بلکہ وہ تیرے منہ اور تیرے دل کے بہت نزدیک ہے۔“

GLIMPSES OF WORLD RELIGIONS کا مصنف اسے اس طرح بیان
کرتا ہے۔ ”یہودیت میں روایت ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔“ روایت کی تعریف اس طرح کی گئی
ہے۔ کہ یہودیت میں جو نشو و نما پانے والی قوت موجود ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی ایسا کارگذار

ہو جو مغلوب نہ ہو سکے۔ یا جیسے کوئی کسی کی سرفرازی کرے۔ مگر اس کا پورا اظہار نہ کرے۔ مگر وہ اپنا کام جاری رکھتا۔ اشکال بدلتا اور جدت پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ روایت الہام کی طرح ہے۔
 یادہ ایسی روحانی طاقت ہے جو ہمیشہ اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ ایک بڑی طاقت جس کا آغاز انسان سے نہیں بلکہ خدا کی روح کے ظہور سے ہے۔ ایک قوت جس کا عمل و دخل معاشرے میں ہے۔ اپنے کارکنوں کا خود انتخاب کرتی ہے۔ یہ اپنے پاکیزہ اور پختہ پھل کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ خود اپنی طاقت اور بقا کی حفاظت کرتی ہے ETHICS OF FATHERS میں مرقوم ہے۔ کہ حضرت موسیٰ نے خدا کا فرمان کوہ سیناء پر حاصل کیا۔

منشاء کی کتاب میں جو باب کی ہدایات (ETHICS OF FATHERS) کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں ایک مضمون آتا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کو قانون خداوندی کوہ سیناء پر ملا۔ اُس نے اُسے جو شیوا کو دے دیا۔ جس نے اُسے بڑے بڑے بزرگوں کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے پھر پیغمبروں کو ادراہوں نے ہیکلوں کے لوگوں کو دیا۔ اس کتاب میں روایات کے تسلسل کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں لکھا ہے۔ کہ انشاء پر واز قانون کو پڑھایا کرتے تھے۔ اُن میں سے عذر اچھے استاد تھے جبکہ منصف مزاح سائنس آخری استاد ہو گزرے ہیں۔ اکثر ابواب میں ان کا بتوں کا ذکر آتا ہے۔ انہوں نے تفسیر کے بیان کرنے کے لئے ایک سائنٹیفک طریقہ ایجاد کیا۔ احکامات کے متعلق پانچ کتابوں کے مجموعہ کو پینٹیچینج کہتے ہیں یہ اخلاقی ضابطہ حیات کافی حد تک پانچ کتابوں کے مجموعہ پر مشتمل ہے جن سے عہد عتیق کی ابتدا ہو تی ہے۔ اس کے متعلق عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کی خود ساختہ قانونی کتاب ہے۔ مگر دورِ حاضرہ کے اکثر عالم اس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ اس کے مصنف تھے۔ یا یہ کہ وہ اس کے تیار کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ عہد عتیق میں خاص کر یہ پانچ کتابوں کا مجموعہ بیت سی چیزوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ مثلاً طرز بیان میں اختلافات۔ زبان دانی میں یکسانیت کا نکتہ ان۔ سماجی اور مذہبی پس منظر میں ہم آہنگی کا نہ ہونا ایک چیز کا بار بار اعادہ اور تضاد جن کا باہمی تعلق یعنی جوڑ میں ہونا نظر نہیں آتا۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ کتابیں کسی ایک فرد کی مرہونِ ہمت نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ کئی ایک اشخاص کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں جن کے ادوارِ زمانہ۔ تنہا ہی مراحل اور مذہبی عقائد مختلف عکاسی کرتے ہیں۔ طرز بیان میں اظہار کے مواقع پر نہ در نہ مختلف اسلوب پائے جاتے ہیں۔ جا بجا مختلف مضامین ایسے پائے گئے ہیں جن کے ماخذ بھی مختلف ذہنیت رکھتے ہیں۔ جنہیں آپس میں جوڑنے کے لئے اُن کے مؤلفین نے

ایسی کہانیاں اور معانات استعمال کئے ہیں جو عرصہ دراز پیشتر معرضِ وجوہیں آپکی نقیض ہیں۔ جن کی بناءً غالباً سنی سائنس دانوں پر نفی۔ مضمون نگاری میں اس قسم کا نمونہ خاص طور پر اس حصہ میں نمایاں اُبھر رہا ہے جو قانون کے نام سے مشہور ہے جو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مختلف ادوار کے متعدد قانونیوں کا مرکب ہے۔ اس میں متفرق کہانیوں اور روایتوں کو کئی ایک جگہوں سے اکٹھا کر کے یک جہاں یا گیا ہے اس تمام جمع شدہ مسودہ کو کئی ایک زمانوں میں ایڈیٹر نظر ثانی کر چکے ہیں۔ یہ مجموعہ موجودہ شکل اختیار نہ کر سکا۔ جب تک کہ بابل کی قید سے یہودی لوگ واپس نہ آ سکے نہ اسی مصنف نے کتب پیدائش استثناء۔ ڈیوٹیروנוمی اور دس حکام پر بھی حسبِ ذیل تنقید کی ہے۔

دس احکام۔ تورات کی پہلی کتاب پیدائش نامی محض ایک تاریخ کا درجہ رکھتی ہے۔

جس میں روایات۔ زندگی کی روشنی کہانیاں اور رومانی واقعات شامل ہیں۔ شروع سے لے کر آخر تک کتابوں میں سے یہ کتاب قابلِ قدر تصنیف ہونے کا شرف رکھتی ہے۔ ان تمام کتابوں میں جو عہد عتیق میں شامل کی گئی ہیں، حضرت آدم اور حوا۔ نوح اور اس کی کشتی۔ ابراہیم اور اس کے بیٹے یعقوب اور یوسف کے واقعات انسانی نفس کے تحریر کردہ خزانوں میں سے شمار ہوتے ہیں۔

کتاب استثناء بھی بڑی حد تک ایک تاریخ ہے۔ یا جس کا مقصد تاریخی حالات سے مطلع کرنا ہے کیونکہ ابھی تنقید کرنے والوں نے اُن بہت سی مشکلات کو جو مصر میں بنی اسرائیل پر وارد ہوئیں حل نہیں کیا جاسکا۔ ان ہی میں سے بحیرہ قلزم کو عبور کرنا اور چالیس سال تک سینائی دیرالوں میں گشت لگاتے رہنے کے معنی بھی حل نہیں ہو سکے۔ لیکن ہمارے پیش نظر مقصد کے یہ کتاب قانون و ضوابط کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے۔ جس میں امر و نہی کے مشہور عالم اخلاقی احکامات شامل ہیں۔ یہ احکام ہمارے آباء و اجداد سے لگا تار ہم تک چلے آئے ہیں۔ دس احکام ربانی جو عام طور پر سب کو معلوم ہیں۔ یا ڈیکالوگ (یونانی زبان میں دس الفاظ کہتے ہیں) کا لفظ جو کہ سیپاٹ میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ سیپاٹ نامی کتاب عہد عتیق کا ترجمہ ہے جسے تین سو سال قبل مسیح میں سنہ یہودی علماء فاضل کے گروہ نے اسکندریہ کے مقام پر کیا تھا۔

ڈیکالوگ کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ اس میں دو ادوار پائے جاتے ہیں۔ کہ سبت کے دن کا احترام کیا جائے۔ اور والدین کی خدمت کی جائے۔ اس کے علاوہ آٹھ احکام کہ تجھے ایسا ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر تمہیں اپنا آقا اور مالک خدا سوائے ایک خدا کے نہیں رکھنا چاہیئے کسی کشتہ شدہ بت کو بنا کر پھر اس کے گئے جھکنا نہیں چاہیئے۔ اور نہ اُس کی پوجا کرنی چاہیئے۔ خدا کا نام

۱۔ دیکھئے کتاب (ETHICS OF GREAT RELIGIONS) مصنفہ ای۔ اسٹون یا لگا۔ صفحہ ۴۰۰ پر

نمائش کے طور پر نہ لینا چاہیے۔ کسی کو قتل مت کرو۔ زنا نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ جھوٹی گواہی مت دو۔ کسی چیز کے لئے جو تیرے پڑوسی کی ہو جھوٹی قسم مت کھاؤ۔ (اگر ہم ڈیوٹر ونومی کے باب ۷ میں آیت ۱۲ کو پڑھیں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ دس احکام کی ایک اور جلد بھی ہے جس میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔)

بائبل کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دس احکام جیہوا وہ نے سنیاء کے صحرا میں واقع ہو ریب پہاڑی دثرب ماپردے تھے جسے موسے نے پتھر کی دو تختیوں پر لکھا تھا۔ اور اُسے اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے خیموں میں جو نیچے وادی میں نصب کئے ہوئے تھے۔ لے گیا۔ ان لوگوں کو موسے اپنے بھائی ہاروں کی زیر قیادت چھوڑ گیا تھا۔ جنہوں نے اس کی غیر حاضری میں ایک سونے کا بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔ جب واپسی پر اُسے یہ علم ہوا۔ تو بہت برا فرودختہ ہو گئے اور غصہ میں آکر یہ تختیاں پھینک دی گئیں تھیں۔ اس موقع کے بعد موسے کو حکم ہوا۔ کہ اور تختیوں کو بنایا جائے۔ اُن پر خدا نے دس احکام یا الفاظ دوبارہ کھدائے۔ ان تختیوں کو ایک کشتی کے اندر رکھ دیا گیا۔ بطور اُس عہد نامہ کی شہادت کے جو جیہواہ اور اس کی محبوب قوم اسرائیل کے درمیان ہوا تھا۔ آئوٹ بشپ اشرا (USHAR) جو ۱۵۸۱ء سے ۱۶۵۶ء عیسوی تک زندہ رہا۔ کی سوانح حیات کے مطابق جو ابھی بائبل میں شامل چلی آ رہی ہے۔ اور جسے رائل پرنسٹن نے چھپوایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۹۱۱ء قبل مسیح میں پیش آیا۔ مگر علماء کے نزدیک اس کی کوئی تحریری شہادت جو اس کی تائید کر سکے۔ موجود نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دس احکام رسومات کے متعلق نہیں بلکہ تمام کے تمام اخلاقی پہلوؤں کے متعلق ہیں۔ متعلق منع کنایہ اوصاف طور پر لیاں ہے۔ کہ ایسا اس اور عیساہ جیسے پیغمبروں کی کڑی نگاہ سے بت پرستی کی رسم سے بگ نا آشنا تھے۔ اگر کوئی ایسا فعل کرتا۔ تو وہ یقیناً اُسے منع کرتے۔ نیز حرص و لانج کے بارے میں کسی کو مطعون کرتا۔ جبکہ تمام اطراف و جوانب میں مطمئن زندگی بسر ہوتی تھی۔ بھی عجب بات ہے۔ اُن کو حسد کی وجہ سے حرص و لانج کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ یہ تمام باتیں اس دلیل کی تائید کرتی ہیں۔ کہ یہ ضابطہ حیات عبرانی پیغمبروں کی تعلیمات سے متاثر ہو کر گھڑا گیا ہے۔ اس کا وجود اٹھارہویں

صدی قبل مسیح کے وسط سے پہلے نامکنات میں سے ہے۔

عہد نامہ

عہد عتیقی کی دوسری کتاب دھرم سے کوچ کے متعلق، میں ہمیں بتا چکا ہے کہ ایک زیادہ اچھے ترکات بھی ہے۔ جس میں قوانین اور ضوابط پاسے جاتے ہیں۔ اور وہ کتاب مذہبی علماء کے نزدیک قانون سازی کی سب سے پرانی کتاب ہے۔ وہ بیسویں باب سے شروع ہو کر تیسویں باب تک ختم ہوتی ہے۔ اسے عہد نامہ کی کتاب کہا جاتا ہے۔

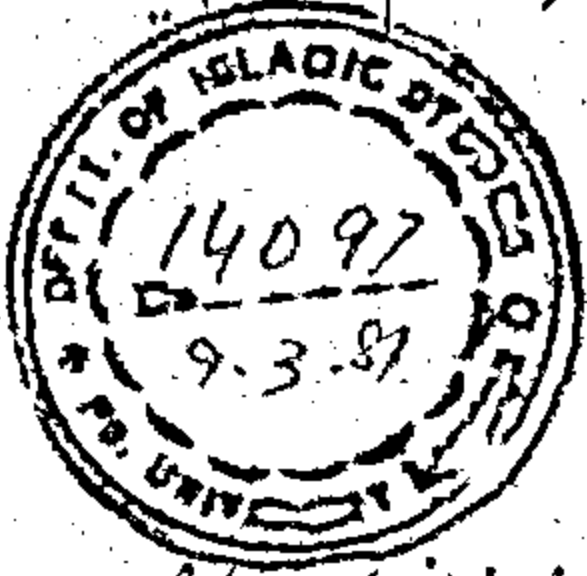
جب ہم اُس کی ساخت اور ہیئت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو اسے ہیموربی HAMMURABI کی قانونی کتاب کے مشابہ پاتے ہیں۔ لیکن اُسے ہم بعض پہلوؤں میں اُس سے پیشتر کی قانونی کتاب سے زیادہ بہتر صورت میں پاتے ہیں۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ اُس کے بعد تصنیف کی گئی ہے اس کی موجودہ صورت جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے۔ تدریس میں مستند کتابیں قرار دینے والے مذہبی علماء کے زمانے کا پتہ دیتی ہے۔ یعنی جو آٹھویں صدی قبل مسیح کا درمیانی زمانہ تھا۔ یہ کتاب ہمیں کوئی نیا قانون نہیں بتلاتی۔ بلکہ یہ قانونی اعمال کو ترتیب دیتی ہے۔ جو عرصہ دراز سے مروج تھے۔ اور لوگ اُن کا احترام کرتے تھے۔ اُس میں منع کی گئی چیزوں کے متعلق ایک طویل فہرست پائی جاتی ہے جن میں سول اور فوجداری ضوابط۔ مذہبی اور اخلاقی قوانین۔ سرائیں اور سماجی کامیوں میں اُن کا موزوں موقع اور محل وغیرہ درج ہیں۔ اُس میں ایک ہزار اڑھائی کا کیلنڈر۔ جو متمدن کاشتکاروں کی جماعت کے حسب حال ہو۔ بھی پایا جاتا ہے لیکن اُن خوشی کے تمواروں کو منانے کے لئے چنداں ہدایات نہیں دی گئیں

پادریوں کے فرائض و اخلاقی قوانین

پادریوں اور راہبوں کے لئے ہدایات کی ایک کتاب ہے۔ جسے پنچپوش کی تیسری کتاب کہا جاتا ہے اس کا خاص تعلق رسومات کی ادائیگی سے ہے۔ ابواب ۷۱۱ سے لے کر ۷۷۷ تک

دیکھئے مندرجہ بالا کتاب صفحات ۱۴۱ و ۱۴۲

تقدس کے احکام کہلاتے ہیں۔ اس کتاب میں ایو اب x x سے لیکر x تک پرانے زمانے کے عبرانیوں کے لئے بہترین قسم کی پسند و نصائح ہیں۔ اور شاید دنیا میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ شروع شروع میں دس احکام کی طرح کے پسند احکام دئے گئے ہیں۔ اور ان کے بعد تمام کے تمام متفرقات قسم کے احکام ہیں۔ یہ ہدایات اخلاقی طرز کا عمدہ مجموعہ ہے۔



موسے کی پانچویں کتاب کے قوانین

ہم کتاب گنتی کے لئے زیادہ وقت خرچ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس میں صرف بنی اسرائیل کی صحرا نوردی کا ذکر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد پانچویں کتاب کا نمبر آتا ہے جو پینچیمینج کی آخری کتاب ہے۔ اسے ڈیوٹرونومی (DEUTERONOMY) کہا جاتا ہے۔ جو حکیم ایک اخلاقی ضابطہ ہے۔ کنکر کی کتاب میں اس کی تاریخی کہانی یوں دی گئی ہے۔ (x x 11: 8) بلکہ نے جو ایک اعلیٰ مرتبے کا پادری تھا۔ خدا کے گھر سے قانون کی کتاب کو پایا۔ اُسے وہ نوجوان بادشاہ جو شیا کے پاس لے گیا۔ اُس نے حکم دیا۔ کہ اُسے عوام کے سامنے پڑھا جایا کرے۔ اُسے خدا کے ساتھ نئے عہد نامہ کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ۶۲۱ قبل مسیح میں پیش آیا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ یہی موسے کی پانچویں کتاب کہلاتی ہے۔ مسٹری۔ رڈیشن پانک اپنی کتاب میں لکھتا ہے ڈیوٹرونومی حضرت موسیٰ کے قوانین کا ایک مکمل خلاصہ ہے۔ یہ قانون کی کتاب ہے جس میں خدا کیساتھ اور پڑوسیوں کیساتھ انسانی فرائض کا ذکر کرتی ہے۔ اس کا بیشتر حصہ انگریز دس کی کتاب میں دیا جا چکا ہے نیز پادریوں کے لئے ہدایات اور گنتی کی کتابوں میں بھی اس کا اکثر حصہ پایا جاتا ہے۔ لیکن اس پانچویں کتاب میں تقروں اور جملوں کی بنیاد اور ساخت میں اثر مقامات میں فرق پایا گیا ہے۔ لیکن جب ہم یروشلیم کے دار الخلافہ پر زور آورے گا تو یہ دیکھتے ہیں۔ اور اُسے عبرانی بادشاہوں کے لئے ایک واحد ملحد و باخدا پاتے ہیں۔ نیز اُسے مذہبی مرکزیت کی حیثیت دیتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ قوانین کا تقابل بھی پاتے ہیں۔ تو لامحالہ ہمیں گمان ہوتا ہے۔ کہ یہ کتاب محض فلسطین کی حدود کے اندر آخری بادشاہوں کے استعمال کے لئے لکھی گئی ہے۔

اگرچہ کتاب نو ایک ضابطہ کا نام دیا گیا ہے۔ لیکن اس کو باقاعدہ ترتیب دینے میں بمشکل ہی چند آثار نظر آتے ہیں۔ اور گونا گوں حیران کن اقسام کے مضامین اور بعض اوقات عجیب عجیب پسند و نصح اور احکامات یکے بعد دیگرے دیکھنے میں آتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ حکم کہ دو عورت ایسے کپڑوں کا استعمال نہیں کرے گی۔ جو مردوں کے لئے ہی وقف کے کئے ہیں۔ یہ اس قسم کا مضمون ہے۔ جو آج کل کے زمانہ میں اُن لوگوں کی زبانی سنا جاتا ہے۔ جو عورتوں کو مردوں کے لباس یعنی پتلون وغیرہ میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اور مرد ایسا لباس نہیں پہنکے۔ جو صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہو۔ اس کے فوراً ہی بعد یہ حکم دیا ہے۔ کہ ہر نیا گھر جو تعمیر کیا جائے۔ اس کے اوپر چار دیواری بنائی جائے۔ تاکہ لوگ چھت پر سے گر نہ پڑیں۔

اس کتاب کا بیشتر حصہ مرد اور عورت کے چال چلن کے لئے مخصوص کر دیا ہوا ہے۔ متوفیہ بیوی کی بہن سے شادی کرنا موجودہ زمانہ میں ایک نیا نیا دستور رائج ہوا ہے۔ تاہم اس کا حکم عبرانیوں میں ۲۵۰۰ سال پیشتر سے رائج ہے۔

آج سے کئی صدیاں پیشتر جو واقعات ہم اس پانچویں کتاب کے صفحات میں پڑھتے ہیں۔ وہ بڑے حیران کن بلکہ سنسنی خیز ہیں۔ تاہم اگر ہم بحیثیت مجموعی اس کتاب کا جائزہ لیں۔ تو یہ کتاب جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اس بات کی مستحق ہے۔ کہ دنیا کی تاریخ میں یہ ایک قابل قدر اقدام لیا گیا ہے۔ تاکہ کسی قوم کی زندگی کو بڑے بڑے مذہبی اصولوں سے منظم کیا جائے۔

پینچمبروں کی کتاب میں اخلاقی قوانین

جوشیا کے زمانے میں جو کتاب قانون ملی تھی۔ اُس سے قبل اور مابعد اخلاقیات کے مذہبی لیڈر اور ڈکٹیٹر بحیثیت پینچمبروں کے آتے رہے۔ جو یکے بعد دیگرے کافی تعداد میں آتے رہے۔ لوگوں کا عقیدہ تھا۔ کہ وہ جیہوواہ کے ترجمان تھے۔ ان عبرانی پینچمبروں میں سے سب سے پہلے شاید ٹکیوا (TEKOA) کا ایک گڈریا تھا۔ جو جوڈیا کے بادشاہ اوزیا (UZZIAH) کے

عہد میں ہو گزرا ہے۔ (۸۶ قبل مسیح) اور سب سے آخری کے متعلق خیال ہے۔ کہ وہ پیغمبر ملا چھی تھا جو چوتھی صدی قبل مسیح کے پہلے نصف حصہ میں ہو گزرا ہے۔

تعب کا مقام ہے۔ کہ اسرائیلی جن کی سوسائٹی حد سے زیادہ گر چکی تھی۔ کسی پیغمبر کے ہاتھوں درست نہ ہو سکی۔ جیسا کہ توریت کی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ ایوز۔ ہوسیا اور عیسیا کی دغظ و نصیحت اور پیشتر از وقت تنبیہ کر دنیا بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ہم جرمیہ (JEREMIAH) اور اس کی پیشین گوئیوں کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ جن میں لوگوں کی ایک واحد خدا کی عبادت سے انحراف اور گنہگاری کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے انہیں مطعون کیا گیا ہے۔ (جرمیسڈ ز باب پنجم)

پیغمبرانہ مکیشل (EZEKIAL) نیا آدمی کے متعلق بڑا اچھا بیان دیتے ہیں۔ نیز خدا کے متعلق اُن کے نظریات جو انہیں اٹھا کر یروشلیم کے مندر میں لے آیا تھا۔ پڑھنے کے قابل ہیں۔ پیغمبر نبی اسرائیل کی بدکاریوں کی وجہ سے پریشان تھے۔ اور سخت خفگی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس حالت میں بھی جب آخر کار دوسری قوموں نے اُن پر حملہ کیا اور قیدی بنا کر لے گئے۔ بد بختیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرتے وقت بھی وہ بتوں کی پوجا اور زنا کاری سے باز نہ آتے تھے۔

پھر مائیکہ (MICAH) جو اٹھارہویں صدی قبل مسیح میں عیسا کے ہم عصر ہو گزرا ہے ہیں۔ آتے ہیں وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ کسی شخص پر اعتبار نہ کیا جائے۔ کیونکہ آدمی کے دشمن خود اُس کے گھر والے ہوتے ہیں۔ مائیکہ کے قول کے مطابق ”خدا قربانیوں۔ ہزاروں منیڈھوں اور دس ہزار دریاؤں کے پانی کے برابر تل کی بھینٹ سے خوش نہیں ہوا کرتا۔“ یاد رہے کہ یہ اُس وقت کیا گیا تھا۔ جبکہ پادری لوگ یروشلیم کے مندر کے صحنوں میں عام طور پر یہ خوبی قربانیاں دیا کرتے تھے۔ قربانی کے متعلق یہ لحاظ نہ برتا جاتا تھا۔ خواہ وہ قربانی انسان ہی کی کیوں نہ ہو۔ کسی روح کے گناہ کے کفارہ کی خاطر کسی انسانی جسم کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا تھا۔ پیغمبر لوگوں سے سوال کرتا ہے ”کیا تم جانتے ہو۔ کہ خدا تم سے کیا توقع رکھتا

ہے۔ ”صرف یہ کہ انصاف اور ایمانداری کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ اور خدا کے ساتھ ساتھ عاجزی سے زندگی بسر کرتے جاؤ۔“ یقیناً ایسے خیالات عبرانی لوگوں کے ارفع اور اعلیٰ خیالات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ایک ایسے ضابطہ حیات کو پیش کیا گیا ہے۔ کہ سادہ بھی ہے اور اعلیٰ درجہ بھی رکھتا ہے۔

ادب دانش

(WISDOM LITERATURE)

اخلاقیات کے طالب علم کے لئے بائبل کی کتابوں میں سے شاید سب سے دلچسپ وہ کتابیں ہیں جو ادب دانش کے عنوان کے تحت آتی ہیں۔ مثلاً (ECCLESIASTES)۔ اور حضرت ایوب کے متعلق بہت بڑے مٹھے والا ڈرامہ (PROVERBS)۔ تمام ایسی ادب دانش کی کتب (EXILE) کے بعد لکھی گئی ہیں۔ حضرت سلیمان کی روایات میں سے چند ایک کے بیان کے متعلق کتاب اُس زمانے (قبل مسیح ۹۷۰) کی تسلیم شدہ ادبی عادات کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ اُس زمانے کے خاص مفکرین اور ادبیات کے خاضل لوگوں کے گروہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جنہیں ہم بزرگانِ کرام (SAGES) کا نام دے کر یاد کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا نظریہ پیمبروں اور پادریوں سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا تھا۔ بلکہ ان لوگوں کا خیال مذہبی کتب کے مکاتیبین سے بھی الگ تھا۔ جن کی خاص دلچسپی بائبل کی آیات کا مطالعہ ہوتا کرتا ہے۔ ان بزرگانِ کرام کا تعلق جو عقلمند لوگ کہلاتے ہیں۔ دراصل دنیات سے بالکل نہ تھا۔ انہوں نے عبرانی مذہب کے بنیادی اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ یعنی وہ ہر معاملہ میں عقلی دلائل اور ثبوت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ وہ اشکال اور رسومات میں کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ اس قسم کی باتیں انہوں نے پادریوں پر بھی بڑھ کر کھیں تھیں۔ اُن کو مذہبی آیات پر غور حاصل نہ تھا۔ اور وہ گہرے عالم فاضل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ دنیا دار لوگ تھے۔ وہ اپنا شعور سے کام لینے والے اور تجربات کی دنیا میں وسیع علم رکھنے والے ہوتے تھے۔ وہ اپنا تعارف ایک ایسے فرقے سے کراتے تھے۔ جو حقیقت سے روشناس کرانے والے ہوں۔ تاکہ باہمی اختلافات کو دور ہو سکیں۔ اُن کی جداگانہ حیثیت عجیب اور

جسمیر اور دیگر تھوڑے پیغمبروں کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ زندگی میں اُن کا اہم ترین کام عقل کی پیروی کرنا ہے۔ اور اگرچہ انہوں نے بالکل اخیرِ استہِ اِیوب سے اس بات کوئی مفاہمت کر لی ہے۔ کہ خدا کا خوف عقل کا کام ہے۔ اور بُری باتوں سے کنارہ کشی دانش اور سمجھ داری کا کام ہے۔ لیکن وہ عقل کی ہی پیروی کرنے پر آمادہ رہے اور جسمی واد کی خدمت پوری توجہ اور خلوص کے ساتھ کرنے سے لافتنائی برتنے رہے۔ جو زندگی کا خاص مقصد ہے۔ اگر کسی نے اُن پر اس وجہ سے تنقید کرنے کی جرأت کی۔ تو انہیں یہ جواب ملتا تھا کہ عقل کی پیروی کرنا ہی در حقیقت خدا کی خدمت کرنا ہے۔ عقلمندی سے چلنا مندروں کے صحنوں میں قربانیوں کی بھنیٹ چڑھانے اور دین سے وفاداری کرنے کی دھواں دھار نمائش سے کم مرتبہ دالی اور کم اہمیت والی چیز نہیں ہے۔

اگر کبھی کبھار عبرانی ذہنیت فلسفہ کے نزدیک جاتی۔ تو وہ محض ادبی دانش والی کتاب کی وجہ سے ایسا ہوتا تھا۔ تاہم یہ ضرور ہے۔ کہ عبرانی عقل مند گروہ کا فلسفہ ایقین اور اسکندریہ کے مکاتیب فکر سے بہت مختلف تھا۔ یہودیوں میں پرانے زمانے کے عقل مند لوگ بمشکل دُور رس معنوں تک پہنچتے تھے۔ حقیقت کے معانی سمجھنے میں یا مثال کے طور پر جاننے کے فعل اور علم میں موشگافیاں کرنا۔ انہوں نے نیک خصائل کی حقیقت میں بھی گہرائی تک سوچنے کی کوشش نہ کی تھی۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اچھائی کا پختہ رشتہ اور مخلصانہ جوڑ میل اخلاقیات سے وابستہ ہے۔ جان اُن کی تحریروں کا اصل مقصد دانش اور اخلاقیات کا مسئلہ ہے۔ اچھا آدمی عقلمند بھی ہوتا ہے۔ اور چونکہ وہ عقلمند ہے۔ تو یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ وہ اچھا نہ ہو۔ بد معاشی اور شرارت بیوقوفی کا نام ہے۔ اور بدکار آدمی بیوقوف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پیغمبر لوگوں کو تاکید کیا کرتے تھے۔ کہ وہ اعلیٰ اخلاقیات کی زندگی بسر کیا کریں۔ کیونکہ یہی خدا کی خواہش ہے۔ اور دنیا میں صحیح اطمینان قلب اور راحت مل نہیں سکتا۔ جس جگہ خدائے تعالیٰ کے احکامات سے لاپرواہی برتی جائے۔ لیکن عقلمند فرض اور ضمیر کے متعلق کوئی بات ہی نہ کرتے تھے۔ اچھی کارگزاری کا موقف جو وہ پیش کرتے تھے۔ وہ انفرادی اقبال مندی۔ خوشحالی اور خوشی ہے۔ قابل ذکر لفظ انفرادی ہے۔ ”عام لوگوں کی بھلائی“ کا کبھی ذکر آتا ہی نہیں۔ خاص اپنی پرائیویٹ بھلائی سب کچھ ہے۔ جو شخص خوشحال ہو جاتا ہے۔ اُسے سمجھیے۔ کہ وہ یقیناً خدا کی خوشنودی حاصل کر چکا ہے۔ جس طرح کہ اگر کوئی شخص بد بختیوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ تو یقیناً اس کی وجہ خدا کی ناراضگی ہے۔ اور اُس کی بے انصافیوں اور بُرائیوں کی وجہ

سے اُت سزاں رہی ہے۔ اپنی دلائل کا موضوع تھا۔ جو تین روز تک حضرت ایوب کے کانوں میں کھردھتا رہا۔ جبکہ وہ اپنی برباد شدہ خوشیوں کی گرد اور راکھ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ امیر تھا۔ مگر اب وہ فوراً غریب ہو گیا ہے۔ اُس کے بیٹے بیٹیاں تھیں۔ لوگوں کے گردہ اور چوپاؤں کی بھی کمی نہ تھی۔ لیکن اب اُس سے تمام چیزیں چھین چکی ہیں۔ اور وہ تنہا بے یار و مدگار رہ گیا ہے۔ تو پھر صاف عیاں ہو گیا۔ کم از کم الزفیز (ELIZPHAS) کے لئے کافی ثبوت مل گیا۔ ایوب نے کوئی گناہ کیا ہے۔ اور وہ گناہ بھی کوئی سخت قسم کا سرزد ہوا ہے۔ اور کسی قسم کی فریاد اُس کی معصومیت کو ٹھیس لگانے کے متعلق اُسے مجرم قرار ہونے سے نجات نہیں دلا سکتی۔

یہاں یہ بتلادینا ضروری ہے۔ کہ یہ ادب دانش (WISDOM LITERATURE) کسی طرح بھی صرف یہودیوں ہی کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔ اس کا وجود تمام دنیا کے لوگوں کے لئے ہے۔ اور اس کے تیار کرنے میں تمام دنیا کا ہاتھ ہے۔ جس کے لئے تمام اہل مشرق کی قوموں کے مفکروں نے کام کیا۔ پس ضماں کی کتاب (BOOK OF PROVERBS) جبکہ اُس میں زیادہ تر وہ روایات درج ہیں جو عبرانیوں کی مجالس میں عرصہ دراز سے چلی آرہی تھیں۔ ان کے علاوہ کئی درجنوں باتیں غیر عبرانی کتابوں سے اخذ کی گئیں ہیں۔ درحقیقت ایک ادبی مجموعہ تیسرا اور سب سے پرانا باقی دس میں سے، جو عالم فاضل لوگوں نے معلوم کیا ہے۔ وہ کلمہ ایک مصری کتاب دانش سے جوں کا۔ توں اٹھا کر لایا گیا ہے۔ اور متحدہ بکھری ہوئی ضمیریں (PROVERBS) بابل کے اسی قسم کے ادبیات میں سے ہیں۔ ۱۔

تالمد میں اخلاقی قرائض اور قوانین

تالمد اُس پرانے مجموعہ ادبیات کا نام ہے جس میں یہودیوں کے خاص اہم سول اور مذہبی قوانین و ضوابط شامل ہیں۔ یہ قوانین کا مجموعہ ۵۸۶ قبل مسیح میں فلسطین کی یہودی سلطنت کی شکست کے بعد معرض وجود میں آیا۔ اس کی تالیف میں ایک ہزار سال کا عرصہ تصرف میں آیا۔ ان جلدوں میں مشنایا و غلط و نصیحت کرنے کے لئے بائبل کے منظوم مضامین اور گیارہ یعنی تنقیدی مضامین شامل ہیں۔ تورات یا عبرانی آیات سے ایک مکمل ضابطہ حیات تیار کرنے کے لئے فلسطین اور بابل کے

بیشمار ربیوں نے یکے بعد دیگرے اپنی متواتر کوششیں عرصہ دراز تک جاری رکھیں۔ اور پانچ احکام ربانی یا حضرت موسیٰ کی کتابیں۔ بعض الہامی کتب اور مناجاتیں گیتوں اور بھجنوں کی صورت میں جسے زبور کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ لکھی گئیں۔ جب یہودیوں کو قید کر کے بابل بھیجا گیا۔ تو وہ اس لٹریچر کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

تاملد جو در حقیقت عہد عتیق میں سے اخذ کئے گئے مضامین کا ایک مجموعہ ہے۔ کے مطابق گناہ کرنا خدا کے خلاف بغاوت کرنے کے مترادف ہے۔ تورات اللہ تعالیٰ کی مرضی اور خواہش کی عکاسی کرتی ہے۔ لہذا اُس کے قوانین کے خلاف کوئی فعل کرنا اُس کی خلاف ورزی ہے۔ گناہگار وہ ہو اگر تائے جو لا پرواہی برتنے اور اُن قوانین کا احترام نہ کرے۔ لیکن اچھا آدمی وہ ہے جو تورات کے احکام کی تعمیل کرے۔ بادی النظر یعنی جیسا کہ قیاس کیا جائے۔ تمام گناہ بہت خوفناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسے تمام افعال خدا سے بغاوت کرنے کے موجب ہوتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر چار قسم کے گناہ بہت عظیم شمار کئے گئے ہیں۔ مثلاً بت پرستی عصمت اور پاکدامنی کے خلاف زنا کاری پلیدی اور ناپاکی کی۔ قتل و غارت اور بہتان یا غلط الزام لگانا۔ ان تمام میں سے بت پرستی ایک ایسا گناہ ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ اس سے یہودی مذہب اور قوانین وضوابطہ کی تمام کی تمام بنیاد جڑوں سے اکھڑ کر رہ جاتی ہے۔

بدکاری اور زنا کاری کی بڑے زور سے مذمت کی گئی ہے۔ زنا کاری کرنے والا عملی طور پر ایک دہریہ اور ملحد قرار دیا گیا ہے۔ جنسی اخلاقیات کے متعلق بہت سخت قوانین عائد کئے گئے ہیں۔ انسان کو نصیحت کی گئی ہے کہ کسی ایسی چیز کے فعل و عمل یا اسے دیکھنے سے پرہیز کرے جس سے جنسی خواہشات جوش میں آجائیں۔ مثال کے طور پر کسی مرد کو عورتوں سے ساتھ زیادہ گپ شب میں حصہ نہ لینا چاہیے۔ جسکے اپنی بیوی سے بھی ایسا نہ کرے۔ کسی مرد کو سڑک پر چلتے ہوئے عورت کے پیچھے پیچھے نہ چلنا چاہیے۔ اس کے برعکس کسی شیرمیر کے پیچھے پیچھے چلنا زیادہ محفوظ ہے۔ اگر کسی مرد کو پل پر چلتے ہوئے کو عورت مل جائے۔ تو پہلے اُسے گزر کر آگے نکل جانے

دو۔ کیونکہ جو شخص بھی نڈی یا دریا کو عبور کرتے وقت کسی عورت کے پیچھے چلے گا۔ اُسے دوسری دنیا میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ غیر پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ہمتی ہوئی گفتار میں بے حیائی ہے۔ سو گند کھانا اور گندی زبان استعمال کرنا بڑی سختی سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح فریاد کرنے کے بغیر کسی کی بات پر کن دھرنا منع کیا گیا ہے۔ انگلیوں کو منجوں کی طرح کیوں بنایا گیا ہے؟ اس لئے کہ اگر کوئی شخص ناموزوں کلمات سنے۔ تو وہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال سکتا ہے :-
حقارت کو عام طور پر زنا کاری۔ خباثت یا بے حیائی اور قتل و استہلاک کے برابر سنگین درجہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ عین ممکن ہے۔ کہ ایسے افعال قتل کا ارتکاب کرنے کے باعث بن جائیں
”غلط الزام لگانا چوتھا گناہ کبیرہ ہے۔ اس گناہ کے مرتکب لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تین آدمیوں کو ہلاکت میں ڈال سکتے ہیں۔ اول وہ خود۔ دوم جس کے ساتھ غیبت کی جائے اور سوم وہ جس کے متعلق جھوٹا بہتان باندھا جائے۔ کسی شخص کے متعلق بہتان لگانا ایسے ہی ہے جیسے خدا کی ہستی سے انکار کرنا سنگین گناہ ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ”غلط الزام لگانے والا۔ وہ شخص جو سنتا ہے۔ اور وہ شخص جو اپنے کسی ساتھی کے خلاف گواہی دے وہ اس قابل ہیں۔
کہ انہیں پھاڑ کر کتوں کے آگے ڈال دیا جائے۔“ یہ بھی کہا گیا ہے۔ ”کہ جس طرح کوئی اپنی عزت کا احترام کرتا ہے۔ اسی طرح اُسے اپنے پڑوسی کا احترام کرنا چاہیے۔ جس طرح کوئی شخص نہیں گوارا کرتا۔ کہ اُسکی عزت کو ٹھیس لگے۔ اس لئے کسی شخص کو حق حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُسے خواہش ہونی چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی شہرت کو دھبہ لگائے۔

مسافروں کی مدد کرنا۔ بیوگان اور یتیم بچوں کی پرورش کرنا۔ غریب لڑکیوں کو چہیز دینا بہت ہی مستحق اقدام گئے گئے ہیں۔ عام طور پر یہ ایسا نہ زندگی بسر کرتا کوئی قابل قدر کام نہیں کتا گیا ہے۔

عبرانی اخلاقی قوانین و ضوابط کا مباحثہ

اب آخر میں ہم نبی نوع انسان کی برادری کے لئے اُن کتابوں اور مصنفوں کے مکمل ضابطہ حیات کے اخلاقیات اور اعلیٰ فن کی تمام تعریفوں کو پس پست ڈال کر حیا کہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ عہد عتیق کے تیار کرنے میں جو کچھ دانشور ایک ہزار سال کے طویل عرصے میں کر سکے تھے۔ اُس کے بارے میں موجودہ زمانے کے بڑے بڑے علمائے فاضل اور تنقید کرنے والوں کی چند دلچسپ مثالیں بھی دینی پڑتی ہیں۔ اختصار کے طور پر ہم کئی ایک کتابوں میں سے صرف ایک کتاب مصنفہ ای۔ رائٹن پانک کا حوالہ دینے پر اکتفا کریں گے۔ اُس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:-

جب مسٹر میتھیو آرنلڈ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کہ ہم یہودیوں کے ناخدا سے راستبازی کے اعلیٰ قسم کے نمونے جات حاصل کر رہے ہیں۔ تو سیموئل ملر نے بڑے پرزور الفاظ میں اس کی تردید کی۔ اور کہا۔ کہ میں تو اُس میں کوئی اچھائی والی بات نہیں پاتا۔ بلکہ عبرانی لٹریچر تو ہماری اخلاقی اور عقلی بہتری کے لئے ایک بدنما دھبہ ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے ہم اپنا قانون پیش کر سکتے ہیں۔ اور کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ قانون اہل روم کا بنایا ہوا ہے اور ہم اپنے قانون لطیفہ کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُن کی بنیاد اُن یونانی اور لاطینی تعلیمات کی بنیادوں پر ہے۔ جو انہوں نے ہمیں پڑھائی تھیں۔ اس کے برعکس اگر یہ سوال کیا جائے۔ کہ ہم نے عبرانی لٹریچر یا ناخدا سے نمایاں طور پر عیسائیت کے پیشروائے زمانے سے کونسی خاص چیز حاصل کی ہے۔ تو میں فوراً جواب دوں گا۔ "قوت برداشت کا فقدان"۔ ایسے معاملات کے متعلق اپنے ایمان پر ڈٹے رہنے کی خواہش۔ جنہیں یونانی اور لاطینی لوگ ہر دو انہیں ہرگز کوئی اہمیت نہیں دیتے یہ امر مبعہ متعدد ذخیرہ نویس اور خاندانی نفاق کے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ یہودیوں کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں۔" ۱۔

۱۔ دیکھئے ETHICS OF GREAT RELIGIONS مصنفہ ای۔ رائٹن پانک۔

کتاب ایرہون (ERUIM) کا مصنف اس لٹریچر پر اتنا ہی تنقید کرتا ہے۔ جتنی کہ تمام ادوار اور کئی ملکوں اور تہذیبوں کے نقادوں نے اس کے لئے تعریف کرنے کی خواہش کی ہے۔ کہ وہ آسمانی سچائیوں کا مجموعہ ہے۔ سلیمان کا گیت اور ایستر (ESTHER) کی کتاب جیسا کہ وہ لکھتا ہے۔ کہ وہ عہد عتیق میں بہت ہی دلچسپ چیزیں ہیں۔ لیکن یہ ایسی ادبیات ہیں جو اپنے تقدس کا بہت کم اظہار کرتی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی آسمانی صحیفہ نہیں ہے۔ ان کے لئے کوئی موقع نہیں۔ کہ انہیں چھپوانے کے لئے میسر نہ کیں انیڈکسپنی یا اور کوئی بائبل جیسی کتابیں چھپوانے والا موجودہ پبلشر قبول کرے۔ ایوب (JOB) کی کتاب میں چند عہدہ مضامین اور مناجاتوں کے چند صحیفوں یعنی زبور (PSALMS) میں بھی اچھے مضامین ہیں۔ لیکن اس قسم کے لٹریچر کو بیچنے کے لئے مڈی (MIDIE) جو وکٹورین وقتوں کی سب سے بڑی تقسیم کنندہ لائبریری ہے۔ ان کتابوں میں سے تیرہ کاپیاں بھی خریدنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اگر وہ کچھ پہلی مرتبہ شائع ہو تا تو شکہ حقیقتاً وہ عظیم پبلشر ان میں کوئی کشش پیدا نہ کر دے۔ "جہاں تک کتاب پیغمبروں کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق بلیئر کا خیال ہے۔ کہ وہ ایک کمتر قسم کا مجموعہ ہے۔ اس کے مضامین آج کل کے ماڈرن شاہکار ادبیات مثلاً "ومی پلگر مزید وگرس اور "ٹوم جونز" کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یعنی موجودہ دور کی ماڈرن پیدائش کے سامنے پرفیئر یعنی پیغمبروں کی کتاب کی کوئی حقیقت نہیں۔ یاد رکھئے۔ کہ یہاں ہمیں ان پرانی کتابوں کے ادبیاتی معیار کو پرکھنے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم نے ان کے اخلاقی قوانین و ضوابط پر بحث کرنا ہے۔ اس بات سے انکار کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ کہ عبرانی اخلاقیات میں بعض مواقع پر نہ صرف کمی پائی جاتی ہے۔ بلکہ جہاں کہیں اس کے معیار کو بلند کیا گیا ہے۔ اور اس میں بزرگی اور احترام کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ وہاں بہت ہی شان و نادر دکھایا گیا ہے کہ اسے کبھی عملی جامہ پہنایا گیا ہو۔

یہ شخص ایک فراخ دلانہ نرمی کا استعمال ہوگا۔ کہ چند علاقائی منصف کسی شکار کے جانور چوری کرنے والے کو نہرچی کی دھیر سے چھوڑ دیں۔ یا لنڈن میں وظائف تقسیم کرنے والے کسی جیب تراش کو وظیفہ دینا منظور کر لیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ داؤد کی حکایت کو تسلیم کر لیا جائے۔ ایسا بادشاہ جس نے اپنے بہادر کیپٹن کو موت کے منہ میں اس لئے بھیج دیا تھا۔ کہ وہ اس کی بیوی کو اپنی زوجه بنالے۔ وہ عورت جس کے ساتھ وہ ہم بستری کر چکا تھا۔ اور وہ

۱۔ حکیم سیموئل بلیئر کی نوٹ بکس کے منتخب مضامین (کیپ ماڈن - ۱۹۳۰) صفحہ ۸۶

اس کے بچہ کی وجہ سے حاملہ ہو گئی تھی۔ ایسا داؤد جو خدا کا نالبدار بندہ تھا۔ اور وہ خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہ کرتا تھا۔ یہ صرف حضرت داؤد کا ہی قصہ نہیں۔ تورات کے اندر شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو کہ نہ اہو جسے اگر ہم اپنے ہی معیار کے مطابق اُس کا موزا نہ کرنا چاہیں۔ تو وہ اندویناک خامیوں سے خالی نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ۔ خدا کا دوست اور محبوب بندہ۔ جس نے اپنی بیوی کو فرعون کے حرم میں داخل ہونے دیا۔ اور اپنی جان کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ نہ بولا۔ حضرت یعقوب نے اپنے باپ کو اس لئے دھوکا دیا۔ کہ وہ بحیثیت سب سے بڑا بیٹا ہونے کے۔ سے اس کا پیدائشی حق دے دے۔ جو شوہر جو بیویوں میں سے سب سے پہلا فاتح ہو گزرا ہے۔ اُس نے جیہو واہ کے حکم پر کنعانیوں کا بہت بُری طرح قتل عام کیا۔ جس کا اظہار بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے کیا جاتا ہے۔ جس کو پڑھ کر انسان بار بار اُکتا جاتا ہے۔ اور متنفر ہو جاتا ہے جائل جس نے سوئی پڑی سسر کی کپٹی میں میخ ٹھونس دی تھی۔ وہ سسر جس نے اپنی فیاضی اور عالی ہمتی کی وجہ سے اُس پر اعتماد جما رکھا تھا۔ حقیقتاً جس نے اپنی بیوی کو فائدہ سو گند کی وجہ سے جو جیہو واہ کے سامنے کھا چکا تھا۔ اپنی بیٹی کو قربان کر دیا تھا۔ اور سیموئل جس نے بڑی بے دردی سے (سفید خون سے) آگاک کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور سلیمان جس نے اپنے باپ کے وزیروں کو قتل کر دیا تھا۔ عیسیٰ شاہ جس نے بچوں کو اس لئے بد دعا دے دی تھی۔ کہ انہوں نے اُس کے کنجہ بن پر مذاق اڑایا تھا۔ اُس کی بد دعا سے کچھ جنگل میں سے باہر نکل آئے۔ اور اُن کو چیر بھاڑ کر شہر پہ گرنے لگے۔ یہ ہیں چند ایک عبرانی شخصیتوں کے نام جن کو یہودیوں کے ہیکلوں اور حیرانگی کی بات ہے کہ عیسائیوں کے گرجوں میں بھی تاریخ کے نامور ہیرو خیال کیا جاتا ہے۔ جب والیٹر نے اس عہد عتیق یعنی تورات کو پڑھا۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ ”یہودی قوم انسانی نسل کی دشمن چلی آ رہی ہے۔“

دنیا میں یہودیوں کا مقام

سنہ ۱۹۳۰ء کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت سو لہ ملین (۱۶۰۰۰۰۰۰) یعنی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ یہودی دنیا میں موجود تھے۔ وہ دنیا کے مختلف طبقات میں پھیلے ہوئے تھے اکثر دیگوں کے گھر بڑے بڑے شہروں میں پائے جاتے تھے۔ جہاں اُن میں سے اکثر لوگ تجارت پیشہ تھے۔ جبکہ اُن کی خاصی تعداد ابھی تک مویشیوں کی طرح باڑوں کے اندر جو کہ زمانہ وسطیٰ میں انہیں بند کرنے کے لئے بنائی گئیں تھیں۔ موجود باقی جاتی تھی۔ تاکہ اُس قوم کی اُندہ نسل کو جس نے حضرت عیسیٰ کو

صلیب پر لٹکایا تھا۔ دوسرے لوگوں سے الگ تھلک رکھا جائے۔ اس میں ایک بہت بڑی تعداد ان
یہودیوں کی تھی جو شمارِ اعداد کے رجسٹروں میں درج کی گئی۔ جو نہ صرف یہودی النسل تھے۔ بلکہ مذہباً
اور عملی طور پر یہودی کہلاتے تھے۔ اُن کی زندگی کی تنظیم تو ریت اور اُس کی آیات سے مربوط اور منظم
تھی۔ اُن کا اصول یہ تھا۔ کہ وہ دن میں تین مرتبہ عبادت کریں۔ یومِ سبت یا صبح ہفتہ کے
روز منائیں اور ہیکلوں کے اندر جا کر خدا کی عبادت کریں۔ وہ ایسے تہوار منایا کرتے تھے جن
سے اُن کی قدیم تاریخ کے بڑے بڑے واقعات کی یاد تازہ ہو اُکرتی تھی۔ جیہوواہ کی منظرِ نظر
قوم کی حیثیت سے وہ تقریبات کی رسوم پر عمل کیا کرتے تھے۔ مثلاً تختے کی رسم سے لے کر چھینرو
نکھین کی رسم تک جس سے یہودیت کی زندگی کا پتہ لگتا ہے۔ ایسے حالات دوسری جنگِ عظیم تک
رہے۔ پھر شکر اور اُس کے ساتھیوں کا زمانہ آیا۔ اُنہیں اپنی جرمن قوم کو خالص کرنے کا خیال آیا۔
اور نسلی حقارت کا آغاز ہوا۔ سامی قوم کے خلاف کھلم کھلا پروپیگنڈہ پیدا ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں
یہودیوں پر قیاس سے باہر زیادتیاں ہوئیں۔ یہودیوں کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ اُنہیں شہریت
کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ انہیں کیمپوں میں جمع کر کے اذیتیں پہنچائیں گئیں۔ اور اُنہیں عملی
طور پر انسانی برادری سے نکال دیا گیا۔

اس کے باوجود یہودی چونکہ خطرناک ضدی پائے جاتے ہیں۔ اس لئے وہ ضرورت کے
وقت ملک کو چھوٹی سے چھوٹی رقم دینے کو تیار نہ ہوئے۔ جنگِ عظیم کے بعد معلوم ہوا۔
کہ تقریباً پندرہ لاکھ یہودی ہلاک ہو چکے تھے۔ مسٹرای۔ رائٹن لکھتے ہیں۔ کہ انسان سے
انسان کا درندوں جیسا سلوک جس کی گزشتہ سرگزشت بہت لمبی اور بھیانک ہے۔ وسیع
سنسنی خیز وسعتِ ناک میں کوئی واقعہ ایسا نہ گذرا ہوگا۔ جس کا مقابلہ اس بہت بڑی عظیم
اور قابلِ قدر قوم کے قتل و ہلاکت سے کیا جاسکے۔ بخوارگی۔ تباہی اور روگھے کھڑے کر دینے والے
واقعات جو اس قومِ عظیم کو برداشت کرنے پڑے۔ اُن کی مثال ملنی مشکل ہے۔

یہودیوں کی تاریخ میں مندرجہ ذیل چند ایک دلچپ مضامین کسی کتابچہ میں سے اخذ
کر کے پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ واقعات انگلینڈ میں پیش آئے تھے:-

تاریخی اور قانونی مقابلہ یہودیوں اور یہودیت کے خلاف

اس کتابچہ کو چھپا کر بیچنے والے میسنر جے۔ رابرٹس۔ واروک لین۔ لنڈن ہیں۔ جسے

میں نے برٹش میوزیم لائبریری - لندن (TRACTS, CO. T. A. 19) میں پایا۔ اسے ۱۸۲۱ء میں چھپوایا گیا تھا۔ اس میں بتلایا گیا ہے۔ کہ پرانے قائم شدہ قوانین کی ردیے سے کسی یہودی کو انگلینڈ میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ اجازت دی جاسکتی ہے۔ کہ کوئی مرد یا عورت اپنے اوپر کے لباس پر بستی بیچ لگائے بشیر اور دھڑا دھڑا پھرتا پایا جائے۔ نیز یہ کہ یہودیوں کے کسی ربی کو عیسائی مذہب سے جھٹکا کر یہودیت میں شامل نہ کیا جائے۔ ورنہ اسے سزائے موت دے دی جائے گی۔ کوئی یہودی عیسائی عورت سے ہم بستری نہیں کر سکتا۔ کوئی یہودی کسی عیسائی کے خلاف گواہی نہیں دے سکتا۔ کسی یہودی کو بائبل کے لکھنے والوں یا اس کی اشاعت کرنے والوں کے نام لے کر قسم کھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور نہ ہی یہ اجازت دی جاسکتی ہے۔ کہ کوئی یہودی انجیل کی ترجمہ شدہ کتاب پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے۔ کوئی یہودی کسی عیسائی کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا مجاز نہ ہوگا۔ جب تک بادشاہ کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔ یہودیوں کے کسی ہیکل کو انگلینڈ میں تعمیر کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ اس قسم کی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا جائے گا۔ کسی یہودی کی بیوہ کو ملکی انتظام کے لئے اجازت نہیں دی جاسکتی۔ لیکن حکومت کے تمام اختیارات کا حق بادشاہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور آخر میں یہ بات بھی آتی ہے۔ کہ یہودی قوم کے مکمل اخلاء کے بعد ان کا دوبارہ واپس آجانا ان کو اس قابل بنادے گا۔ کہ ہمارے ملک کے قوانین کے تحت وہ کسی قسم کی رعایت حاصل کرنے سے محروم رہ جائیں گے۔

(نوٹ) یہ ولیم فاتح ہی تھا۔ جس نے دوبارہ یہودیوں کو روہن (RHOAN) سے لاکر برطانیہ میں آباد کر دیا۔ لیکن ولیم روفس نے یہودیوں کی اس حد تک ہمت افزائی کی۔ کہ ان کو عیسائی پادریوں کے ساتھ بحث اور تکرار کرنے کی اجازت مل گئی۔ نیز سینٹ لوقا کے نام سے قسم کھا کر عہد کرنے کی اجازت حاصل ہو گئی۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اگر مناظرہ یا بحث کے دوران کسی یہودی کو عیسائی پادری پر فوقیت حاصل ہو گئی۔ تو اس پادری کو خود یہودیت میں شامل ہونا پڑ جائے گا۔ شاہ الفرید اور گتھورن (GUTHORNE) کے قوانین۔ نیز شاہ کینیوٹ جوڈسٹر خاندان میں سے تھا۔ وغیرہ کے قوانین اس امر کے لئے مشہور مثالیں ہیں۔

رہلیف اور سیمیل (دو یہودی) جنہوں نے ۱۲۳۱ء میں متعدد دگشتہ عیسائی بچوں کا جو نعدہ ادیں اٹھا رہے تھے۔ انکشاف کیا تھا۔ بتلایا۔ کہ انہیں گڈ فرائیڈے (GOODERIDAY) کے تہواروں کے موقع پر چرا کر صلیب پر چڑھایا جاتا تھا۔ انہوں نے بچوں کے والدین - وہ

اوقات جبکہ انہیں چوری کر کے چھپایا گیا۔ پھر کہاں سولی پر چڑھایا گیا اور کہاں کہاں دفن لیا گیا۔
 ان کی ہر بات کا ذرہ ذرہ اس حد تک صحیح اور درست نکلا۔ کہ کچھ یہودیوں نے اُن کی قتل گاہ پر خود
 جا کر اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اور اطلاع کے مطابق ہر بات درست ثابت ہوئی۔ اس حالت
 میں عیسائیوں کے اندر سخت خوف طاری ہو گیا۔ اور یہودی سخت پریشان ہو گئے۔ اور یہ امر واقع
 جس نے ان جرائم کو زیادہ سنگین اور ناقابل معافی جرم بنا دیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ انگلینڈ میں رہنے والے تمام
 یہودیوں نے متفقہ فیصلہ دیدیا تھا۔ جس کی روئے سے اس حد تک معصوم بچوں کو صلیب پر چڑھایا گیا
 اور قتل کر دیا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں اس طرح کے جرائم کے لئے تمام یہودیوں کا اصول
 اُس وقت تھا۔ اور اُس پر اب بھی عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ آج کے دن تک ناقابل انکار بڑی بڑی ہستیوں
 نے بتلایا ہے۔ کہ یہودی اُسی عقیدہ پر چلے آ رہے ہیں۔ لیکن بہت یہودی بددیانتی اور رشوت کی وجہ سے
 جہانی سراسر بچ نکلتے ہیں۔ ثبوت کے لئے ان کی مثالیں بھی لوگوں کو مل گئیں۔ سات رشوت خور بچوں کے
 خلاف جب قانونی چارہ جوئی کی گئی۔ تو انہوں نے اقبال جرم کیا۔ اور اُن کے خلاف فیصلے صادر ہوئے۔ یہ
 واقعہ ایڈورڈ اول کے عہد حکومت میں پیش آیا تھا۔ اسی طرح کے اور واقعات بھی مندرجہ بالا کتاب میں
 دئے گئے ہیں۔ جن کا ذکر اختصار کی خاطر یہاں نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ مختلف بادشاہوں کے
 زمانوں میں بچوں کی ہلاکت کی بہت سی دردناک مثالیں صفحہ نمبر ۴۱ تک دی گئی ہیں۔ بہت سے واقعات
 سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معصوم بچوں کی ہلاکت کے لئے گڈ فرائیڈ سے کی تاریخ خاص طور پر متعین کی گئی تھی۔
 یہی وجہ تھی۔ کہ ایڈورڈ اول کے بائیس قوانین میں سے چوتھا قانون اس امر کی غمانی کرتا ہے۔
 (۴) گڈ فرائیڈ سے کے دن کوئی یہودی اپنے گھر یا مسکن سے ہل کر باہر نہیں جاسکتا۔
 (۵) کوئی یہودی کسی عیسائی کو زود کو ب نہیں کر سکتا۔ ورنہ اُس کا دایاں بازو کاٹ دیا جائیگا
 ہمیں ڈر ہے۔ کہ مضمون زیادہ لمبا نہ ہو جائے۔ ورنہ اُس کتاب کے مضامین بہت ہی دلچسپ
 ہیں۔ ایسے ہی حالات اور جذبات کی وجہ سے اس قسم کے قوانین یہودیوں کے خلاف عائد کئے گئے
 اگر ہم اُسی کتاب کے صفحہ نمبر بیس پر نظر ڈالیں۔ تو ہمیں ایک بہت لمبی جرائم کی فہرست نظر آئے
 گی۔ جو یہودیوں سے سرزد ہوئے۔ ان باتوں سے صاف عیاں ہوتا ہے۔ کہ اگر یہودیوں کو تمام
 عیسائی آبادیوں سے مکمل طور پر باہر نکال دیا جائے۔ تو اس کی تمام تر ذمہ داری اُن کے بے
 رحمانہ افعال پر عاید ہوتی ہے۔

ایک کتاب کا عنوان ہے "دی جیوز کی ریکٹر" (THE JEWS' CHARACTERS) یا مختلف

بادشاہوں اور انگلینڈ کی پارلیمنٹوں کے مراعات کے تاریخی حالات جو اس مملکت میں بارہ اول اجازت ملنے کے وقت سے لے کر (فاتح شاہ ولیم کے عہد سے لے کر) گزشتہ صدی کے آخر تک اس کے ساتھ یہ کلمات بھی اضافہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ "ان حالات کو مسٹر بیکرز کی کتاب سے اخذ کیا گیا۔ یہ حالات اس قابل ہیں۔ کہ تمام سچے انگریز اور اپنے ملک کے محب وطن کی منظوری نظر کا باعث بن سکیں۔ لندن۔ چھپوانے اور بیچنے والے بالڈون۔ واروک لین ۱۷۰۲ء

برٹش میوزیم لائبریری لندن کا نمبر ۸۱۵-۳۳

چند واقعات میں سے ایک دلچسپ واقعہ یہ بھی لکھا ہوا ہے :-
اس کے بعد انگلادور حکومت شاہ جان (KING JOHAN) کا شروع ہوتا ہے۔
ٹیکس کے حالات میں یہ لکھا گیا تھا۔ کہ یہودیوں سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر کے جمع کی گئیں۔
ان میں سے ایک ایسا یہودی تھا۔ جو ٹیکس دینے پر سرگز آمدہ نہ تھا۔ تنگہ بادشاہ کو یہ حکم دینا پڑا۔
کہ ہر روز اس کا ایک بڑا دانت نکالا جایا کرے۔ یہ عمل سات روز تک رہا پھر اس کی قتل ہوئی۔ اور
اُس نے بادشاہ کو دس ہزار روپہلی مارکس ادا کر دیئے۔ تاکہ دس سات روز کے بعد اور مزید دانتوں
کو اکھاڑا نہ جائے۔ کیونکہ اب صرف ایک دانت باقی رہ گیا ہے۔ ایسی اور بہت سی دلچسپ
کہانیاں بھی دی گئی ہیں۔ جن کا ذکر چند ان ضروری نہیں :-

کیا خدا کا نام جیہوواہ ہے ؟

اس سوال کا جواب صریحاً ہاں میں دے دینا ناممکن ہے۔ خدا جو تمام کائنات کا خالق ہے۔ وہ تمام دنیا پر حکم چلانے والا ہے۔ عبرانیوں نے جو نام عام طور پر خدا کے لئے استعمال کیا ہے۔ اُسے انگریزی ترجمہ میں جیہوواہ کہا جاتا ہے۔ مگر یہ اسے زمانے کے ترجمہ میں گوڈ (GOD) کا لفظ بڑے الفاظ میں چھپا ہوا ہے۔ امریکی ترجمہ میں اس کا متبادل نام جس کا اس قدر احترام کیا جاتا ہے۔ کہ اُسے عام طور پر بولنے کی اجازت نہیں۔ اُس کی بجائے الفاظ ایڈونائی (آقا - ADONAI) اور الیلوہیم (خدا - ELOHIM) استعمال کئے گئے ہیں یہ پھر وہ نام درحقیقت اللہ تعالیٰ کے صفاتی

نام ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اسرائیلی خدا کے نام کا انکشاف یسوع مسیح کو یہودیوں کے مقام پر پہنچا دیا تھا۔ وہ یہود واہ تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اس کا اصل تلفظ یہوے (YAHWEH) سے کچھ ملتا جلتا ہے۔ لیکن اس نام کا اظہار بقول یہودی ریتوں کے ہرگز نہ کیا جائے۔ پس اسے "ایڈونائی" (آقا) کا نام دے کر لکھا گیا ہے۔ جسے اس خاص نام جیہود واہ کا متبادل بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ سو لہٰذا یہودیوں سے پیشتر جیہود واہ کے نام کو پکارا نہیں جاتا تھا۔ خدا کے نام کا مبادل نام یہودی اس وقت زیر بحث لائے۔ جبکہ اصل نام عرصہ دراز سے بگاڑ کر استعمال کیا جانے لگا تھا۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ کیونکہ مشرقی ممالک میں عام طور پر کسی آدمی کو اس کے پیشے یا صفاتی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اگر باوجود کسی کے اصل نام ہونے کے اُن علاقوں میں صفاتی نام کو ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ تو خدا کے اصل نام کی بجائے کوئی ایک صفاتی نام بھی چن لیا گیا۔ اس صفاتی نام کو اس لئے بھی زیادہ اہمیت دی گئی۔ کیونکہ خدا کا اصلی ذاتی نام کوئی نہیں ہے۔ آج تک اس قسم کا نام خدا کے لئے ہرگز ہرگز نہیں دیا جاسکا۔ اگرچہ ایک بہت ہی موزوں لفظ خدا کو دیا گیا ہے۔ مگر اسے ہمیشہ اس کے صفاتی ناموں سے ہی پکارا جاتا ہے۔ یہودیوں کے ہاں جو سب سے زیادہ اچھا اور پاکیزہ نام خدا کے لئے سمجھا گیا۔ اسے خاص اشخاص خاص مواقع پر اور خاص پاکیزہ جگہ پر ہی بول سکتے تھے۔ اگر کوئی اور شخص اسے استعمال کرے۔ تو اس کی زبان کاٹ دی جاتی تھی۔ یا گھلا ہوا جست اس کے کانوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ یا اُن کے دل نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جاتے تھے۔ یا انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک خدا کا بہت ہی موزوں نام جیہود واہ ہے۔ جو کتاب پیدائش میں چھ سو مرتبہ اور تمام بائبل میں چھ ہزار دفعہ آیا ہے۔ لیکن ہر دو مذاہب کے علماء تسلیم کرتے ہیں کہ اس لفظ کا صحیح تلفظ کسی شخص کو معلوم نہیں ہو سکا۔ جب بائبل کو پہلے پہر عبرانی زبان میں لکھا گیا۔ عبرانی الفاظ کی طرح اس پر علامات نہیں دی گئی تھیں۔ کیونکہ اہل زبان کو اُن کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن جب قرآن شریف کو ایسی قوموں تک پہنچایا گیا۔ جن کی زبان عربی نہ تھی۔ تو وہ علامات کے بغیر اسے صحیح پڑھ نہیں سکتے تھے۔

پس بعد ازاں علامتیں ڈال دی گئیں۔ مگر چونکہ یہودیوں نے عبرانی زبان کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ اس لئے عبرانی زبان پر علامتیں ڈالنے کی تجارت کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اسی وجہ

باب دوم

عیسائیت

عیسائیت اور مشرکانہ رسوم
کا تقابلی مشاہدہ

عیسائیت اور مشرکانہ طرزِ عبادت کا باہمی تعلق بیان کرنے سے پیشتر بہتر ہوگا کہ مختلف مشرک دیوتاؤں کے حالات کا تنقیدی مشاہدہ کر لیا جائے جو عیسائیت کے آغاز سے پیشتر مختلف قوموں میں رائج تھے۔ اگر ہم دو ہزار سال قبل کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اس روئے زمین پر بہت سے ممالک سورج دیوتاؤں کی پوجا سے بھرے پڑے تھے۔ اُن کی پوجا جایا مقبول سمجھی جاتی تھی۔ خدا کی خاص عبادت کرنے والا کوئی مذہب نہیں پایا جاتا تھا۔ بلکہ مختلف مذاہب کے یانیوں کی ذاتیات کے گرد توہمات کا جال اور افسانوی قصے کہانیوں کا پلندہ بنایا جاتا تھا۔ اس کے نتیجے میں ہر مذہب من گھڑت افسانہ دکھائی دیتا تھا۔ یہ اختراع اُن دماغوں کی ایجاد کردہ تھا۔ جنہیں من گھڑت کہانیاں بنانے میں خاص مہارت حاصل تھی۔ میکسیکو سے لے کر انڈونیشیا تک اسی قسم کے توہمات اور دوسوسوں کی لڑی ہر مذہب کے رگ و ریشے میں چلی جا رہی تھی۔ بحیرہ روم کی خطے میں بسنے والی دنیا اس سے متشنے ہرگز نہ تھی۔ یہیں بحیرہ روم بستیوں کے اندر اور ارد گرد مندرجہ ذیل افسانوی قصے کہانیوں کی شخصیتیں مٹی ہیں۔ جن کی بہت عزت افزائی کی جاتی تھی۔ اور اُن کی عبادت اُن کے پیروکار پوری عقیدت سے بجالاتے تھے۔

متن (MITHRA)

یہ اہل ایران کا سورج دیوتا تھا۔ اس کی ماں کے متعلق لوگوں کا ایمان تھا کہ اُس کی پیدائش ایک کنواری ماں کے بطن سے ہوئی جس کا حمل خدائی طریقہ سے قرار پایا تھا۔ اس وجہ سے اُسے خدا

کا بیٹا تصور کیا جاتا تھا۔ اُس کی پیدائش مورخہ ۲۵ دسمبر کو ایک غار میں ہوئی تھی۔ اس کے بارہ
شاگرد تھے۔ وہ ایک ایسا مسیح تھا جس کی آمد کے متعلق قوم کو عرصہ سے انتظار تھا۔ اس کا قتل
اپنے پیروں کے گناہوں کے کفارہ کی خاطر ہوا۔ وہ قتل کے بعد دوبارہ زندہ ہوا۔ اور آسمانی
جسم کے طور پر اُس کی عبادت ہونے لگی۔ اُس کی پیروی کرنے والے اخلاقی ضوابط کے سختی سے
پابندی کرتے تھے۔ اُن کے سات مذہبی اصول تھے۔ جن میں سے پہلے تصدیقِ حقیق اور عشنا
ربانی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان تقریبات میں شریک ہونے والے دوٹی اور شراب کی صورت
میں منہرا کی خدائی فطرت کو نوش کرتے۔“

اُنہوں نے عین پہاڑ کی چوٹی پر عبادت کا مرکز قائم کیا سوا تھا۔ جہاں بعد ازاں وہیں قوم
نے اپنا گرجا گھر تعمیر کر لیا تھا۔

ایڈونیس یا ایڈونس (ADONIS)

ایڈونیس شامی لفظ ایڈون کی یونانی صورت ہے جس کے معنی آقا اور مالک (LORD)
ہیں۔ یہ لقب بابل کے ایک قدیم دیوتا تموز نامی کو دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق بھی لوگوں کا ایمان
تھا کہ وہ ۲۵ دسمبر کو ہی پیدا ہوا تھا۔ اُسے قتل کے بعد دفن کیا گیا۔ تین دن کے بعد تہ زمین میں رہنے
والے دیوتاؤں نے اُسے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ اس صورت میں وہ بھی دوبارہ زندہ
ہو گیا۔ وہ شام کا نجات دہندہ کہا جاتا ہے۔ تو ریت میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے کہ عورتیں اُس
کے بت کے سامنے روتی دھرتی تھکتی۔

ایٹس (ATTIS)

ایٹس کے دیوتا تموز کا یا شام کے ایڈونس کا ثانی ہے جس کا تعلق ایشیائے کوچک
کے شمال مشرقی اور وسطی خطوں سے ہے۔ اس کی پیدائش بھی ایک کنواری ماں نانائی
کے بطن سے ہوئی۔ اس کے متعلق لوگوں کا عقیدہ تھا کہ وہ خدا نے برتر سائی بلی (CYBELA)
کا اکوتا بیٹا ہے۔ اُس کے بزرگ کہتے ہیں کہ اُس نے بنی نوع انسان کے گناہوں کی پاداش میں
انسان کے درخت کے نیچے بہم مارش کو اپنا خون بھرا۔ اُسے کسی چٹالی مقبرہ کے اندر دفن کیا گیا۔
مگر یہ شے کو دوبارہ زندہ ہو گیا۔ یہ روایت ایڈونس کے بارے میں بھی ملتی ہے۔

تب لوگوں نے مسرت خوشی کے عام جش منائے رسومات بہتسمہ اور عشاءے ربانی اُن کے گرجاؤں میں خاص اہمیت رکھتے تھے۔

باکس یا ڈاؤنڈیس (BACCHUS)

یہ یونانیوں کا سورج دیوتا ہے جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ اُس نے ایک کنواری ماں ڈیمی ٹرا (DEMETER) نامی کے لٹن سے جنم لیا۔ اُس کی پیدائش مادی وسائل کے بغیر مشری دیوتا (JUPITER) کے تعاون سے ہوئی۔ ۲۵۵۰ء دسمبر کو پیدا ہوا۔ وہ بنی نوع انسان کا نجات دہندہ سمجھا جاتا تھا۔ ہر سال اُس کا ڈرامہ جذبات بھرے عقیدہ سے کھیلا جاتا ہے جس میں اُس کی موت۔ دوزخ کے اندر جا کو دنا اور پھر دوبارہ زندہ باہر نکل آنا دکھایا جاتا ہے۔

اوسیرس (OSIRIS)

یہ مصریوں کا سورج دیوتا تھا۔ ۲۹۵۰ء دسمبر کو ایک کنواری ماں کے ہاں پیدا ہوا جسے عام طور پر عالمی کنواری کا نام دیا جاتا ہے۔ اُس کے ہیں شاگرد تھے۔ اُن میں سے ایک (TYPHONE) نامی تھا جس نے اُسے دھوکا دیا۔ اور نتیجہ کے طور پر قتل ہو گیا۔ اُسے ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ لیکن تین روز دوزخ میں رہنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا۔ وہ انسانی روپ میں خدا مانا جاتا تھا۔ مصریوں کے عقیدہ تثلیث میں اُسے تیسرا خدا تصور کیا جاتا ہے۔

کرسٹیا یا کرسٹن جی تھاراج

سے کنواری ماں دیوی کی برائی نے بغیر انسانی جھفتی کے جنم دیا تھا۔ وہ خدا کے برزخینو کا اکلوتا بیٹا تصور کیا جاتا ہے۔ اُس کی پیدائش کافرشتوں نے راگ کا گرا اعلان کیا۔ اگرچہ وہ ایک شاہی خاندان کا فرد تھا۔ لیکن اُس کی پیدائش ایک غلام میں ہوئی۔ اُسے کائنات کی ابتداء اور انتہاء مانا جاتا ہے۔ اُس نے کئی ایک حیرت انگیز علاج کئے۔ اُس نے لوگوں کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ اُس کی موت کے وقت سورج کے روشن تپیرے پر دوپہر کے وقت تاریکی کے بادل بھاگ گئے۔ وہ دوزخ میں اترا۔ لیکن وہ مردوں میں سے دوبارہ زندہ ہو کر نکلا۔ اور اپنے جسم سمیت آسمان پر چڑھ گیا۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آخری زمانے میں پھر دنیا میں آئے گا۔ اور دنیا کے یوم اختتام پر مردوں کا حساب کتاب کے گا۔ وہ انسانی

شکل میں آسمانی اوتار اور ہندوؤں کی تثلیث میں سے ایک اقنوم ہے :- ۱۔

ہماتما بدھ (Buddha)

بدھ مذہب کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اُس نے اپنی زندگی میں بہت سے معجزے دکھائے وہ روئے زمین پر امن کا دیوتا اور بنی نوع انسان کا نجات دہندہ تھا۔ اُس نے تدبیر ربانی کے تحت وفات پائی۔ اور کچھ وقت کے لئے دفن رہا۔ پھر وہ دوبارہ زندہ ہو گیا۔ بعد ازاں اپنے غامی جسم سمیت ملکوتی اقلیم میں جاد داخل ہوا۔ اُس نے آخری زمانے میں پیرا کر مردہ لوگوں کا حساب کتاب لینا ہے۔ اُس نے انسانوں کے گناہوں کو مٹانے کے لئے شیطان کو اپنا خون بطور تادان ادا کیا تھا۔ زمین پر اُس کے آنے کا خاص مقصد یہ تھا کہ وہ ایک عالمگیر مذہبی سلطنت (دھرم چکر) قائم کرے۔ اُس نے اپنے بعد ایک اور ہماتما بدھ کے آنے کی خوشخبری دی ہے :-
مذکرہ بالا سورج دیوتاؤں پر جو اُس زمانے کے بڑے بڑے معبود تھے۔ ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ کسی نہ کسی پہلو سے ایک دوسرے کے متشابه تھے۔ ۲۔
اُن میں سے تقریباً ہر ایک :-

۱۔ ۲۵، دسمبر یا اُس کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ۲۔ اپنی کنواری ماں کے بطن سے کسی غار یا ترخانہ میں پیدا ہوئے۔ ۳۔ انسانی نسل کے لئے مصائب کی زندگی بسر کی ۴۔ نسلی دہندہ دیکل۔ نجات دلانے والا یا شفاعت کرنیوالا جیسے ناموں سے پکارا گیا، ۵۔ پہلے تاریکی کی قوتوں یعنی موت کے ہاتھوں مغلوب ہوئے۔ لیکن بعد میں آسمان پر چڑھ گیا، ۶۔ مقدسوں کی عشاءے ربانی کی رسوم اور گرجاؤں کی بنیاد رکھی۔ جہاں پیروکاروں کو بپتسمہ دیا جاتا ہے، ۷۔ اُس کے متابعین یعنی پیروں نے والوں نے اُسے عشاءے ربانی کی تقریب سے یاد کیا۔

چونکہ مذہب کے تقریباً تمام عقائد ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے تھے۔ اس لئے مختلف مذہبی مسائل اور رسومات کا امتزاج کسی ایک کی دل شکنی کا باعث نہ بن سکے۔ اور نہ ہی اُسے کسی پہلو میں خلاف ورزی کا موجب سمجھا گیا۔ چونکہ زمانے میں ہر مذہب روئے باخطاط تھا۔ لیکن ہر ایک عقیدہ زوال پذیر ہو رہا تھا۔ لہذا اس قسم کا ادغام نہ صرف لازمی تھا۔ بلکہ لوگوں کی خواہش کے عین مطابق تھا۔ درحقیقت یہودیوں کے بعض طبقات نے بھی اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے بہت کوشش کی۔ تاکہ مخلوط قسم کا مذہب جن میں ہر خیال کی نمائندگی ہو سکے ایجاد کر لیا جائے۔ پہلی صدی عیسوی میں اسکندریہ کا ایک یہودی فلاسفر فیلونامی اس

تحریر میں پیش پیش تھا۔

ایسے حالات میں ضروری ہے کہ ہر نیا مذہب بھی اس عجیب قسم کے امتزاج کا شکار ہو جائے۔ چنانچہ ایڈورڈ کارپنٹر نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔
کہ:۔ گناہ و قربانی۔ نجات دہندہ اور عشاءے ربانی۔ تثلیث۔ کنواری ماں وغیرہ کے عقائد عام طور پر مقبول پائے جاتے تھے۔ لہذا کسی نئے مذہب کا اُن کے اثر و نفوذ سے بچ نہکنا ناممکن تھا۔ اگر کسی امر کا امکان تھا۔ تو صرف یہ کہ اُن عقائد ہی کو اپنا کر اپنے رنگ میں رنگا جائے۔ دیکھئے کتاب کارپنٹر میں (CP; CIE)

جیسا کہ آئندہ باب میں ذکر ہوگا۔ عیسائیت نے اسرائیلی گھرانہ میں جنم لیا۔ لیکن یونانی مصری اور ایرانی سوزج دیوتاؤں کے عقائد کی گود میں تربیت حاصل کی۔ اُس نے یہودیت سے بہت کم ورثہ پایا۔ اور اُس کے تقریباً تمام عقائد مجددانہ مسالک کی میراث ہیں۔ اگر کوئی کم و بیش یہودیت کے خیالات عیسائیت میں ملتے ہیں تو وہ پولوس (PAUL) کی وساطت سے آئے تھے۔ (اگرچہ خود پہلے یہودی تھا) یونانی فلاسفی کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔ جو کچھ اُس نے عیسائیت کو دیا۔ اُس میں یہودیت کم اور شرک و الحاد زیادہ تھا۔ یہ چال اُس نے اس مقصد کے لئے اختیار کی تاکہ نئے مذہب میں غیر یہودیوں اور مشرکوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک کیا جاسکے۔ کلیسا کے تقریباً سب معروف مورخ مثلاً موسیم۔ مارنیک مل مین۔ کیسی لہ۔ رنیاں۔ وغیرہ اس موقف پر متفق ہیں۔ کہ عیسائی پادریوں نے یہودیوں اور مشرکوں سے محض دوستانہ تعلقات استوار کرنے کے لئے مذہبی رسوم میں اضافہ کر لیا تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ تو وہ اپنے عقیدت مندوں کو بے بسی کے عالم میں چھوڑ گئے۔ بعض تو واپس یہودیت میں چلے گئے۔ اور باقی ماندہ مشرکانہ مسالک ہی کے ساتھ گھل مل گئے۔ اس ادغام سے انسانوں کے من گھڑت عقائد نئے مذہب میں شامل ہو کر اُس کا ایک جزو بن گئے۔ بظاہر عیسائیت کا نام برقرار رہا۔ لیکن اندرونی طور پر تمام عقائد وہی تھے۔ جو مشرکانہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی شخصیت متحرا کی شکل و صورت سے مشلوپ ہو کر رہ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کفر و الحاد جو قریب الحارک تھا۔ مرنہ سکا۔ بلکہ اُس نے اپنے آپ کو ایک نئے روپ میں تبدیل کر کے ایک نئی منفرد جماعت ینانی جس کا نام آج تک عیسائیت چلا آ رہا ہے۔ شمشعی عقائد عیسائیت سے علیحدہ نہ ہو سکے۔ بلکہ انہوں

نے محض نئے روپ یسوع مسیح کے نام سے دھار لئے :

حقیقت تو یہ ہے کہ عیسائیت پر شرک و الحاد کا اتنا رنگ چڑھا۔ کہ اُس نے نہ صرف اپنے مادری منسلک یعنی یہودیت سے سب رشتے ناٹے توڑ لئے۔ بلکہ اُس کے یہودی خیالات بھی یونانی رنگ میں رنگے گئے۔ یہاں تک کہ کبھی عیسائی کے لئے یہودیت کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ایک کلنک کا ٹیکہ بن کر رہ جاتا ہے۔ عیسائیت قبول کرنے کے بعد ساؤل اس وقت تک سچا عیسائی نہ بن سکتا۔ جب تک اپنا نام یونانی نام یعنی پال میں تبدیل نہ کر لیتا۔ اب موسوی قانون کو درخور اعتناء نہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ختنہ کے دائمی عہد کی بھی تحقیر کی گئی اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نیا مذہب اب یہودیت کی شاخ نہیں بلکہ اُس کا حریف بن چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی بائبل جو درحقیقت آرامی زبان میں پڑھائی جاتی تھی حضرت عیسیٰ اور اُن کے خاص حواریوں کی مادری زبان آرامی تھی (زیادہ عرصہ تک عبرانی لباس کی متحمل نہ رہ سکی۔ اور آخر کار اُسے یونانی لباس پہنا دیا گیا۔

لفظ جیسس یا یسوع (JESUS) بذات خود کوئی عبرانی لفظ نہیں ہے۔ یہ لفظ جو شوار (TAUS HWA) کو یونانی زبان میں ڈھال کر بگاڑا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف خدا کا بیٹا کی اصطلاح یہودیت سے لی گئی ہے۔ لیکن اس نے بھی عیسائیت میں آکر بالکل نیا روپ دھار لیا ہے۔ عہد نامہ عتیق میں اس لفظ کو محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن عیسائیوں نے اس کے لفظی معانی لئے ہیں۔ یسوع کی الوہیت کا تصور مسیح کی پرستش کرنے والے ملحدانہ مسلک سے لیا گیا ہے۔ کفارہ کا عقیدہ حضرت عیسیٰ کی صلیب پر قربانی کی موت سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے ماخذ تو کئی ایک پہلے سے موجود مسائل ہیں۔ جو ایسے ہی عقائد سے بھرے ہوئے تھے۔ اسی طرح عشاء کے ربانی کی رسم کا حضرت عیسیٰ کے اپنے شاگردوں کے ساتھ آخری کھانا کھانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ رسم مصری مذہب سے لائی گئی ہے۔ پیٹیمہ کی رسم محقر امت کی مرہون منیت ہے تثلیث کا ماخذ یونانی۔ مصری۔ ایرانی اور ہندو تثلیثیں ہیں۔ عیسائیوں کے دوسرے تہواروں کے متعلق بھی یہی صورت حال ہے۔ کرسمس کا دن منہرا کی تاریخ پیدائش تھی۔ ایسٹر کا تہوار انیس دو تہا کے اعزاز میں منایا جاتا تھا۔

عیسائیوں کے ہفتوں کے دن بھی عبرانی لفظوں کے مرید متحمل نہ رہ سکے۔ اُن کے نام

بھی اُن یونانی سیاروں کے ناموں پر منسوب کر دئے گئے۔ جن کی پرستش یونانی لوگ بطور دیوتا کیا کرتے تھے۔ ہفتے یعنی (SATURDAY) کا نام (SATURN) سے لیا گیا۔ اتوار یا (SUNDAY) کا (SUN) یعنی سورج سے سوموار یا (MONDAY) کا لفظ (MOON) (چاند) سے منگل (TUESDAY) کا نام (TIU) سے لیا گیا۔ جو اودُن (ODIN) کے بیٹے (NORDICTYRE) کا نینگو سیکس منشی تھا۔ یہ مماثل جنگ کا دیوتا تصور کیا جاتا ہے۔ بدھ (WEDNESDAY) کا نام فتح کے دیوتا (WODEN) اور تمہرات یا (THURSDAY) کا نام گرج و برق کے یونانی دیوتا (THOR) سے لیا گیا ہے۔ جمعہ یا (FRIDAY) کو (FRIGG) سے منسوب کر دیا گیا۔ یہ یونان کی محبت کی دیوی کا نام ہے۔ یہ (WODEN) کی بیوی تھی۔ ا۔

اسی طرح ہینیوں کے نام بھی یہودی اسماء سے یونانی اور رومی ناموں میں تبدیل کر دئے گئے۔ ماہ جنوری کا نام دو چہروں والے دیوتا (JANUS) سے منسوب کیا گیا۔ مارچ نے جنگ کے دیوتا (MAR) سے۔ مئی کے رومی دیوتا کی ایک گناہ دیوی (MIRIR) سے اور جون نے (JUNO) سے اپنا نام لیا۔ جو یونانی دیوی کا نام ہے۔ جولائی (JULY) کا نام (JULIUS - CAESAR) سے منسوب ہے۔ جبکہ اگست (AUGUST) کا نام (AUGUSTUS CAESAR) جو پہلا یونانی شہنشاہ ہو گا رہا ہے۔ کے نام سے لیا گیا۔ ستمبر تا دسمبر کے ہینیوں کے نام رومی کیلنڈر کے مطابق رکھے گئے SEVENTH کو EIGHTH, SEPTEMBER کو OCTO, NINTH اور TENTH کو DECEMBER کہا جاتا ہے + ا۔

آخر میں یہ کہ دنیا کافی ہے۔ کہ اگر عیسائی مذہبی کہانیوں کا مشترکانہ ادبیاتی قصوں سے مقابلہ کیا جائے۔ تو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی کا ہر واقعہ رب الشمس کی پرستش کرنے والے ممالک کے دیوتاؤں اور دیویوں سے متعلق کسی نہ کسی واقعہ ضرور مطابقت رکھتا ہے۔ دراصل شرک والحاد کے تمدن و تہذیب نے عیسائیت کے رگ و ریشہ تک متاثر کیا اور اُسے اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ آج جو بھی مواد ہم عیسائی مذہب میں دیکھتے ہیں۔ اُسے عبرانی پیغمبر حضرت عیسیٰ کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ البتہ اُس میں یونانی۔

۱۔ دیکھیے کتاب - DUNLOPE BOOK OF FACTS کے صفحہ ۴ پر

رومی - مصری اور ایرانی لحدانہ و مشرکانہ عقائد و تصورات کا صحیح عکس ضرور دیا جاتا ہے۔

عیسائیت میں خطیہ اور غنائے ربانی

یہ حقیقت ہے کہ انسانی روپ میں خدا کا وجود اور غنائے ربانی کی رسم محض مشرکانہ توہمات کے وہ حصے ہیں جو کسی زمانہ میں مشرقی ممالک سے اکثر دوسرے علاقوں میں بطور رسوم چلے آ رہے ہیں۔ یہ سچ یہ ہے کہ خدائی ہستی کا انسانی روپ دھار لینے کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ عیسائیت ایسے پیچیدہ اور رازدار عقائد کی تاریخ میں آخری کڑی ثابت ہوئی ہے جس نے تمام مشرکانہ عقائد اور رسومات کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ لیکن اب اس مذہب کے پیروکار اس کے نتائج کی طرف آ رہے ہیں حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پیشتر دنیا میں ایسے یسوع مسیحوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ ایسے مسیحائی مسالک کے زمرہ میں آخری مسیح شمار کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وعظ و نصائح کا مذہب جس میں خدائے تعالیٰ پیغمبروں کو اس لئے بھیجتا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مستند اور خواہش و حکم کے ذریعے معلوم کر کے لوگوں تک پہنچا سکیں اور لوگ ان احکام کے مطابق عمل کریں اور نرازل سے ہنی نوع انسان کی اکثریت کا مذہب رہا ہے۔ تو یہ حقیقت بھی مانتی پڑے گی کہ غنائے ربانی اور بیستمہ دینے والا مذہب بھی دوسروں کی نسبت باقی ماندہ لوگوں کے لئے کوئی کم کشش رکھنے والا مذہب نہیں تھا۔ بلکہ پرانے زمانے کے حالات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اول الذکر کی نسبت موخر الذکر عقیدہ کو زیادہ وسیع انسانی عقیدت اور جاذبیت حاصل رہی ہے۔ اور اس کی وجہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ مسلک دوسروں کی نسبت زیادہ صوفیانہ اور پُر راز رہا ہے۔ لہذا انسانی نبض خام کے لئے زیادہ دلربا اور پرکشش ہے۔ اس کے جادو کو سمجھئے۔ وہ یہ ہے کہ یہ مسلک ہمارے لئے وہ تمام اشیاء جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ بغیر زیادہ زحمت کے ہیا کر دے گا۔ نیز وہ ہمیں زندگی کی تلخ آزمائشوں کا سامنا کرنے سے بچائے گا۔ مثال کے طور پر۔ ”کیا حضرت یسوع مسیح نے اپنا خون دے کر میرے گناہوں کو دھو نہیں ڈالا؟“ یہ ایک خوش کن اور اطمینان بخش نعرہ ہے جو ہمیں اپنا کمر توڑنے والا بوجھ دوسرے شخص کے کندھوں پر پھینک دینے پر اکساتا ہے۔ ایسا عقیدہ لازمی طور پر زیادہ کشش رکھتا ہے۔ لیکن آج دنیا زیادہ ذی ہوش بن چکی ہے۔ مسخر دلوں کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے سب سے بہتر اور زیادہ فصیح گواہی ہمیں گرجاؤں کی خالی

نشستوں اور بنچوں سے ملتی ہے۔ اگر اس قسم کی وعظ و نصیحت کی خوبی کے متعلق عام پبلک کو کوئی یقین نہ ہوتا۔ تو کنٹر بری کے آدھ بٹشپ گرجاؤں میں کم حاضری پر کوئی واہ ویلا کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر بپتسمہ۔ رسم عشاءے ربانی وغیرہ پر پبلک کو اس کے استفادہ پر یقین نہ ہوتا جیسا کہ پرانے زمانے کے لوگ یقین رکھتے چلے آ رہے تھے۔ تو حالات زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنے کے لئے انہیں نئی اطمینان بخش وعظ و نصیحت تیار کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ لیکن ان کی مذہبی رسومات اب اپنا جادو توڑ چکی ہیں۔ اور لاکھوں عیسائی یوم صبح صبا تھ SU E PTH کا مقدس تہوار کا رہیں چلانے۔ گاف اور ٹینس کھیلنے مختلف تقریبات پر جانے۔ اور سینما ہالوں پر کیا فحش ناچ گانوں پر صرف کرتے ہیں۔

اگر وہ لوگ بھی جو صبح کا تہوار سنجیدگی اور عبادت میں گزارنا چاہتے ہیں۔ مذہبی پیشواؤں کی تقاریر سننا گوارا نہیں کرتے تو وہ ایسی عبادت گاہوں میں جاتے ہیں۔ جہاں عشاءے ربانی کی رسم کو بالکل ترک کر دیا گیا ہو۔ اور وعظ و نصیحت کو ترجیح دی گئی ہو۔

گرجوں میں بھی ذمہ دار ہستیوں کو ایسے حالات کا احساس ہو چکا ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر بارنس بہم انداز سے مگر احتیاطاً۔ گویا جانب داری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔ عشاءے ربانی کی کاروائی کو غیرانہ عقیدوں کا پس منظر بتلاتے ہیں۔ یعنی وہ اس رسم کو مشرک اور متحد قوموں سے ورثہ میں ملی ہوئی خفیت بتلاتے ہیں۔ ان کے ریمارکس ایسے ہیں۔ جو کسی احساس کنندہ کے ہیں۔ بیشک اس کا یہ سنجیدہ احساس انگاش چرچ یونین کی مخالفت کا باعث ہوگا۔ اور کنٹر بری کے آدھ بٹشپ کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرادی گئی ہے۔ لیکن عیسائیوں کی عام ضمیریں اس سے پریشان حال نہیں ہوتی۔ شکستہ ۱۹۲۵ء میں گرجا کے بالاترین پادری نے بھی ڈاکٹر بارنس کی تقریر میں اس ریمارکس کے خلاف کوئی توجہ دینی پسند نہیں کی۔ اگر زیادہ سے زیادہ وہ کچھ کرتا چاہے۔ تو اتنا کر سکتا ہے۔ کہ گرجا کے پادری کو خفگی سے منع کرے۔ کہ ادھی ادھی رات تک تیل کو جلانا نہ کر دے۔ اور اس کی بجائے منبر پر بہتر قسم کی وعظ و پند کا آغاز کیا کرے۔ لیکن لاٹ پادری جس بات کو بھولا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اگر رسومات عشاءے ربانی وغیرہ کو اب بھی وہاں مرکزی حیثیت دی جاتی رہے گی۔ جس کے بل بوتے پر عیسائی کا دار و مدار ہے۔ تو ان کے وعظ و سراج سب بیکار ثابت ہوں گے۔ تاہم گرجوں کے کارکن پر یہ سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور ایسی ملحدانہ و مشرکانہ رسومات کے ایام پر سر اختتام آچکے

عشائے ربانی بتسمہ وغیرہ کی رسوم کفار اور مشرک قوموں کی ورثہ تھیں اور گرجوں میں اسے مقبولیت حاصل ہو گئی۔ عیسائیت میں اکثر رسوم جو عرصہ دراز سے چلی آرہی تھیں۔ باطل اور رد شدہ ثابت ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ رسم عشائے ربانی ہرگز ہرگز حضرت عیسیٰ سے نہیں ملی تھی۔ اور نہ ہی یہ کوئی حضرت عیسیٰ کا منشاء و رضامندی ظاہر کرتی ہے۔ ہاں وعظ و نصیحت جیسی بھی ہے۔ چلتی رہے۔ اور اسے ضرورت ترجیح دی جائے۔ حالات کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔ اور اب وہ دن دور نہیں۔ جبکہ ہم کسی خاص نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ آقا کی ضیافت حضرت عیسیٰ کی زندگی کے کسی واقعہ کی محض نشاندہی کرتی ہے۔ اور اس غرض کی خاطر اسے یہ اعزاز بدستور حاصل رہے تو کوئی ہرج نہیں۔ لیکن لوگوں میں جو غلط عقیدت عام طور پر پائی جاتی ہے۔ اُس کے جادو بھرے اثر کو ضرور توڑ دینا چاہیے۔ لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ کا پورا پورا ساتھ اُسی حالت میں دے سکتے ہیں۔ جب اُن کے خیالات اور افعال کے مطابق عمل کر کے تعاون کیا جائے۔ اُن کی رضامندی حاصل کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے اُن کی نجات کا رسم عشائے ربانی اور بتسمہ سے دور کا واسطہ نہیں ہے۔

سینٹ پال دپولوس - (P A U L) جو عیسائیت میں حضرت عیسیٰ سے وحی حاصل کرنے کا مدعی تھا۔ اور اُسے اس مذہب میں سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اُس کو عشائے ربانی کے کھانوں اور رسوم سے کوئی زیادہ عقیدت نہ تھی۔ وہ اپنی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ایسی رسوم کے مخالف ہے۔ اُس کے یہ الفاظ تھے۔ کہ ”میں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ کہ میں نے تم میں سے کسی کو بتسمہ نہیں دیا۔“ یہ الفاظ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ سینٹ پولوس کا منشاء یا رائے اس امر کے متعلق کیا تھی۔ حضرت عیسیٰ سے اُس کا وابستہ ہونا کسی رسم بتسمہ پر موقوف نہ تھا۔ بلکہ بقول اُس کے پولوس کو ادھر بلایا گیا تھا۔ ۱۔

عیسائیت کی صحیح کہانی

عیسائیت کی تاریخی حقیقت

آئیے اب ہم اُس زمانے کی مذہبی حالت کا سرسری جائزہ لیں۔ جس وقت حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا زمانہ تھا۔ کیونکہ عیسائیت کی ابتداء اور اس کے ساتھ ساتھ تاریخ کے تعلقات معلوم کر لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔ کہ اُس پر تاریخی واقعات کا کسی حد تک اور کیونکر اثر پڑا۔

جغرافیائی لحاظ سے فلسطین چار قدیم و عظیم اُتھان مہذب ملکوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ شمال کی طرف اُس کی حدود یونان سے ملتی تھیں۔ جہاں ارسطو اور افلاطون جیسے فلسفہ دان پیدا ہوئے اور جو بے شمار دیوتاؤں کی سرزمین تھی۔ جنہوں نے ہومر اور درجل جیسے شاعروں کی سرپرستی کی۔ جنوب میں فارس کی مشرک تہذیب تھی۔ جہاں زرتشت کے بھجن گائے جاتے تھے۔ اور مشرقی دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی۔ مغرب میں بابل کا دلفریب خطہ ارض تھا۔ جو ایڈونس اور تموز کی داستانوں کا گہوارہ تھا۔ اور مغرب میں مصری اسیس اور دوسرے نجات دہندہ دیوتاؤں کا جو عرصہ دراز سے مدفون تھے۔ مردوں کا مال (قصر الشہد نامی) تھا۔ گویا فلسطین ایک ایسے مرکز کا مقام پر واقع تھا۔ جو قدیم تہذیبوں کا سنگم تھا۔ نیز بنی اسرائیل کی اس سرزمین کا دیرینہ تہذیب و تمدن میں اپنا بھی مخصوص مقام تھا۔ اُس کی پشت پر یکے بعد دیگرے آنے والے پیغمبروں کا طویل سلسلہ تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے ”اپنی منظور نظر قوم“ کی رہنمائی کے لئے گاہے بگاہے مبعوث فرمایا۔

تاریخ گواہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے ایک سو سال پہلے ہی مختلف ہمسایہ تہذیبوں کا امتزاج شروع ہو چکا تھا۔ افلاطون کے پیروکار یہودیوں کی توحید پرستی پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ انہوں نے خدا کی ہستی کو انسانی رُوپ میں ظاہر کرنے کے لئے یونانی اور ایرانی طرز فکر کو اپنایا اس عمل سے یہودی حلقوں میں بہت بڑا ردِ عمل ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یہودیت مختلف مکاتیب فکر میں بٹ گئی۔ اور اسرائیل کا گھرانہ گروہ بندی کی نظر ہو گیا۔ یہ گروہ فریسی۔ یہودی اور ایسینی

کہلائے۔ اُن میں سے ایسینی فرقہ نے یہودی عقائد پر پیرونی رنگ چڑھانے میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔

عام طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہ موجودہ عیسائیت حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کی حامل ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے جن عقائد کو پیش کیا۔ اور جن کی تبلیغ کی۔ وہ درحقیقت یہودیت ہی کے بنیادی عقائد تھے۔ لیکن موجودہ عیسائیت یا جیسا کہ برنارڈ ٹشانے اُسے صلیب پرستی (CROSS TIANITY) کا نام دیا ہے۔ کسی لحاظ سے بھی حضرت عیسیٰؑ کے مذہب کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھتی البتہ اُسے اُن عقائد و تعلیمات کی انتہائی گھٹیا اور پست صورت کہا جاتا ہے۔ عیسائیت نے بنی اسرائیل کے گھرانے میں جنم لیا۔ لیکن اُسے بحین ہی میں مادرانہ سرپرستی سے محروم کر کے مشرکانہ مسالک کی آغوش میں ڈال دیا گیا۔ جہاں اُس نے پرورش پائی۔ اور پھلی پھولی۔ المختصر اُس نے مادری آغوش میں بہت کم حصہ پایا۔

اور وہ تمام عقائد اور خصائل جو آج ہم عیسائیت میں دیکھ رہے ہیں۔ سب سورج دیوتاؤں کے مذاہب سے اُسے ورثہ میں ملے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی آمد کا واحد مقصد بنی اسرائیل کے گھرانے کی بھٹکی ہوئی بھیروں کی رہنمائی اور حفاظت کرنا تھا۔ پس اُس نے سچائی کی حفاظت کرنے کے لئے وعظ و نصیحت شروع کر دی اُسے ہر طرف سے سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ نتیجتاً یہودیوں کی صرف چھوٹی سی تعداد کو پیروکار بنا سکے۔ یہودیوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اُس کی وعظ کے سخت خلاف تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی ہلاکت کی بھی کوشش کی گئی۔ پس خدا نے ان کی حفاظت جان کی خاطر اُن کو زندہ آسمان پر اٹھایا۔ اس واقعہ کے بعد اُس کے پیچھے شاگرد کس پیرسی کی حالت میں بغیر گڈ ریئے کے بھیسڑوں کے گلے کی مانند پیچھے رہ گئے۔ یہودیت اور شرک والحاد کا حملہ اتنا شدید تھا۔ کہ اُس نے نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام کے پیغام کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ بلکہ اُن کی شخصیت کو بھی جھوٹے اور باطل مسجودوں کے ساتھ غلط ملط کر دیا۔ اسی آئنا میں بعض جھوٹے پیروؤں نے بھی سراٹھایا۔ اور اُن کے اصل مریدوں شاگردوں اور چلیوں کو پس پست ڈال دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیروی محض یہود شیعہ میں حامیوں تک محدود رہی۔

سنہ ۳۰ میں جب بیت المقدس کو تباہ کیا پلو سس نے جو قبل ازین سادل

نام سے مشہور تھا۔ اور فریسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ انطاکیہ میں اپنے متنازعی چرچ کی بنیاد رکھی۔ حضرت عیسیٰ کے اس خود ساختہ حواری نے غیر یہودیوں میں سے خاصی تعداد کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

پولوس (PAUL) ایشیا کوچک کے مقام طروس کا رہنے والا تھا۔ جہاں یونانی فلسفہ کی تعلیم باقاعدہ ایک یونیورسٹی میں دی جاتی تھی۔ گویا اسکی جائے رہائش کو گوارڈ یونانی فکر و دانش کی حیثیت حاصل تھی۔ پس پولوس کو ایک درمیانی کڑی کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اور اُس نے یونانی خیالات کو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے ساتھ جو اُس کے پاس براہ راست نہیں پہنچی تھی۔ غلط ملط کر دیا۔ حضرت مسیح کے اصل حواریوں کی عدم موجودگی میں پولوس ہی تنہا قانون ساز رہ گیا۔ اُس نے حضرت عیسیٰ کی روایتی تعلیم کی حسب منشاء تعبیر کی اور اُن کے مذہب کو یونانی مندروں کے دروازوں پر لے گیا۔ جہاں اُس نے عیسائیت کو از سر نو کفر و شرک کے مندروں میں بپسمہ دیا۔ کفر و الحاد کے ساتھ اس باضابطہ روشناسی نے اُسے حضرت عیسیٰ کی عیسائیت کی بجائے پولوس (PAUL) کی صلیب پرستی بنا کر رکھ دیا تقریباً تمام معتقدیت پسند عیسائی مورخ اس امر پر متفق ہیں کہ اس مذہب کا اصل بانی حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ پولوس ہیں۔ زیورنچ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ میٹر نے صاف صاف الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ اگر عیسائیت سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا آسمانی بیٹا مانا جائے۔ اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہ زمین پر بسنے والے انسانوں میں سے نہیں تھے۔ یا انہوں نے ایک کنواری کے وسیلہ سے محض اس لئے انسانی روپ دھارا کہ وہ صلیب پر اپنا خون دے کر انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بن سکیں۔ تو اس عیسائیت کا بانی پولوس پولوس ہے۔ نہ کہ ہمارے آقا یسوع مسیح۔“۔

دیکھیے کہ اس انتشار اور ابتری کے نازک دور میں اس نئے مذہب کے پیروکاروں کے پاس نہ تو عہد نامہ جدید تھا۔ اور نہ ہی حضرت مسیح کے حواریوں میں سے کسی ایک کی تحریر موجود تھی۔ بلکہ یہودیوں کے عہد نامہ عتیق ہی کو عیسائیوں کی انجیل کی حیثیت حاصل تھی۔ اور حضرت مسیح کی رسالت کی تائید میں اُس کی پیش گوئیوں کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ حضرت عیسیٰ کی انجیل کم ہو چکی تھی۔ یا اُسے جان بوجھ کر تلف کر دیا گیا تھا۔ لہذا اُس کے

بعض نام نہاد پیروکاروں اور گناہ مصنفین نے اپنی اپنی انجیلیں لکھ کر اس خلاء کو پُر کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اور ان خود ساختہ انجیلوں کو عوام میں مقبول بنانے کے لئے حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی طرف منسوب کر دیا۔ بہت سی دیگر انجیل کے علاوہ پہلی تین انجیلیں بھی اسی دور کی پیداوار ہیں۔ ان لاتعداد انجیل اور مقدس صحیفوں کی افزائش نے عیسائی معاشرے کو کئی فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں ہر ایک کے اپنے مخصوص عقائد تھے۔ ایونیوں (AEO) NITES کا سربراہ راست بازہ بھیج تھا۔ جسے انجیل میں حضرت عیسیٰ کے بھائی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا اہم فرقہ ناصری یا نصرانی (NAZARENE OR ---) (CHRISTIANS OF JOHN THE BAPTIST) کہلایا۔ ان دونوں فرقوں نے پولیس کو رسول اور حضرت عیسیٰ کو الٰہیت کا درجہ دینے کے تصور یا عقیدہ کو مسترد کر دیا۔

دوسری صدی عیسوی

حالات تقریباً اسی نوعیت کے رہے۔ اب نیرو (NERO) کی پالیسی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس کے ظلم و ستم اور ایذا رسانی نے اس نئے معاشرے کے ارکان کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ یونان اور مسخرامت کے اثرات نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عیسائیت پر آخری کاری ضرب لگا دی۔ اگرچہ یہودیوں کی انگشت نمائی کے خوف سے فوری طور پر کفر و الحاد کے خیالات کو اپنانا ممکن نہ تھا۔ تاہم غیر ملکی خیالات نے آہستہ آہستہ اثر کرنے والے زہر کا کام کیا۔ اور اپنے تدریجی عمل سے اُسے لحد کے قریب کر دیا۔ چوتھی انجیل جس سے واضح ہے۔ کہ اُس کا مؤلف اسکندریہ اور یونانی طرز فکر کا حامل تھا۔ اسی صدی کی پیداوار ہے۔ اسی صدی میں عیسائی معاشرے کا ظاہری اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ مندرجہ بالا فرقے بیرونی اثرات کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور مزید متحارب گرد ہوئے۔ بلکہ انہیں تحریک اور مار سیٹن طبقہ کے کارکنوں کا گروہ بھی اسی زمانہ کی پیداوار ہے۔ کٹر خیالات کے متعصب گروہ نے ان تمام تحریکوں کو فساد پر پا کرنے والے اور شرارتی عناصر قرار پایا۔

تیسری صدی عیسوی

تیسری صدی میں بھی باہمی آویزش کش کش اور گروہ بندی عیسائی کلیسا کا امتیازی

۱۔ دیکھئے۔ اے شارٹ ہسٹری آف کریسٹن ایجمنٹ مصنفہ جے۔ ایم۔ روبنسن

نشان رہا ہے۔ فرقہ بندی اور بیرونی اثرات نے مل کر حضرت عیسیٰ کے پیغام کے تمام باقیانہ پیغامات اور نشانات ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیئے۔ اور اُس کی جگہ ایک ایسا مذہب معرض وجود میں آیا جو کفر اور الحاد کے مائل تھا۔ نظریہ کفارہ۔ ہنسیہ کی کافرانہ ہیئت تثلیث کی صورت میں تین خداؤں کی پوجا جو سورج پرست قوموں کی امتیازی خصوصیت ہے۔ عیسائے ربانی کا ملحدانہ عقیدہ اور ابن اللہ کی تدبیر کہانی اب عیسائیت کے جزو لا ینفک بن چکے تھے۔ اس امتزاج کے باعث عذاب اور ایذا رسانی میں کمی واقع ہو گئی۔ اور نتیجتاً زیادہ سے زیادہ کفار اس کی آغوش میں آ گئے۔ ایرانی صوفی مانی (۲۷۰-۲۱۵) جسے حضرت مسیح کا موعود فارقلیطہ سمجھا جاتا تھا۔ کی مانویت تحریک کی پراسرار کارروائی کے نتیجے میں یونانی۔ یہودی اور عیسائی عقائد کا مخلوط تیار ہو چکا تھا۔ یہ تحریک جنگل کی آگ کی طرح پھیلی۔ اور عیسائیت کی حریف بن گئی۔ اُس نے کافی حد تک عیسائی عقائد و نظریات کو اپنے مطابق ڈھال لیا۔

چوتھی صدی عیسوی

چوتھی صدی میں حالات نے ایک اور کر دہ بدلی۔ ۳۱۲ء میں مشرق و ملحد بادشاہ قسطنطین نے عیسائیت کو قبول کر لیا۔ اب یہ مذہب اُس ملک میں سرکاری مذہب ہو گیا۔ بادشاہ نے خود متناقص قرضوں کو یک جا کرنے کی ذمہ داری لی۔ یہ صدی مذہب و ست قسم کی نظریاتی آویزش اور کشمکش کا دور تھی۔ اسکندریہ کے بشپ آریوس نے حضرت مسیح سے متعلق الوہیت کے تصور کو رد کر دیا جس سے تمام عیسائی حلقوں میں اضطراب اور بے چینی پھیل گئی۔ قسطنطین نے ۳۲۵ء میں (NICAEA) نامیقہ کے مقام پر ایک کونسل طلب کی۔ جس میں تین سو اٹھارہ پادریوں نے شرکت کی۔ دنیا بھر کے کلیساؤں کے نمائندوں پر مشتمل کونسل نے چھ ماہ کے غور و تدبیر کے بعد ایک پراسرار قسم کے اعتقاد کی بنیاد رکھی۔ جو عقیدہ نائسین کے نام پر مشہور ہے۔ قسطنطین ہی کے دور میں جسے عیسائیت کا سنہ زما نہ پکارا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ہوا۔ کہ عیسائیوں کے لئے ایک اپنی مستند بائبل رائج ہو گئی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار کئی کونسلوں کو طلب کرنے کے بعد گوہر مقصود حاصل ہوا۔ مسٹر مارجوری بون (MARJORIE BOWEN)

لکھتے ہیں۔ کہ :-

”اناجیل کو معیاری قرار دینے سے پیشتر بارہا اُن پر نظر ثانی کرنا پڑی۔ بدعتوں کی چھان بین کرنا
اشد ضروری تھا۔ ۳۲۵ء میں نائٹیقہ میں اور ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ میں کونسلین طلب کی گئیں۔
تاکہ خاص عقائد اور مسلک عیسائیوں کی نشان دہی کی جاسکے۔ وہ عقائد آج تک عیسائی
گرجوں میں بدستور چلے آ رہے ہیں۔ روم کی مملکت میں وہ تمام مشرکانہ وسومات جو عرصہ سے چلی آ رہی ہیں
ختم کرنے کے لئے وہاں کے تمام مشرک مذاہب عام کنسرٹپ میں آگئے۔ ۳۸۱ء سنوں
۲۸۲ء۔ اور ۳۸۵ء میں اور پھر سن ۳۹۱ء عیسوی میں سوائے عیسائیت کے تمام مذاہب
کو ختم کر دینے کے لئے سخت احکام جاری کئے گئے۔ اگلے چالیس برسوں تک ان احکام کی
پیروی کی گئی۔ اور سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ حتکہ آخری مشرک و ملحد مذاہب
سے بھی ملک صاف ہو گیا۔ ۳۸۱ء میں مقبوضہ سیس اولیٰ نے ایک اور کونسل طلب
کی۔ جو کونسل آف قسطنطنیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی الوہیت کے متعلق مزید چھان بین کی جائے۔ اور عقیدہ نائسین کو آخری
شکل دی جائے۔ اس کارروائی کے سلسلہ میں کلیسا کو تقویت ہوئی۔ اور وہ اپنے مذہبی معاملات
آزادانہ طے کر سکے۔ قابل ہو گیا۔ مذہبی معاملات کے علاوہ سیاسی مسائل میں بھی اُس کے اثر و
رسوخ میں خاصا اضافہ ہوا۔ مشرک و الحاد کا جنازہ تو نکل ہی چکا تھا۔ لیکن آخر کار کلیسا
کے بڑے بڑے پادریوں اور ریشیوں نے کفار کے دیوتاؤں اور نیم دیوتاؤں کے
مراتب سنبھال لئے۔

پانچویں اور چھٹی صدیاں

اگلی دو صدیوں میں بھی عیسائیت کی اشاعت کے لئے حالات نہایت سازگار
رہے۔ ۳۲۵ء میں کونسل آف ایفیسس (EPHESUS) طلب کر لی گئی۔
اُس میں یہ امور زیر بحث آئے۔ کہ آیا حضرت مریم (یسوع مسیح کی والدہ) معبود ہونے کی
حیثیت سے بھی اُن کی والدہ تھیں۔ یا صرف اُن کے انسان ہونے کی حیثیت سے ؟
اس کونسل کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مریم پرست فرقے نے حضرت مریم کی بطور
مادرِ خدا پرستش شروع کر دی تھی۔ اور اُسے تثلیث میں روح القدس کی جگہ دے دی

تھی۔ ۱۵۰ سالہ میں چالسیدن (CHALCEDON) کی مذہبی کونسل طلب کر لی گئی۔ اس کا مقصد حضرت عیسیٰ کی دو گانہ حیثیت کو زیر بحث لانا تھا۔ ۳۸۵ء میں اس مجمعہ کو از سر نو حل کرنے کے لئے قسطنطنیہ کی دوسری کونسل کا انعقاد ہوا۔ چونکہ اس میں مشرقی کلیساؤں کے نمائندوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے مغربی چرچوں نے اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ مغرب اور مشرق میں حقیقتاً اور کش مکش کے سوا جو عیسائیت میں شروع ہی سے جنم لے چکی تھی۔ ان دو صدیوں میں مزید ایسا کوئی ناگفتہ بہ واقعہ رونما نہ ہوا۔ جو اس مذہب کی ترقی میں حائل ہوتا۔

ساتویں صدی اور بعد ازاں

ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کا ظہور ہوا۔ اُس نے عیسائیت کو بے درے شکستیں دیں۔ بحیرہ روم کا تقریباً تمام خطہ اسلام سے متاثر ہوا۔ اور اُس کے زیر نگین آئے۔ مشرقی کلیسا اور ویٹیکن چرچ کی باہمی شدید مخالفت میں خاصی کمی آگئی۔ مشرقی چرچ کا نام برائے نام تھا۔ لہذا ہزاروں عیسائی اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ تہذیب اور تمدن کی ترقی میں مسلمانوں نے اپنے جوہر دکھائے۔ اس سے عیسائیوں کی قوت اختراع کو بھی تحریک ملی۔ اسلام کے ساتھ اتصال کے باعث عیسائیت نے گہرے اثرات قبول کئے۔ یہ اسلامی عقائد کا ہی اثر تھا۔ کہ عیسائیت میں شبیہ پرستی (بت پرستی) موقوف ہونی شروع ہوئی۔ لہذا جے۔ ایم۔ ڈابرنسن نے اس امر کا اعتراف مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے :-

”غالباً بت پرستی کے مخالف اسلام کے بالواسطہ اثرات کے تحت آٹھویں صدی میں فوجی بادشاہ مسی لیو آئی سوریہ نے شبیہ پرستی سے نفرت کا اظہار کیا۔ حالانکہ یہ عیسائیت کے زمانہ میں بھی اتنی ہی عام تھی۔ جتنی کہ بقیہ ملحد اور بت پرست دنیا میں تھی۔“

اس طرح ۲۹۷ء میں پہلی مرتبہ شبیہ پرستی کی ملحدانہ رسم شاہ لونی کے سرکاری فرمان کے تحت ممنوع قرار پائی۔ لیکن اس نیک نامی کا سہرا اسلام کے نظریہ توحید کے سر پر ہے۔ اسلام کا عروج عیسائی دنیا کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔ اس کا عروج و کمال مغرب کو ایک آنکھ نہ بھایا۔ لیکن عیسائی مذہب اتحاد و یکانیت پیدا کرنے والے محرکات کی عدم موجودگی کے سبب کئی صدیوں تک مختلف طاقتیں اسلام کے خلاف ایک پلیٹ فارم

پر جمع نہ کر سکا یہی وجہ تھی۔ کہ کسی مغربی ملک نے کبھی کسی اسلامی سلطنت پر حملہ کرنے کا تصور بھی نہ کیا۔ یہ صرف چند پادریوں کی جمعیت کی سازش تھی۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کو یروشلم سے نکالنے کے لئے بیت المقدس جانے والے زائرین کو بھڑکایا تاکہ مسلح ہو کر مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا جائے۔ پوپ اربانیس دوم نے ۱۰۹۶ء کی پہلی صلیبی جنگ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ۱۰۹۹ء میں یروشلم فتح ہوا۔ لیکن اس دوران جس ظلم و تشدد خونریز جنگوں بربریت اور انسانیت سوز افعال کا عیسائی سپاہ نے مظاہرہ کیا۔ انہیں تاریخ کے کسی طالب علم سے پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں۔ مسلمانوں کی بے حرمتی کی جاتی شہوت پرست اور عیاش فوجی عیسائی مسلمان آبادیوں کے ساتھ ایسا ذلیل اور وحشیانہ سلوک کرتے جو مہذب دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ صلیبی جنگ کے دوران مسلمان اور یہودی مردوں۔ عورتوں اور بچوں کا وسیع پیمانہ پر قتل عام۔ دوشیزاؤں کی عصمت دری اور بہیمانہ ایزارسانی معمولی بات تھی۔

عیسائی مذہب کی نام نہاد تعلیم کہ اگر کوئی ایک رخسار پر تھپڑ رسید کرے۔ تو دوسرا پیش کر دو۔ کو قابل اعتناء نہ سمجھا گیا صلیبی جنگوں کے واقعات دہرائے ہوئے شریف عیسائی اور معنویت پسند مورخ آج بھی شرم و ندامت سے سر جھکا لیٹے ہیں۔ تقریباً ایک سو سال تک جب تک کہ مسلمانوں نے یروشلم واپس نہ لے لیا۔ ظلم و بربریت کا دور مختلف صلیبی جنگوں کے دوران جن کا آغاز عیسائیوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً کیا جاتا تھا۔ جاری رہا۔ اس سے ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ عیسائیت کی تعلیم نے عالمی اخلاق پر جو مسموم اثرات ڈالے ہیں۔ ان کے بیان کے لئے موجودہ زمانے کے مشہور فلاسفر برٹرینڈ رسل مرحوم کے یہ الفاظ نہایت بر محل ہیں :-

”آپ اگر اپنے گرد و پیش کی دنیا کا مشاہدہ کریں۔ تو یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ انسانی شعور اور احساس کا ہر کمال۔ اسے اد جرائم کے لئے برنیا قانون۔ جنگ جوئی کے خلاف ہر جہم غلامیوں کی بہتری کے لئے ہر قدم بغضیکہ برہنہ کی اخلاقی ترقی جو دنیا میں ظہور پذیر ہوئی کلیسا پر گراں گزری ہیں بڑی سوز بچار کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوں۔ کہ کلیسا نے اخلاقی اقدار میں ہر ترقی کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔

عہدیوں سے عیسائی دنیا جس اخلاقی گراؤ کا شکار ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو

جاتی ہے۔ کہ عیسائیت کی یہ موجودہ تعلیمات کسی لحاظ سے بھی نہ حضرت مسیح سے تعلق رکھتی ہے اور نہ ہی الہامی ہیں۔ بلکہ محض انسانی ذہن کی بے بنیاد پیداوار ہیں۔ جنہیں بے ربط انداز میں یک جا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

گیارہویں صدی سے لے کر پندرہویں صدی تک

سنہ ۱۴۹۲ء تک رسوائے زمانہ عملِ قہر (INQUISITION) کے ذریعے کلیسا نے عیسائی عوام پر بے پناہ نظام ڈھائے۔ جس کسی نے بھی مردِ حقہ معتقدات اور چرچ کی عظیم طاقت کے برخلاف ذرا سی بھی آواز اٹھائی یا اعتراض کیا۔ اُسے تہہ تیغ کر دیا گیا۔ نام نہاد عیسائی مذہب کی رواداری کی علیٰ تشریح اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس عملِ قہر کی وجہ سے لکھو! جانیں تلف کر دی گئیں۔ دورِ حاضرہ کے ایک مشہور مصنف کے مطابق صرف ایک ہی واقعہ (ALIGIANSIAN HERESY) میں دس لاکھ کے لگ بھگ بے گناہ مرد و عورتیں۔ بچے اور بوڑھے ہلاک کر دیے گئے۔ مشہور عیسائی مؤرخ ول ڈیورانت کے الفاظ یہ ہیں:-

ہر طرح کی چھان بین اور امتیاز کے بعد (جو ایک مؤرخ کا فرض ہے۔ یا جس کی ایک عیسائی کو اجازت دی جاسکتی ہے) ظہم انکویشن (INQUISITION) کو موجودہ زمانے کی کسی بھی ہولناک جنگ یا انسانی قتل عام کی طرح انسانی تاریخ کی خونچکاں یا سیاہ ترین باب کہہ سکتے ہیں۔ جس نے اپنی بہیمانگی میں درندوں کو مات کر دیا۔

چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں عیسائیت نے اپنی دنیا کی ترویج کی طرف خاص توجہ دی۔ مختلف عقائد میں تبدیلی اور درستگی کے لئے درپے درپے کوششیں طے کی گئیں۔ نشاۃ ثانیہ کے اس دور میں مغرب میں کچھ تعمیری کام کئے گئے۔ لیکن کلیسا کی طرف سے برابر روڑے اٹکائے گئے۔ سائنس کے میدان میں ترقی کو غیر منطقی طور پر دبا گیا۔ اس سلسلے میں مارگوری بون کا بیان قابل ذکر ہے۔

”کہیں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ کلیسا نے علم و فن کی ترویج کے لئے حوصلہ افزائی کی ہو۔ سوائے اس وقت کے جبکہ اُس سے خود ان کے دعوؤں کی تائید ہو۔“

سولہویں صدی تک انجیل کی اشاعت بالکل محدود تھی۔ عیسائی عوام تو کیا گنتی میں

چند پادریوں کے سوا عام اہل کلیسا بھی اُس کی نقول سے محروم تھے۔ صرف چیدہ چیدہ اقتباسات پادریوں کو مہیا کئے جاسکتے تھے۔ تاکہ وہ ہفتہ وار گرجوں میں استعمال کر سکیں۔ اس ضمن میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ انجیل صرف لاطینی زبان ہی میں تھی۔ اور عوام اس زبان سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اکثر اوقات پادری حضرات بھی غیر تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر اناجیل کی تعلیم کو محصور اور محدود کیوں رکھا گیا کیا ایک عام عیسائی کے دل میں اپنے مذہب کو سمجھنے اور پرکھنے کا شوق نہیں تھا یا پھر انہیں کسی خوف کے پیش نظر اس علم کی دہلیز تک چھوٹنے نہیں دی گئی حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مذہب کے ارباب بہت وکٹاؤ نے عیسائی تعلیمات کے دروازے عام لوگوں کے لئے اس لئے بند کر رکھے تھے۔ کہ مبادا وہ اُسے عقل کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دیں۔ اور اہل کلیسا کا سارا بھرم جائے۔ لہذا عام لوگ محض پادری کے فرمودات کو ہی حرفِ آخر سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سولہویں صدی تک انجیل کا کوئی مقبول ترجمہ تیار نہ ہو سکا۔ مگر اب چونکہ یورپ میں نشاۃ ثانیہ نے اپنا اثر دکھلانا شروع کر دیا تھا۔ چند اہل ذوق افراد نے اناجیل کی تعلیم کو عام کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ مگر اہل کلیسا کی قدامت پسندی آڑے آئی۔ انہوں نے خوب جستجو کرنیوالوں کو سزائیں دیں۔ جس کسی کے پاس کسی انجیل کا کوئی ترجمہ شدہ نسخہ ہوتا۔ اُسے زندہ جلا دیا جاتا۔ ۱۵۳۶ء میں ولیم ٹائنڈیل کو محض اس جرم کی بناء پر زندہ جلا دیا گیا۔ کہ اُس نے انجیل کا ترجمہ کیا تھا۔ اسی جرم کی بناء پر بیچارے ڈانکلف کی ہڈیاں چالیس سالہ پرانی قبر سے کھدائی گئیں۔ اور اُسے دجال کا پیشرو (FORE RUNNER) کا نام دیا گیا پٹرسن سمجھ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

” اناجیل کے عام قارئین کو اُن کے گلے میں اناجیل کے نسخے ڈال کر زندہ جلا دیا جاتا۔ عورتوں اور مردوں کو محض اس لئے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا کہ انہوں نے اپنے بچوں کو انگریزی میں آفاقی دعا (LORD'S PRAYES) سکھائی تھی۔ اس جرم کی پاداش میں خاندانوں کے سامنے اُن کی بیویوں کی عصمت دری کی جاتی۔ اور خود بچوں ہی سے والدین کے لئے قبریں کھدوائی جاتیں۔ اور اُن کے والدین کو زندہ جلانے کے لئے اُن بچوں ہی سے آگ جلائی جاتی۔ ایسے اشخاص کی جن کے پاس ڈانکلف کی ترجمہ شدہ انجیل ہوتی۔ ایسے انداز سے جستجو کی جاتی۔ جیسے وہ آدم خور درندے ہوں۔“

بیچارے وائیکلف کا گناہ کیا تھا۔ جیسے کہ ڈاکٹر پیٹر سن سمتھ نے کہا ہے :-
 وائیکلف کا جرم صرف یہ تھا کہ اُس نے کلیسا کی بدعنوانیوں پر کڑی نقطہ چینی کی تھی۔
 خاص طور اُس نے درویش فرائرز (FRIARS) کو بدعت تنقید بنایا۔ معافی ناموں
 کی فروخت اور مذہبی اجتماعات کو ایک عظیم فراڈ کا نام دیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس
 نے اناجیل کو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ایک ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کیا جس کی
 وجہ سے کلام مقدس جو صرف اہل کلیسا کے لئے ہی مخصوص تھا۔ عام مرد و زن کے ماتحتوں
 میں پہنچ گیا۔ جو کلام مقدس کے جواہرات کو پاؤں تلے روندنے کے مترادف تھا۔

ایسے حالات صدیوں سے چلے آ رہے تھے۔ اور کلیسا نے عامۃ الناس کے ساتھ بے
 زبان جانوروں کا سا سلوک کیا۔ آخر کب تک؟ ایسے لوگ جو وقت کی آواز کو پہچانتے
 تھے۔ کب تک اس سلوک کو برداشت کرتے؟ علم کی روشنی پھیل رہی تھی۔ ادھر
 ایڈورڈ نسوٹ اور یاپائے روم کی ٹھن گئی تھی۔ حالات نے ہر خاص و عام کو چرنج کے خلاف
 ابھار دیا تھا۔ ایک جرم رابٹ مارٹن کو مقرر نے پاپائیت کے نظریہ حقوق ربانی کے
 خلاف بغاوت کر دی۔ لہذا ایک نئی تحریک نے جو تاریخ میں اصلاح مذہب (REFOR-
 MATION) کے نام سے موسوم ہے۔ جنم لیا۔ کلیسا کے نام پر ٹیکسوں کی وصولی
 پاپائیت کی سرپرستی میں معافی ناموں کی عام فروخت اور مقدس مقامات میں اخلاق پستی
 اور انحطاط ایسے خطرناک افعال تھے۔ جنہیں عقل سلیم خرید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔
 پس ہر شخص اور خصوصاً کسی آف رومن کیتھولکس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اور
 مذہبی معاملات میں فوری اصلاح کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ اس تحریک نے عیسائی دنیا کو
 دو متناقض فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ پاپائیت کے حامی کیتھولک کہلائے۔ جبکہ مخالف فرق
 پروٹسٹنٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ تمام دنیا نو سی عقاید زیر تنقید آئے
 جس سے عقیدت مندوں کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ شورش و اضطراب کے ان حالات
 ہی میں کونسل آف ٹرینیٹ طلب کی گئی۔ جس نے عقائد سے متعلق معاملات ہمیشہ کے لئے
 طے کر دیئے۔ اسی کونسل نے عہد نامہ جدید اور عقید کی کتابوں کے الہامی ہونے کا عقیدہ
 گھڑا تھا۔ اور اس سے اختلاف رکھنے والوں کو گردن زدنی قرار دیا گیا۔

سترہ صدی عیسوی

۱۶۱۱ء میں انجیل کا مستند نسخہ شائع کیا گیا جس نے پہلے تمام نسخوں کو منسوخ کر دیا۔
 ۱۶۱۶ء میں جارج فاکس نے کوکیرازم (COUACKERISM) کی
 بنیاد رکھی۔ یونانی یونی ٹیرنزم (UNITARIANISM) بھی سترہویں صدی کی
 پیدائش ہے۔ ان دونوں فرقوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور بائبل کے بے
 نقص ہونے کے نظریہ کو مسترد کر دیا۔

اٹھارہویں صدی

اٹھارہویں صدی میں جہوداہ (خدا) کی گواہی۔ سیونٹھ ڈے ایڈونٹسٹ اور کرسچین
 سائنس کے فرقے معرض وجود میں آئے۔ اس قسم کے تمام فرقے پوپ کی سخت گرفت کے خلاف
 بغاوت کے علمبردار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کلیساؤں کی مجالس میں جو اس قسم کے ملحدانہ عقیدے
 رکھنے والے لوگوں کی مذمت کے لئے منعقد ہو کر تھیں۔ اکثر اوقات براہِ فروختہ ہو جایا
 کرتے تھے۔

انیسویں صدی اور بیسویں صدی

انیسویں صدی میں معقول پسندی اپنے عروج پر تھی۔ اس نے مذہب کی بنیادوں
 کو ہلا کر رکھ دیا۔ صحیفوں کی صداقت اور حضرت مسیح علیہ السلام اور دوسری شخصیتوں کی
 تاریخی اہمیت کی معقول انداز میں جانچ پڑتال کی گئی۔ عقائد کی ہر شق کا گہرا مطالعہ کیا گیا۔
 اور اسے توہم پرست ذہن کی پیداوار قرار دیا گیا۔ "تاریخی مسیح کی جستجو" نامی کتاب نے
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افسانوی کہانیوں کے ڈھیر میں دبی ہوئی شخصیت کے متعلق
 تحقیق و تفتیش شروع کر دی۔ اور اس امر کا اعلان کر دیا کہ مسیح نام کی کوئی شخصیت نہیں گذری
 بیسویں صدی کے ابتدائے عقلیت پسندی کی یہ رفتار جاری رہی۔ اور اس عقیدے کے ستون
 ایک ایک کر کے مسمار ہو گئے۔ مافوق الفطرت مذہب (SUPERNATURAL
 RELIGION) کے گناہ مصنف نے جو دنیاویات میں عالم فاضل بتلایا جاتا تھا۔

انجیل کو اپنی کتاب قرار دینے سے صاف انکار کر دیا۔ رابرٹس نے اپنی کتاب بنام (CHRISTIANITY, MYTHOLOGY AND - CHRIST) میں بے لاگ رائے دیتے ہوئے یہ ثابت کیا۔ کہ مسیح کی کہانی دوسری مشرکانہ مذہبی کہانیوں کی مانند ہے۔ آج کے دور میں جب دنیا انتہائی تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ کلیسا عقلیت پسند زمان سے مقابلہ کر رہا ہے۔ لیکن ہر قدم پر اُسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حال ہی میں ڈنمارک میں طلاق کے بل نے قانونی صورت اختیار کی۔ تو کلیسا نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ کس طرح کلیسا مظلوم عورتوں کے طبقہ کو بنیادی حقوق سے محروم کرنے کی کوششوں میں ناکام رہا۔

مندرجہ بالا دلائل یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کہ موجودہ عیسائیت حضرت عیسیٰ کا پیش کردہ مذہب نہیں بلکہ دنیا بھر کے بے شمار نمائندوں پر مشتمل کونسلوں کی روئیداد ہے۔ جس کے ذریعے حضرت عیسیٰ کے نام نہاد رسول یعنی پیغمبر پوس کے عجیب و غریب طرز فکر پر مذہبی عقائد کی عمارت استوار کی گئی۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ تاریخ کی روشنی میں عیسوی مذہب محض انسانی تاریخ کی پیداوار ہے۔ جس کی اشاعت مذہبی عقائد اور آسمانی وحی کے رنگ میں کی گئی تھی۔

صفحہ ۴۶ سے پیوستہ ہے۔

سے خدا کے نام کے صحیح تلفظ میں دشواری پیش آئی۔ وہ اس لفظ کا اندراج اپنی مقدس کتاب میں کیسے کرتے۔ جبکہ اُن کے عقیدہ کے مطابق کوئی شخص سوائے چیف ربی کے اس لفظ کو پکارنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ پس لفظ جیہوواہ کی بجائے چار حروف (YHWH) بغیر کسی علامت کے لکھ دئے گئے۔ اور تاشیہ پر لفظ ایڈونائی معہ علامات لکھ دیا گیا۔ تاکہ اُن چار حروف کے ساتھ ایڈونائی کا نام یہوواہ کی بجائے پکارا جایا کرے۔ اس بات کی ضمانت کوئی معمولی بات نہیں۔ انحراف کنندہ کو موت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ یہودیوں کے بڑے بڑے علماء و فضلاء جو بائبل کی تنقید کے سخت مخالف ہیں۔ خدا کے نام کو نہیں لکھتے۔ وہ اُس کی جگہ ایڈونائی کا نام لکھ دیتے ہیں۔ ۱۵۲۰ء تک لکھنے میں جیہوواہ آتا رہا۔ مگر بولنے میں یہوواہ آتا تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں لفظ جیہوواہ کا عام رواج ہو گیا ہے۔ اُس سے بھی پیشتر تاریخ کے مختلف ادوار میں لکھی ایک نام رواج پا چکے تھے۔ مثلاً ۱-JAH ۲-ACHT ۳-JAH

JOB-۵, JAH-۴, JEHO-۸, JEHO-۹, JEHO-۱۰, JEHO-۱۱
 ۱۱۔ ساریہ کے لوگ لفظ JADE اور لفظ JEHOVA بولتے تھے۔ بائبل میں جو چھوٹے
 پیغمبروں کی فہرست ہے۔ اُس میں ایک پیغمبر کا نام JOEL بتایا گیا ہے۔ اس کے معانی
 ہیں۔ ”جو خدا ہے“

جیہوداہ کی اہمیت

اب ہم اس لفظ کے معنی پر بحث کریں گے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ اس کے معنی خالق یا
 پرورش کرنے والا ہے۔ لیکن یہ معنی محض قیاسی اور فرضی ہیں۔ اس میں کسی معقول تشریح
 کو دخل نہیں۔ جب موسیٰ کو حکم ہوا۔ کہ تم فرعون کی طرف جاؤ۔ تو انہوں نے پوچھا۔ کہ
 لوگ نام پوچھیں گے تو کیا بتاؤں گا۔ پہلے مجھے اپنا نام بتا دو۔ جواب ملا۔ میرا نام آہوے
 ہے۔ ترجمہ۔ میں وہ ہوں جو ہوں۔ لیکن کتاب (EXOD) کے باب ۶: ۳ میں لکھا
 ہے۔ ترجمہ (وہ جو ہے) مندرجہ ذیل ترجمہ بائبل کے یونانی ترجمہ کے مطابق
 کیا گیا ہے: ”وہ جو ہے“ نے مجھے بھیجا ہے۔ اور وہ ایسا نہیں کہا گیا کہ ”میں ہوں نے مجھے
 بھیجا ہے“۔ پس جو نام خدا نے موسیٰ کو تیسری مرتبہ بتایا تھا۔ عجیب بات ہے۔ وہ کچھ
 اور ہی تھا۔ وہ نام ”جیہوداہ“ تھا۔ (ترجمہ) ”وہ جو ہے“ اس ترجمہ پر بڑی گرا کر بحث ہوئی
 یہ غلط خیال ہے۔ کہ عبرانی لفظ ”ہی“ سے یہ لفظ بنایا گیا تھا۔ اس لئے اس کا ترجمہ یہ ہونا
 چاہیے ”وہ جو ہوگا“ یا ”وہ ہوگا“ جیہو کا لفظ جو مختصر سا ہے اس کا مادہ اور ہے۔ تیسرے
 معنی یہ بتلائے جاتے ہیں: ”آنے والا“۔ یہ آئندہ آنے والے کے متعلق دلالت کرتا
 ہے۔ اور یہ بہت ہی اہم ہے۔ عبرانی گرامر کے مطابق یہ درست بھی ہے۔ بائبل کے
 علماء کے نزدیک جیہو کے خدا کے نام کا صحیح تلفظ ہے جیہوداہ۔ متذکرہ بالا چار
 لفظوں کا غلط تلفظ ہے۔ انجیل کے آنے تک تیسرے حکم ربی کے مطابق ”یعنی خدا کے
 نام کا غلط تلفظ مت پکارو اس نام کو کبھی بھی بولا نہ جاتا تھا۔ صرف سال میں خاص پاکیزہ
 جگہ پر سب سے بڑا ربی (چیف پادری) ایک مرتبہ پکار سکتا تھا۔ یروشلیم میں کفارہ
 کے روزہ لفظ بولا جاسکتا تھا۔ اس کے لئے اُس لفظ کا مبادل ایڈونائی پکارا جاسکتا تھا۔
 سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر خدا اپنا نام کبھی کچھ بتلاتا ہے۔ اور کبھی کچھ اور وہ

عیسائیوں کی دنیا

پائپل پر پیک کی تنقید

پیک کی شہرہ آفاق تنقیدی کتاب کے صفحہ ۶۶۳ - آرٹیکل ۸۵۰۸ پر عہد نامہ جدید کی بنی دتانا باناسے بناوٹ پر تنقید کرتے ہوئے مسٹر کے۔ ڈبلیو۔ کلارک۔ اے۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی صاحب فاضل پروفیسر انجیل لٹریچر۔ ڈیوک یونیورسٹی۔ ڈرہم۔ شمالی کیرولینا رنمٹرا رہیں۔

ضرورت وقت اور مقصد :- ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ابتدائی انجیل شروع ہی سے زبانی الفاظ کے ذریعے لوگوں تک بھیجی گئی۔ اور یہ کہ یہی زبانی روایت اصلی اقوال و افعال کے مختلف پیرائے میں اطلاعات کا موجب بنی۔ یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ جب عیسوی کہاوتوں ریکارڈ کو بعد ازاں تحریر کی صورت دی گئی۔ تو وہ لامحالہ زبانی اختلافات کے تحت سیکریٹریوں اور انشاء پردازوں کے ہاتھوں اپنی اپنی خواہش کے مطابق یا بغیر ان کی رغبت طبع کے معرض ظہور میں آئی۔ سینٹ مارک نے روم میں سب سے پہلے تحریر کردہ پائپل تیار کی۔ اُسے فوراً ہی وسیع اشاعت کے لئے کئی ایک نقول میں لایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُس کی شہرت جلد ہی ایفی سسٹس اور ایٹی اوش جیسے دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔ پولوس کے خطوط جمع کئے گئے۔ اور ان کی نقول تیار کر لی گئیں۔ انہیں جلد ہی اٹلی اور شام کے علاقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ کئی لوگوں نے نقول کرنا شروع کر دیا۔ تاہم ان میں اپنی اپنی حسبِ منشاء خواہ آپ اُسے سہواً غلطی کا موجب سمجھیں۔ یا ایڈیٹروں کی نظر ثانی کی وجہ سے ردِ بدل کا باعث جو انہوں نے بحیثیت دنیات کی کتب لکھنے والے کے کر دیا ہو۔ مختلف مضامین پیش کر دئے گئے۔ شروع سے ہی عہد نامہ جدید (انجیل کے مسودہ جات زیادہ سے زیادہ متنصا و مضامین پیش کر دیئے تھے۔ اور ایک ہی صدی کے اندر اندر یہ حاصل ہو گیا۔ کہ انجیل کے اصلی مضمون کو بہت ہی زیادہ تبدیل کر کے رکھ دیا گیا۔

عہد نامہ جدید کے تمام قلمی نسخے جو درحقیقت مصنف خود اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔ اور تمام پرانی پرانی کتابیں بالکل ناپید ہو چکی ہیں۔ مثلاً پولین کورس کا نسخہ جو تقریباً ۹۵ء میں لکھا گیا۔ اور چار انجیل جو ۳۳ء میں پالی جاتی تھیں۔ سب سے قبل کا کوئی بھی قلمی نسخہ مسوا یوحنا کی انجیل کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کے، باقی نہیں رہا۔ چند نسخہ جات جو سنوں ۲۰۰ سے لے کر ۵۰۰ تک لکھے گئے تھے۔ پائے جاتے ہیں۔ اُن سے صاف عیاں ہے کہ اُن کے تانا بانا جیسی بنتی کرنے میں کس حد تک اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو اصل یونانی دستاویزات سے ترجمہ کرتے وقت اخذ کیا گیا۔ انجیل کے نفس مضمون کی ایسی حالت کے پیش نظریہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اُن کی بناوٹ (تانا بانا) پر تنقید کریں تاکہ ہم اُس مرحلہ پر (B - ۵۸۰) پہنچ سکیں جو انجیل اصل حالت میں موجود تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یسوع مسیح کی پیروی کرنے والوں نے عیسوی تاریخ کی متواتر کمی صدیاں تک اس رد بدل کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی۔ لہذا انہوں نے زیادہ سچی اور درست وہ نسبت اُن کتابوں کے جو اُن کے ہاتھوں پہنچ سکیں، کتابوں کی دریافت کرنے کے لئے نہ تو کوئی ضرورت محسوس کی اور نہ ہی کبھی سجدگی سے کوشش کی گئی۔ پرانے زمانے کے مسودہ جات کی عدم موجودگی میں استنبول کی بے شمار کاپیاں جو بعد ازاں شائع کی گئیں تھیں۔ بطور زبانی جمع خرچ کے (روایتی) عموماً قبول کر لی گئیں۔ نفس مضمون یعنی ٹیکسٹ کی بعد کی تیار شدہ وضع قطع ہی کو عام لوگ جانتے تھے۔ اور اُس انجیل کو بطور آسمانی کتاب پورے یقین سے اٹھا رہے ہیں صدی تک استعمال کرتے رہے۔ جبکہ مغرب میں علمائے عیسائیت کو ایک نئی پانچویں صدی کو نوشتہ کی دریافت کے بعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نئی دریافت کا نفس مضمون و گروگوں اور مختلف تھا۔ یہ مسودہ اسکندریہ کا تھا جسے لندن میں ۱۶۲۷ء میں لایا گیا۔ اور وہ ابھی تک وہاں کے برٹش عجائب گھر (W.C.O.) میں پڑا ہوا ہے۔ اس پر یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ پرانے زمانے کے مسودہ کی کتاب (جلد) اسکندریہ سے سراغ لگا کر لائی گئی ہے **DESIGNATED** **AS CODEX ALEXANDRINUS** کے الفاظ اُس کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور مسودہ قدیم کی دریافت معرض عمل میں آئی جو اُس سے بھی پہلے کے زمانہ کی نشان دہی کر رہی ہے۔ اور جس نے واضح طور پر یہ حقیقت پیش کر دی۔ کہ مروجہ یونانی مضمون (**TEXT**) اصلیت میں اصل نفس مضمون سے بالکل الگ تھلک ہے۔

گتشدہ اصل انجیل نیرودہ پر اسے مسودہ حیات جو عرصہ دراز سے نظروں سے اوجھل رہے۔ اُن سب کو اکٹھا کر کے انہیں ایک نئی شکل میں ڈھالنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس وجہ سے دورِ حاضرہ کی منطقی ہدایات کا جو عموماً تنقید متعلقہ ساخت و پرداخت (TEXTURAL) کے نام سے مشہور ہے۔ خیال پیدا ہوا۔ آج تک جو کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ عیسائیوں کو عہدِ جدید کی آیات کا ایسا یونانی مسودہ (نفسِ مضمون - TEXT) پیش کیا جائے جو اُن تمام اناجیل سے جن کا شمار چھٹی صدی عیسوی تک ہوتا رہا ہے۔ زیادہ قابلِ اعتبار ثابت ہو۔ تاہم یہ خیال نہ کر لیا جائے۔ کہ اصل ٹیکسٹ (مستند مضمون بائبل) اب پورا پورا دریافت ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس معتمد پر ابھی تک اہم معلومات اور ٹیکسٹ کو واضح شکل دینے کی ہم مزید روشنی ڈالتی جا رہی ہیں۔ یعنی معلومات کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ آج کل وہ خاص خاص ماخذ جن کے بل بوتے پر مذہبی کتابوں کے نقاد کام کر رہے ہیں۔ وہ عہدِ جدید کے قلمی نسخے ہیں۔ جو دوسری صدی عیسوی سے لے کر آج تک دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ مسودے مضامین کے لحاظ سے چار قسموں کے ہیں۔ عہدِ جدید کی کتابوں کا وہ مسلسل مضمون جو عہدِ حاضر کی کتابوں میں چھپ چکا ہے۔ اُسے اولین مقام حاصل ہے۔ دوسری قسم گرجوں میں پڑھی جانے والی کتابیں ہیں۔ جن میں کونسلوں سے منظور شدہ کتب کا مضمون تھوڑے تھوڑے حصوں میں بٹ کر روزانہ پڑھا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار میں عہدِ جدید کا پورا حصہ نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ سال کے دوران میں بعض حصے ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنے میں آتے ہیں۔ اہموتوں کے ایسے مجموعوں کا نام عبادت کی کتاب (PRAYER BOOK) ہے۔ تیسرے درجے پر ترجمہ شدہ عہدِ جدید کی جلدیں ہیں۔ یہ ترجمہ اصل یونانی زبان سے کیا گیا ہے۔ جن میں سے سب سے اہم زمانہ قدیم کے تراجم ہیں۔ مثلاً جو مصری زبان سے لاطینی اور شاہی زبانوں میں ترجمہ کئے گئے۔ چوتھے درجے میں قدیم عیسائی بزرگانِ کرام (EARLY FATHERS) کے یونانی زبان وغیرہ میں دوسرے ہیں۔ نیز اس میں دوسری صدی عیسوی کے بڑے بڑے عیسائی بزرگوں کی بحثیں اور نپند و نصائح بھی شامل ہیں۔

عہد جدید کی اناہیل اور ان کا مستند ہونا

موجودہ عہد جدید کے مصنفین جو اپنی غلطیوں کے خود ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ ان کی لکھی ہوئی بائبل کا نفسِ مضمون لوگوں میں جھوٹے عقائد پیدا کرنے کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ حسبِ ذیل ہیں۔

اس نے حضرت عیسیٰ کا زمانہ بالکل نہیں دیکھا تھا۔ لہذا وہ یروشلیم

۱۔ سنیت مارک ایس کے آنکھوں دیکھے حالات سے ناواقف تھا۔ اُس نے مذہب

کو سنیت پیٹر کے اکتوں پر قبول کیا۔ جس نے اُسے روم کے شہر میں بائبل کی تعلیم دی۔ یہیں مارک کے متعلق کافی معلومات نہیں۔ کہ وہ کون تھا۔ سوائے اس بات کے کہ اُس نے کچھ عرصہ پیٹر کے ساتھ بطور شاگرد گزارا تھا۔ پاپیاس (PAPIAS) نے جو عیسائیت کے ابتدائی حالات کے متعلق بہت ہی پرانی مستند گواہی ہے۔ ۱۲۵ء میں مندرجہ ذیل سطور لکھیں: ”جب مارک سنیت پیٹر کی ترجمانی پر آمادہ ہوا تو اُس نے اپنے علم کے مطابق جو اُسے یاد تھا۔ سب کچھ لکھ دیا۔ تاہم اُس میں یہ بات سلسلہ وار بالکل درست نہ ہو سکی۔ کہ حضرت عیسیٰ نے کیا کہا تھا۔ اور کیا عملاً کیا تھا۔ نہ تو اُس نے اپنے کانوں سے کبھی آقا کی بات کو سنا تھا۔ اور نہ اُن کے نقش قدم پر چلا تھا۔ لیکن بعد ازاں جیسا کہ بتلایا چکا ہوں۔ وہ پیٹر کے پاس آیا۔ جس نے اُس کی تحریر کو لوگوں کی ضروریات کے مطابق ڈھال دیا۔ لیکن اُس کا ہرگز یہ خیال نہ تھا۔ کہ یسوع مسیح کی تقریر کو سلسلہ وار یکے بعد دیگرے اُسے بتلایا جائے۔“

اسکندریہ کا کلیمنٹ جو عیسائیت کی ایک پرانی مستند گواہی ہے۔ اس کے متعلق یہ لکھتا ہے۔ چونکہ مارک نے کافی دیر تک پیٹر کی پیروی کی تھی۔ اور اُسے یاد تھا۔ جو کچھ وہ اُن سے سنتا رہا۔ اس لئے بہت سے لوگوں نے اُسے جو کچھ وہ سنتا رہا۔ لکھنے پر آمادہ کیا۔ پس اُس نے لکھ کر اُن لوگوں کے حوالے کر دیا۔ جو اُسے لکھنے پر مجبور کرتے تھے۔ پیٹر اس انجیل کو خوب جانتا تھا۔ مگر بطور تائید کے اُس نے اُس کام کو نہ تو سراہا۔ اور نہ اُس کی مخالفت کی۔

اگر یہ انجیل حضرت عیسیٰ کے وعظ و اشاعت کی صحیح ترجمانی کرتی۔ تو ضروری ہے۔ کہ پیٹر اُس کی داد دیتا اور سفارش کرتا۔ مگر اُس کا مخالفت نہ کرنا بھی ایسا ہے۔ جیسے کہ اُس کی ہمت افزائی کرنے سے انکار ہے۔ بدیہ الفاظ اُس نے اُس کے نظریہ کی حمایت کے لئے یہ تقویت نہیں دی۔ کہ وہ اُن کو درست مانتا ہے۔ اُس کی خاموشی کو اس لئے ترجیح دی۔ کہ مبادا چرچ کی جمیعت میں انتشار پیدا ہو۔

مارک دیگر ہر سہ مصنفین سے مختلف امور میں اختلاف رائے رکھتا ہے جس کا ذکر بعد ازاں ہوگا۔

۲۔ سینٹ مٹیویو - (ST. MATTHEW)

یہ بھی ایک ایسا ہی شخص ہے جس نے نہ کبھی حضرت عیسیٰ کو زندگی بھر دیکھا۔ اور نہ اُن سے کبھی ملاقات ہوئی۔ سو اُس وقت کے جب اُنہیں آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اُس کے بعد اُس نے اپنی انجیل کو اسکندر یہ کے شہر میں لکھا۔ اس کتاب میں یسوع مسیح کی پیدائش کی تاریخ اور خاص خاص واقعات دئے گئے ہیں۔

۳۔ سینٹ لوقا - (ST. LUKE)

اس نے تو وہ زمانہ تک بھی نہیں دیکھا تھا جبکہ حضرت عیسیٰ اس زمین پر موجود تھے۔ اس نے پولوس کے مکتوب مذہب عیسائیت کو قبول کیا جبکہ اُس سے بہت پہلے حضرت عیسیٰ آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے۔ سینٹ پولوس نے خود بھی کبھی حضرت عیسیٰ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس سے پیشتر وہ بہت بڑے خطرناک گروہ میں سے ایک فرد تھا۔ اُن لوگوں کا سرغنہ تھا۔ جو عیسائیوں کو قتل کرتے اور قتل کیا کرتے تھے۔ اُس نے سینٹ برناباس کے مکتوب پر یہ مذہب اختیار کیا تھا۔

۴۔ یوحنا کی انجیل

عہد جدید میں چوتھی انجیل یوحنا کی ہے۔ عیسائیوں میں یہ رواج اکثر چلا آ رہا ہے۔ کہ انجیل کے ہر لفظ کو براہ راست حضرت عیسیٰ کے کسی شاگرد یا حواری کے نام سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ یہ انجیل بھی سینٹ جوہن سے یا حضرت یحییٰ سے جسے یوحنا بھی کہا جاتا ہے۔ منسوب کر دی گئی تھی۔ ہمارے پاس بہت مستند ثبوت موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ انجیل حضرت یحییٰ کے مکتوب سے لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اس کے آخری باب میں مندرجہ ذیل آیت کو ملاحظہ کریں۔ جس میں لکھا ہوا ہے۔ کہ ”یہ وہ حواری ہے۔ جو ان چیزوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ان ہی باتوں کو لکھتا ہے اور ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ سرسفکیٹ صحیح اور سچا ہے۔“

اگر ہم تنقیدی نگاہوں سے دیکھیں۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ الفاظ حضرت

ایوحنّا کی انجیل باب نمبر ۱۹ میں آیت نمبر ۲۷ دیکھئے۔

یہ یا یوحنا کے نہیں ہیں جن کے نام پر اسے منسوب کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ کہ یوحنا نے کسی کے نوشتہ کو تصدیق کیا ہے۔ کہ وہ درست لکھتا ہے۔ مصنف نے اس لئے یہ لکھ دیا ہے۔ کہ لوگوں کو یہ یقین ہو جائے۔ کہ یہ ہمارے عیسے کے محبوب حواری حضرت یحییٰؑ کی ہی لکھی ہوئی ہے۔

پولی کلارپ یوحنا کا ایک دیرینہ شاگرد تھا۔ خوش قسمتی کی بات ہے۔ کہ اُس کے نوشتے ابھی تک دستیاب ہیں۔ اگر یہ واقعی حضرت یحییٰ کا کام ہوتا۔ تو وہ اپنی تحریروں میں یقیناً اس کا ذکر کرتا۔ حیرانگی کی بات ہے۔ کہ پولی کلارپ اس انجیل کی کسی ایک آیت کا بھی ذکر نہیں کرتا۔ جبکہ اُس نے سائنو پٹکس (SYNOPTICS) میں سے بہت سے مضامین کا ذکر اذکار کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ اس انجیل کو حضرت یحییٰ یا جوہن نے اپنی موت سے پہلے ہرگز نہیں لکھا تھا۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کسی اور شخص نے اُن کی وفات کے بعد اسے لکھا۔ اور بڑی ہوشیاری اور عیاری سے اس انجیل کو اُن کے نام پر منسوب کر دیا۔ ظاہر ہے۔ کہ آخری باب کی داخلی شہادت اور اُس کے عہد کے خارجی ثبوت عیسائیوں کے اس دعوے کے خلاف جاتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر جیمز مارٹی نیو لکھتے ہیں :-

”ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ جو حقیقی انجیل کا کسی حواری کے ہاتھوں مرتب ہونے کے ثبوت میں نہ کوئی داخلی شہادت موجود ہے۔ اور نہ ہی کوئی خارجی ہے۔“

پولی کلارپ کے علاوہ ہمارے پاس اس دعوے کے خلاف ایک اور ٹھوس شہادت موجود ہے۔ یوسی بیٹس نے جو کلیسا کے پہلے نامور مورخ ہو گزرے ہیں۔ تحریر کیا ہے۔ کہ وہ دستاویز جو یوحنا حواری سے منسوب کی جاتی ہیں۔ انہیں کئی قسموں تک اکثر مفکرین نے فرداً فرداً ہی نہیں بلکہ پیرکاروں کے کئی گروہوں نے بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ”ایف۔ سی کوئی بیرنے“ تحریر کیا ہے۔ کہ ”۱۷۰ سے ۱۸۰ عیسوی کے درمیان ایسٹرن جرج کے ایک گروہ نے اسے یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا۔ کہ اسے کسی رسول کے قلم سے کوئی تعلق نہیں۔ اس انتہا پسند گروہ نے کلیسا کی مجلس عاملہ کے ہاتھوں سزا یافتہ کیرنٹھس (GERINTHUS) نامی ایک مشہور ملحد کا پتہ چلا یا جو اس دستاویز کا اصل مصنف تھا۔ علاوہ ازیں اس انجیل کا اسلوب بیان۔ زبان اور مضامین اسکندریہ کے نوافلاطونیوں سے قریب تر ہیں۔ اور دیگر تینوں اناجیل سے جو سیناٹکس (SYNOPTICS) کہلاتی ہیں۔ بہت مختلف ہے۔ عہد

۱۔ کتاب دی سیٹ آف انٹیمارٹی ان ریلیجن۔ مصنفہ مارٹی نیو۔ صفحہ ۲۱۱ پر *

۲۔ کتاب سٹری آف نیوٹنٹائٹ پر تنقید۔ مصنفہ کوڈرمنٹ۔ صفحات ۱۷۲ پر *

حاضر کے بائیں کے ایک مورخ ایف گلیڈ سٹون برائن نے اس سلسلے میں لکھا ہے :-
 سینا ٹیکس (دیگری تینوں انجیل) اور یوحنا کی روایات میں جو زبردست تضاد پایا جاتا
 ہے۔ یہ امر عجیب از قیاس ہے۔ کہ یہ انجیل گیلی کے ایک پھیرے نے لکھی ہوگی۔ بلکہ اس دستاویز
 سے تو اسکندریہ کے کسی فلاسفر کے ذہن کی گہری عکاسی ہوتی ہے۔ جو فلسفی فائلو کے خیالات سے
 متاثر معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ واضح نہیں ہے۔ کہ مصنف یہودی تھا۔ لیکن یہ امر یقینی ہے۔
 کہ وہ فلسطین کا باشندہ نہیں تھا۔

یہ نظریہ صرف ان چند مصنفین کا نہیں ہے۔ جو پوپ کی نگاہوں میں ملحد ہیں۔ بلکہ دور
 جدید کے کلیسا کے پادری ایف۔ سی۔ باورجے۔ جے۔ ٹیلر، کم، بولٹرمین، سکاٹن۔
 پی فلیڈری، سکوریا، ڈیوڈسن، پارٹی نیو، کارلینیٹر، ای۔ اے۔ ایبرٹ اور کون جیسی
 قابل ذکر شخصیات بھی اس کی حامی ہیں۔

یہ دعویٰ کہ یہ انجیل شاگرد موصوف پر براہ راست الہام ہوئی۔ عیسائیوں کی برٹ
 دھرمی اور انتہا پسندی کا نتیجہ ہے۔ ایک تاریخی پس منظر سے محروم دستاویز جس کے مصنف
 کی شخصیت کا بھی تعین نہ کیا جاسکے۔ کس طرح یوحنا حواری کے الہام کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟
 یہ امر سمجھنے کے قابل ہے۔ کہ موجودہ منظور شدہ اناجیل۔ اور نامعلوم شدہ یا تردید شدہ

کتابیں اور اناجیل جنہیں حضرت یسوع مسیح سے منسوب کیا گیا تھا۔ تمام کی تمام حضرت یسوع مسیح
 کی سوانح عمریاں کلائی جاسکتی ہیں۔ انہیں ہم خدا کی طرف سے وحی کر کے بھیجی ہوئی مقدس کتب
 نہیں کہہ سکتے۔ یہ مقدس کتابیں کبھی بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے پیغمبر کو بذریعہ
 وحی نازل نہیں کی تھیں۔ جیسا کہ باقی رسولوں (صاحب شریعت اور صاحب کتاب) کی صورت
 میں ہوتا آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ جو بحالات بشری خون اور گوشت سے اپنی سرشت رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور پیغمبر بھیجے گئے تھے۔ انہیں ہرگز بذریعہ ایک کبوتر یا کبوتری کسی بھی
 وقت خدا نہیں بنایا گیا تھا۔ یہ ایک بے بنیاد خیال اور موہوم عقیدہ ہے۔ کہ روح القدس جو کبوتری
 کے شکل میں آیا۔ وہ پیغمبر کے بعد اسکے جسم میں داخل ہو گیا تھا۔ وہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ کے مطابق
 خدا کا بیٹا ہی نہ تھا۔ ذلالت میں جو خدا کے بیٹے کا ذکر کیا گیا تھا۔ وہ ایک صفاتی نام کی حیثیت رکھتا
 ہے۔ اور نیک بندوں اور برگزیدہ ہستیوں کو کئی بار ایسے ناموں سے پکارا جا چکا ہے۔ مگر انیس
 عیسائی لوگوں نے اس نام کو حقیقی بیٹے کی صورت میں یعنی لغوی معانی دے کر اکلوتا بیٹا ماننا شروع

کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ کی توحید پرستی سے انکار کر دیا۔ اُن کا دعوے ہے کہ حضرت یسوع
 مسیح تیس سال کی عمر تک تو ایک بشر تھے۔ مگر اُس کے بعد اُن کو خدائی حیثیت حاصل ہو گئی۔
 و خدائی حیثیت پیدائش کے بعد زمانہ مستقبل میں حاصل ہونی تھی۔ پس تیس سال گزرنے کے بعد
 حاصل ہو گئی۔ جب حاصل ہو گئی۔ تو اُن کو خالق کا رتبہ (CREATOR) بھی بعد ازاں دیا
 گیا۔ عجب منطقی ہے، پھر وہ خالق تھا بعقول عیسائیت۔ پس اُس نوزائیدہ خدا نے اپنے
 حواریوں کو آسمانی کتاب بذریعہ الہام بھیجی شروع کر دی۔ جیسے کہ خدا حضرت موسیٰ کو بذریعہ
 الہام بھی پیغام بھیجا کرتا تھا۔ پس اس غرض کے لئے انہیں مسئلہ تثلیث گھڑنا پڑا۔ جس کی کوئی
 مضبوط دلیل نہیں ہے (یہ وہیم عیسائیت کو جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ مشرک اور ملحد پڑوسی
 ملکوں اور ہندوؤں سے ورثہ میں ملا تھا۔) نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یہ نیا مذہب مختلف فرقوں میں
 بٹ گیا۔ اور انتشار کا شکار ہو گیا۔ ہر دو عقائد رکھنے والوں نے اپنے اپنے مسلک کو صحیح ثابت
 کرنے کی کوشش کی۔ آج تک دنیا میں کسی مذہب نے اس قسم کا عقیدہ نہیں گھڑا۔ سوائے
 عیسائیت کے۔ محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یسوع مسیح ایک خالق خدا کی حیثیت رکھتے تھے۔
 جو اپنے مقدس صحیفے اور آئینیں بذریعہ الہام اپنے حواریوں کو بھیجا کرتے تھے۔ لیکن آخر
 کار وہ آئین محض حضرت عیسیٰ کی تاریخ بن کر رہ گئیں۔ وہ ایسی آئینیں نہ تھیں جیسی کہ
 قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات۔ احکام اور
 باقاعدہ منظم قوانین پائے جاتے ہیں۔ اور اسکی مقدس آیات آج تک دنیا میں اپنا
 ثانی نہیں رکھتیں۔ اور نہ کوئی اس چیلنج کا جواب دے سکا ہے۔ دنیا کا کوئی انسان تو درکنار
 پیغمبر خدا حضرت محمدؐ بھی اس قسم کی آیات بنا نہیں سکا۔ حضرت محمدؐ کے اقوال۔ یا حضرت
 یسوع مسیح علیہ السلام کے ارشادات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمودات جو
 انہوں نے اپنی طرف سے کہے۔ انہیں عربی زبان میں حدیثیں کہتے ہیں۔ اور اُن کے لئے یہی
 نام زیبا ہے۔ دنیا نے اسلام میں رسول اللہ کے ضوابط و قوانین۔ احکام اور اقوال
 بشرطیکہ انہیں صحابہ کرام نے مستند ہونے کی ہر لگادی ہو۔ جنہوں نے خود اپنے کانوں سے
 وہ فرمودات سنے اور آنکھوں سے معاملات دیکھے تھے۔ وہی ہر آیت لگا سکتے ہیں۔
 اس نوعیت کی کتب بھی مقدس کتب کہلاتی ہیں۔ یہ ایک علیحدہ زمرہ ہے۔ مثال کے طور پر
 حدیث مسلم۔ حدیث بخاری۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ وغیرہ۔ ایسی کتابوں کو کبھی الہامی کتب نہیں

کہہ سکتے۔ یہ خدا تے ہرگز نہیں بھینچیں۔

(نوٹ) حیرانگی کی بات ہے۔ کہ عیسائیوں کی اناجیل میں خیالات اور عقائد کا بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جو خدائی کتب میں ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ اور نہ ہی ایسے اختلافات اُن کتب میں جو حضرت عیسے نے خدائی حیثیت سے (نحو ذی اللہ) اپنے حواریوں کو بذریعہ الہام اور ارشادات زبان ترسیل فرماتے تھے۔ ورنہ ہم کہہ سکیں گے۔ کہ وہ کتب خدائی تو درکنار مستند ہونے کی بھی اہمیت اور حیثیت نہیں رکھ سکتیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ عیسائیت کے متعلق کوئی اور قابل یقین اور سچی کتاب ہو۔ جس میں اس قسم کی متضاد اور مختلف باتیں ہرگز نہ پائی جائیں۔ ایسی کتاب کا ذکر ہم اگلے ابواب میں کریں گے۔

اب ہم یہاں بطور مثال سنیت مہیب کی انجیل سے ایک کہانی پیش کریں گے۔ جس طرح حضرت یونس تین دن اور تین رات ویل چھلی کے پیٹ میں رہتے تھے۔ اسی طرح وہ آدمی کا بیٹا (یسوع مسیح) بھی تین دن اور تین رات زمین کے دل کے اندر رہے گا۔ ”مگر باقی تین اناجیل کے بیانات کے مطابق یہ بالکل غلط بات ہے۔ وہ آیت اس طرح ہے۔ ”حضرت عیسے کو جمعہ کے روز صلیب پر چڑھایا گیا بعد شام کے ۳ حصہ دن کا گزرنے کے بعد اور ہفتہ کی شام کو دفن کر دئے گئے بعد گزرنے ۱۲ حصہ رات کا۔ اور اتوار کے دن علی الصبح مردوں میں سے زندہ باہر آ گئے۔“ اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ زمین کے پیٹ میں ایک دن اور دو رات رہنے کے بعد حضرت یسوع مسیح باہر نکلے تھے۔ اور یہ کہ مہیب کا بیان ٹھوٹ ہے حضرت عیسے نے اپنے مستقبل کے متعلق کسی شخص کو نہیں بتایا تھا۔ اور نہ ہی خدا نے کسی جگہ اس کا ذکر کیا۔ کہ اُن کی موت ایسے ہوگی۔ اور وہ زمین کے اندر ایک دن اور دو راتیں۔ یا تین دن اور تین راتیں رکھے جائیں گے۔ بعد ازاں اُن کو زندہ اٹھایا جائے گا۔ حضرت عیسے کے متعلق صرف وہی بیان جو قرآن شریف میں دیا گیا ہے۔ صحیح ہے۔ اُس کا ترجمہ یہ ہے :-

انہوں (یہودیوں) نے نہ تو اُن کو قتل کیا تھا۔ اور نہ صلیب پر چڑھایا تھا۔ لیکن وہی مٹی جلتی (کسی شخص کی) شکل بنا دی گئی تھی۔ (حضرت عیسے جیسی)۔ کوئی (عیسے) مارا نہیں گیا تھا۔ بلکہ اُسے آسمان پر چڑھایا گیا تھا۔ بغیر کسی شک کے۔ خدا سے اپنی جانب۔ خدا بہت حکمت والا ہے۔ ”مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت یسوع مسیح کو اپنے پورے جسم اور رُوح سمیت آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا تھا۔ نقاد کو تسلی بخش جواب دینے کے لئے کتاب ترجمہ

اسنت مصنفہ سید بدر عالم مدنی۔ باب متعلقہ "حضرت عیسیٰ کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے زندہ"

عیسائیت میں مختلف گروہ

عیسائیت میں تو ویسے کئی (تقریباً ستر یا بہتر) گروہ ہیں۔ لیکن یہاں ہم صرف دو سرکردہ گروہوں کا ذکر کریں گے۔ نیز ان کے عقاید پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

ایک گروہ تو حضرت عیسیٰ کو (نعوذ باللہ) خدا مانتا ہے۔ اُسے تمام کائنات مع آسمانوں اور اس زمین کے خالق تصور کرتا ہے۔ یہ بہت ہی بہودہ سی چیز ہے اور بہت بڑا جھوٹ ہے یہ عقیدہ تمام اناجیل کے خلاف ہے۔ متھیو کی انجیل میں لکھا ہے: "پھر اُس (یسوع مسیح) نے اُن سے کہا۔ میرا دل غم سے پھٹنے کے لئے تیار ہو رہا ہے۔ یہاں ٹھہر جاؤ۔ اور میرے ساتھ جاؤ۔ رہو۔ پھر وہ چند قدم چلا۔ اور منہ کے بل زمین پر دعا کے لئے پڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ اے میرے باپ۔ اگر یہ ممکن ہو۔ تو یہ پیالہ (موت) مجھ سے آگے کو گزار دیا جائے۔ ایسے نہیں جیسے میری مرضی ہے۔ بلکہ جیسے تیری رضا ہے۔" اے مندرجہ بالا سطور سے ظاہر ہے۔ کہ اُس نے صاف لفظوں میں یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ ایک عاجز بندہ ناجیز ہے۔ اور اپنی موت سے ڈرتا ہے۔ وہ ایک خدا بھی نہ کہتا ہے۔ جسے وہ "خدا" کر کے پکارتا ہے۔ اور اُس کے سامنے وہ روتا ہے اور واہ دہلا کرتا ہے۔ لیکن آیت میں صوب سے زیادہ قابلِ توجہ بات یہ پائی جاتی ہے کہ باوجود خوف اور غم کے خدا نے برتری کی طاقت اور ضبط میں شک کیا جا رہا ہے۔ ان الفاظ میں کہ اگر یہ ممکن ہو۔ تو اس موت کے پیالے کو اُس پر سے ٹال دیا جائے۔ لیکن ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ الفاظ حضرت عیسیٰ نے کبھی نہیں کہے ہوں گے۔ کیونکہ اُسے یقین تھا۔ کہ خدا نے تعالےٰ کے لئے کوئی امر نامکنت میں سے نہیں ہے۔ اور کوئی طاقت اُس کے حکم اور مرضی کے خلاف کام نہیں کر سکتی۔ اگر وہ ظلم رکھتے۔ کہ خدا اُس آفت کو ٹال نہیں سکتا۔ تو پھر اُس سے ایسی درخواست کرتا ہی کیوں؟ یہ بات ماننے کے قابل نہیں ہے۔ کہ خدا کے کسی بھیجے ہوئے پیغمبر کے منور دل سے اُس کی طاقت کے متعلق شکوک پیدا ہوں۔ اکثر عیسائی لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ اتنے لاتعداد معجزوں کا ظہور ہونا محض اُس کی خدائی طاقت ہی کا موجب تھا۔ ورنہ یہ معجزے عمل میں نہ آسکتے لیکن ہم جواب دیں گے۔ کہ اُن کا یہ خیال پوختا کی انجیل کی اس آیت کے بالکل برعکس ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ یہ الفاظ کہنے کے بعد یسوع مسیح نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں

اور کہا۔ اے باپ وہ وقت آپہنچا ہے۔ اپنے بیٹے کو عزت بخشو تاکہ وہ تیری حمد اور ثنا کرے تو نے اُسے تمام نبی نوع انسان پر بادشاہت عطا کی ہے تاکہ ان تمام لوگوں کو جو تو نے اُسے دئے ہیں۔ دائمی زندگی عطا کرے۔ دائمی زندگی یہ ہے۔ کہ لوگ تجھے پہچانیں۔ جو صرف ایک ہی سچا خدا ہے۔ اور یسوع مسیح کو بھی جسے تو نے بھیجا ہے۔ میں نے زمین پر تیری حمد اور تعریف کی اور وہ کام جو تو نے مجھے سرانجام دینے کے لئے دیا تھا۔ اُسے مکمل کرنے میں حکم بجالایا ہوں۔ اور اب اے باپ! اُس عزت کے ساتھ مجھے اپنی حضوری میں وہ عزت عطا کر۔ جو تیری موجودگی میں اس دنیا کے آغاز سے پیشتر مجھے حاصل تھی۔ میں نے تیرے نام کی اشاعت ان لوگوں کے سامنے کی ہے جنہیں تو نے اس کہہ ارض پر مجھے عطا کئے ہیں۔ وہ سب تیرے ہیں۔ اور تو نے انہیں مجھے دیا ہے۔ اور انہوں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اب وہ جان گئے ہیں۔ کہ مجھے یہ تمام تحفے تو نے ہی عطا کئے ہیں۔ کیونکہ میں نے وہ تمام باتیں جو تو نے مجھے پڑھائی تھیں۔ اُن کو سکھلا دی ہیں۔ اور انہوں نے اُس پر عمل درآمد کیا ہے۔ اُن کا پورا ایمان ہے۔ کہ میں تیری طرف سے آیا ہوں۔ اور تو نے مجھے پیغمبر بنا کر یہاں بھیجا ہے۔ ۱۱

اس جگہ پیغمبر علیہ السلام صاف صاف الفاظ میں اس امر کا اقبال کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی ذات پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ جو اُن کی دعاؤں کو سن سکتا ہے۔ اور جس کے سامنے وہ نہایت عاجزانہ درخواست کرتا ہے۔ نیز یہ کہ اُس کی دعائیں سن لینے کی وجہ سے وہ بہت شکر گزار ہے۔ اس کے علاوہ وہ اقبال کرتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ خدا صرت ایک ہے۔ اور وہ تنہا ہے۔ اور سچا ہے۔ پس اس طور پر وہ خدا کی پوزیشن کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں حیرانگی کی بات ہے۔ کہ عیسائی یہ جرات کیسے کرتے ہیں۔ کہ وہ یہ کہیں۔ کہ یسوع مسیح خدا ہے۔ اور وہ ہمیشہ سے ہے۔ نیز یہ کہ اُس نے ہی ساری دنیا کو پیدا کیا تھا

حضرت عیسیٰ کے پیغمبر ہونے کی ایک اور گواہی

یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے کہ:- ”بیٹے کی نافرمانی کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے باپ کی جس نے اُسے بھیجا ہے۔“ پھر اُسی انجیل میں آیا ہے ”میں آسمانوں سے اپنی مرضی پر کام کرنے کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ اُس کی مرضی کے مطابق جس نے مجھے بھیجا ہے۔“ ۱۲۔

اب آپ دیکھ سکتے ہیں۔ یسوع مسیح کتنے صاف الفاظ میں وضاحت کر رہے ہیں۔ اور

اپنے آپ کو اُس کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں جسے خدا نے پیدا کیا۔ اُس کے بعد یسوع مسیح ہمیں بتا رہے ہیں کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس میں اُن کی اپنی مرضی کو دخل ہو۔ لیکن صرف وہی خاص کام جس کا حکم اُس کے پروردگار نے دے رکھا ہے۔ بدیگر الفاظ وہ اللہ کے احکام کے پابند ہیں۔ تسیری قبولیت یا تسیری گواہی جسے وہ خود تسلیم کرتے ہیں۔ جس میں انکار کو دخل نہیں ہو سکتا۔ تو قایم لکھا ہوا ہے۔ ”کہ وہ جو تمہیں سن رہا ہے۔ وہ میری باتوں کو بھی سن رہا ہے۔ اور وہ جو میرے ساتھ نفرت کرتا ہے۔ وہ اُس خدا کی بھی جس نے مجھے بھیجا ہے۔ نفرت کرتا ہے۔“ ان سطور میں بھی یہ امر عیاں ہوتا ہے۔ کہ یسوع مسیح اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ کوئی ایک ایسی ہستی موجود ہے۔ جس نے اُسے اس زمین پر بھیجا۔ اور یہ کہ اُسے کسی اور ہستی نے یہاں بھیجا ہے۔ ہر دو ایک نہیں بن سکتے۔ دو علیحدہ علیحدہ شخصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر کوئی دو علیحدہ علیحدہ اشخاص کو ایک ہستی یا ایک ہی شخص کہہ دے۔ تو یہ ایک مذاق بن کر رہ جاتا ہے جسے عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ اور یہ ناممکنات میں سے ہے۔

دوسرے فرقے کا ایمان

اس فرقے کے پیروکار حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بھی مانتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ یقین بھی رکھتے ہیں۔ کہ وہ خدا بھی تھے۔ اور بشر یعنی بنی نوع انسان میں سے بھی تھے۔ اُن کا عقیدہ ہے۔ کہ یسوع مسیح اس لحاظ سے خدا ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ لیکن جہاں تک تساریت کا تعلق ہے۔ وہ اس لئے آدمی تھے۔ کہ وہ حضرت مریم کے لطن سے پیدا ہوئے۔ جس کی سرشت یہو اور گوشت بے متعلق تھی۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہودی اُسے صلیب پر چڑھا کر صرف اُس کی انسانییت کو ہاک کر سکے تھے۔ لیکن اُس کی خدائی روح کو وہ کچھ آہنچہ نہیں سکے تھے۔ جب اُس کے مادی جسم کو قبریں دفن کیا گیا۔ تو وہ جسم دوزخ میں جا داخل ہوا۔ اور یسوع مسیح کا دوسرا خدائی رُخ یعنی اس کی روح بہشت میں جا داخل ہوئی۔ جس وقت کہ اُس کا انسانی جسم دوزخ کے اندر گیا۔ تو وہاں سے وہ حضرات آدم۔ نوح۔ ابراہیم اور دوسرے پیغمبروں کے جسموں کو باہر لے آیا۔ کیونکہ انہیں گناہوں کے درخت کی وجہ سے دوزخ کے اندر عذاب میں مبتلا رکھا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ تمام پیغمبر خدا کے روبرو بہشت کے لطف اُٹھا رہے ہیں۔ اب اُن کی مادی بشریت یعنی آدمیت خدائی روح کے ساتھ مل چکی ہے۔ یہ عقیدہ بھی انتہاء درجہ تک

عیسائیت کی خرابی کے باعث بن چکا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے بڑی بھاری غلطی کی ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر الزام لگایا۔ اور ان کے وقار کو اُچھالا۔ دیکھئے مارکس کی بائبل میں کیا لکھا ہے :-

”اے بنی اسرائیل! سنو۔ اللہ کے تمام احکامات میں سے سب سے اہم (پہلا) حکم خدا کے متعلق ہے جو ہمارا خدا ہے۔ اور وہ ایک خدا ہے تمہیں اس مالک خدا کے ساتھ محبت کرنا چاہیے۔ جو تمہارا خدا ہے۔ پورے دل کے ساتھ۔ اور اپنی پوری روح کے ساتھ اور پورے دھیان کے ساتھ۔ اور پوری طاقت کے ساتھ۔ یہ ہے پہلا حکم باری تعالیٰ کا۔ اگے اسی باب کی آیت ۲۲ بھی دیکھ لیجئے :-

”اور اُس کو پورے دل سے محبت کرنا۔ اُسے پورا پورا سمجھ کر اپنی روح کے ساتھ محبت کرنا۔ اور پوری طاقت کے ساتھ۔ اور اپنے پُر دلی سے ایسے ہی محبت کرنا جیسے اپنی ذات سے تو یہ تمام باتیں زیادہ فضیلت والی ہیں بہ نسبت اُن تمام جلائی ہوئی سنتوں اور قربانیوں کے“ مندرجہ بالا سطور کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ ایک خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اُسے پورے دل سے محبت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنا کوئی رشتہ خدا کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ سوائے اس بات کے کہ وہ اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ ایک بشر تھے۔ نہ خدا

یسوع مسیح خدا نہیں تھے۔ بلکہ وہ انسان تھے جیسا کہ خود عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں لکھا ہے۔ اُن میں سے چند گواہوں کو ذیل میں دیا جاتا ہے :-

پہلی گواہی۔ سینٹ متھیو اپنی بائبل کے شروع ہی میں حضرت یسوع مسیح کا شمار سب اس طرح پیش کرتے ہیں۔ یسوع مسیح بن داؤد۔ بن ابراہیم۔ اس سے ظاہر ہے کہ یسوع اپنے ابا و اجداد کے خاندان کا جو خود انسانی نسل میں سے تھے، ایک فرد یا آئندہ نسل یعنی بیٹے پوتے یا پڑپوتوں میں سے تھا۔ پس ہم بغیر کسی جھجک کے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک آدمی تھا۔“

اور اُس (یسوع مسیح) نے اُسے کہا۔ تم مجھے اچھا کہہ کر کیوں پکارتے ہو۔ یہاں کوئی اچھا نہیں۔ سوائے ایک کے جو ہمارا خدا ہے۔ اگر تم زندگی بسر کرنا چاہو۔ (یعنی زندہ جاوید بننا چاہو) تو خدا کی احکام پر عمل جاری رکھو۔“

حواریوں کے حالات میں بھی نظر دوڑائیجئے: یہ بات تمہارے لئے نہیں ہے۔ کہ تم اُن اور
اور مومنین کو جاننے کی کوشش کرو۔ جن کا علم صرف خدا کے اپنے ہی ہاتھوں میں ہے۔
انجیل یوحنا میں یہ لکھا ہے:- ”حضرت یسوع مسیح نے یہ الفاظ کہے
دوسری گواہی اور اپنی آنکھوں کو اوپر اٹھا کر کہا۔ اے باپ۔ وہ وقت آگیا ہے۔ اپنے
بیٹے کی عزت رکھ لو تاکہ تیرا بیٹا تمہیں بھی وہی تعظیم و تکریم دے چونکہ تو نے اُسے تمام لوگوں
پر جو گوشت و پوست سے بنے ہوئے ہیں۔ فوقیت دی ہے۔۔۔ تاکہ وہ تمہیں سمجھ سکیں
تو جو صرف واحد سچا خدا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کو جسے تو نے بھیجا ہے۔“

یہاں بالکل عیاں طور اعلان کر دیا گیا ہے۔ کہ اُسے خدا نے بھیجا تھا۔ بطور اپنے پیغمبر
کے۔ خدا ہی ایک واحد خالق ہے۔ جو عبادت کے لائق ہے۔ اس کا نہ کوئی رشتہ دار ہے۔
اور نہ ہی کوئی شریک کار۔ بس ہی ایک واحد راستہ ہے۔ جو حضرت عیسیٰ اور باقی تمام انبیاء
نے لوگوں کی رہنمائی کے طور پر استعمال کیا:

لیکن مندرجہ بالا متعلقہ آیات کے علاوہ ہمارے پاس کئی اور آیات بھی ہیں جس میں
متضاد بیانات و خیالات دیئے گئے۔ اُن میں یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ یسوع مسیح ایک خالق کی حیثیت
رکھتے ہیں۔ اور روزِ اول سے روزِ آخر تک رہنے والے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے
اور خلاء بھی خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب میں متضاد بیانات ہونے نہیں چاہیئے۔ حقیقت
یہ ہے۔ کہ سابقہ ادوار میں عیسائی مذہب کے ابتدائی ارباب بے ست و کشاؤ نے اس قسم کا
عقیدہ ایجاد کر لیا تھا۔ اور آئندہ نسلیں نے اندھا دھند تقلید شروع کر دی تھی۔

مستحبہ کی انجیل میں لکھا ہے کہ:- بعد ازاں شیطان اُس کو ایک بڑی اونچی
تیسری گواہی اپناڑی پرے گیا۔ اور اُسے دنیا کی تمام بڑی بڑی سلطنتیں دکھائیں۔۔۔

میری عبادت کرو۔۔۔ یہاں سے اے شیطان باہٹ جاؤ۔ کیونکہ یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ
تم اپنے آقا۔ خدا کی پرستش کرو گے اور اُسی ہی کی تم خدمت کرو گے۔“

ہم نہیں۔۔۔ مانتے۔۔۔ دیر مانتے کے قابل نہیں ہے، کہ شیطان پیغمبروں کو جنگی شان بہت ہی
اوپنی ہے۔ بدرہا کر سکیں۔ یا انہیں دھوکا دینے کی جرأت کریں۔ بہر حال یہاں بھی حضرت
یسوع مسیح ایک خدا کی ہستی پر ایمان رکھنے کا اعلان کرتا ہے۔ جو تمہارا عبادت کرانے کا
لائق و مستحق ہے:

انجیل یوحنا میں لکھا ہے۔ کہ . . . میں اپنے باپ کی طرف اُپر جا
 چوٹھی گواہی | رہا ہوں جو تمہارا بھی باپ ہے۔ اور اپنے خدا کی طرف جو تمہارا بھی
 خدا ہے۔ "۔ لفظ باپ کا ان دنوں میں عام طور پر خدا کے لئے یا قابلِ تحریم بزرگوں کے
 لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس کے بعد "میرا باپ اور تمہارا باپ" کے الفاظ استعمال کر کے اُس
 نے اپنی الوہیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور یہ اقرار کر لیا ہے۔ کہ تمہارا خدا بھی وہی خدا ہے۔
 جو میرا خدا ہے۔"

متنبیہ کی انجیل میں درج ہے :-

پانچویں گواہی | "۔ . . وہ اُس (خدا) کو پالیتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا تھا۔
 ان لفظوں کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ یہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ اپنے آپ کو خدا
 ظاہر کیا جائے۔ یا خدا کا بیٹا کہا جائے۔ بلکہ بتلادیا۔ کہ وہ اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔
 دیکھئے انجیل یوحنا۔ "میں اپنی مرضی کے مطابق کچھ بھی نہیں کر سکتا۔
 چھٹی گواہی | جو میں سنتا ہوں۔ اُس پر تجربہ کرتا ہوں۔ اور میرا فیصلہ درست ہوتا
 ہے۔ کیونکہ اُس فیصلہ میں میں اپنی مرضی کو دخل نہیں دینا چاہتا۔ بلکہ باپ کی رضا مندی کو
 نے یہاں مجھے بھیجا ہے۔" ۲۔

یہاں بھی یسوع مسیح نے صرف پیغمبر ہونے کا دعوے کیا ہے۔ اس میں نہ تو ان کی
 الوہیت کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے۔ اور نہ ہی خدا کا بیٹا ہونے کا اقرار ملتا ہے۔
 مارکس کی انجیل میں یہ الفاظ ملتے ہیں :- "نویں ساعت میں یسوع مسیح بلند آواز
 سے چلائے یہ کہتے ہوئے۔ ایلوئی۔ ایلوئی۔ لا مار۔ سبا۔ چمن؟" یعنی اودہ میرے خدا
 اودہ میرے خدا۔ مجھے تو نے کیوں چھوڑ رکھا ہے؟" یہ سطور بھی ظاہر کرتی ہیں۔ کہ وہ نہ
 تو خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے۔ بلکہ محض اُس کے ایک عاجز مخلوق تھے۔ وہ نہایت
 مصیبت میں تھے۔ اس لئے وہ رو رہے تھے۔ اور بہت ادنیٰ ادنیٰ آواز سے چیخیں مار
 رہے تھے۔ ۳۔

لوقا کی بائبل میں لکھا ہے :- میرے ہاتھوں اور پاؤں کی طرف
 ساتویں گواہی | دیکھو۔ کہ یہ میں ہی ہوں نفس نفیس موجود ہوں۔ مجھے پکڑ کر پرکھو۔
 کیونکہ میں جس طرح گوشت اور ہڈیاں رکھتا ہوں جیسے کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ کوئی روح

اس طرح نہیں رکھتا پھر اُس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔“ ۱۔

یہ سوچنا شروع نہیں ہے یقین دہانی کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ بحیثیت بشریت ایک گوشت
خون اور ہڈیوں کا بنا ہوا انسان ہے۔ وہ محض ایک روح نہیں ہے۔ یہیں وہ مبتلا رہے ہیں۔
کہ ان عناصر کا مرکب ایک انسانی فطرت ہے۔ جسم ایک مادی چیز ہے۔ اور اس کی نشوونما کھانے
کی اشیاء اور خوراک سے ہوتی ہے۔ جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس یہ ثابت ہوا۔
کہ ایسے جسم کو تبدیلی یا زوال سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کے برعکس الوہیت تغیر پذیر نہیں ہے
ایک موقعہ ایسا آتا ہے۔ کہ وہ مطمئن اور خوش نظر آتا ہے۔ لیکن کسی اور موقع پر وہ رورہا ہے
اور چلا بھی رہا تھا۔ کیونکہ اب اس کی حالت میں تبدیلی آچکی تھی۔ یعنی وہ انقلاب زمانہ کی وجہ سے
متاثر ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زوال پذیر نہیں ہے۔ اور نہ اس میں تبدیلی آسکتی۔ اس کا
ایک جزو ادنیٰ بھی کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یسوع مسیح اپنے ناخن اور بال کوٹا یا کرتے
تھے۔ جیسا کہ بائبل میں بھی لکھا ہوا ہے۔ پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح جن کا جسم یا اس کا
کوئی حصہ کاٹ کر علیحدہ کیا جاسکتا تھا۔ یا اسے ضائع کیا جاسکتا تھا۔ خدا نہ تھے۔ بلکہ ایک آدم ذات
شخصیت تھے۔ جو دوسروں کے دست گرتے۔ اور تغیر پذیر تھے۔ یہ خاصیت الوہیت یا خدا کی فطرت
کے خلاف ہے۔

حیرانگی کی بات ہے۔ کہ عہدِ جدید میں جسے خدا کی بھیجی ہوئی کتاب کہا جاتا ہے۔ ہر چہار کاٹھنیں
اناجیل کے بیانات ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور یہ امر کسی مذہب کے سچے پیرو
کار کی توقع کے خلاف ہوتے ہیں۔ چند ایک موضوعات کی مثالیں اختصار کے طور پر دی جاتی ہیں۔
تفصیلات کے لئے دیکھیے کتاب "کیا موجودہ بائبل کلامِ مقدس ہے؟" مصنفہ محمد امین سابق مسٹر
ہنسٹا پادری (گوی) اسلامی مشن۔ سنت نگر۔ لاہور۔ +

اگر کتاب میں ۶۸ تضاد وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ بہر حال چند ایک ہم بھی پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۔ (۱) یوحنا میں لکھا ہے ”جب یسوع نے یہ کہا۔ تو اُسے روحانی تکلیف ہوئی۔ اور انہوں نے امتحان لیا۔ اور بتلایا۔ میں تم سے سچ سچ کہہ رہا ہوں۔ کہ تم میں سے ایک مجھے دھوکا دے گا۔“ پھر شاگرد ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ شک کرتے ہوئے کہ کس شخص پر یہ الزام عام ہوگا ہے۔ اب یسوع کی چچاتی پر ایک سو آری جسے یسوع بڑی محبت کرتے تھے۔ جھکا ہوا

تھا۔ اس لئے سامن پیٹر نے اُس حواری کو کہا۔ کہ وہ یسوع سے پوچھے۔ کہ یہ بات کس پر غلط ہوتی ہے۔ اُس نے پھر اے میرے آقا۔ وہ کون ہے؟ یسوع مسیح نے جواب دیا۔ یہ وہ ہے جسے میں نوالہ ٹھیک کر دوں گا۔ جب اُس نے نوالہ کو سالن میں ڈلوایا۔ تو وہ جو ڈیا اسکاری ایٹ سامن پیٹر کا بیٹا تھا۔ ۱۔

(ب) متھیوں میں یہ لکھا ہوا ہے:- ”وہ جو اپنا ماتھے میرے ساتھ ڈلور رہا ہے۔ اس رکابی کے اندر یہی شخص مجھے دھوکا دے جائے گا۔“ ۲۔

(ج) جبکہ نوتا یہ لکھ رہا ہے:- ”لیکن اُس کے ماتھے کی طرف دیکھو۔ جو مجھے دھوکا دے گا۔ وہ اس وقت میرے ساتھ میز کے سامنے بیٹھا ہے۔“ ۳۔

مندرجہ بالا مضامین مختلف ہیں۔ اگرچہ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی جگہ لوگوں کو بتلایا گیا تھا۔ یہ صرف یوحنا ہی کی انجیل ہے۔ جس نے اُس شخص کی نشاندہی واضح الفاظ میں کر دی تھی۔ اور نام بھی بتلادیا گیا تھا +

۲۔ (۱) متھیوں کی انجیل میں یوں لکھا ہے:-

دواندھے آدمی سڑک کے کنارے بیٹھے تھے اے میرے آقا اور مالک ہم پر رحم کیجئے۔ آپ جو حضرت داؤد کے بیٹوں میں سے ہیں۔ اے مالک ہماری آنکھیں کھل جائیں۔ فوراً ہی اُن کی آنکھیں دیکھنے لگ گئیں۔“ ۴۔

(ب) مارکس میں کیا لکھا ہے:- جب وہ (یسوع مسیح) اپنے شاگردوں کے ساتھ جمیرو کا سے باہر نکلے۔ تو اندھا بار شیمیس شاہراہ کے کنارے پرگداگری کرنے بیٹھا تھا۔ دیکھئے۔ مارکس یہاں ایک آدمی بتلاتا ہے۔ وہ نہیں۔ اُسے داؤد کا بیٹا اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ اُس کی والدہ مریم حضرت داؤد کی اولاد میں سے تھیں + ۵۔

(۳)۔ (۱) متھیوں کا بیان ہے:- ”پھر دماں دچور بھی ان کے ساتھ صلیب پر چڑھائے ہوئے تھے۔ ایک اُن کے دائیں ماتھے اور دوسرا اُن کے بائیں ماتھے کی طرف۔ یہ کہہ رہے تھے۔ کہ تم گرجے کو تباہ کر دیتے ہو۔ اور اُسے تین دن میں بنا بھی دیتے ہو۔ اگر تم واقعی خدا کے بیٹے ہو۔ تو صلیب پر سے نیچے اتر جاؤ۔“ ۶۔

(ب) نوتا میں یوں آیا ہے:- ”اُن میں سے ایک مرد جنہیں پھانسی دی گئی تھی۔ وہ حضرت یسوع مسیح کو طعنہ دینے لگ گیا۔ اگر تو مسیح ہے۔ تو اپنے آپ کو اور ہمیں بھی بچالو۔ مگر دوسرے نے جواباً

۱۔ انجیل یوحنا۔ باب ۱۳: ۲۱ تا ۲۶، ۲۔ متھیوں۔ باب ۲۶: ۲۳، ۳۔ نوتا۔ ۲۲: ۲۱۔ ۴۔ متھیوں۔ ۲۰: ۳۰۔ ۵۔ مارکس۔ ۱۰: ۴۶۔ ۶۔ متھیوں۔ ۲۶: ۲۸۔ ۷۔

اُس کو بڑا بھلا اور کہنے لگا۔ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ تمہیں بھی ایسے ہی ملعون کیا گیا ہے۔ اور میں درحقیقت جو کام کہ ہم نے کیا۔ اُسکی سزا انعام کے مطابق دی گئی ہے۔ لیکن اس شخص نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ اور اُس نے یسوع مسیح سے کہا۔ اسے میرے مالک جب تو اپنی بادشاہت میں آئے تو مجھے بھی یاد کر لینا۔ اور یسوع نے اُس کو کہا۔ ”میں تمہیں سچ کہتا ہوں۔ کہ تو میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔ اُس وقت تقریباً دن کی پچھٹی ساعت تھی۔ نویں ساعت کے وقت تمام روئے زمین پر اندھیرا چھا چکا تھا۔“

(ج) یوحنا (JOHN) جو اُس موقع پر موجود تھا۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے یہ تمام چیزیں دیکھیں۔ وہ یہ لکھتا ہے:- ”جہاں اُسے صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور وہ اور بھی اُس کے ساتھ تھے۔ اُس کے دائیں بائیں اور یسوع مسیح اُن کے درمیان میں۔“ اب جو ہم نے صرف یہی لکھا ہے۔ باقی دو کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ کہ وہ چور تھے یا نہیں۔ آیا ایک نے طعنہ دیا تھا یا دونوں نے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان تین میں سے کسی نے جھوٹ لکھ دیا ہوگا۔ یا یہ کہ اُس نے وہ اطلاع نہیں دی۔ اگر ایسا ہی اختلاف تھا۔ تو بہتر ہوتا۔ کہ وہ فقرہ بائبل سے حذف کر دیا جاتا۔ ایسی باتیں ایک دہی کر دو پاک کام کی عظمت کو کم کر دیتی ہیں۔ ۲

(د) (1) متھیو لکھتا ہے:- اور جب وہ یروشلم کے نزدیک آئے۔ تو . . . یسوع نے دو شاگردوں کو بھیجا۔ یہ کہتے ہوئے۔ کہ اُس گاؤں کی طرف جو تمہارے سامنے ہے جاؤ۔ وہاں فوراً تم دیکھو گے۔ ایک گدھی اور اُس کا بچہ رسی سے باندھ ہوں گے۔ اُن کو کھول کر میرے پاس لے آؤ۔ . . . یہ کہتے ہوئے۔ کہ سائین کی بیٹی کو بنا دینا۔ دیکھو تمہارا ابا و تشار تمہارے پاس آ رہا ہے۔ عاجز اور ایک گدھی پر بیٹھا ہوا۔ اور ساتھ گدھی کا بچہ۔ . . . اُس نے یہی کیا جو اُسے حکم کیا گیا۔ ۳

(ب) اب دیکھیے مارکس درقص، اس کے متعلق کیا لکھتا ہے:-

”اور جب وہ یروشلم کے نزدیک پہنچے۔ تو . . . تم ایک چھوٹا گدھے کا بچہ باندھا ہو ا پاؤ گے۔ جس کے اوپر کبھی کوئی شخص پہلے نہ بیٹھا تھا۔ اُسے کھول کر میرے پاس لے آنا۔ اگر کوئی شخص تمہیں پوچھے۔ تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔ تو تو اُسے کہہ دے۔ کہ ہمارے آقا کو اس کی ضرورت ہے۔ اُسی وقت وہ اُسے یہاں بھیج دے گا۔ . . . پس وہ گدھی نے بچہ کو یسوع کے پاس لے آئے۔ اُس پر اُنہوں نے اپنے کپڑے ڈال دئے۔ اور وہ (یسوع) اُس پر بیٹھ

لوتا۔ باب ۲۳: ۲۹-۲۱۲۲۔ یوحنا۔ ۱۹: ۱۸۔ ۲ متھیو۔ ۲۱: ۱-۶۔

گئے۔ اور بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے کپڑے اُس راستے پر ڈال دیے۔ اکثر نے درختوں کی شاخوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اور انہیں اُس راستے پر بکھیر دیا۔“ ۱۔

(ج) پھر دیکھئے لوقا کیا کہتا ہے :- ”... تم ایک گدھے کا بچہ باندھا ہو یا دو گے؟“ ۲۔
(د) اس موقع پر یوحنا بھی وہی لکھتا ہے جو مرقس لکھتا ہے :-

... یسوع مسیح - جب اُس نے ایاب چھوٹا سا گدھا دیکھا - بیٹھ گئے وہ اُس پر جیسا کہ لکھا ہے۔“ ۳۔

کچھ کہتے ہیں - ایک گدھا پر - باقی کہتے ہیں - گدھے کے بچے پر - بیانات مختلف ہیں - ہو سکتا ہے - وہ حقیقت سے واقف نہ ہوں -

(۵) 1 - متھیو کی انجیل دیکھئے وہ لکھتے ہیں - کہ :-

”پھر زبیدی و حضرت زبیرؓ کے بچوں کی ماں اپنے لڑکوں کے ہمراہ یسوع مسیح کے پاس آئی۔ اُس کی پرستش کی اور خواہش ظاہر کی یہ منظور کیجئے کہ میرے یہ دو بیٹے ایک آپ کے دائیں ہاتھ اور دوسرا آپ کے بائیں ہاتھ آپ کے دربار میں (سلطنت میں) بیٹھا کریں۔“ ۴۔

(ب) لیکن مرقس اس سے اختلاف رکھتا ہے :-

”اور زبیدی کے بیٹے جیمز اور جوبن (یوحنا) اُس کے پاس آئے۔۔۔۔۔“ ۵۔
لوقا اور یوحنا اس کہانی کے متعلق خاموش ہیں - یوحنا ہمیشہ جیمز کے ساتھ ساتھ آخر تک رہا - مگر وہ اس کے متعلق کچھ بھی ذکر اذکار نہیں کرتا +
(۶) 1 - متھیو میں لکھا ہے کہ :-

”اور یوحنا کے شاگرد اُس کے پاس آئے اور کہنے لگے - کیوں ہم اور فیروسیز اکثر روزے رکھتے رہیں - لیکن تیرے شاگرد روزے ہی نہیں رکھتے۔“ ۶۔
لیکن مرقس کو بلا حشر کیجئے :-

”اور یوحنا اور فیروسیز کے شاگرد اُس کے پاس آئے - وہ روزہ رکھا کرتے تھے وہ اسے کہتے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن تیرے شاگرد روزے نہیں رکھتے۔“ ۷۔

یہاں فرق صرف اتنا ہے - کہ متھیو صرف یوحنا کے شاگردوں ہی کے آنے کی اطلاع دیتا ہے - جبکہ مرقس یوحنا اور فیروسیز یعنی ہر دو کے شاگردوں کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔

۲- لوقا - ۱۹: ۲۰ - ۳ - یوحنا - ۱۲: ۱۲، ۱۳ - متھیو - ۲۰: ۲۰ - ۵۱، ۵۲ - مرقس - ۱۰: ۲۵ - ۲۶
۱- متھیو - ۹: ۱۲، ۱۳ - مرقس - ۲: ۱۸ - ۱۹ - ۱ - مرقس - ۱: ۱ - ۸

یہ فرق نامناسب ہے۔ اور اُس کی تصحیح ہونی چاہئے۔

۱۷- (۱) متیو میں یہ ذکر آتا ہے کہ :-

”اور وہی یوحنا ونٹ کے بالوں کا بنا ہوا لمبا کوٹ اور چمڑے کی پیٹی پہنے رکھتا تھا۔ اور اُس کا گوشت مکڑیاں تھا۔ اور کھانا جنگلی شہد“ ۱۸

(ب) پھر وہی متیو لکھتا ہے کہ :-

”و کیونکہ یوحنا حضرت یحییٰ (۴) آتا ہے۔ نہ کچھ کھاتا ہے۔ اور نہ کچھ پیتا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے اندر شیطان ہے“ ۱۹

دونوں آیتوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔

۸- (۱) یوحنا میں درج ذیل ہے کہ :-

اور خود باپ نے جسے مجھے بھیجا ہے میری گواہی دی ہے۔ تو نے نہ تو اُس کی کبھی آواز کو سنا ہے اور نہ ہی اُس کی شکل دیکھی ہے“ ۲۰

(ب) متیو لکھتا ہے کہ :- اُس کے سامنے اُس کی شکل بدل گئی۔ اور سورج کی طرح اُس کا چہرہ چمک پڑا۔ دیکھو وہاں حضرت موسیٰ اور حضرت ایساں آغا ہر ہوئے۔ اُن کے سامنے۔ اور ایساں حضرت عیسیٰ کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ پھر پیٹر نے جواب دیا۔ اور حضرت یسوع مسیح کو کہا۔ اے مالک۔ اچھا ہوا کہ ہم یہاں موجود ہیں۔ بادلوں میں سے آواز آئی۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کو سنو“ اور جب شاگردوں نے اُسے سنا۔ وہ سنہ کے بل گر پڑے۔ اور وہ زیادہ ڈر گئے تھے۔“ ۲۱

یوحنا تو یہ کہتا ہے کہ لوگ نہ اُس کی آواز کو کبھی سنتے ہیں اور نہ ہی اُس کی شکل دیکھی ہے۔ لیکن متیو کہتا ہے کہ لوگوں نے خدا کو کتنا سنا۔ کہ یہ خدا کا بیٹا ہے اس کی باتوں کو سنو۔ اُس وقت حضرت یحییٰ (یوحنا)۔ اُس کا بھائی جیمز اور پیٹر موجود تھے۔ جنہوں نے یسوع مسیح کو حضرت ایساں سے باتیں کرتے سنا۔ اور موسیٰ کے ساتھ بھی۔ اسی قسم کے متضاد بیانات لوگوں کے دلوں میں شکوک ڈال دیتے ہیں۔ کہ کیا واقعی یہ الفاظ اُن کو وحی کے ذریعے ملے بھی تھے یا نہیں؟ اگر ایسا ہی ہوا۔ تو کیا ایک مرتبہ یا ایک دفعہ چاروں حواریوں کی موجودگی میں۔ یا یہ بعد دیگرے ہر ایک کو باری باری مختلف اوقات میں علیحدہ علیحدہ اور کیا ہر ایک نے اپنے اپنے ریکارڈ میں اُن واقعات کو لکھا۔ مٹرجون ٹالینڈ ایک متجرب عالم فاضل کئی کتابوں

۱- متیو ۲: ۲، ۱۲: ۱۸- ۳- یوحنا ۵: ۳۷، ۱۲: ۱۷- ۲: ۱۷- ۱۷: ۱۷

کے مصنف اپنی کتاب - "NAZAREEN, GENTILE AND JEW
MOHAMATAN CHRISTIANITY." میں لکھتے ہیں : ۱۔

”اگرچہ مسلمان روایات اور احادیث سے یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت آدم - نوح - ابراہیم - ابراہیم اور دیگر پیغمبروں کو جن کی تعداد ۱۲۴۰ تک جا پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مقدس کتب بھیجی گئی تھیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی منشا کا اظہار بذریعہ الہام ہوتا رہا ہے۔ لیکن وہ خاص خاص کتب اُن کے خیال کے مطابق صرف یہ چار ہیں۔ یعنی حضرت موسیٰ کی پانچ کتابیں۔ حضرت داؤد کی زبور۔ محمدؐ و ثنایا بھجن کی طرح جو سارے ساتھ گائیے جائیں حضرت عیسیٰ کی بائبل اور القرآن محمدؐ کی کتاب۔ تمام اور ان ہر ایک کے متعلق وہ یہ اعلان کرتے ہیں۔ صرف اعلان ہی نہیں بلکہ ان الفاظ کے ساتھ :-

جو شخص ان کتابوں کا انکار کرے۔ یا اس کتاب یا اس کے کسی حصہ پر شک بھی ظاہر کرے
یا کسی باب یا کسی آیت یا ان کے الفاظ پر شک کرے۔ تو وہ یقیناً ایک کافر ہے۔ میں اس عقیدہ
کے متعلق بہت سی ناقابل انکار مستنبیوں کا حوالہ دے سکتا ہوں۔ لیکن اس موقع پر ہمیں مسلمانوں
کی معتد و بنیات (قرآن شریف) کے تفسیرے باب کے حوالہ دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ جس کا ترجمہ
اور نوٹ دے کر تفسیر کی گئی تھی۔ اسکی اشاعت پانچ یا چھ سال پہلے ہوئی تھی۔ مشہور عالم ریاض
آڈرین ریلینڈ نے اسے چھپوایا تھا۔
DRIANI RELANDI DERELIGIONE
اس دوران میں آپ یہ دیکھیں گے کہ مسلمان اپنی مقدس کتابوں کے دیود کو محفوظ اور قائم رکھنے کیلئے
متحرک و متجاہد ہیں۔ بلکہ اسی طرح سے جیسا کہ اکثر مذہب کرتے ہیں۔
وہ اپنے عقیدہ کو اصرار سے برقرار رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس حالت میں کوئی مقدس کتاب
اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی نازل ہو۔ تو اس کی ہر سطر اور ہر لفظ جوں کاتوں بغیر و بدل کے
برقرار رہنا چاہیے۔ پس کسی نقاد یا مختلف اوقات میں بار بار مطالعہ کرنے سے۔ کسی کے وہم و
گمان میں بھی یہ بات نہ آئے۔ کہ کسی تبدیلی کے لئے کوئی گنجائش باقی ہے۔ ذرہ بھر بھی اگر کوئی عالم
فاضل تبدیل کر دے۔ اس میں زیادہ کر دے۔ یا اس کا مبادل دیاں لگا دے۔ جو اس کے خیال
کے مطابق وحی مقدس کے نشان و نشان اور زیادہ موزوں معلوم دے۔ تو ایسی حالت میں الہام
یا وحی کا کام ہونے کا فوراً خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی وقت سے ان کی اپنی کتاب بن جاتی ہے۔

۱۔ شائع شدہ شمارہ نمبر (۲)۔ ۱۰۰۔ ۲۰۹۹۔ برٹش میوزیم لائبریری۔ لندن۔ ۱۰۰۔ ۷۰۰۔ اس کے باب یا
ADRIANI RELANDI DE RELIGIONE-۲ خط سوگم ہیں +

مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد وہ کتاب مختلف ادوار اور مختلف مصنفین کی پیداوار پر بیان ہے۔ ختمہ اس متن کی کوئی چیز اس میں باقی نہیں رہتی (کیونکہ تمام کی تمام باقی ماندہ کیفیت کو ایک قرار دی جائے گی۔ اگرچہ اس میں جلد ۱۸ کم اتنا ہی دکھائی دے۔ جتنا پہلے تھا)۔

لیکن اس بات کا خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے طریقہ اہام میں بہت زیادہ فرق ہے۔ ہم (عیسائیت) جبکہ الفاظ و فقرات طریق ہمارا اور اسلوب بیان اور دیگر ایسی باریکیوں کی پروا نہیں کرتے۔ جتنی کہ انفسِ مضمون اور تمام مقاصد کے لیے اسباب کا خیال رکھتے ہیں۔ اگرچہ حالات یہ بتلاتے ہیں کہ ہمیشہ واقعات اس قدر صحیح اور درست نہیں ہو کر تھے۔ یہی مقام ہے۔ جہاں ہم نے اپنے یقین کو وابستہ کیا۔ اور یہی وجہ ہے۔ جس پر وہ حقیقت ہم قائم رہے۔ اس بات کا خیال پس پسٹ ڈال کر کہ ہماری بائبل میں ہزار شبہ لیاں واقع ہو چکی ہیں۔ جن کو ہمارے بزرگانِ کرام عہدِ عتیق کی کاپیوں کے اندر موجود پاچکے تھے۔

(نوٹ، کہا تو یہ جائے گا۔ کہ عیسائی پادریوں نے بہت بھاری ابتدائی غلطی کی ہے۔ کہ ان کتابوں کو مستند قرار دے کر اپنا یقین انہی پر جائے رکھا۔ مگر بیچارے کو بھی کیا کر سکتے تھے۔ جبکہ ہر کتابتِ فکر اپنی اپنی مرضی کے مطابق اور اپنے عقائد پر یقین رکھتے ہوئی اناجیل کو اپنی خیالات پر ڈھالتے رہے۔ اس لئے بے شمار انجیلیں اکٹھی ہو گئیں۔ مجالس میں بحث شروع ہوئی جو فیصلہ اکثریت نے کر دیا۔ اُسی کو مستند قرار دیا گیا۔ بعد ازاں نئی نئی معلومات ہونے پر پھر رد و بدل کا خیال آیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ابھی تک اپنی نظر اور صاف گو عیسائی اکابر یقین سے یہ دعوے نہیں کر سکتے۔ کہ موجودہ چار انجیل جن کے سیکرٹری چشم دید واقعات کے نقدان کی وجہ سے خود بے برہ تھے۔ نقائص سے بے برہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی الوہیت

عیسائی حضرات ہمیشہ یہ ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کیا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ انسان نہیں بلکہ خدا تھے۔ حالانکہ اس نقطہ نظر کی تائید کسی ایک آسمانی صحیفہ سے نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اناجیل میں سے کسی ایک میں مسیح کی الوہیت (اللہ ہونے کی صفت) کا واضح الفاظ میں ذکر موجود ہے۔

مرقس چاروں انجیلوں میں سے اولین ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک

شاگرد پطرس کی تعلیمات پر مبنی سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اگر حضرت عیسیٰ کے شاگردوں کے ذہن میں اُن کی الوہیت کا تصور موجود ہوتا۔ تو مرقس جو پیٹر (پطرس) کا شاگرد تھا۔ ضرور اپنی انجیل میں اُس کا ذکر کرتا۔ اُس کی انجیل میں تو ایک آیت بھی ایسی نہیں جو اس نظریہ کو عیسائیت کے عقیدہ کا درجہ دیتی ہو۔ اس کے برعکس اُس میں تو ایک بھی ایسی آیت موجود نہیں جو اس نظریہ کو عیسائیت کے عقیدہ کا درجہ دے۔ بلکہ اس کے برعکس اُس میں تو واضح الفاظ میں درج ہے کہ ایک قانون دان نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعظ سنا کرتا تھا۔ پوچھا کہ خدائی احکام میں سب سے اول حکم کونسا ہے؟ یسوع مسیح نے جواب دیا۔ اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا خدا ایک خداوند ہے۔ اور تو اپنے خداوند سے اپنے سارے دل اور ساری جان اور اپنی ساری توجہ اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ اسی طرح مرقس کی انجیل کی ہر سطر میں یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے +

اس کے علاوہ دوسری دونوں سیناٹک انجیلیں (لوقا اور متی) جو تلمیحی لحاظ سے بعد کے زمانے کی تحریریں ہیں۔ مشرکانہ مسالک سے متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ محترم اے۔ بی۔ بروں نے اٹاٹیکلوپیڈ یا بلیکا (یعنی بائبل کے انسائیکلوپیڈ یا) میں اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:-
 ”لوقا کی انجیل میں حضرت عیسیٰ کو تقریباً ایک درجن مقامات پر صرف آقا کے برتر دلا رہا ہے کہ کرپکارا گیا ہے۔ اس کے برعکس زمانہ ماقبل کی انجیل اور مرقس اور متی (متی) کی انجیل میں انہیں محض یسوع کہا گیا ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے۔ جو الوہیت مسیح کے عقیدہ کا تہہ پہلی ارتقاء ظاہر کرتی ہے۔“ جس دور میں متی اور لوقا کی انجیلیں لکھی گئی تھیں۔ وہ مذہبی نقطہ نظر سے عیسائیت کی بقاء کے لئے بہت ہی اہم تھا۔ عیسائیت دو طاقتور دشمنوں میں گھری ہوئی تھی۔ یہودیت کی طرح منہرا ازم بھی ناقابل تسخیر دشمن تھا۔ مشرکانہ عناصر نے عیسائیت کو یہودیت سے جس کی گود میں اس کی پرورش ہوئی تھی۔ اور اُسی سے جنم لیا تھا۔ علیحدہ کر دیا۔ اور نئے انداز سے اُس کی تربیت کی۔

حضرت عیسیٰ کی شخصیت اب منہرادیتو تا کی شبیہ بن کر رہ گئی۔ جس کی داستانِ حیات حضرت عیسیٰ کی زندگی مندرجہ انجیل کے عین مماثل و مطابق ہے۔ دراصل قریب امرگ منہرا ازم مرنے کی بجائے ایک نیاروپ دھار کر عیسائیت کی صورت میں ابھرا۔ جہاں تک جو تھی انجیل کا تعلق ہے۔ وہ انجیل نہیں بلکہ منہرا ازم کی شکل ہے۔

اُس کی ابتدائی آیات ہی میں حضرت عیسیٰؑ کو کلام کہا گیا اور پھر خدا کا درجہ دے دیا گیا۔ ایسا خدا جس کی نہ ابتدا۔ نہ وسط اور نہ انتہا ہے۔

اس انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کو ذاتِ خداوندی کا انسانی روپ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جو باقی تینوں مستند انجیلوں میں دکھائی گئی۔ جھلک سے بالکل مختلف ہے۔ جدید تحقیقات تو اس انجیل کی تاریخی اہمیت کو ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ خیال ہے کہ یہ کسی عیسائی کی نہیں بلکہ اسکندر یہ کے ایک یونانی ماہر فلسفہ کی تحریر ہے۔ ان کے جملہ خیالات تو درکنار کسی حد تک طرزِ بیان بھی فائیو (PHILO) — کی تحریر کا مرہونِ منت ہے۔ لفظ لاگوس (LAGOS) — یونانی اور مصری فلسفہ کا مخصوص لفظ تھا۔ عیسائیت میں اس لفظ کے استعمال کی ابتداء کا کھوج لگاتے ہوئے ریشنلسٹ انسائیکلو پیڈیا (RATIONALISTENCY) میں درج ہے۔

”مصری دیومالا کہانیوں میں لفظ کلام (LAGOS) — استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اپنی معانی میں اگر اس کا ترجمہ انگریزی یا لاطینی میں کیا جائے۔ تو گمراہ کن ہوگا۔ لیکن اس لفظ کلام کے پر اسرار معانی کو یونانی فلسفہ میں نشوونما حاصل ہوا۔ ہیراسلاٹوس (HERASLITOS) نامی ایک مادہ پرست دہریہ نے اس کی تشریح مناظر قدرت میں ضبط و نسق بتلایا ہے اینکسیگورس (ANAXAGORAS) نے اس لفظ کو عارِ فائدہ رنگ دیتے ہوئے (NOSUS) فراست یا عقل سلیم کہہ کر پکارا ہے۔ ۱۔

اور سقراط نے اسے روح یا جوہر (SPIRIT) نام دیا ہے۔ رواقی فرقے کے مذہب سے دلچسپی رکھنے والے گروہ نے لاگوس یعنی عقل و شعور کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے قانونِ فطرت کو بنیاد بنایا۔ اور اسکندر یہ کے یہودی فاکونے افلاطون کی طرف رجوع کرتے ہوئے دونوں تصورات کا مخلوط تیار کر لیا۔ لہذا یہ واضح ہے کہ جو لفظی انجیل نے اسکندر یہ کے یہودیوں کے اسی صوفیانہ مکتب سے لفظ (LAGOS) کلام حاصل کر لیا۔ اس طرح سب سے کم درجہ والی تاریخی انجیل کے ذریعے حضرت عیسیٰؑ ہمارے پاس ایک فلسفینی پیغمبر کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ ایک کائناتی شخصیت والے انسان کے روپ میں کلامِ تثلیثی خدا میں سے دوسرا اقنوم بننے کے عمل میں نظر آتے ہیں جب ہم اناجیل کے علاوہ پولوس (PAUL) کے مکتوبات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا ہم کسی دوسری دنیا

۱۔ عیسیٰؑ انسائیکلو پیڈیا (RATIONALIST) صفحہ ۱۲۱۳، مقالہ اسلام، انڈیا سوسائٹی دہلی
مستند ڈاکٹر الکلیف اختر - الفاتری

میں پہنچ چکے ہیں۔ تاریخی لحاظ سے پولوس کا ادب اور خطوط دوسری اناجیل سے قدیم ہے۔ لیکن اُس کا تو معاملہ ہی اور ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ کے جائز اصولوں سے متفق نہ ہو سکا۔ اور اپنی رسالت کا اعلان کر دیا۔ اُس نے یسوع مسیح کے پیغامات کی ایسی عجیب و غریب تفسیر کی کہ اُس کے تمام عقائد ہی بدل کر رکھ دئے۔ اُس نے حضرت عیسیٰ کو یہودیت سے بالکل الگ ٹھکانے کے مشرکانہ مندروں میں عیسائی بنایا۔ جہاں سے پولوس کے الفاظ میں یسوع انسان کی حیثیت سے نہیں بلکہ خدا بن کر باہر نکلے۔ اس پس منظر میں کوئی بھی ہوشمند انسان، حضرت عیسیٰ کے متعلق پولوس کے نظریات پر یقین نہیں کر سکتا۔ ایک نامور عیسائی مؤرخ کالمٹ (CALMET) مندرجہ ذیل الفاظ میں پولوس پر حملہ آور ہوتا ہے: ”حضرت عیسیٰ نے ایک خدا کو ماننے کی تلقین کی۔ لیکن پولوس نے افلاطونی خیالات کے حامی یوحنا رسول کے ساتھ ملکر عیسیٰ کے مذہب کی رعایت اور سادگی چھین لی۔ اُس نے اُس میں افلاطون کا ناقابل فہم نظریہ تثلیث یا مشرق کی تکراری نیز خدا کی دو صفات روح القدس اور خدا کی فہم و فراست جسے افلاطون نے کلام کا نام دیا تھا۔ شامل کر لیں۔“

درحقیقت جب یسوع مسیح کی الوہیت کا عقیدہ کلیسا کے حلقوں میں رائج کیا گیا تو ذی عقل طبقہ کی جانب سے اس کے خلاف زبردست رد عمل ہوا جو پختہ صدی میں اسکندریہ کے ایک بپشپ آریس (ARIUS) نامی نے اس عقیدہ کی پرزور مذمت کی۔ اور مخالفت کی۔ اور یہ اعلان کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام قدیم اور غیر مخلوق نہیں بلکہ مخلوق اور حادث تھے۔ لہذا ہم اُن کا خالق سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جو ابدی اور غیر فانی ہے۔ چونکہ بیٹے اپنے باپ پر بنا ہو سکتے تھے۔ لہذا نہ تو وہ ذات سے باپ کی مانند ہے اور نہ ہی خدا کا سچا کلام ہے۔ لہذا وہ ذی عقل مخلوقات کی مانند غیر بذریعہ ہے۔“

لیکن اس کے خیالات کو کلیسا کے عقائد کے مخالف سمجھتے ہوئے مشرکانہ قرار دیا گیا۔ اور ۳۲۵ء میں شاہ قسطنطین کی طلب کی گئی نیقیہ کی کونسل میں اُسے مجرم گردانا گیا۔ اسی کونسل میں کلیسا کے پادریوں نے حضرت عیسیٰ کو الوہیت کے درجہ پر فائز کر دیا۔

خدا کا بیٹا ہونے کا معنی

یہ لقب تو عزت و احترام کے طور پر کسی ایک یا بہت سے اشخاص کو اُن کے بلند

۱۔ مقالہ حتمی - (ATHANASIUS DEPOSITIO ARII (II Chap:))

کردار اور پارسائی کی بناء پر دیا جاتا تھا۔ مگر اس سے کسی شخص کو مجبور نہ کر دینا ہرگز مقصود نہیں تھا۔

بابیل میں کئی جگہ لوگوں کو خدا اکا بٹیا کہا گیا ہے۔ ۱۔

اس کی وضاحت شام کے ایک فاضل پادری افراتس (APHRATES)

نے یہودیوں کے اعتراضات کے جواب میں سنہ ۳۸۳ء کے دوران اس طرح کی ہے :-

”خدا کا قابلِ عزت نام عادل و منصف اشخاص کو دیا گیا ہے۔ اور وہی اس نام کے مستحق

ہوتے ہیں۔ نیز جن سے خدا خوش ہوتا ہے۔ وہ خود انہیں اپنا بیٹا اور دوست ماکہہ کر پکارتا

ہے۔ اسی طرح جب اُس نے حضرت موسیٰ کو اپنا دوست۔ محبوب اور لوگوں کے لئے رہنما

کے طور پر منتخب کیا اور اُسے معلم اور مبلغ بنایا۔ تو اُسے خدا کہہ کر پکارا۔ اُس نے اپنے پیغمبر کو

مخاطب کرتے ہوئے کہا ”میں نے تمہیں فرعون پر خدا مقرر کیا ہے۔“ نیز خود اُہی انہیں ایک مددگار

سے اعانت اور تقویت دی۔ اور تیرا بھائی ماروں تیری طرف سے لوگوں سے باتیں کرے گا۔

اور وہ تیرا منہ بنے گا۔ اور تو اُس کے لئے گویا خداوند ہوگا۔“ پھر یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ تم اپنے خداوند

خدا کے بیٹے ہو۔“ اور حضرت سلیمان کے متعلق اُس نے کہا ”یہ میرے بیٹے کی بجائے ہوگا۔“

اور میں اس کسے لئے بطور باپ ہوگا۔“ پس اسی طرح سے ہم حضرت عیسیٰؑ کو خدا اکا بٹیا کہہ کر پکارتے

ہیں۔ جس کے ذریعے ہم نے خدا کو پہچانا ہے۔ اسی طرح اُس نے اسرائیل کو اپنا پلوٹھی کا بیٹا کہہ کر

پکارا تھا۔ اور سلیمان کے متعلق یہ کہا۔ کہ ”یہ میرا بیٹا ہوگا۔“ ۲۔

لفظ بیٹا کی اصطلاح خدا کے خادم کے مترادف ہے۔ مختلف مقامات پر یہی الفاظ خدا

کا خادم استعمال ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھیے۔

۱۔ ”ابراہیم۔ اصفیٰ (اسحق) اور یعقوب کے خدا یعنی ہمارے باپ دادا کے خدا نے

اپنے خادم یسوع کو جلال دیا۔“ ۳۔

۲۔ کیونکہ واقعی تیرے پاک خادم یسوع کے برخلاف جسے تو نے مسیح کیا۔ اسی شہر میں جمع ہوئے۔

۳۔ اور تو اپنا ماتھے شفا کو بڑھا اور تیرے پاک خادم یسوع کے نام سے معجزے اور عجیب

کام ظہور میں آئے۔

اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ ادا می زبان میں جو عبرانی الاصل تھی۔ تبلیغ

کرتے تھے۔ خدا کے بیٹے کے لئے اصل اصطلاح غنیہودا (عبرانی میں عبد اللہ یعنی اللہ کا بیٹا)

۸۸۔ پیدائش باب ۴: ۱-۲) نیز دیکھئے ایوب یا Job کا باب ۱: ۶ وغیرہ (۲) مقالہ از ایف۔ سی۔ کوئی بیٹر

پہچھے کتاب MYTHOLOGY, MAGIC, MORALS صفحہ ۱۲۸ (۳)۔ لوقا ۸: ۱۲

استعمال ہوتی ہے۔ جب حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کو یونانی زبان میں ملبوس کیا گیا۔ تو بد قسمتی سے اس لفظ کو (PIASG OD) پیاس گاڈ کے طور پر ترجمہ کیا گیا۔ یونانی زبان میں لفظ (PIAS) کے معنی خادم اور بیٹے کے ہیں۔ اُس زمانے میں خدا اور انسان کے درمیان وسیلے کا درجہ خدا کے بیٹے خدا کے پہلو ٹھے اور دوسرے خدا کو دیا گیا۔ جب تقریباً تمام عقائد فیدو کے نظریات میں رنگے لگے۔ تو اس لفظ (PIAS) کا مطلب خدا کا بچہ کے طور پر لیا جائے گا۔ پھر اس لفظ نے خدا کے بچے سے رفتہ رفتہ خدا کے بیٹے کی صورت اختیار کر لی۔

در اصل خدا کے بیٹے کی اصطلاح محض استعارہ کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔ جس طرح ناسق و بدکار آدمی کو ابلیس کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کنیہ کے طور پر حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو فکی کے راہ سے بھٹکنے کے باعث ابلیس کے بچے کہہ کر پکارا ہے۔^۱

اُن کے پر جوش پیروکاروں نے انہیں محض ایک انسان سے اللہ کے درجے پر پہنچا دیا۔ ڈاکٹر بیل شام نے کیا خوب لکھا ہے :-

ہمارے آقا کی انسانی حالت عہد نامہ جدید سے ثابت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کے لئے پسند کی۔ اُس کے گنہگار اور گمراہ پیروکاروں نے پہلے اُسے فرشتے کا اور پھر فرشتے سے بھی بلند درجہ پر پہنچا دیا۔ یہ عرفانی (GNOSTICS) گروہ کی غلطی تھی۔ پھر ارسطو اور نظریہ ایرین (ARIANS) نے خالق اور دنیا کا مالک و حاکم سمجھا اور آخر کار ایتھینس سین (ATHANASIANS) عقائد کے مطابق مرتبہ خداوندی پر فائز کر دیا۔ حالانکہ اس قسم کا عقیدہ چوتھی صدی کے آخر تک کسی شخص کے سننے میں نہ آیا تھا۔^۲

تشلیت کا معممہ

عقیدہ تشلیت اپنی نوعیت کے لحاظ سے سراسر ایک معممہ ہے۔ انسائیکلو پیڈیا کیتھولیکا میں اس مخصوص لفظ کی مندرجہ ذیل الفاظ میں تشریح کی گئی ہے :-

تشلیت وہ اصطلاح ہے جسے عیسائی مذہب کے مرکزی عقیدہ کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ باپ خدا ہے۔ بیٹا خدا ہے۔ اور روح القدس خدا ہے۔ اور اس کے باوجود تین خدا نہیں۔ بلکہ ایک خدا ہے۔ یہ تینوں ہستیاں ہمیشہ سے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہیں۔ تین ایک دوسرے کے ہم مرتبہ ہیں۔ تینوں ہی غیر مخلوق اور قادر مطلق ہیں +

۱۔ توتاباب ۸: ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳

عقیدہ تثلیث اور عیسائیت میں اس کے شامل ہونے پر تبصرہ کرنے سے پیشتر زیادہ بہتر ہوگا۔
اگر ہم اس امر کی نشان دہی کریں۔ کہ حضرت عیسیٰ کے آغاز رسالت کے وقت اس مسئلہ کی نوعیت
کیا تھی؟

روئے زمین پر حیات کی ابتدا ہی سے فطرت کی اس عظیم حقیقت سے لوگ آشنا ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ یکے بعد دیگرے پیغمبر آتے رہے۔ اور اس امر کا اعلان کرتے رہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ قادر مطلق ہے۔ ہر جگہ موجود ہے۔ وحدت کے لحاظ سے یکتا ہے۔ اہل مذہب کا خدا کی توحید پر یقین کہنا توحیدِ ایمان تھا۔ لیکن مفکرین اور فلاسفوں کے لئے یہ ایک ناقابل حل موضوع رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔ درحقیقت انسان عقل ہمیشہ اس مسئلے کے ساتھ نہرو آ رہا ہے۔

بہر حال ان عجیب و غریب موثر کانیوں کے نتیجہ میں الوہیت کا ایک ایسا تصور ابھرا جو روحانی فہم و ادراک کی بجائے ناقص فہم کے استدلال و روایات اور افسانوں پر مبنی تھا۔ کئی مکاتیب فکر اس معتمہ کو سلجھانے میں مصروف رہے اور انہوں نے اپنی کاموشیوں سے مختلف النوع نتائج پیش کئے +

الوہیت کے متعلق مختلف عقائد کو زیر بحث لاتے ہوئے پروفیسر فلینڈر تھامپسن نے
تخریر کیا ہے :-

۵۰۔ قبل مسیح میں خدا کے متعلق یہ تصور عام ہے۔ کہ وہ بلند اور برتر ہستی سب کو پیدا کرنے والی ہے جس کے زیر فرمان کئی ایک چھوٹے خدا اور محافظ فرشتے ہوتے ہیں۔۔۔ ۵۱۔ قبل مسیح میں اُس نے ایک نئے نظریہ کی صورت اختیار کر لی۔ جس کے تحت ”سب خدا کا جزو ہیں اور خدا کل ہے“ کا عقیدہ قائم ہوا۔ کیونکہ سب چیزوں کی تکمیل ہی سے وحدت کا وجود قائم ہے۔ ۵۲۔ قبل مسیح میں خدا کے متعلق۔۔۔ ”کل ایک ہے اور ایک کل ہے“۔۔۔ کا تصور

عام تھا۔ لیکن اس میں ایک دشواری پیدا ہوئی۔ جس کی فیلو (PHILO) نے بعد میں اس طرح سے وضاحت کی۔ کہ ناممکن اور تغیر پذیر دنیا ایک غیر تغیر پذیر خدا سے معرض وجود میں نہیں آسکتی۔ لہذا کسی درمیانی ہستی یا الو اسطہ (INTERMEDIARY) کا تصور لازمی ہے۔ یعنی کسی درمیانی ہستی کا جو خدا اور اُس کے بندوں کے درمیان تعلقات پیدا ہونے یا ایک دوسرے کے خیالات میں ہم آہنگی کرانے میں وسیلہ بن سکے۔ ہوتا ضروری ہے۔ اس درمیانی ہستی کے فرائض

سراخجام دینے کے لئے ایک دوسرے غیر ازلی و غیر ابدی خدا کا تصور ابھرا۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ کل کو اپنے آپ سے تخلیق کرنے والے خدا نے ایک دوسرا خدا پیدا کیا۔ جو دیکھا جاسکے اور لوگ اُسے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکیں۔ جو خدا کے نزدیک اپنے بیٹے کی طرح پیارا ہے۔ دیگر الفاظ خدا اپنے بیٹے کی طرح پیارا اور شفقت کیا کرتا تھا۔ چونکہ انسان غیر مطلق ہے۔ اس لئے وہ مطلق کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ لہذا اب درمیانی وسیلہ کو جو ایک دوسرا خدا ہے اور وہ انسانی شکل رکھتا ہے اُسے ہر دنیاوی آدمی سمجھ لے گا۔

۳۳۲ قبل مسیح سے پہلے ہمیں ایک شخص کا جس کا نام گڈ اسپرٹ۔ اکیفہ ڈامن تھا۔ پتہ چلتا ہے۔ جس نے اپنے آپ کو سب سے پہلے خدا کا بیٹا کہلایا۔ اس سے صاف واضح ہے۔ کہ فلسفہ دانوں نے محض ناقابل فہم کو قابل فہم بنانے کے لئے ایک درمیانی ہستی بطور وسیلہ (جو متوسط میں ترجمانی کر سکے) کا نظریہ گھڑ لیا تھا۔ جب حضرت عیسےٰ لوگوں کو خدا کی تعلیمات سکھانے کے لئے آئے۔ اُس وقت بحیرہ روم کی دنیا میں ایک ایسے مذہب کا غلبہ تھا۔ جو رواقی (STOIC) اور ملحدانہ اور افلاطونی عناصر کا مخلوط تھا۔ اُس میں یہودیوں کا عقیدہ توحید پرستی بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ حضرت عیسےٰ آئے اور چلے گئے۔ اُن کے محقر زمانہ رسالت میں (جس کا بیچارے عیسائی ابھی تک تعین نہیں کر سکے) صرف چند لوگوں نے اُن کی پیروی اختیار کی۔ جو اپنے ارد گرد میں شرک کی مضبوط چٹان کو نیچر نہ سکے۔ اس طرح حضرت عیسےٰ کا پیغام گوارے ہی میں موت کی نذر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اُن کے اقوال بھی اپنی انفرادیت کھو بیٹھے۔ اور مشرکانہ دیومالا کہانیوں کے کبار میں مل کر رہ گئے۔ عیسائیت نے شرک میں ترمیم کی۔ اور شرک نے عیسائیت میں ترمیم کی۔ نتیجہ جلد ہی حضرت عیسےٰ کی شخصیت کا جگہ ایک ایسے ٹیلے نے لی۔ جو آرضی فطرت کی بجائے۔ ساوی اور ملکوتی خصائص کا زیادہ حامل تھا۔ اور اس طرح وہ مشرکانہ دیومالا کہانیوں کے دیوتا کے مشابہ کردار بن کر رہ گیا۔ حضرت عیسےٰ کی شخصیت بحث و نزاع کا بابت بن گئی۔ اُن کی ذات اور فطرت کی وضاحت پر ڈھیروں سیاہی استعمال ہوئی۔ مگر افسوس یہ سیاہی حضرت عیسےٰ کے پیروں کی بجائے رواقیوں۔ گمانیوں اور افلاطونیوں کے قلموں سے چلی۔ حضرت مسیح کی شبیہ میں بار بار رنگ بھرے گئے۔ یہاں تک کہ اُس نے حقیقت سے دُور ایک اختراع کا روپ دھار لیا۔ چرنج کے مفکرین فیروز ازم کا شکار ہو کر رہ گئے۔

۱۔ دیکھئے کتاب ایچیٹ اینڈ اسرائیل (EGYPT & ISRAEL) سنسفر ڈاکٹر ٹرنر فرنز پیٹری صفحہ ۱۱۵

اور انہوں نے حضرت عیسیٰ کو درمیانی ہستی فہم و کلام بنا کر رکھ دیا۔ دراصل یہ استغفار کا طرز استدلال کفار کی خاصی تعداد کو متوجہ کر سکتا تھا۔ اور ان حلقوں سے اعتراضات کے مواقع ختم کر سکتا تھا۔ لہذا کوئی بیڑ نے اس سلسلے میں اپنی بے لاگ راستے مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیے :-

خدا اور انسان کے درمیان فائیلو کا پیش کردہ وسیلے کا تصور اور ایسے ہی قیاسات کا سلسلہ صدی کے اخیر میں اپنے عروج پر پہنچا۔ جبکہ ایک اعلان کے ذریعے حضرت عیسیٰ کو لاگوس یعنی اللہ کا کلمہ قرار دیا گیا۔ جو بقول فائیلو آسمانوں سے زمین پر اترتا ہے اور پھر دوبارہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے +

یہ وہ حالات تھے۔ جن کے تحت حضرت عیسیٰ کے نام نہاد رسول پولوس نے اپنے آق کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے :- ”میں اور میرا خدا ایک ہیں۔“

لاگوس (کلمۃ اللہ) کے جراثیم تو پولوس کے مکتوبات (اگر وہ واقعی اس کے خطوط ہیں۔ کیونکہ یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ ان میں سے اکثر بعد میں ان کے نام سے لکھے گئے) میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن نظریہ تثلیث سے تو وہ بھی کلی طور پر لاعلم تھا +

پہلی صدی کے آخر تک عیسائیت دو حریفوں میں گھری ہوئی تھی۔ ایک طرف تو متحرا ازم جیسے مشرکانہ مسالک تھے۔ جو الوہیت کے متعلق تثلیثی عقائد کے حامل تھے۔ اور دوسری طرف یہودیت تھی۔ جو خالص تو حید پرستی کی علمبردار تھی۔ مشرکانہ مسالک پر تثلیثی عقاید غالب تھے۔ اہل بابل کی تثلیث کے ایسا، این، لی، اور اسے ای تین اقنوم تھے۔ رومی تثلیث جو پیٹر جونو۔ اور مزد اپر مشتمل تھی۔ لیکن سامی تثلیث میں باپ۔ بیٹا اور ماں شامل تھی۔ ان مختلف اناصر تثلیثوں کے علاوہ ہم جنس اقنوم پر مشتمل تثلیث بھی رائج تھیں۔ مثلاً ہندوؤں کی تثلیث برہما۔ وشنو اور ویشنو۔ ایرانی تثلیث شاہر مزد، متھرا اور اہرمین۔ مصری تثلیث اسیرس، سیس۔ اور ہورس کلدانیہ کی تثلیث بیل سیٹرن۔ جو پیٹر بیل (درمیانی ہستی یا وسیلہ) اور بیل چوم (اپالو) پر مشتمل تھیں۔

آخری تثلیث بزرگ و بزرگ خدا کا پہلو جسے عبرانی زبان میں ایل (EL) کہتے ہیں۔ یا بیل (BEL) یا متھرا اور اس کو خدا بھی کہا جاتا تھا +

چند ایک اس زمانہ قدیم کی تثلیث بحیرہ روم کے خطے میں مروج تھیں۔ درحقیقت یہ سر زمین تثلیثی

عقیدہ کا گہوارہ نامہ ابوم کتے پرانے زمانے سے چلا آتا تھا۔ پہلی تثلیث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُسے غرود کو زبانی طور پر خدا سے الہام ہوا تھا اور باقی ماندہ تثلیثوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اُسی بڑے دریا کے معاونوں مثلاً ندی نالوں کی طرح شاخوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مندرجہ بالا تثلیثوں میں سے ایمان کی منہرا اور مصر کی اسیس خاندان سے تعلق رکھنے والی تثلیث بہت زیادہ مقبول عام تھیں۔

اسی طرح ہندو اور بدھ مت کی تثلیثوں میں بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ لیکن کے مطابق تینوں تثلیثیں بالکل ایک جیسی ہیں۔ ہر ایک برتر ہستی باپ کی خدائی حیثیت سے تثلیث میں اقنوم ادنیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسرا اقنوم روح القدس ہے۔ جو انسانی شکل اختیار کر کے منظر شہود پر اقنوم ثالث بن جاتا ہے۔ تینوں تثلیثوں میں تینوں اقنوم بالکل ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ یہ تھے وہ ناکوئی سریات جن میں عیسائی شریعت نے اُلگہ لکھولی۔

یہودیوں کے عقیدہ تو میر پرستی سے متعلق بچے کھپے نظر پر عہد نامہ عتیق کی بے شمار کتابیں تھیں۔ ابتدا میں عیسائیوں کی اپنی کوئی انجیل نہ تھی۔ اور عیسائی مذہبی عبادات میں عہد نامہ عتیق ہی پڑھتے تھے۔ اور یہی کتاب اُن کے تمام اغراض و مقاصد کے لئے بائبل کا کام دیتی تھی جس نے عیسائی اسرائیلی گھرانے کی کھوئی ہوئی بھینڑوں کی حفاظت کے لئے آئے تھے۔ اُن کے اولین پیروکار دوسرے یہودیوں کے مانند ہی پارسا اور عبادت گزار تھے۔ یہودیوں کی بائبل تو خدا کی وحدانیت کا پرچار کرتی تھی۔ عہد نامہ عتیق میں صفحہ اول سے لے کر صفحہ آخر تک ایک سطر ایسی نہیں ملتی جو زیادہ خدا اور عقیدہ کی عکاسی کرے۔ اس میں تو ایسی آیتیں ملتی ہیں کہ :

تمہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمارا خداوند ہی ہمارا خدا ہے۔ اِس کے سوا کئی اور کوئی (خدا) نہیں ہے۔ نیز میں ہی وہ ایک خدا ہوں اور کوئی نہیں ہے۔ میرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں ہے۔ ۲۔

تثلیثی دھوکہ بازی - (TRINITY DELUSION)

اب ہم ایک کتاب کے متعلق جس کا عنوان تثلیثی عقیدہ رکھنے والوں کی غلط فہمی ہے۔ آپ کی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اس میں ایفینسز کی رومیانی دارالخلافت والوں کے گمراہ کن تثلیثی عقیدہ کو واضح الفاظ میں غیبا کر دیا گیا ہے۔ اس کے مصنف سٹراکچی۔ ایم۔ اے (کنیٹ) ہیں۔

وہ اپنی کتاب کے صفحہ (۲۱) پر لکھتے ہیں :-

میں تثلیث کے غلط انہام اور تعلیمات کی بُرائیوں پر صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس عقیدہ نے عیسائیوں کے ذہن کو ایک ایسے موہومہ ابدی بیٹے کی طرف مبذول کر دیا ہے۔ جس کے متعلق ہماری مقدس بائبل ایک لفظ بھی نہیں کہتی۔ یعنی اس کا نام وہاں کوئی ذکر ہی نہیں آتا۔ اور اُس غلط عقیدہ کا نتیجہ ہے۔ کہ لوگوں کے محبت بھرے دلی جذبات اس ستم رسیدہ انسان سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اور اس طور اُن کی توجہ اس جانب نہیں رہی بلکہ تقریباً انہوں نے حضرت یسوع کو بھلا کر کھا لیا ہے۔ پھر اس نے لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ اول یہ کہ بائبل کی آیات سے حضرت عیسیٰ کی خدائی اصلیت کیا نمایاں ہو رہی ہے۔ دوم یہ کہ وہ مسیح کے متعلق کیا گواہی دیتی ہیں۔ ہر دو انجیلوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالی جائے گی۔ پہلی بات جس کا ثبوت ہم نے فراہم کرنا ہے وہ یہ ہے۔ کہ تثلیث کے متعلق بائبل کی آیات بالکل خاموش ہیں۔ وہ تثلیث کا کوئی ذکر نہیں کرتیں۔ اس مقصد کے لئے ہم بتلائیں گے۔ کہ آیات کیا بتلا رہی ہیں۔ پھر لوگوں کی توجہ اس طرف منعطف کرانے سے صاف ظاہر ہو جائے گا۔ کہ تثلیث کا مذہبی اعتقاد اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں شامل نہیں ہے اور ہم دیکھیں۔ کہ عہد نامہ عتیق میں کیا لکھا ہے۔

منسب سے پہلے خدائے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور پانی کی سطح پر سب اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ غیر جانبدارانہ سوال کیا گیا جاسکتا ہے۔ یہ پیرا کیا کہتا ہے اور کیا نہیں کہتا۔ اس میں تثلیثی وجود کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ اس سے صرف خدا کی ذات یا اُس کی روحانیت ہی نشاندہی کر رہی ہے۔ خدا اور اُس کی روحانیت کوئی دو چیزیں نہیں ہیں جیسا کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے۔ بلکہ وہ ایک واحد انیت ہے۔ یہ ایک رسم ہو چکی ہے۔ کہ جب ہم کسی شخص کے متعلق کوئی بات کرنا چاہیں۔ تو ہم اُس کی اصلیت یا روح کا ذکر کر کے اُن کے بات چلاتے ہیں۔ اس سے ہماری مراد نہیں ہوتی۔ کہ وہ شخص دو مختلف ہستیوں کا مرکب ہے۔ بلکہ اُس کی واحد شخصیت روح (SPIRIT) کی حامل ہے۔ جس کی موجودگی سے اُس کی شخصیت قائم ہوئی۔ پس ہمیں جلد بازی سے یہ نتیجہ نہ اخذ کر لینا چاہیے کہ خدا اور اُس کی اسپرٹ (روح) کوئی دو چیزیں ہیں۔ وہ دونوں ایک ہی واحد ہستی ہے۔

سفینٹ پولوس بتلاتا ہے۔ کہ خدا اور بندے کی اصلیت دونوں مشابہت رکھتی ہیں۔

جیسے کتاب پیدائش ۱:۱-۲

اس طور وہ ہمارے مندرجہ بالا ثبوت کی تائید کرتا ہے۔ ۱۔ پس وہ یہ دلیل پیش کرتا ہے ”کوئی شخص کسی کی اندرونی چیزوں کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ سو اسے اس کی روح کے جو اس کے اندر ہے۔ اسی طرح خدا کی باتوں کو کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ صرف خدا کی روح (جو اسے جانتی اور سمجھتی ہے)۔“ پس ثابت ہوا۔ کہ خدا اور اس کی روح (مقدس روح) صرف ایک ہی چیز ہے۔ لیکن ایک مخالف فرقی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ایویم عبرانی زبان میں خدا کو کہتے ہیں (صغیر جمع ہے)۔ اور خدا خود کہتا ہے۔ ”ایویم انسان کو اپنی تشبیہ میں پیدا کریں۔“ اسے ماننا ہے۔

۲۔ اس بنا پر یقین مخالفین کے اس کا یہ مطلب نکلا۔ کہ خدا کی روحانی میں صغیر جمع پایا جاتا ہے۔ ۳۔ اسی طرح سے وہ یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں: ”اور اس آیت سے اس آیت سے“۔

۴۔ اور پھر کہ ”ایویم ہم میں سے ایک ہے“۔ ۵۔ نیز یہ آیت بھی ہے۔ ”کہ“۔

۶۔ ”ایویم ہم نے جائیں اور وہاں ہم ان کے سامان کو پاسکیں گے“۔ اس اعتراض کا یہ جواب ہے۔ کہ اگر عبرانی زبان میں یہ صغیر جمع ہے۔ تو خدا کے لئے یونانی لفظ جو اتنا ہی مندرجہ حقیقت رکھتا ہے استعمال کیا گیا ہے۔ وہ تو صغیر واحد ہے۔ جو اس کے برعکس مقصد کی عکاسی کرتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے۔ کہ اگر ایویم کا عبرانی لفظ صغیر جمع میں ہے۔ تو جو فعل اس کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ وہ صغیر واحد میں ہے۔ اس طور موازنہ زیر بحث کھائی میں پڑ گیا۔ اسی طرح ہم یہ الفاظ بھی پڑتے ہیں۔ ”اور خدا نے کہا“۔ یہاں لفظ کہا ایسا فعل ہے جو واحد شخص کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ نیز واحد اور جمع عبرانی اسماء بھی خدا کے لئے بغیر کسی امتیاز کے استعمال کیے گئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہے۔ کہ تثلیث کے حق میں ہمیں کوئی دلیل نہیں مل سکتی۔ جو یہ ثابت کر سکے۔ کہ ایویم صغیر جمع ہے۔ بعض اوقات خدا کا لفظ واحد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر کتاب پیدائش کے حوالہ جات دیکھئے: پیدائش باب ۱۵۔ آیات ۱ تا ۱۳، پیدائش باب ۶: ۲ تا ۲۴، وغیرہ وغیرہ لیکن جب باقی تمام موضوع پر جو سبب یاد نہیں رکھے جاسکتے۔ ایویم کے لئے ہر جگہ ضمیر کے الفاظ واحد میں پائے جاتے ہیں۔ اور افعال بھی واحد ہی میں ملتے ہیں۔ تو ہم یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ عید عتیق میں خدا کو ہمیشہ بحیثیت ایک واحد ہستی کے پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ ”خدا ایک روح ہے“۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ”خدا کی روح بھی ہے“۔ جو کہ کسی طرح بھی ایک علیحدہ چیز نہیں کہ جاسکتی۔ سو اسے اس بات کے کہ وہ روح بذات خود حیوانہ ہے۔ جو اسی کے لئے استعمال ہو سکتی

۱۔ پڑ لوس۔ پہلا خط۔ باب ۲: ۱۱، ۳۔ کتاب پیدائش۔ ۲: ۲۶، ۲۷۔ پیدائش۔ ۱۱: ۷۔

۲۔ پیدائش۔ ۱: ۲۶، ۲۷۔

ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہوتا ہے: ”اور خدا کی روح نے پانی کی سطح پر چلا شروع کر دیا“ خدا کی روح سے مراد ہر حالت خدا ہی ہے۔ اور دوسرا نہیں ہو سکتا۔ بائبل میں بے شمار ایسی آیات پائی جاتی ہیں۔ جن سے خدا کی الوہیت کو ایک واحد شخصیت ظاہر کیا گیا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا خواب جس میں کہ اُس نے ایک سیڑھی زمین سے آسمان تک پہنچتی ہوئی دیکھی تھی۔ اور جس پر جہوداہ کھڑا تھا۔ اُس میں سے تثلیث کے متعلق کوئی تصور اخذ نہیں ہو رہا ہے۔ اور نہ ہی خدا کی کوئی جھلک یا صورت جو عہد عتیق کے پیغمبروں کو کبھی دکھائی دی ہو۔ اُس حالت میں بھی اگر خدا کی صورت بہشت میں اپنے تخت پر جبکہ اُسے تمام فرشتوں کے جم غصیہ نے احاطہ کر رکھا ہو۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی خدا کی وحدانیت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور نہ ہی یہ تثلیث کے متعلق کسی قسم کا اشارہ مل سکتا ہے۔

اس کے علاوہ بائبل کی آیات ہمیں کسی قسم کی اور وضاحت پیش نہیں کر رہی۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ خدا کی روح نے اکثر آدمیوں سے بات چیت کی ہے۔ نیز یہ کہ اُس نے لوگوں سے مل جل کر تک و دو کی ہے۔ اور اُن لوگوں نے اُسے دیکھا ہے۔ جیسا کہ (نکوذا لڈا) یسوع مسیح کو پتھر دینے وقت اور عید فطیر (کاشت کے دن، کے دن دیکھا ہے۔ پھر بتلایئے۔ کیا یہ خیال کرنا نامعقول ہے۔ کہ یعقوب کے بارے میں اُس روح نے انسانی صورت اختیار کر لی۔ اور اُس سے باتیں کیں۔ اور کشتی بھی کی۔ اور کیا یہ خیال زیادہ موزوں ہے۔ کہ یہ کہہ دیا جائے۔ کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ تثلیث میں دوسرے درجہ کا شخص ہے۔ جبکہ آیات میں اس قسم کے بیٹے دوسری شخصیت اور تثلیث کا کبھی نام ہی نہ آیا ہو۔

اسی طرح ہم کتاب پیدا نش میں بھی تثلیثی مسئلہ کا ذکر نہیں پاسکتے۔ جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے جہوداہ اور اُس کی دو مختلف اصلیتیں یا شخصیتیں ہیں۔ اگر دو بیانات خدا کی روح اور میری روح کو اکیلا اکیلا لیا جائے۔ لیکن جب ہم خاص طور پر سینٹ پولوس سے مقابلہ کریں تو یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ خدا کی الوہیت میں صرف ایک ہی شخصیت پائی جاتی ہے۔ اب ہم کتاب (EXODUS) کی طرف آتے ہیں۔ وہاں ہم پڑھتے ہیں۔ کہ خدا حضرت موسے کو حجازیوں میں آگ کے شعلوں کے اندر دکھائی دیا۔ اور اُن کا نام لے کر پکارا۔ اُس بیان سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ وہ وہی شخصیت تھی جس کو ہم باپ کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن جب

ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روح پانی کی سطح کے اوپر اور پر چلی "نیز یہ کہ اُس نے اُن کے ساتھ جدوجہد کی۔" اور جب ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ بائبل کی یہ تمام آیات خدا کی روح نے تیار کی ہوئی ہیں۔ تو ہمیں ضروری طور پر یہی نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ خدا نے بنی اسرائیل کو مصر میں سے باہر نکالنے کے لئے اپنی روح کو بھیجا تھا۔ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ الوہیت (GODHEAD) کا تثلیثی اصول اس ذکر کی وجہ سے پورے وقوق سے مانا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ :- جب خدا نے موسے کو مصر میں واپس لوٹ آنے کو کہا۔ تو موسے نے کہا۔ جب میں بنی اسرائیل کے پاس آتا ہوں۔ اور اُن سے یہ ذکر کرتا ہوں۔ "تمہارے باپ دادا کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔" تو وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ اُس کا کیا نام ہے۔ اُن کو میں کیا جواب دوں گا؟ اس طرح موسے خدا سے پوچھتے ہیں کہ اُس کا کیا نام ہے۔ ایسا نام جو خدا کی فطرت یا صلیت کو ظاہر کرے۔ لیکن جو نام موسے کو بتلایا گیا۔ وہ کسی شخصیتوں کی تثلیث کا اظہار نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ اچھی طرح سے ظاہر کرتا ہے کہ خدا صرف ایک شخص کا نام ہے۔ اور خاص طور پر یہ مفہوم اُس حالت میں دلایا گیا۔ جبکہ لفظ ایلوہیم بذات خود صیغہ جمع ہے۔

اور ایلوہیم نے کہا میں ہوں وہ جو ہے جو کہ میں ہوں۔ اسحاق کے ایلوہیم اور یعقوب کے ایلوہیم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ ہے میرا نام ہمیشہ کے لئے اور یہ ہے میری یادداشت اُنہوں نے والی تمام نسلوں کے لئے۔"

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اُن نے آباد اجداد کا ایلوہیم صرف ایک ہی واحد انیت ہے۔ جو کہ میں ہوں۔ (صیغہ واحد)۔ اس سے تثلیث کا مفہوم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کسی دوسری شخصیت کا جسے خدا کا ابدی بیٹا کہا جاتا ہے۔ اور نہ ہی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیہوواہ کی روح اُس سے کوئی علیحدہ شخصیت ہے۔ یہ صریحاً واضح الفاظ میں ہمیں بتلا رہی ہیں کہ ایلوہیم جو کہ اُن کے آباد اجداد کا ایل شادے (EL-SHADDAY) ہے۔ وہ ایک ہی شخص تھا۔ خدا جیسی جگہ بھی یہ اظہار نہیں کرتا۔ کہ معبودین چیزوں سے بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ صریحاً اپنی روح کے متعلق بتلاتا ہے کہ وہ خود اُس کی اپنی ذات ہے۔ لیکن ہمیں کسی اور شخصیت (یسوع مسیح) کے متعلق جسے تثلیث پر ایمان رکھنے والے خدا کہا جاتا ہے۔ کوئی شائبہ تک اشارہ نہیں ملتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسرائیل کا ایلوہیم دیکھا۔ اور اُس کے پاؤں کے نیچے اس طرح کا فرش تھا۔ جو گہرے نیلے رنگ کا شفاف پتھر سے بنا ہوا تھا۔ اور اُس نے بنی اسرائیل کے شرنا و پر اپنا درست زرخش نہیں بڑھایا۔

انہوں نے ایوبیم کو بھی دیکھا اور اُس کے ساتھ کھانا کھایا اور پانی پیا۔
اب ہمیں یہ بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ عہد عتیق سے اسرئیلیتی عقیدہ
کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔ اب دیکھا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ
کیا فرماتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کی ذاتی رائے کیا ہے۔ عیسائی لوگ اگر
موسے کے قوانین کی پرواہ نہیں کرتے اور عہد عتیق کی آیات کو بھی منہ
اہمیت نہیں دیتے۔ تو کم از کم اپنے پیغمبر عیسیٰ کے ارشادات کا تو ضرور احترام
کرنا چاہیے۔ ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

ہم الوہیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قانون کے خلاصہ کے تحت حضرت باب
ہی ہستی کی وحدانیت کو پاتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ فرماتے ہیں: اے بنی اسرائیل سنو۔
جو ہر ذرا یعنی ایوبیم ہمارا ایک ہی جو ہر ذرا ہے۔ اور اس خیال کی تائید حضرت عیسیٰ کے الفاظ سے
بھی ہوتی ہے۔ جو انہوں نے جواباً کاتب کو کہا تھا جس نے یہ پوچھا تھا کہ احکام الہی میں سے کونسا
حکم سب سے اول اور عظیم ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ سب احکام میں سے سب سے پہلا حکم
... اے بنی اسرائیل سنو یہ ہے کہ ہمارا خداوند خدا ایک خداوند ہے۔
تا خدا کی حکومت ہے۔

مندرجہ بالا شہادت کے تحت یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تئیس کا قانون حضرت
موسے اعلیٰ مقدس تحریر میں سے اخذ نہیں ہو سکتا۔ یعنی اسی کا رد و نشان عہد نامہ عتیق میں نہیں
پایا جاتا۔ نیز اقیاس حضرت داؤد کی زبور صحیفے۔ راک کے ساتھ گانے و ان مناجات
بھی ان عجیب و غریب قانون کی کوئی نشاندہی نہیں کرتی۔ خواہ اللہ تعالیٰ کی روح ہر ذرا
کی کیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عہد عتیق بھی تثنیت کے متعلق نہیں بتاتا۔ کون کونسا
قانون خدا اور اس کی روح دونوں ایک ہی ہوتی ہے۔ دونوں الفاظ ایک ہی چیز کو
کہتے ہیں۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے معبود یعنی خدا کے متعلق خبر زیادہ سے کیا انشائیہ ہوا ہے
نام مطالب کے لئے یہ کافی ہو گا۔ کہ ہم صرف اسی پر اگراف بحث کے لئے پیش نظر رکھیں۔ جو
تثنیت کے حامیوں کے نزدیک اُن کا سب سے منظور طریقہ ہے۔ یعنی وہ عہد نامہ جو ان کے
عقائد کو مضبوطی دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔
... بتیسرے دے جانے کے بعد یسوع یروشلیم سے باہر نکلے۔ اور وہ بھی...

آسمانوں کے راز اُس پر کھل گئے۔ اور اُس نے دیکھا کہ خدا کی روح کمبوتر کی طرح اُس کے اوپر اتر کر بیٹھ گئی ہے۔ اور سینے سے آسمان سے ایک آواز آرہی ہے یہ کہتے ہوئے "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں بہت ہی خوش ہوں۔"۔

اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ خدا اور اُس کی روح کو دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں سمجھنا چاہیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فقرہ کہ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے" کا اصل مفہوم کیا ہے؟ اس انسان یسوع کو حضرت یحییٰ (ع) نے اُن کو پختہ کرنے دیا ہے۔ اور جب وہ پانی سے باہر نکل آیا۔ خدا کی روح نیچے اُتر آئی۔ اور اُس کے اوپر بیٹھ گئی۔ اور آسمان سے اُسے والی آواز نے کہا "یہ میرا پیارا بیٹا ہے"۔ یعنی یہ آدمی یسوع جس کو یوحنا نے پختہ کیا ہے اور جس کے اوپر تم روح کو بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ یہ الفاظ گرامر کی رو سے اُس مرد یسوع کی ذات کے لئے مخصوص ہیں۔ یہ کسی ایسے ابدی خدا کے بیٹے کے لئے جو کھائی نہیں دے سکتا اشارہ نہیں کرتے۔ اور یہ کہ دنیا کہ وہاں کوئی ایسا بیٹا تھا جو کسی کنواری کے بطن سے پیدا نہ ہو اور جو یہ شخص ناقابلِ فہم اور غیر مستند بات ہے۔ اس مندرجہ بالا مقولہ کے علاوہ عہدِ جدید میں کوئی ایسا مضمون نہیں ملتا کہ عیاں طور پر یہ کہ دیں کہ ہمیشہ رہنے والا کوئی خدا کا بیٹا ہے۔ پس جس مقام پر لفظ بیٹا استعمال کیا گیا ہو۔ اُس کا اطلاق یسوع بحیثیت انسانی فطرت کے ہوگا۔ ڈاکٹر ارنلڈ میئر نے اپنی کتاب "یسوع مسیح یا یوڈوس" نامی کے دیباچہ میں جس کا عنوان ہمارے آقا کی الوہیت کا قانون دیا گیا ہے۔ اور اُن مثالوں پر دیا گیا ہے جو ہمیں یہ بتلاتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی تمام عمر خیالات اور تعلیم انسانی تقاضوں کے ماتحت محدود تھیں۔ نیز یہ اُن کا انحصار یہودیہ کے خیالات کے مطابق تھا۔ اور یہ تمام تاریخی واقعات ہمارے ملک اور آقا یسوع کی الوہیت کے عقیدہ کے خلاف عکاسی کرتے ہیں۔ ایسے عقاید ہمارے مذہبی رہنما خاص طور پر سینٹ پولوس رکھتے ہیں۔

ایک خدا کو ماننے والے کہتے ہیں کہ لوگوں کو مغالطہ ہے کہ ہم سوسی نس (Socinus) کے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ اُن کے پیروکار ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ اُن کے عقائد بائبل میں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اور انہی پر اُن کے فرقے کا دار و مدار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن کا ایمان حضرت عیسیٰ اور اُن کے حواریوں کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تثلیث پر ایمان رکھنے والے حضرت عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں۔ مگر ایک خدا کو ماننے والے جو خدا کو صرف خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔

دیکھئے۔ انجیل متی۔ باب ۲: ۱۶ (۱۶: ۲)۔ دیکھئے کتاب لائبریری بریکنگ لندن D. 15- ۱۵۹

باب سوئم "بائبل کی تاریخ"

نڈن کی یونیورسٹی سوسائٹی (ایک خدا پر ایمان رکھنے والوں کی انجمن) نے ایک کتاب انجیل کی اصل کتابوں اور ان کے تراجم کے متعلق جستجو، مصنفہ مسٹر ایف۔ بی۔ ڈائٹ۔ پولول سلسلہ ۱۸ء میں چھپوائی تھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا خلاصہ بقی عیسائیت کی تاریخ کے طلباء کے لئے پیش کر دیں۔ عیسائیوں کی مذہبی کتابوں کا ترجمہ کرنا نہایت ضروری تھا۔ سب سے پہلے جس ترجمہ کا ریکارڈ ہمیں ملتا ہے۔ وہ مسٹر ایڈیلم کا ترجمہ ہے۔ جو سلسلہ میں کیا گیا تھا۔ ترجمہ کرنے والا شیربورن کاسب سے پہلا بپ تھا۔ اس کے علاوہ چار کاتبان عہد جدید کاسیکس زبان میں ترجمہ ہوئے تھے۔ اور جس کا عام رواج پایا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ کرنے والا لند شفرن کابشپ ایگبرٹ (EGBERT) تھا۔ اس میں ابواب اور آیات کا کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ یہ ترجمہ شدہ کتاب ابھی تک موجود ہے ان کے علاوہ سلسلہ میں بائبل کے کچھ حصوں کا ترجمہ کیا ہوا اب بھی کیمبرج کی پبلک لائبریری میں دستیاب ہو سکتا ہے +

شاہ الفرید نے حکم دیا تھا کہ ہر دو عہد عتیق اور عہد نامہ جدید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جائے اس نے گنتیوں اور حمد و ثناء کے تحفوں (PSALMS) کے ترجمہ کرنے کا ذمہ خود اٹھایا تھا۔ مگر کتاب کے ختم کرنے سے پیشتر ہی فوت ہو گیا۔ پس اسی ادھوری صورت میں وہ کتاب نڈن میں سلسلہ ۱۹ء میں چھپوا دی گئی۔ ایلفریڈ کی موت کے فوراً بعد عہد جدید کے کئی ترجمے کئے گئے۔ ان میں سے ایک بینیٹ کالج لائبریری کیمبرج میں موجود ہے۔ عہد نامہ جدید کے چاروں کتابوں کے ترجمہ کو نڈن میں سلسلہ ۱۵ء میں چھپوا دیا گیا تھا۔

شاہ اتھلیسن نے انجیلو سیکسن زبان میں ترجمہ سلسلہ ۹۳ء میں کرایا۔ ترجمہ کرانے والے چند یہودی تھے۔ جنہوں نے عیسائیت مذہب کو انہیں ایام میں قبول کر لیا تھا۔

۱۴۹ء میں مسٹر ایلفری۔ کنٹربری کے آرٹ بشپ نے عہد عتیق کے خاصے بڑے حصے کا ترجمہ کر لیا۔ اس کی ایک جلد ابھی تک بینیٹ کالج لائبریری کیمبرج میں پڑی ہوئی ہے۔ سلسلہ ۱۲۴ء میں کارڈنیل ہوگو نے بائبل کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا۔ ان ابواب کو مختلف حصوں میں تقسیم کر نیکی لئے الفاظ C, B, A وغیرہ استعمال کئے گئے۔ یہ الفاظ خاص خاص فصلوں پر

دیئے حوالہ لائبریری برٹش میوزیم نمبر ۸۴۶۹ - ڈی - ۱۵

حاشیوں میں دئے گئے تھے۔

۱۲۹۰ء کے بگ بگ تمام بائیس کا ترجمہ انگریزی زبان میں ہو گیا۔ جس کی تین جلدیں
آکسفورڈ یونیورسٹی میں محفوظ ملتی ہیں۔ ۱۳۶۰ء میں جان ٹریویسٹانے جو کارنوال میں بریکے کا پادری
تھا۔ عہد جدید اور عہد عتیق کا ترجمہ کر دیا۔

۱۳۸۰ء میں ایک ایسا شخص جو ہنر والکلف پیدا ہوا۔ جو آئندہ نسلوں میں ممتاز حیثیت
سے یاد رہے گا۔ اُس پر پادریوں کا عتاب پڑا۔ وہ مذہبی امور کی اصلاح کنندگان میں اویس صف
رکھتا ہے۔ اُسے ہیرلڈ آف ریفریشن کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اُس نے اپنے عہد کی انگریزی زبان
میں مذہبی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اُس زمانہ میں سیکسن زبان سے عوام واقف نہ تھے۔ والکلف کی موت کے
چالیس سال بعد حاکم وقت ایک پادری نے فتوے صادر کیا۔ کہ اُس کا گناہ ناقابل معافی ہے۔ لہذا اُس
کی قبر کو کھود کر اُس کی ہڈیوں کو جلا دیا گیا۔ اور اُس کی راکھ کو لٹور تھ کے نزدیک جو دریا بہتا ہے۔ اُس
میں بہا دیا گیا۔

عہد نامہ جدید کا سب سے پہلا ترجمہ تقریباً ۱۵۲۶ء میں جبکہ ہنری ہشتم کی حکومت تھی۔ پریس
میں چھپ کر تیار ہوا۔ اس کام کے انتظام کے لئے ٹائنڈل کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جس کے دو
نائب کارکن تھے۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ بعد ازاں اسی ٹائنڈل کو مبعہ اُس کے ساتھیوں کے جان
سے ہلاک کر دیا گیا۔ کیونکہ اُس نے ترجمہ کر کے (موجب فتوے پادریوں کے) ایک بہت بڑا گناہ
عظیم کیا تھا۔ ٹائنڈل نے (TUNSTALL) جو لنڈن کا پادری تھا۔ اُس ترجمہ کی اشاعت
کو بند کرنے کے لئے بار اول کی تمام کاپیاں خرید لیں۔ جس سے آئندہ بہت بھاری اشاعت ہو سکتی تھی
اُس نے عہد عتیق کی کئی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا۔ لیکن وہ اُس کی وفات سے پہلے نہ چھپ سکیں۔

سب سے پہلے پوری بائیس کی مکمل ایڈیشن جو اصل دستاویزات سے انگریزی میں منتقل کی گئی۔
وہ مسٹر ٹائنڈل اور کورڈیل کی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ ۱۵۳۴ء میں اسے بیرون ملک میں چھپوایا گیا تھا۔
جو متی کی انجیل کے نام سے مشہور ہوئی۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ اگرچہ ٹائنڈل کو عہد جدید کی اشاعت کی پاداش میں زندہ جلا دیا گیا تھا

تاہم کتاب پیدائش سے لے کر آخر کتاب واقعات (CHRONICLES) تک نیز کتاب حضرت
جونہا (JOHN) اور تمام کی تمام بائیس عہد جدید مسٹر ٹائنڈل کی ترجمہ شدہ کتب ہیں۔ ہر
باقیمانہ کام مسٹر کورڈیل کا کیا ہوا ہے۔ ان سب کی سب کتابوں کو اُسی ہنری ہشتم کے حکم کے تحت

جس نے ٹائٹل کو زندہ جلانے کا حکم دیا تھا۔ عوام کے مطالعہ کے لئے ہر گرجا کے معروف حصوں میں رکھنے کا اہتمام کیا گیا۔

۱۸۹ء میں ڈاکٹر کیمپ بپ نے چاروں انجلیوں کے تراجم کو چھپوایا۔ یہ ایسا اچھا کام تھا کہ کوئی مقدس لقب کا دلدادہ تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ۱۸۹۱ء میں ڈاکٹر ایگزینیڈر گیڈی نے انجیل کے ترجمے کی اپنی پہلی جلد شائع کرائی۔ اس کے بعد ۱۸۹۷ء میں دوسری اور ۱۸۹۸ء میں تیسری جلد شائع بھی کرائی گئی۔ تیسری جلد میں تورات کی پہلی پانچ کتابوں پر نقطہ چینی کی گئی۔ مندرجہ بالا مشہور و معروف ترجمے صرف پر وٹسٹنٹ فرقے کی محنتوں کا نتیجہ ہیں۔ لیکن کیتھولک عیسائیوں نے بہت عقیدے ترجمے کئے۔ کیونکہ ایک عرصہ سے وہ یہ خیال کرتے چلے آئے تھے کہ مقدس کتابوں کو غیر زبانوں میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس گناہ عظیم کی پاداش میں مترجم کو زندہ جلا دینا ہی بہتر ہے۔

عہد جدید کے غیر مستند لٹریچر کی تاریخ

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ عہد جدید کے لئے جن جن انجلیوں اور خطوط وغیرہ کو مستند قرار دیا جاتا تھا۔ ان کے بعد جو لٹریچر فالتو اور پر اسرار سمجھا گیا۔ اُس کا کیا ہوا۔ ایسی تمام مذہبی کتابوں وغیرہ کو جنہیں موجودہ بائبل میں شامل کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ ان سب کو اکٹھا کر کے ٹائیس (NICE) کی پہلی کونسل نے ایک جلد میں شامل کر دیا۔ مسٹر ٹورٹن (MR. TORTIN) اس کونسل کے متعلق یوں لکھتا ہے۔

اسکندریہ کا بشپ ایگزینیڈر اور ایریئس (ARIUS) جو ایک پریسبیٹین عقیدہ سے متعلق رکھتا تھا۔ یسوع مسیح کی حقیقت کے سوال پر دونوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ بشپ ایگزینیڈر ایریئس کے نقطہ نگاہ سے بہت ناراض ہو گیا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ دیگر حاضرین مجلس کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتا چاہتا تھا۔ اس لئے بھی وہ بہت برا فروختہ ہو گیا۔ اُس نے بحیثیت ایک مذہبی لیڈر کے ایریئس کو حکم دیا کہ وہ اپنی ہوش کو سنبھالے۔ اور اپنے عقیدے کو تبدیل کر دے۔ ایک انسان اپنے خیالات کو اتنی آسانی سے تبدیل کر سکتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنا کوٹ اتار کر دوسرا پہن لے۔ پھر اُس نے ایک جنگ کی کونسل بلائی۔ جس میں ایک سو پادری شامل تھے۔ کونسل نے ایریئس کو اپنے مرتبے سے گرا دیا۔ برادری سے اُس کے تمام تعلقات توڑ دئے گئے۔

اور مذہبی طور پر اُسے مردود قرار پایا گیا۔ اُس کے ساتھ اور کئی پادریوں کا جن میں دو بشپ بھی شامل تھے۔ یہی حشر ہوا۔ اسکے بعد الیگزینڈر نے ایک مراسلہ جاری کیا جسے تمام پادریوں کو بھیجا گیا اس فتوے کی روئے سے ایرمیس اور اُس کے جملہ ساتھیوں کو کافر اور ملحد۔ مردود اور مطعون۔ خدا کے دشمن۔ جاہل مطلق اور غلیظ بتلایا گیا۔ نیز انہیں حضرت عیسیٰ کے دشمنوں کے پیشرو جوڑا دی۔ اسکارٹریٹ کے پیروکار اور ایسے لوگ جنہیں مذہب آداب و سلام کہنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ انہیں خوش آمدید کہنا جائز ہے وغیرہ وغیرہ کے فتووں سے خطاب کیا گیا۔

بہیں بڑے وثوق سے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے بشپ الیگزینڈر اور اُس کے ساتھی پادرساؤں مخالفت کی ان کے اخلاص اور سچائی کے متعلق تو کسی قسم کا شک و شبہ کرنا نہیں چاہیے مذہبی فتوے دینے والوں نے سوائے اس بات کے کہ اُن کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ یا اُن کے لئے تنہا آمیز کلمات کہے گئے اور کیا بگاڑ لیا۔ اس مخالفت میں ہر دو جانب بے شمار لوگ شریک تھے عیسائیت میں اس فرقہ بندی کا جو حال چوتھی صدی عیسوی میں تھا۔ وہی ہمیشہ ابھی تک چلا آ رہا ہے نائیکو میڈیا کے یسوبیس (EUSEBIUS) اور مورخ یسوبیس نے ہر ممکن کوشش کی۔ کہ الیگزینڈر بشپ کے غصے کو مدہم کیا جائے۔ اور اُسے آمادہ کیا جائے کہ جھگڑا ختم ہو۔ شاہ قسطنطین نے کور ڈوبا کے رہنے والے قابل احترام ہوسٹیس (HOSIUS) کے ساتھ الیگزینڈر کو ایک خط بھیجا۔ اور ساتھ ہی دوسرا خط ایرمیس کو بھی بھیجا۔ جس میں اُس نے پھر پہلے ہی سے اُن کو متنبہ کر دیا۔ کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر فساد اور جھگڑا برپا کر کے چرچ میں اضطراب پیدا کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ سقراط کے قول کے مطابق ہر دو فریق یکساں طور پر جھگڑا لہوا اور اکھڑ ثابت ہو چکے ہیں۔ اس بات کا فیصلہ کرنے اور دیگر امور کے متعلق نتیجہ سمجھ کرنے کے لئے تائیس کی کونسل بلائی گئی۔ جس میں تین سو اٹھارہ بشپ لوگوں نے حصہ لیا۔ تین صد اٹھارہ کی ایک پراسرار تعداد مقررہ ہے۔ جس کے متعلق بڑے بڑے عالم فاضل علماء مختلف روایات بیان کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس کونسل کا ماحصل جیسا کہ تمام نمبر بیان کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ تھیودورٹ نے خود کہا ہے۔ جو معلوم ہوا وہ یہ تھا۔ بشپ لوگوں نے ایک دوسرے پر الزام لگانے شروع کر دیے۔ اور اسی طرح سے وقت ضائع کیا گیا۔ شہنشاہ قسطنطین نے ان کے تحریر شدہ الزام اور مسودے سب جلا دیے۔ اور انہیں دھمکی دی۔ کہ صلح صفائی اور اتحاد قائم کرو۔ اگر انہوں نے قابو سے باہر۔ کہ اُس کے خوف اور احترام کی پروا نہ کی۔ تو یقیناً انہیں اپنا وقت جھگڑوں اور طعنوں میں ضائع کرنا ہو گا۔

کلیسائی تاریخ میں نائیس کی کونسل کی رویداد ایک بہت مشہور اور دلچسپ واقعہ ہے اور جو چیز بہت حیران کن ہے۔ وہ یہ ہے کہ جولائی ۳۲۵ء اور بے اعتنائی برتنی گئی۔ شاید ہی عیسائیت کی تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کر سکے۔

پرانے زمانے کے مورخ اس کونسل کے اعتقاد کی تاریخ اور وقت کے تعین میں متفق نظر نہیں آتے۔ نہ وہ یہ بتلاتے ہیں کہ وہ کہاں قائم ہوئی۔ کتنے ممبروں نے حصہ لیا۔ اور کس شخص کی عہداریت کی ہوئی۔ اس اہم و مشہور فیصلے کے قابل اعتماد روابط کو تحریر میں نہیں لایا گیا تھا۔ کم از کم یہ بات تو کہی جاسکتی ہے۔ کہ ان میں سے کوئی چیز بھی آج ہمارے پاس موجود نہیں ملتی۔ اگرچہ یہ بات تو قابل یقین نہیں ہے۔ کہ موجودہ عہد جدید کی کتب کو نائیس کی کونسل نے مستند قرار دیا تھا یا کسی اور نے۔ یا یہ کہ ان کتابوں کو کتب اور کس نے اکٹھا کر کے ایک جلد کی صورت دی تھی۔ مگر ان کو قرون اولیٰ کے عیسائی کاتبوں نے ۳۵۰ء میں اصل اور قابل یقین قرار دیا تھا۔ نیز یہ کہ ان کا انتخاب مختلف دیگر اناجیل اور مکتوبات میں سے کیا گیا تھا۔ جن کے عنوانات کی تفصیل ۲۱۰ء میں پرانے بزرگوں اور کلیسا کے اولین مورخوں کی کتابوں میں ملتی ہے۔ لامحالہ ہم ان کو عہد جدید کے قائلو لٹرچر سے خطاب کریں گے۔ اور وہ شخص جو اس لٹرچر کو عہد جدید کی اناجیل کو جس کی دو جلدیں ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ اور اس کے احوال پر کے متعلق موجودہ دستیاب ریکارڈ رکھتا ہے۔ وہ تمام لٹرچر سیرا کی وفات کے چار سو سال بعد کے عیسائیوں کے ماں مقدس خیال کیا جاتا تھا۔ اب ہم پہلے چار سو سال کے عیسائی مصنفین کی فہرست پیش کرتے ہیں جن کی تحریروں میں عہد نامہ جدید کی کتب کی فہرست ملتی ہیں۔

مصنفین کے نام۔ جس وقت وہ رہتے تھے۔ موجودہ لٹرچر سے کی یا بیشی

اوریجن (ORIGEN) A.D. ۲۱۰ اس میں جہیز اور جوڈی کے مکتوبات کو حذف کیا گیا ہے۔ لیکن ان کو دوسری تحریروں میں لکھ دیا گیا ہے۔

۲۔ پوسٹیس (POSTHUMUS) اس کی زیادہ تر تفسیر اس میں رہی کہ مسکوم کیا جائے۔ کوئی اہل ہیں اور کوئی نہیں

۳۔ ایجنسیس۔ اسکندریہ کا بپتسمہ ۳۱۵ء ایضاً۔ ایضاً

۴۔ سائبریل۔ یورشلم کا بپتسمہ ۳۴۰ء

کتاب (REVELATION) کو حذف کیا گیا۔ باقی سب عینی مطابق ہیں +

۱۔ دیکھئے۔ ECCLES. HISTORY مصنفہ موشیم (MOSHEIM) ۱۷۵۰ء

مصنفین کے نام	جس وقت وہ رہتے تھے	موجودہ لٹریچر سے کمی یا بیشی
۵۔ لائیوڈیسا کی کونسل میں حاضرین بشپ	۳۶۴	صرف کتاب (REVELATION) کو ہی حذف کیا گیا ہے۔
۶۔ ایقنیسیٹس۔ قرص میں سلازمیس (SALAMIS) کابشپ	۳۷۰	موجودہ کے عین مطابق ہے۔
۷۔ گرگری نازین زین۔ قسطنطنیہ کابشپ	۳۷۵	صرف REVELATION کو حذف کیا گیا ہے
۸۔ ریلیا سٹریٹس۔ بیکسیا کابشپ	۳۸۰	سوائے پولوس کے تیرہ مکتوبات۔ میریو لوگوں کو خط اور REVELATION
۹۔ جیروم	۳۸۲	باقی سب وہی جواب موجود ہے۔ پیر لوگوں کو جو خط لکھا گیا تھا۔ اس کے حوالے سے
۱۰۔ ریفن اسکیری لیمبیم۔ کارپس بائسٹر	۳۹۰	وہی جو آج موجود ہے جو آجکل ہے
۱۱۔ آسٹن۔ افریقہ میں ہیپو (HIPPO) کابشپ	۳۹۲	ایضاً۔ ایضاً
۱۲۔ کارتیجی کی تیسری کونسل میں حاضرین چوالیس بشپ بمعہ سینٹ آسٹن	۳۹۲	ایضاً۔ ایضاً
۱۳۔ ڈائیوناسیٹس دی ائیرلینڈ نامی کتاب کا گنام مصنف	۴۹۰	ایضاً۔ ایضاً

حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی درس تدریس

عیسائی عقیدہ کے اصول (ایمان کے اصول)

سینٹ پولس کے جرات مندانہ اصول ایمان (DOCTRINE) تیار کرنے کے پیش نظر جس میں یہ دعوے کیا گیا تھا۔ کہ وہ جملہ مذہبی مطالبات پر مکمل عبور رکھتا ہے۔ اور غالباً ایسی اوشح کے مقام پر پہلی صدی کے آخری سالوں کے لگ بھگ عیسائی لوگوں نے یہ ضروری سمجھا کہ یہودی روایات کی طرز پر انسانی رویہ کے لئے ایسے قوانین وضع کرنا ابط وضع کئے جائیں جو عیسائیوں کے اخلاقیات کو عملاً مزید وضاحت سے تعین کر سکیں۔

اس قسم کے میگزین کے لئے انہوں نے بارہ حواریوں کی درس و تدریس کی تائید کا مطالبہ کیا۔ اور یہ کہ اس مستند مسودہ یا کتاب کا نام "مقدس حواریوں کی درس و تدریس" رکھا جائے۔
(THE TEACHING OF THE APOSTLES)

سب سے پہلی بات یہ ہے۔ کہ یہ ڈوکٹرین (اصولات ایمان) ناممکن ہے۔ جو یہ نہیں بتلاتا۔ کہ کن کن گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ یہ زندگی بسر کرنے کے دوران تقریباً ہر مختصر سے احکام خداوندی کا تعین کرتا ہے۔ اور دس احکام خداوندی (موسوی احکام) کی طرز پر اکثر منع کرنے والے حکم پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد موت کے متعلق چالیس مزید احکام کی فہرست ملتی ہے۔ جن میں کافر اور ملحد لوگوں کے مذہم بدواح اور اصول کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ منجملہ جادو۔ علم نجوم اور ساحرانہ طرز کے جہتر منتر بھی شامل ہیں۔ لیکن اس میں رعنائی اور صداقت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے۔ کہ اس نئے مذہب کے لئے پرانے (موسوی قوانین کی حدود کو توڑا جائے۔ تاکہ پولس کے مقرر کردہ قوانین کے تحفظ کے لئے عیسائیت کی پرانی باقیماندہ عقیدت کو جو لوگوں کے دلوں میں شروع سے چلی آ رہی تھی۔ اُسے کم کر دیا جائے۔

اس چھوٹے سے عجیب پمفلٹ کے یونانی مسودہ کے متعلق ہمیں ابھی تک کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ اور اُس کے دو لاطینی زبان میں مسودہ جانتے یا اُس کا کچھ حصہ جن کا ہمیں پتہ چلتا ہے۔ اُس کے متعلق لوگوں کو یہ مغالطہ لگا پڑا ہے۔ کہ وہ حواریوں کی اصلی درس و تدریس (DIDACHI, کا ترجمہ ہے۔

(لفظ اصل درس و تدریس سے مراد وہ تعلیم ہے جو بارہ حواری (شاگرد) یا اُن کے ساتھ مل کر محنت و مشقت کرنے والے۔ خاص طور پر وہ بزرگ جنہوں نے اپنی اپنی تحریریں یا مکتوبات پیچھے چھوڑی ہیں۔ مثال کے طور پر برناباس روما کے کلمنیٹ اگنیٹیس۔ ہرمیس اور پوٹی کارپ کے نام قابل ذکر ہیں۔ اُس کے دو صد سال سے زیادہ عرصہ کے بعد ایک لاطینی حصہ جس میں اس کا حصہ اول شامل تھا۔ چھپوایا گیا۔ اسے مسٹر بن مارڈ پیر (BERNHARD PEX) نے جو میلک کا لائبریرین تھا۔ دسویں صدی عیسوی کے میلک زبان میں ایک مسودہ سے ترجمہ کیا گیا تھا۔ جب ۱۸۸۲ء میں یونانی درس و تدریس چھپوائی گئی۔ اُس وقت یہ لاطینی درس و تدریس کا جز و بطور ایک اصلی درس و تدریس کے ایک حصہ کا لاطینی ترجمہ مانا جاتا تھا۔ لیکن ۱۸۹۹ء میں میونخ میں گیارہویں صدی والے مسودہ کا انکشاف ہوا۔ تو اُس کی رو سے سے ایک دوسرے لاطینی مسودہ کا پتہ چل گیا۔ جو کہ اسی قسم کے مواد کا حامل تھا۔ اور حجم میں اُس کا یہ گنا تھا۔ اور وہ عبادت کے حالات سے بھرپور تھا۔ یہ بھی درس و تدریس (DIDACHÉ) کا بطور ایک لاطینی ترجمہ عملاً تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن درس و تدریس کا بحیثیت ایک لاطینی ترجمہ ہونے کے وہ (DOCTRINA) (جیسا کہ لاطینی زبان میں پکارا جاتا ہے) جس میں عقائد کے اصول درج ہو کر تھے۔ ضرورت سے بہت کم مواد کا حامل تھا۔ کیونکہ پہلی بات یہ ہے۔ کہ اصلی (DIDACHÉ) کے پہلے نصف حصہ سے بھی اُس کا حجم تقوڑا تھا۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اُس کے دوسرے نصف حصے کے ۱/۲ حصے کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ جس حصہ میں کتاب کے بڑے اہم امور ملتے ہیں۔ زیادہ تر وہ وعظ و نصیحت کے پیش بہاموتی جو پہاڑ کی چوٹی پر کھائے گئے تھے۔ غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوگا۔ کہ وہ (DIDACHÉ) (حواریوں اور شاگردوں کا درس و تدریس اور تعلیمات) نہیں۔ بلکہ یونانی اسلیت (DOCTRINE) (اصول ایمان) ہے جسے یونان کے برناباسی طرز پر بنایا گیا تھا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگر پولوس کے سب سے پہلے خطوط ۹۵ء سے بہت زیادہ پیشتر نہیں لکھے گئے تھے۔ تو اس قسم کا کھوٹا پن جیسا کہ یہ (DOCTRINE) پیش کرتا ہے۔ وہ ضرور اُس کے جلد بعد لکھ دئے ہونگے اور اُس کا تعین سنہ عیسوی کیا جاسکتا ہے۔

غیر مستند قرار شدہ مقدس کتابیں

عہد جدید :-

۱۔ یاسیلین۔ اناجیل۔

۱۔ خدا کی غیر مستند حکایات جو عیسائیت اور یہودیت میں پائی جاتی ہیں۔

۲۔ عبرانی لوگوں کی تیار شدہ انجیل۔

۳۔ مصری لوگوں کی انجیل۔

۴۔ سب سے پہلے اعلان کردہ سینٹ جیمز کی انجیل۔

۵۔ نکوڈیمس (NICODEMUS) کی انجیل۔

۶۔ سینٹ پیٹر کی انجیل۔

۷۔ تھومس کی انجیل۔

۸۔ بارہ حواریوں کی انجیل۔

۹۔ اینڈریو کی مشترکہ انجیل۔

۱۰۔ اپیلا (APELLA) کی متحدہ انجیل۔

۱۱۔ برناباس (BERNABAS) کی انجیل۔

۱۲۔ بار تھو لومیس (BARTHOLOMEW) کی انجیل۔

۱۳۔ یاسیداس (BASILIDAS) کی انجیل۔

۱۴۔ کیرنٹھس (CERINTHUS) کی انجیل۔

ان کے علاوہ دیگر سترہ اناجیل اور بھی ہیں جن کا میزان اکتیس ہے۔

(ب) حواریوں کے افعال اور تعلیمات یا درس و تدریس

۱۔ اینڈریو (ANDREW) کے افعال (ACTS) اور مابعد کے حالات

۲۔ یوحنا کے افعال (ACTS)

۳۔ پولوس

- ۴ - پیٹر
 ۵ - پیٹر کی وعظ و نصیحت -
 ۶ - تھومس کے افعال -
 ۷ - بارہ حواریوں کی درس و تدریس -
 ۸ - حواریوں کے انتظامیہ ادارے (CONSTITUTIONS)

خطوط یا مکتوبات

- (ج) ۱ - ایگر (ABGAR) کے خطوط
 ۲ - برناباس کے خطوط
 ۳ - کلیمنٹ (CLEMENT) کے خطوط
 ۴ - کلیمنٹ کا کورنٹی لوگوں (CORINTHIANS) کو دوسرا خط -
 ۵ - کلیمنٹ کے کنوارا پن کے متعلق (ON VIRGINITY) خطوط
 ۶ - "سنیٹ جیمز کے نام خطوط
 ۷ - ایگنیشیوس (IGNATIUS) کے خطوط
 ۸ - پولی کارپ (POLYCARP) کے خطوط
 ۹ - پولوس (PAUL) کے خطوط کورنٹی لوگوں کی طرف - ان کے علاوہ ادبیات اور مکتوبات کی ایک بڑی لمبی فہرست ہے جن کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا -

عہد عتیق کے متعلق غیر مستند لٹریچر -

عہد عتیق کے تقریباً پندرہ مختلف اقسام کے ادبیات جنہیں غیر مستند اور فالتو قرار دیا گیا ہے۔ ان کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا۔ اس کے لئے کتب مقدس اور غیر مستند لٹریچر کی ترمیم شدہ سینیڈر ڈائریشن ملاحظہ فرمائیے اشاعت کردہ تھومس نیلسن اینڈ سنز - لنڈن - پیرس اور شمالی امریکہ - مطبعہ ۱۹۵۹ء کتاب کے اس حصے میں ہم عیسائیت کے طالبان علم کی خاطر مزید روشنی ڈالیں گے۔ اداران حقائق سے روشناس کریں گے۔ جن کی وجہ سے موجودہ عیسائیت کی داغ بیل پڑی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بطور ایک پیغمبر کے آئے اور اپنے ساتھ معجزات اور بیمار لوگوں کو تندرست کرنے کے لئے صلاحیتیں ساتھ لائے۔ اُس نے یہودیوں کے اندر کجروی اور گناہ دیکھے۔ اُس نے انہیں نصیحت کی۔ کہ وہ اپنے کئے پر ہتھپٹائیں اور توبہ کریں۔ اور اس بات کا اعتراف کریں۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور یہ کہ وہ خدا سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ اُس نے اپنے شاگردوں کو مختلف قصوں اور شہروں کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ انہیں توبہ کرنے کی تلقین کریں۔ اور انہیں بتلا دیں۔ کہ خدا کی بادشاہت نزدیک آرہی ہے۔ یہودیوں نے اُس پر سختی کی۔ اور ظلم ڈھائے۔ اور اُس کے شاگردوں کو یکے بعد دیگرے قتل کرنا شروع کر دیا۔ بعض اپنی اپنی جان بچانے کے لئے چھپ گئے۔ پس ایسے حالات کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن تھا کہ اپنے مذہب کی شریعت کے تحفظ کے لئے کسی قسم کے قوانین و ضوابط مرتب کر سکتے۔ وہ اور اُس کے حواری ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ جبکہ ابھی یہ نیا مذہب اپنے بچپن کے دور سے گزر رہا تھا۔ اگر کوئی یہ پوچھتا۔ کہ اپنے مذہبی فرائض کے مطابق ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اور کس طرح دینی رسومات کی ادائیگی ہو۔ تو یہی جواب ملتا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرو۔ جب لوگ حضرت عیسیٰ کو اپنے شاگردوں کے ہمراہ پاتے۔ تو وہ کہا کرتے تھے۔ کہ یہ اصلاح کرنے والے (REFORMERS) ہیں۔ آج ہم جو بھی عیسائیت میں قوانین۔ عقائد اور رسومات دیکھ رہے ہیں۔ یہ محض سینیٹ پولوس اور دوسرے مذہبی رہنماؤں اور پادریوں کی من مانی اختراعات ہیں۔ یہ نئی نئی باتیں مقدس حواریوں کے فوت ہو جانے کے بعد جبکہ وہ مذہبی ڈھانچہ نامکمل چھوڑ گئے تھے۔ پیدا ہوئیں۔ عیسائی پیروکار اندھیرے میں اپنا راستہ ڈھونڈ رہے تھے۔ اور وہ لوگ جو اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا سکتے تھے۔ یا صاحبِ اقتدار تھے۔ وہ لوگوں کو اپنے عقائد کے مطابق ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ ایسے ہی حالات میں پولوس ایک اچھا خاصا لیڈر بلکہ رسول منوانے میں شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اُس پر بھی یہودیوں نے اُس کے خلاف مقدمہ چلایا اور سر کو کاٹ دیا گیا۔

صدیاں گزرتی گئیں اور پھر بے شمار اناجیل کا ظہور ہونے لگا۔ اور حضرت عیسیٰ کی روایات اور احادیث بھی جن کو ایگر افالٹریچر (AGRAFA LITERATURE) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ معلوم ہونے لگیں۔ ایسی روایات کے اکٹھا کرنے میں ایفرڈریسج۔ نیل۔ روپس وغیرہ وغیرہ کے نام پیش پیش ہیں۔ یہ نیا ایگر افالٹریچر ہمیں فرانسیسی۔ جرمن۔ ڈنچ۔ اٹلین اور انگریزی زبانوں میں مل سکتا ہے۔ سب سے زیادہ حجم والا۔ اور نیا ترسیم شدہ لٹریچر مشرق میں چھپا تھا

جسے انگریزی زبان طلباء اور عوام پڑھ سکتے ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں چند احادیث قرآن شریف اور مسلمان علماء کی کتب میں سے پیش کی ہیں۔ اور چند یہودیوں کی مشہور کتاب تاملد میں سے کتاب کی گئیں ہیں۔

لیکن کوئی شخص یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ کوئی صحیح ہیں اور کوئی درست نہیں ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سی مقدس کتابیں جو قرون اول کے بزرگ کہہ گئے تھے۔ نظر انداز کر دی گئیں۔ اور اس عہد جدید کی انجیل کو سبقت دیکر مستند قرار دیا گیا۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اپنے نئے مذہب کو نامکمل چھوڑ گئے۔ لیکن آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر یہ پیش گوئی فرما گئے۔ کہ اُن کے بعد فار قلیطہ کا ظہور ہوگا۔ اور ان کو تمام باتوں سے آگاہ کر دے گا۔ یعنی اُس کے مذہب کو تکمیل حاصل ہوگی۔ اور وہی حضرت عیسیٰ کے اقوال انعال کی تصدیق فرمائیں گے۔

سینیٹ برناباس - (ST. BERNABAS)

منحصر سوانح حیات

جوزف یوسف، جسے حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے برناباس کا لقب دیا تھا۔ جزیرہ قبرص میں رہنے والا ایک یہودی تھا۔ اُس کا شجرہ نسب لیوی (LEVI) قبیلہ سے ملتا تھا۔ وہ بہت عرصہ سے عیسائی ہو چکا تھا۔ اور عمر میں یقیناً سینیٹ پولوس سے بڑا تھا۔ سینیٹ برناباس تقریباً پچپن سال کا ہوگا۔ جبکہ یروشلیم کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔ اور اُسی زمانہ میں اُس نے اپنا خط لکھا تھا۔

جب برناباس اور پولوس اکٹھے سفر کیا کرتے تھے۔ تو ہر دو کو لوگ حضرت عیسیٰ کے شاگرد (APOSTLES) کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ عہد جدید میں آخری مرتبہ پر جب برناباس کا ذکر آتا ہے۔ تو اُس میں اُس کے خط کا ذکر جو کولوشین لوگوں (COLOSSIANS) کو بھیجا گیا تھا۔ آتا ہے۔ جب پولوس کو مارک (مرقص) کے متعلق اُسے برناباس کا بھانجا یا بھتیجا کہہ کر ذکر کرنا پڑا۔ اور ساتھ ہی یہ کلمات کہے گئے۔ کہ "جس شخص سے تمہیں احکام ملے ہیں اگر وہ (برناباس) تمہارے پاس آئے۔ تو اُس سے ملاقات کر لینا۔" اس طریقہ سے پولوس

نے کو لوٹین لوگوں کو پراپیٹ طور پر برناباس کی وعظ و نصیحت کے خلاف خبردار کر دیا تھا۔ یہی ایک معقول وجہ تھی جس کی وجہ سے برناباس کو پولوس کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔ برناباس نے ایگزینیڈر کے فلسفہ سے کسی حد تک اثر قبول کر لیا ہوا تھا۔ جو بلاشبہ پولوس کی تعلیم کی خاصیت تھی۔

غالباً وہ جلد باز مقرر تھا۔ جیسا کہ اُس کے لقب برناباس سے ظاہر ہے۔ یعنی خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ بلکہ اُسی وقت جو ایابول پڑتا تھا۔ لفظ برناباس کا مطلب ہے۔ وہ شخص جو زوردار الفاظ میں نصیحت کرتا ہے۔ چونکہ وہ حضرت موسیٰ کے لیوی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ آیات مقدسہ سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ لیکن جہاں تک اُس کی جائے پیدائش کا تعلق ہے۔ اُسے عبرانی زبان سے زیادہ یونانی زبان پر عبور حاصل تھا۔

اس کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب نیرو (NERO) کے حکم سے عیسائیوں کا قتل عام سلسلہ میں شروع ہوا۔ تو برناباس اپنی جان بچانے کیلئے کسی محفوظ جگہ میں چھپ گیا۔ وہ کسی ایسی جگہ پر چلا گیا تھا۔ جس کا نام ویتہ اُس نے ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اُس وقت اُس جگہ سے جبکہ ویسپیسی کے (VESPASIAN'S REIGN) عہد حکومت کا آغاز تھا۔ وہ اُس حجم غصیر کو خط لکھ سکا۔ جن پر اپنی شہادت سے پیشتر حکومت کرتا تھا۔

وہ پرانے مضمون نگار جو اس مکتوب پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اسے برناباس سے منسوب کرتے ہیں جو جزیرہ قبرص میں لیوی خاندان کا ایک فرد تھا۔ وہ عیسائیت میں جبکہ ابھی اُس کے بچپن کا آغاز تھا۔ ممتاز شخصیت کا حامل تھا۔ ادوری جین (ORIGEN) احتراماً اس خط کو کتیوٹک خط کہہ کر دکھارتا ہے۔ یعنی ایک ایسا خط جس میں فراخ دلی سے ہمدردی اور رحم پایا جائے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ادوری جین اُس خط کو مقدس آیات کا ہم مرتبہ سمجھتا ہے۔ اسی طرح ابتدائی حواریوں اور بزرگوں کی دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اس مکتوب کو قابل اعتماد خط جو برناباس نے ہی لکھا تھا۔ سمجھتے ہیں۔ اور پرانے زمانے سے لے کر آج تک عیسائیت میں اس خط کو کسی اور نام سے منسوب نہیں کیا گیا تھا۔

برناباس کو اُن عقیدت مندوں کا خیال آتا ہو گا۔ جو اُس کی وعظ و نصیحت کو خوشی خوشی سنا کرتے تھے۔ یہودی تو یاد نہیں آتے تھے۔ جنہوں نے اُسے آخر کار شہید کر ڈالا۔ یہیں معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ قتل عام جو نائسروس کے زمانے میں شروع ہوئی۔ اور جس میں پولوس بھی مارا گیا تھا۔ برناباس کسی محفوظ جگہ کو چلا گیا تھا۔ اسی طرح پیٹر۔ مرقس اور سیلاس بابل کی طرف بھاگ گئے تھے۔ اس دوران میں جب کبھی کچھ

اطمینان نصیب ہوا۔ تو برناباس نے اپنی عیسائی بھائیوں کو اُس جگہ سے خط لکھا۔

گلیشین ڈیکری (GELASIAN DECREE) میں برناباس کی انجیل کو مسترد کر دیا گیا تھا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کی تیسری جلد کے صفحہ ۱۱۹ پر۔ برناباس کے آرٹیکل میں اس طرح درج ہے :-

ہم پرانے زمانے کے حالات میں پڑھتے ہیں (DECRETEUM GELASIANUM) برناباس کی غیر مستند انجیل کے متعلق۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اسی عنوان کے تحت اُس کے نشانات بعد از اُپسوسیڈیم اور کتاب میں مل سکیں۔ غالباً اُس میں مشرکانہ اور طحہ انہ قسم کے مضامین پائے جائیں گے۔

(GELASius I, POPE, 492-6) اُس کی وفات ۱۹ نومبر ۴۹۶ء کو ہوئی۔ اُس کی یاد میں مغربی ممالک میں ہر سال ۲۱ نومبر کو دعوتِ طعام (FEAST) کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس انجیل کو طحہ انہ قسم کی کتاب قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا گیا تھا۔ یہ واقعہ غالباً حضرت محمدؐ کے دور سے ۵۰ سال پہلے ہوا جب کہ سن ہجری ۵۷۱ء تھا۔ اس کو رد کر دینے کا باعث صاف عیاں ہے۔ کیونکہ اُس میں حضرت محمدؐ کے آنے کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ ہمیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کون سے خاص الفاظ تھے۔ جن کی بناء پر اُسے مشرکانہ اور کافرانہ ہونے کا فتوے دیا گیا تھا۔ اُس پوپ کو یا عیسائی کافر نس کو نمایاں طور پر اُس کے طحہ انہ الفاظ کا اظہار کرنا چاہیے تھا۔

برناباس ایک مخلص۔ مذہبی معاملات میں پختگی سے عمل کرنے والا اور سچا پرانا کارکن انسان تھا۔ یقیناً وہ یروشلیم کے گرجے کا جیکہ عیسائی مذہب ابھی بچپن کے مراحل طے کر رہا تھا۔ ایک ستون تھا۔ مشنری میں چوٹی کا ٹیک تھا و دماغ رکھتا تھا۔ اس سے پہلے ہم اُس کے بلند کردار کا حوالہ دے چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہمیں اُس کی ذات پر اور اُس کی تحریر پر کمال اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ اگر آج عیسائیت نے حضرت عیسیٰؑ کے اتنے زبردست جواہر کو ذہن سے بھلا رکھا ہے۔ تو انہیں اس کے جواہر میں کوئی معقول دلیل پیش کرنی چاہیے۔ اگر اُسے مرکز چھوڑ کر قرص اور اٹلی جانا پڑ گیا۔ پھر پریشانی کی حالت میں اپنی جان بچا کر کہیں چھپنا پڑ گیا۔ مگر وہاں بھی دشمنوں نے اُسے نہ چھوڑا اور شہید کر دیا۔ تو اس کا یہ صلہ نہیں لانا چاہیے۔ کہ اُس کی گزشتہ دینی خدمات کو یکسر بھلا دیا جائے۔ بھلا دینا تو درکناس اس کے لڑ پھر کو پانچ صد سال کے بعد بھی انہ اور انہ لڑ پھر کا فتوے دے دیا۔ اور اس کے حاسد دشمن پوپس کو جس نے عیسائیت کی بنیادوں کو ہلادیا تھا۔ ایک اونچے رتبے والا رسول مان لیا گیا۔ اُس کی مشرکانہ اور طحہ انہ تعلیم کو بس و چشم تسلیم کر لیا گیا۔ زمانے کی ستم ظریفی دیکھیے۔

۱۔ دیکھیے ایپل آف برناباس۔ مصنفہ ولیم اور نارکیٹ۔ دیباچہ

کہ جو شخص حضرت عیسیٰ کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والا ہو۔ آج عیسائیت کی اکثر آبادی اُس کا دم بھرتی ہے۔ آپ کو معلوم ہوتا چاہیے۔ کہ قرونِ اولے کے حواری اور حضرت عیسیٰ کے شاگرد کس قدر بہنا باس کی عزت کرتے رہے۔ اور اُس کی انجیل کو صدیوں تک مقدس تسلیم کرتے رہے۔ عیسائی قوم یہ توقع رکھتی تھی۔ کہ اُسندہ آنے والا فارقلیط اُن ہی کی قوم میں سے آئے گا۔ مگر اُس پیغمبر کا ذکر بہنا باس اپنی انجیل میں اُن کی توقع کے خلاف کرتا تھا۔ اس لیے وہ اُس کی تحریروں سے اُس کے سخت مخالفت ہو گئے۔

آگے چل کر ہم برناباس کی انجیل میں سے چند آیات پیش کریں گے۔ جنہیں مسیر زلوفٹز ڈویل
اور لائوہ ریگ نے ایک ایٹلین مسودہ میں سے جو کہ دی آئینا کی امپریل لائبریری میں پڑا
تھا۔ انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور اُسے چھپو ادیا گیا۔ اس کی اشاعت کے فرائض مہتری فریڈر
ایم۔ اے نے اکسفورڈ یونیورسٹی کے لئے سرانجام دئے۔ اس کتاب کے پانچ صد صفحات
ہیں۔ جن میں ایٹلین زبان کا ٹیکسٹ طاق صفحات پر اور انگریزی ترجمہ اُس کے برعکس جفت
صفحات پر دیا گیا ہے۔ اُس کا پیش لفظ اور دیباچہ ستر صفحات پر مشتمل ہے۔ برٹش میوزیم لائبریری
میں کتاب کا حوالہ یوں دیا گیا ہے: - CALL NO. ۲۶۲۲۴۶۹ - لندن, W.E.I. وہ مسودہ جو
دی آئینا لائبریری میں بزبان رومانیایا جاتا ہے۔ وہ ایک چھوٹا حجم اور ۱۵۵ اور ۱۲۵ پر مشتمل
ہے۔ سو اُسے پانچ اور اُن کے باقی تمام پر لائٹینس لکائی ہوئی ہیں۔ سرخ روشنائی سے حلشے گے
ہوئے ہیں۔ اندرونی حصہ "۱۶ x ۳" ہے۔ پشتہ کی موٹائی "۱/۲" ہے۔ مگر اُس پر کسی قسم کے
حروف نہیں دے گئے۔ کاغذات کی لمبائی "۱۶" اور چوڑائی "۱۲" ہے۔

فرقہ نظاریہ یعنی یہودی۔ دیگر عوام جو یہودی نہیں تھے اور مسلم لوگوں کے عقائد

مذہبہ بالا عنوان NAZARINUS OR JEWISH, کی حامل کتاب ایک
GENTILES AND MOHOMETAN CHRISTIANITY & EDSPAL OF
BERNARD.

شہرہ آفاق مصنف اور عالم فاضل شخص جو ہن ٹولینڈ کی مرہونِ منت ہے جس کی اشاعت
سلسلہ میں ہوئی۔ اس کتاب کا مختصر سا اقتباس ہم اس لئے دے رہے ہیں۔ کہ یہ مضمون عوام
اور خاص کر عیسائیت کے دینیات کے طلباء کے لئے بڑا معنی خیز ہے۔ **ٹولینڈ JOHN**
کئی کتابوں کے مصنف اور ایک ذی ہوش نقاد ہیں۔ ان کی شہرت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا :-

اس انجیل کا نایاب نسخہ مصنف کو ۹۰۰ء میں بمقام ایسٹر ڈم ملا۔ اور اُس نے اس کے دریافت ہونے کے حالت ہزematی سہیں۔ وی ایور وکٹوریس پرنس یوہین آف سیوائے کو مکتوبات کی صورت میں بھیجے اُس نے اُن کو انہیں بڑے غور سے اور تنقیدی نگاہ سے پڑھا۔ اور اس کی اصلیت کے متعلق تصدیق کی۔ اُس کے خطوط اُس کی اپنی کتاب میں ابواب دئے گئے تھے اور ہم نے بھی ویسے ہی ابواب کی صورت میں انہیں پیش کیا ہے۔

دوسرا باب۔ اُن بے شمار انجیل۔ ایکٹ۔ مکتوبات اور دیگر مذہبی دستاویزات میں سے جو قرونِ اولے میں فراہم کر کے پیش کی گئی تھیں۔ اور جنہیں عیسائیوں

کی اکثریت نے مسترد اور رد کر کے غیر مستند قرار دی تھیں۔ مثلاً سیڈ جیمز کی انجیل وغیرہ میں کہتا ہوں کہ اُن میں سے ایک انجیل جسے برناباس سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بھی تھی۔ اس بات کا ثبوت ہمیں گلیسیس اول جو روم کا بشپ تھا کے فتوے سے ملتا ہے۔ جس میں اُس کا نام دے کر غیر مستند کتابوں کی فہرست میں شامل کیا گیا تھا۔ اُس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ اس فتوے کا جاری کرنے والا چلا شخص صرف گلیسیس اول ہی نہ تھا۔ بلکہ اس سے پہلے پاپا (DEMASUS) تھا۔ اور پھر اُس کے بعد دیمس ڈاس (HORMISDAS) نے بھی اس حکم کو داہرایا۔ اسی طرح سے برناباس کی انجیل کا ذکر شاہ فرانس کی لائبریری کے مسودہ جات میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور اس مسودہ کا شمار اُس کی فہرست میں نمبر ۸۹ پر آتا ہے۔ جس کی مدد سے کاتھولکس (COTELERIOS) نے مذہبی کتابوں کا انڈیکس چھپوایا تھا۔

اس کا ذکر بوڈین لائبریری میں سیریشین کے فراہم کردہ مسودہ جات میں بھی آتا ہے۔ وہاں اس کا شمار ۲۰۴ نمبر کے مسودہ پر آتا ہے۔ ان کے علاوہ متھیو کی انجیل میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔ ملاحظہ نہ رہے۔ یہ انجیل متھی (MATTHEW) کی نہیں بلکہ متھیاس (MATTHIAS) کی انجیل ہے۔ جس میں برناباس کی انجیل کا بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ اس متھیاس کی انجیل کا ذکر نہ صرف گلیشین فتوے میں بلکہ اور یحییٰ۔ یوسیبس۔ جیروم اور گیردس نے بھی کیا ہے۔ اس کا ثبوت اُن غیر مستند کتابوں کی فہرستوں کے پڑھنے سے باسانی مل سکتا ہے جو گاہے بگاہے چھپتی رہیں +

تاہم ہمیں اس حقیقت کو چھپانا نہیں چاہیے۔ کہ مذکورہ بالا کاتھولکس انڈیکس میں (جو بالکل بوڈین لائبریری کے انڈیکس کے مطابق ہے) آخر کار لفظ (MATTHEW) (متھیو) بھی لکھا ہوا ہے۔ خواہ یہ غلطی سے لکھا گیا ہو اور خواہ نقل کنندہ کاتب سے جو بردواسما سے

۱۔ الفاظ یہ ہیں۔ EVANGELUM, NOMINE BANABAE - APOCRYPHUM.

متذکرہ بالا میں امتیاز نہ کر سکتا ہو گا۔ غلط لفظ لکھا گیا۔

پرانے زمانے کے ثبوت ہونے کے باوجود آج برناباس کی انجیل کا کوئی لفظ یا کوئی کاغذ کا ٹکڑہ نہیں ملتا۔ جو کسی پبلشر نے اُس کے زیر عنوان طبع کر لیا ہو یا بیروشن مسودہ کے صفحہ ۲۰۲ پر اس کا ایک ٹکڑہ ان الفاظ میں ملتا ہے :-

”حضرت عیسیٰ کا ہمراہی برناباس کہتا ہے۔ وہ شخص جو بڑے ارادوں کے ساتھ آتا ہے۔ اُس کا انجام بدترین ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طور پر جو آتا ہے۔ اُس کا گناہ آگے سے زیادہ اُس پر لازم آتا ہے۔“

یہاں برناباس کو لفظ اپوسٹل کہا گیا ہے۔ اسی طرح اکثر اسکندریہ کے گلیمن بلکہ خود لوقا نے اسی لقب سے یاد کیا ہے۔ حواریوں کے اعمال کی کتاب (ACTS OF APOSTLES) کے مصنف نے بھی اُسے اسی اعزاز سے نوازا ہے +

لیکن بیروشن کے مسودہ میں برناباس کے کسی خاص کام کا ذکر نہیں ملتا۔ جناب میں جانتا ہوں۔ کہ آپ ایسی اعلیٰ شخصیت فوراً مجھے پوچھے گی۔ کہ اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ اس کا مصنف برناباس ہی ہے۔ اور یہ اعتراض محسوس قسم کا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اُس نے کوئی اور بھی کتابیں لکھی ہوں۔ پس اس عرض کے لئے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ مختصر الفاظ میں اس کے بعد ایک بہت لمبا وضاحتی خط لکھوں گا۔ جتنا اس سے پیشتر میں۔ آپ کو کبھی نہ لکھا ہو۔ اور برناباس کے خط کا جو تعلق ہے۔ اور وہ ابھی تک موجود ہے۔ اسے کئی ایک عالم فاضل اشخاص بالکل سچا اور مستند خط ثابت کر چکے ہیں۔

باب سوم | برناباس کی پرانی انجیل کا سابقہ بیان جو میں دے چکا ہوں۔ یا یہ ثبوت کہ پرانے زمانے میں اس قسم کی انجیل موجود تھی۔ اب اس کے بعد میں مسلمانوں کی انجیل کی طرف اشارہ جوع کر رہا ہوں۔ جو یقیناً کافی حد تک وہی انجیل ہے۔ جو برناباس کی تھی۔ پس وہ انجیل ختم نہیں ہوئی۔ جیسا کہ تمام عیسائی مصنفین کا خیال چلا آ رہا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس بات پر آپ حیران ہو رہے ہونگے۔ کہ میں اس قسم کی مسلمانوں کی انجیل کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ آپ کی حیرانگی ختم ہو جائیگی۔ جب آپ یہ سمجھ لیں گے۔ کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ دنیا میں چھ بڑے بڑے ممتاز اشخاص ایسے ہو گزرے ہیں۔ کہ جنہوں نے خدا کے قائم کئے۔ ہر ایک اُن میں سے اپنی قابلیت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ اگرچہ مقصد اور مذہب اُن

کلام کے شایانِ شان ہو۔ تو اُن (مسلم) کے نزدیک الہامی کتاب ہونے کا دعویٰ سب ختم ہو جاتا ہے۔ اور کتابِ الہامی وقت سے اُن کی اپنی بنائی ہوئی ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ بعد ازاں کتاب مختلف ادوار میں مختلف مصنفین کی پیداوار بن جاتی ہے۔ شکِ اُصلیت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔ خواہ کتاب اتنی ہی حسین کیوں نہ ہو جتنی کہ پہلے تھی +

مگر یہ چیز قابلِ غور ہے۔ کہ مسلمانوں کا طریقہ الہام اور عیسائیوں کا طریقہ روحی بالکل مختلف نوعیت کے ہیں۔ ہم چونکہ زیادہ تر لفظیوں۔ جملوں۔ بناوٹ اور فقروں وغیرہ وغیرہ بارے کیوں کی اتنی پرواہ نہیں کرتے جتنی کہ نفسِ مضمون کی یا تمام مقصد کی برآمدگی کی۔ حالات ہمیشہ اس قدر درست نہیں رہ سکتے۔ یہی وہ مقام ہے۔ کہ جہاں ہم لنگر انداز ہیں۔ یہی وہ صورتِ حال ہے۔ جس پر ہمارا پورا یقین ہے۔ ہم حقیقتِ حال کو دیکھتے ہیں۔ اور ہمیں نہیں ہزار تبدیلیاں بھی ہو چکی ہوں۔ تو پرواہ نہیں ہوتی۔ ایسی تبدیلیاں ہمارے بعض مقدس بزرگ چند کامیوں میں دریافت کر چکے ہیں جو عہدِ جدید میں موجود ہیں۔ مصنف کا کہنا ہے۔ کہ فرانسیسی اکیڈمی کے مونسیٹر (مسٹر) ڈیلامینی نے اپنی

باب چہارم | کتاب میں لکھتے ہیں (کتاب کا نام) **THE MOHOMETAN GOSPEL OF BERNABAS** ہے۔
”میں اس کتاب میں بے شمار حوالے پاتا ہوں۔ اُن میں سے اکثر ایسے ہیں جو القرآن میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض پیرے ایسے ہیں جو بائبل کے ساتھ مطابقت کرتے ہیں۔ بعض اس قسم کے بھی ہیں۔ جو ہمارے غیر مستند اور مسترد شدہ لٹریچر سے ملتے جلتے ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو کسی اور کتاب کے لٹریچر سے مطابقت نہیں کرتے۔ پس میں نے نتیجہ نکالا۔ کہ چونکہ وہ (مسلمان) بائبل کو خدا کی ایک مقدس کتاب مانتے ہیں۔

نیز یہ کہ وہ اُس علم سے جو القرآن پیش کرتا ہے زیادہ علم بائبل کا رکھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اُن کے پاس اُن کی اپنی کوئی انجیل ہوگی۔ اگرچہ میں ہمیشہ حیران ہوا کرتا تھا۔ کہ سیاح لوگ لاپرواہ کیوں کرتے ہیں۔ یا ہو سکتا ہے۔ اس کی کوئی اور وجہ ہو۔ جو اُن کو اپنی اُس انجیل کو پیش کرنے سے مانع ہو۔ مگر وہ صاف بتلایا کرتے تھے۔ کہ وہ انجیل ہماری عہدِ جدید سے بہت ہی مختلف ہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ اُن میں سے بعض زنادِ اُف (صاف انکار کر دیا کرتے تھے۔ کہ مسلمانوں کے پاس کسی قسم کی کوئی انجیل باقی رہ گئی ہو۔ اور مسٹر ریمینڈ اپنی متذکرہ بالا کتاب میں اُن کی رائے کو اختیار کرتا ہے۔ ایسی حالت میں مسٹر مرائی اور مختلف دیگر مصنفین کا جو عیسائی لوگوں سے کافی راہ و ربط رکھتے ہیں۔ ذکر نہیں کیا جا رہا۔“
اس جگہ مصنف کہتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ موجودہ انجیل مسلمانوں کی اپنی ایجاد کردہ

انجیل ہے۔ کس حد تک نادانف ہیں۔ کیونکہ باسلڈین لوگ (BASILIANS) عیسائیت کی ابتدائی زندگی ہی میں یہ کہتے چلے آئے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر کوئی چڑھایا نہیں جاسکا۔ بلکہ اُن کی جگہ سائیرین کا سائمن صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔^۱

اُن سے پہلے کیرنتین اور بعد ازاں کارپوکریٹینز بھی اسی عقیدہ پر قائم تھے۔ وہم یہاں اُن فرقوں کا نام نہیں لے رہے۔ جو حضرت عیسیٰ کو محض ایک بشر کی حیثیت دیتے ہیں۔ مادہ اس بات پر زور دیتے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا تھا۔ بلکہ اُن کے ساتھیوں میں سے کسی اور شخص کو جو ہو ہو اُن کی شکل کا تھا۔ صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ پس برناباس کی انجیل اس امر کا اظہار کرنے میں ہو سکتا ہے۔ کہ اتنی پرانی ہو۔ جو کہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا زمانہ تھا۔ اس سے لوگوں کی قیاس آرائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ اُس زمانہ کی کوئی انجیل باقی نہیں رہی۔ عیسائیت کی تاریخ کے مطابق ضرور اُس میں صداقت پائی جاتی ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ کیرنتینس پیٹر۔ پولوس اور تیمز کا ہم عصر تھا۔^۲ فوشیس (PHOTIUS) ہمیں بتلایا ہے۔ کہ اُس نے ایک کتاب پڑھی۔ جس کا نام ”حواریوں کا سفر“ تھا۔ اس میں پیٹر۔ جوہن (جیمز)۔ انیڈریو۔ نکلاس اور پولوس کے کارناموں کا تذکرہ تھا۔ جہاں اور باتوں کا ذکر آیا۔ اُن میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ عیسیٰ کو صلیب پر ہرگز نہ چڑھایا گیا تھا۔ بلکہ اُن کی بجائے کسی اور کو چڑھایا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ اُن لوگوں کی غلط فہمی پر قہقہہ لگا رہے تھے۔ جو یہ سمجھتے تھے۔ کہ عیسیٰ کو سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

کہ وہ جسے صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ وہ جوڈاس (JUDAS) تھا۔^۳

حضرت عیسیٰ کی اس منہی کا ذکر باسلڈینز بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے اوپر ایپی فنیس (EPIPHANIUS) کا حوالہ دیتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ حیرانگی کی بات تو یہ ہے۔ کہ اُس واقعہ کے متعلق اتنی جلدی آپس میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ نیز یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ کیرنتینس جو اُن کا ہم عصر۔ ہم وطن اور ہم مذہب تھا اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی ہر اسی میں حضرت عیسیٰ کے قبروں میں سے دوبارہ زندہ باہر آنے کے مسئلہ پر صاف انکار کرتا ہے۔ اگرچہ ہم اس مشکل پر آسانی سے قابو پاسکتے ہیں۔ یعنی اس غم کو بڑی آسانی سے حل کر سکتے ہیں۔ اگر اس کے لئے یہ مناسب موقع ہوتا۔ میں کسی سہولت کے وقت اس غم کو اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھائے جانے کا انکار کیا۔ انہوں نے اُن کی پیدائش کے متعلق بھی انکار کیا ہے۔

جیسا کہ انجیل متی میں درج ہے۔^۴

۱۔ دیکھئے۔ آئرنز لائبریری۔ باب اول: ۱۲ وغیرہ۔ آریکل (EPIPHAN) ۲، EPIPHANY ۲، جزوی کو حضرت عیسیٰ کی زیارت کی یاد میں ضیافت دی جاتی ہے۔ جب عقلمند لوگ موجود کھڑے تھے۔

چار انجیلوں کے آئینہ مستودہ میں (جن کے متعلق میں اپنے اگلے خط میں حالات درج کروں گا۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام شجرہ نسب کو علیحدہ طور پر جہاں مختلف ابتدائی مضامین دئے گئے ہیں۔ شامل
کیا گیا ہے۔ انجیل متی میں پہلے باب کا آغاز یوں ہوتا ہے: ”اب یسوع کی پیدائش اس طرح ہوئی ہے“
ایپیفانیس (EPIPHANIUS) کے قول کے مطابق ایونائٹس (EBIONITES)
کی انجیل میں حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب نہیں ملتا۔ یہ کسی جگہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کہ کیرتی نقی لوگوں
نے اُسے مسترد کر دیا تھا۔ حالانکہ اُن کی بھی وہی انجیل ہے۔ تاہم ایپیفانیس جو ہر چیز کو غلط ملاحظہ کرتا
ہے۔ (مثلاً عبرانی انجیل کو متی کی انجیل کے ساتھ) بتلایا ہے کہ کیرتی نقی اور کارڈوکرس یقیناً اس شجرہ
نسب سے ثابت کریں گے۔ کہ حضرت عیسیٰ یوسف اور مریم کے بیٹے تھے۔

صرف یہی نہیں بلکہ آگے چل کر وہ یہ بتلاتا ہے۔ کہ چوتھی صدی میں جبکہ قسطنطین اعظم کا عہد حکومت تھا۔
کسی یوسف نامی شخص نے کس طریقہ سے اس شجرہ نسب اور چند دیگر حیران کن عبرانی زبان میں لکھے ہوئے
ٹکڑوں کو ٹبریا (TIBERIAS) کے خزانے کی ایک کوٹھڑی میں پایا۔ اُس کا خیال تھا۔ کہ اُس
کے دروازے کو توڑ کر وہاں سے کچھ رقم اور نقدی پیرائی بھائے خاص طور پر یہ عجیب واقعہ اُس کے
عیسائی بننے کا موجب ہوا متی کی آئینہ نسب کی انجیلوں میں شجرہ نسب موجود نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ
ٹیلیں (ITALIANS) نے انجیل سے شجرہ نسب کو نکال دیا تھا۔ تھیوڈورٹ (THEODORE)
کے بیان سے یہ بات پختہ طور پر واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اُس نے پہلک کے گرجوں سے دو صد جلدیں
اٹھا دیں۔ اور اُن کی جگہ انجیل کی نئی کاپیاں رکھ دی گئیں۔ جن میں شجرہ نسب کو حذف کیا گیا تھا۔ پس
اُن اناجیل میں شجرہ نسب کی عدم موجودگی کوئی خاص تعجب کا باعث نہ ہونا چاہیئے۔

یہ سب باتیں ہمیں بھول نہ جاؤں۔ جیسا کہ میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ میری وڈین کے مسودہ میں برناباس
باب، سقتم کی انجیل کے ٹکڑے پائے گئے ہیں۔ میں نے اسے اسی حالت میں پایا۔ اس کا مطلب جا
بجا ہمارے سامنے عیاں ہے۔ پس قدرتی طور پر مجھے پورا یقین ہو گیا۔ کہ غالباً اس کی انجیل ہو گی۔
جس کا گمان پُرانے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ تاہم ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں اکثر مضامین شامل کر دئے ہوں۔
میرے پاس اتنا وقت نہ تھا۔ کہ دیکھوں۔ کہ آیا اس میں حضرت عیسیٰ کے چار قول موجود ہیں۔ یا نہیں۔
یا غالباً اس میں حضرت عیسیٰ کی تقریریں بھی ہوں۔ جو کہ مسٹر لمبوی فنیس وارنر نے اپنی کتاب (THE
CENTURY OF PERSIAN PROVERBS) کے اضافی نوٹ میں مسلمانوں کی کتابوں سے نکال کر درج
کیا ہے۔ اس کو اُس نے اپنی کتاب کے تاریخی خلاصہ میں آخری حصہ میں چسپو پایا ہے۔ یعنی اپنی کتاب

کے خاص خاص اہم مضامین کا مجموعہ جو ایک چھوٹے سے کتابچے میں دیا جاتا ہے۔ اس کے آخری حصہ میں ان تقریروں اور اقوال کو دیا گیا ہے +

میں نے بہت سے اقوال کو جنہیں حضرت عیسیٰ سے منسوب کیا گیا ہے اور انہیں کسی ایسی ابو محمد عبد اللہ نے جیسا کہ میں نے اس کی کتاب بنام ”پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کی زندگی کے حالات“ کو پڑھنا دزخ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی مسلمان مصنفین نے حضرت عیسیٰ کے اقوال جیسا کہ برناباس کی انجیل میں پائے جاتے ہیں۔ درج کئے ہیں +

ایسے حالات میں جو مواقع مجھے مل سکے۔ ان کے نتیجہ میں دو باتیں قدرتی طور پر اخذ ہوتی ہیں۔ جنہیں جناب! آپ کو ماننا پڑے گا۔ اول یہ کہ ہمیں غالباً معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے اس قسم کے مضامین کہاں سے حاصل کئے۔ اس وجہ سے حضرت عیسیٰ کے اقوال جلدی میں خود ہی گھڑائے گئے۔ بعض دوسرے اقوال ان کے قول کے مطابق انہوں نے مسترد شدہ مذہبی کتابوں سے حاصل کئے۔ کیونکہ انہوں نے عیسائیوں سے بھی زیادہ حفاظت سے ان کو محفوظ رکھا ہوا تھا۔ لیکن آج تک انہوں نے نہ تو کسی ایسی کتاب کا نام ظاہر کیا۔ اور نہ ہی یہ بتلایا کہ کون سے غیر مستند لٹریچر میں سے انہیں یہ مواد حاصل ہوا ہے۔

وہ انجیل جسے عربی زبان سے کچھ سال ہوئے سٹر سائیک نے چھپوایا تھا۔ اور اس کا نام حضرت عیسیٰ کا بچپن ہے۔ اس کا ماخذ مسلمانوں کی کتابیں نہیں ہیں۔ بلکہ موجودہ یونانی مسودہ جات اور عیسائیت کی تاریخ ہے۔ انڈسٹری سائیک کو یہ باتیں معلوم نہیں ہیں۔ بالکل ایسے ہی واقعات سینٹ جیمز کی انجیل کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور وہ انجیل سب سے پہلی انجیل ہونے کی غلط دعویٰ کر رہے۔ یا یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ جو اریوں کے زمانے میں سب سے پہلے کی لکھی ہوئی انجیل ہے۔ نیکیو ڈیکس کی انجیل کی صداقت کا بھی یہی عالم ہے۔ یہی صرف ایسی انجیل ہے جو لاطینی زبان میں پائی جاتی ہے۔ اس کی مختلف اقسام کی عبارتوں اور طرح طرح کے عقیدوں سے صاف عیاں ہے۔ کہ وہ سب سے آخری دھوکا دینے والی مذہبی کتاب ہے۔ میں انکار نہیں کر سکتا۔ کہ مسلمانوں نے ایسی انجیل اور اسی قسم کے غیر مستند اور مسترد شدہ لٹریچر سے حاصل کر کے یہ کہنا لکھی ہیں۔ لیکن یہ بات بھی ہے۔ کہ میں نہیں مانتا کہ یہ تمام چیزیں عیسائیوں کے ایسے غیر مستند لٹریچر ہی سے حاصل ہوئی ہیں۔ اکثر باتیں مسلمانوں کی اپنی انجیل برناباس میں سے ہیں۔ تاہم وہ وسیع کی بچپن کی انجیل کی موجودگی اور حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں۔

ہماری دوسری معلومات یہ ہیں۔ کہ مسلمان۔ جیسا کہ عام لوگ جانتے ہیں۔ نہ صرف اُن بہت سی باتوں کو جو حضرت عیسیٰ کے متعلق انجیلوں میں لکھا ہے۔ مانتے ہیں۔ بلکہ اسی قسم کی ایک عجیب انجیل بھی ہے۔ جو غالباً علماء میں سے بہت کم لوگ رکھتے ہیں۔ جس میں سے بعض میرے ہماری اپنی انجیل میں بھی لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ بہت پرانی کتابیں اگرچہ وہ اصلی نہیں ہیں۔ ہمیشہ اُس زمانے جیسی زبان بولتی ہیں اور ایسی روایات کا ذکر کرتی ہیں۔ جو واقعی اُس زمانے کے رسم و رواج کے ساتھ مطابقت کرتی ہیں۔ میں یہاں تیسری بات کا بھی جو معلوم ہوئی ہے۔ انکشاف کر دوں۔ کہ ہم نے آخر کار برناباس کی وہ انجیل جو عرصہ دراز سے اُس کے نام سے چلی آرہی تھی۔ حاصل کر لی ہے۔ اگرچہ وہ بالکل خالص نہیں رہی۔ مگر میں بہت دیر تک اس کتاب کے لئے فوری اور حتمی منظوری نہ دے سکا۔ باوجود اس بات کے۔ کہ سابقہ تاثرات اور قیاس آراء یاں جن کا میں پہلے ہی سے ذکر کر چکا ہوں۔ مجھ پر کافی دباؤ ڈال چکی تھیں۔

میں جانتا ہوں۔ کہ خود قرآن کے بارے میں یہ کتنا مشکل ہے۔ اور ترکی میں بھی کتنے کم اشخاص ہیں۔ جو اسے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ بہر حال میں نے برناباس کی انجیل کے متعلق مزید روشنی حاصل کرنے کے لئے (زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے) بہت ہی مناسب اقدام اٹھائے ہیں۔ ایسے جو بہم پہنچائے جاسکتے ہیں۔ معلومات حاصل کرنے کے لئے جو میں نے استفسارات تیار کئے ہیں۔ وہ بھی آپ کے ملاحظہ میں آجائیں گے۔ اور مجھے یہ شرف حاصل ہوگا۔ کہ میں چند دنوں کے اندر اندر آپ کی خدمت میں لکھ کر پیش کر سکوں۔

باب، ششم | چونکہ میں اس سے پیشتر اس انجیل کے پہلے الفاظ درج کر چکا ہوں۔ اس لئے اب اس کے آخری الفاظ بھی اس جگہ دے دیے جائیں گے۔ اصل زبان کا ترجمہ انگریزی زبان میں حسب ذیل ہے:۔ "یسوع مسیح جب آسمانوں پر چلے گئے۔ تو شاگرد اسرائیل کے متعدد علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض دنیا کے اور علاقوں کی طرف چلے گئے۔ اور سچائی کو چونکہ شیطان پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اُسے جھوٹ کے مانتیوں موت آگئی۔ جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ بعض شرارتی لوگوں نے یہ نئی ہر کر کے کہ وہ یسوع کے شاگرد ہیں یہ وعظ کرنا شروع کر دی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو کر دوبارہ زندہ نہیں ہوئے تھے۔ دوسروں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت عیسیٰ واقعی فوت ہو گئے تھے۔ اور پھر زندہ باہر نکل آئے۔ باقی لوگوں نے یہ وعظ کرنا شروع کیا۔ اور وہ ابھی تک کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں

اُن میں سے پولوس (PAUL) بھی اسی دھوکہ میں پھنسا ہوا ہے۔ اس لئے ہم اپنے علم کے مطابق اُن لوگوں کو جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ تلقین کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے کہ وہ روزِ محشر خدا کے عذاب سے بچ جائیں۔ آمین۔ ختم شد۔ +

اس سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ کتاب کا مصنف برناباس اور پولوس کے درمیان تنازعہ سے آگاہ ہوگا۔ جیسا کہ کتاب الاعمال متعلقہ حواری لوگ یا شاگرد سے واضح ہے۔ اور شاید یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ اسی جھگڑے کی بناء پر اس انجیل کا لکھا شروع ہوا +

اسی طرح سے پولوس کے جھگڑے سینیٹ پیٹر سے بھی چلے آ رہے تھے۔ کیونکہ وہ عوام لوگوں سے (GENTILES) جس طور پر انجیل کا درس دیتے تھے۔ اُسے پولوس پسند نہ کرتا تھا۔ میں اس بات پر بھی شک نہیں کرتا۔ کہ پیٹر کے خط میں جو لفظ حواری (APOSTLE) استعمال کیا گیا ہے۔ اُس کا اشارہ درحقیقت عوام (GENTILES) کا اپوسٹل ہے جو یقیناً جنم لیا تھا۔ یہ لقب اس سے پیشتر ہی جبکہ کوٹیلیریس (COTELERIUS) نے کلیسیا کو لکھا تھا جیمز پر عائد شدہ تھا۔ پیٹر کے الفاظ پیٹر نے جیمز سے درخواست کی تھی۔ کہ کسی شخص کو جو جنسِ فرقہ (GENTILES) سے تعلق رکھتا ہے۔ وعظ کرنا بند کر دیں۔ بلکہ کسی یہودی سے بھی انجیل کی باتیں نہ کیا کریں۔ بغیر پہلے سے جان پڑتال کر لینے کے (حسب ذیل ہیں۔

”کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا۔“ وہ کہتا ہے۔ ”ہماری سچائی کی باتیں مختلف قیاس آرائیوں کی وجہ سے مختلف خیالوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ میں اس لئے بھی ان باتوں کو نہیں جانتا۔ کیونکہ میں کوئی پیغمبر نہیں ہوں۔ بلکہ یہ دیکھ کر کہ شروع ہی میں ان بُرائیوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ کیونکہ عوام میں سے (جو یہودی نہ تھے) بعض لوگوں نے میری جائز وعظ و نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا انہوں نے ایک ایسے شخص کے مذہبی مسئلہ (DOCTRINE) کو تسلیم کر لیا ہوا تھا۔ جو ایک دشمن ہے۔ وہ مذہبی مسئلہ ایک جھوٹا اور غیر قانونی (نا جائز) ہے۔ بعض لوگوں نے ان باتوں پر عمل درآمد میری زندگی میں ہی شروع کر رکھا ہے۔ میرے الفاظ کو مختلف صورتوں میں ڈھالا گیا ہے۔ تاکہ ہمارے مذہبی قانون کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ میں انکا ہم خیال ہوں۔ لیکن وہ چیز جو ہم سے دور (ناقابلِ یقین) ہو۔ اُسے کھلے الفاظ میں بیان کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا کی قانون کی جیسا کہ حضرت موسیٰ نے کہا ہے۔ خلاف ورزی ہے۔ اور اُس کی تائید ہمارے آقا یسوع مسیح بھی کر چکے ہیں۔ کہ وہ قانون

تاقیامت قائم رہے گا۔ ا۔

”آسمان اور زمین کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن قانون پر سے ایک ذرہ یا رات برابری حصہ مل نہیں سکتا۔“ یہ اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ تمام شرع موسوی پر مکمل عمل کیا جائے۔ لیکن یہ سب باتیں میں نہیں سمجھتا۔ کہ کس طرح لوگوں سے یہ وعدہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ میرے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور جو الفاظ کہ انہوں نے مجھ سے سُنے ہیں۔ اُن کی تشریح اور ترجمانی کرنے کا ذمہ کیسے خود بخود اپنے سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ زیادہ بہتر طریقہ سے تشریح اُن باتوں کی جو خود میرے اپنے الفاظ ہیں۔ اور اپنے شاگردوں کو وہ مطلب پیش کیا جاتا ہے جس کا مجھے خیال و وہم تک نہیں ہووا۔ اب غور طلب بات یہ ہے۔ کہ اگر یہ لوگ میری زندگی ہی میں ایسی جرأت دکھا سکتے ہیں۔

تو وہ نسلیں جو میرے بعد آئیں گی۔ کس حد تک ایسی غلط بیانی کر سکیں گی۔

یہ نہایت ہی قابل غور اور بغیر کسی قسم کا تقاضا کرنے کے بہت ہی بُرا حصہ۔ بمعہ دیگر کاغذات جو کم از کم اتنے ہی پرانے ہیں جن کا میں یہاں اگر ضرورت پڑتی۔ ذکر کر دیتا۔ عیاں طور پر بتلا رہے ہیں۔ کہ پولوس (PAUL) کا یہ نظریہ جس نے عیسائیت کے سچے مذہب کی شکل و ہیئت بالکل تبدیل کر دی ہے۔ اور اُسے سچائی سے بھٹکا کر غلط راستے پر لا کھڑا کیا ہے۔ دجیسا کہ خود چند مشرک و ملحد لوگوں نے اظہار خیال کیا ہے۔ (دوسرے حواریوں اور شاگردوں نے اُسے ایسا کرنے پر الزام لگایا ہے۔ خاص کر سینٹ پیٹر اور سینٹ جیمز نے۔ یہ تمام باتیں نہ تو مسلمانوں کی اپنی خالص ایجاد ہے۔ اور نہ ہی ان کی انجیل (برناباس) میں کوئی عجوبہ بات پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ تمام صورت حال اُس کے پرانے ہونے کی دلالت پیش کرتی ہیں۔ کم از کم اُس کے کچھ حصوں کے متعلق شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس کی زبان (LANGUAGE) کا متواتر ہونا اور اپنے عقیدہ اور ایمان کے متعلق کلمہ کھلا اعلان کر دینا اُس پر انے زمانے کا عام دستور ہو ا کرتا تھا۔ اور ان باتوں کے متعلق میں اُنہی آپ کو ایسا یقین دلاؤں گا جس سے کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

برناباس کی انجیل میں سے چند آیات

یہاں ہم برناباس کی انجیل میں سے چند چیدہ چیدہ آیات دیتے ہیں جن کا ترجمہ لاطینی زبان سے انگریزی میں کیا گیا تھا۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ یہ لاطینی مسودہ وی آئینا کی امپیریل لائبریری میں پڑا ہوا ہے۔ ترجمہ شدہ کتاب برٹش میوزیم لائبریری لندن میں ہے۔ حوالہ جات کے لئے کتاب

کے صفحات اور آیات کے نمبر دئے گئے ہیں۔

صفحہ ۸۹ - آیت نمبر ۵۷ - ۴۰ - دوسرا پیرا۔

حضرت آدم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اور ہوا میں ایک تحریر دیکھی جو سورج کی طرح چمک رہی تھی۔ اُس تحریر تھا: ”خدا ایک ہے۔ اور محمد خدا کے پیغمبر ہیں۔ اسے دیکھ کر آدم نے اپنا منہ کھولا۔ اور کہا۔ اے میرے مالک میرے خدا۔ میں تیرا شکر یہ بجا لاتا ہوں۔ کہ تو نے مجھے پیدا کیا۔ ہر بانی کر کے مجھے یہ بتلا دو۔ کہ ان لفظوں کا کیا مطلب ہے۔ جو کہا گیا ہے۔ کہ ”محمد خدا کے پیغمبر ہیں۔“ کیا مجھ سے پہلے بھی کسی انسان کی تخلیق ہوئی تھی؟ پھر خدا نے کہا۔ اے میرے بندے آدم۔ تمہیں خوش آمدید ہو۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تم پہلے آدمی ہو۔ جسے میں نے پیدا کیا۔ اور وہ شخص جسے تو نے دیکھا (جس کا ذکر کیا گیا) وہ تیری اولاد میں سے ہے۔ جو اس دنیا کئی سالوں کے بعد آئے گا۔ اور وہ میرا رسول (بھیجا ہوا پیغمبر) ہوگا۔ اُسی کی خاطر میں نے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ وہ دنیا میں روشنی پھیلانے کا۔ جب وہ آئے گا۔ اُس کی روح کسی چیز کی تخلیق سے ساٹھ ہزار سال پہلے سے مقدس نور میں رکھی گئی تھی۔“

آیت نمبر ۵۸ - آدم نے خدا سے یہ درخواست کی۔ ”اے میرے مالک اس تحریر کو میرے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا کر دے۔“ پھر خدا نے اُس پہلے انسان کو اُس کے انگوٹھوں پر وہ تحریر دے دی۔ بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا۔ محمد خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ پھر اُس پہلے انسان نے پورا نہ محبت سے اُس کے لفظوں کو چوما۔ اور اُن کو اپنی آنکھوں پر رگڑا اور کہا۔ ”کتنا مبارک ہو گا وہ دن جب تم دنیا کے اندر آؤ گے۔“

صفحہ ۳۳ - آیت نمبر ۱۶ - فلپ نے جواب دیا۔ ”اے میرے مالک تو نے کیا کہا۔ یقیناً یہ بات عیسایا میں کہی گئی ہے۔ کہ خدا ہمارا باپ ہے۔ تو کیسے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُس کا کوئی بیٹا نہیں؟“ حضرت یسوع نے جواب دیا۔ پیغمبروں کی کتاب میں اس قسم کی کئی تشبیہات لکھی ہوئی ہیں۔ پس تمہیں اُن لفظوں پر نہ جانا چاہیے۔ بلکہ اُس کا مطلب یا غرض و غایت کو سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وہ تمام بنی جو تعداد میں ایک لاکھ چوالیس ہزار ہیں۔ اس دنیا میں آئے۔ انہوں نے اوتھورا کام کیا۔ لیکن میرے بعد تمام پیغمبروں اور مقدس ہستیوں کا درخشاں نور (سردار) آئے گا (یعنی محمد) اور تمام نبیوں کے مہم اور اندھیرے والے پیٹھوں پر روشنی ڈالے گا۔ کیونکہ وہ خدا کا رسول ہے۔ ”یہ کہہ کر حضرت عیسیٰ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا۔“ اے میرے خداوند خدا۔ بنی

اسرائیل پر رحم کر۔ اور حضرت ابراہیم اور اس کی نسل پر ترس کی نگاہ سے دیکھ۔ تاکہ وہ تہذیب سے تیزی اطاعت کریں۔“ اُس کے شاگردوں نے بھی کہا: ”اے ہمارے خداوند خدا۔ ایسا ہی ہو۔“
صفحہ ۹۷۔ آیت ۵۸۔ ۵۹۔ پھر خدا نے آدم اور حوا کو جو دونوں رو رہے تھے۔ کہا: ”تم دونوں بہشت سے باہر نکل جاؤ۔ اور توبہ کرو۔ اپنی امید سے مایوس مت رہو۔ کیونکہ میں تمہاری اولاد سے تیرا بیٹا بھیجوں گا۔ اس عرصہ کے لئے کہ انسانی نسل سے شیطان کی حکومت کا تختہ پلٹ جائے۔ کیونکہ وہ جو میرا پیغمبر بن کر آئے گا۔ اُسے میں تمام چیزوں سے نوازدوں گا۔ یعنی اُسے بہت سی چیزوں پر پورا اختیار حاصل ہوگا۔ اس کے بعد خدا اُن کی آنکھوں سے چھپ گیا۔ اور میکائیل نے انہیں بہشتوں سے نکال دیا۔ اُس وقت آدم نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اُس پر لکھا تھا کہ ”خدا ایک ہے۔ اور محمد اللہ کے رسول ہیں (لا الہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ) اُس پر رزق ہوتے ہوئے اُس نے کہا۔ کہ خدا کو یہ بات پسند آئے۔ اُسے میرے بیٹے! کہ تو اس دنیا میں جلدی آئے۔ اور ہمیں اس بد بختی سے باہر نکالے۔“

صفحہ ۹۷۔ آیت ۵۸۔ ۵۹۔ اس پر انہوں نے یہودیوں نے پادریوں اور منشیوں کو اس کی جانب بھیجا۔ یہ پوچھنے کے لئے۔ کہ تم کون ہو۔“ یسوع نے یہ مانا اور مسیح مسیح کہا۔ ”میں مسیح نہیں ہوں۔“ انہوں نے پوچھا: ”کیا تم ایسا مسیح ہو یا جیڑی مٹا یا پانے پیغمبروں میں سے کوئی ایک ہو؟“ یسوع نے جواب دیا۔ ”نہیں۔“ پھر انہوں نے پوچھا: ”پھر تم کون ہو۔ بتاؤ تاکہ ہم جا کر تمہاری گواہی دیں اُن لوگوں کو جنہوں نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔“ پھر یسوع نے کہا۔ میں ایک آواز ہوں۔ جو تمام جوڈیا کے علاقے میں پکار رہی ہے۔ اور یہ کہہ رہی ہے۔ اُس خداوند کے پیغمبر کے لئے راستہ تیار کرو۔ جیسا کہ عیسیٰ میں بھی لکھا ہوا ہے۔“

صفحہ ۹۹۔ انہوں نے کہا۔ کہ ”اگر تم مسیح نہیں ہو نہ ایسا ہو نہ اور کوئی پیغمبر۔ تو پھر تم کس لئے کسی نئے عقیدے کے لئے تلقین کر رہے ہو۔ اور اپنے آپ کو فتح سے بھی زیادہ وقعت دے رہے ہو؟“ یسوع نے جواب دیا۔ ”وہ معجزات جو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں میں عطا کئے ہیں۔ وہ بتلاتے ہیں۔ کہ میں صرف وہی ہوتا ہوں جو خدا کا منشاء اور اُس کی رضا ہے۔ درحقیقت میں اپنے آپ کو وہ وقعت اور حیثیت نہیں دے رہا جس کے متعلق تم بات کرتے ہو۔ کیونکہ میں اس قابل نہیں۔ کہ اُس کی جوتیوں کے قسے کھوں سکوں۔ (یا ڈھیلے کر سکوں) اور خدا کے اُس پیغمبر کے جوتے اتار سکوں۔ جس کو تم مسیح کہہ کر پکارتے ہو۔ جو مجھ سے پہلے پیدا ہوئے۔ اور میرے بعد آئیں گے۔ وہ

سچائی کے لفظ لائیں گے۔ حت کہ اُس کا دین بے حد وسیع ہو جائے گا۔

صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ خدا کا رسول ایک نور ہے۔ جو خدا کی تمام مخلوق کو راحت بخشنے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے عقل اور تدبیر کی روح بخشی ہوئی ہے۔ دانشمندی اور اعتدال پسندی اور پرہیزگاری کی روح بھی دی ہوئی ہے۔ اُسے سخاوت اور رحمدلی سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اُس کے اندر انصاف اور زہد و تقویٰ کی روح ہے۔ شرافت اور صبر کی طاقت ہے۔ جسے خدا نے اُس میں ودیعت کر رکھی ہے۔ تقسیم میں تمام مخلوق کو جتنی بخشش ہوئی تھی۔ اُس سے تین گناہ زیادہ اُن کے حصے میں آئی تھی + وہ کشاہی بابرکات زمانہ ہوگا۔ جب وہ اس دنیا میں آئے گا۔ مجھ پر یقین رکھو۔ کہ میں نے اُسے دیکھا ہے۔ اور میں نے احترام کیا ہے۔ ایسے جس طرح ہر پیغمبر نے اُسے دیکھا ہے۔ اُس کی روح کو اُنہوں نے دیکھا۔ اور اُن کو خدا نے پشن گوئی دی۔ جب میں نے اُن کو دیکھا۔ تو مجھے اطمینان نصیب ہو گیا۔ یہ کہتے ہوئے۔ کہ اے محمد۔ خدا آپ کی مدد کرے۔ اور مجھے اس قابل بنادے۔ کہ میں آپ کی جوتیوں کے تسے کھول سکوں۔ میری قسمت میں اگر یہ چیز مل جائے۔ تو میں بہت بڑا پیغمبر بن سکتا ہوں۔ اور خدا کے مقدسوں میں سے گنا جاؤں گا + یہ کہنے کے بعد حضرت عیسیٰ نے خدا کا شکر یہ ادا کیا +

نوٹ: لفظ احمد عربی الاصل ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ قابل تعریف۔ عبرانی زبان میں اسے مسیح کہا جاتا ہے۔ لاطینی زبان میں اس کو کنسو لیٹر یعنی تسلی اور راحت پہنچانے والا کہتے ہیں۔ مگر یونان والے اسے پیراقلٹس کہتے ہیں جس کے معنی فارقلیط کے لگ بھگ ہے۔ مگر اہل لفظ پیراقلٹس ہے۔ جسے مختلف رنگوں میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ دراصل اس کا درست ترجمہ احمد ہی ہے

صفحہ ۱۲۷۔ آیت ۵۶۔

یہ کہنے کے بعد حضرت عیسیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے تپے پر مارا۔ پھر سر کو زمین پر ٹکھا۔ پھر اپنا سر اٹھا کر کہا۔ ہر اُس آدمی پر خدا کی لعنت ہو۔ جو مجھ پر یہ جھوٹا الزام لگائے۔ کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ صفحہ ۶۵ پر ۸۔ ۲۱۹ بھی دیکھیے :-

”اے خدا جو بہت طاقتور ہے۔ اور حمد کرنے والا بھی ہے۔ جو بت پرستی کے خلاف انتقام لینے والا ہے۔ اُن لوگوں سے جو بت پرست آباد و اجداد کے بیٹے ہیں۔ اُن کی جو جتنی پشت تک + اے خدا! اُن میں سے ہر اُس شخص پر ہمیشہ کے لئے بدبختی طاری کر۔ جو تیری انجیل کو جو تو نے مجھے دی ہے۔ تبدیل کر کے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ میں تمہارا بیٹا ہوں۔ کیوں میں جو مٹی اور خاک کا بنا ہوا ہوں۔“

تمہارے بندوں کا بندہ (نو کروں کا نو کر) ہوں۔ میں نے کبھی یہ بھی نہیں سوچا۔ کہ تیرا اچھا نو کر ہوں۔
اس لئے کہ جو نعمتیں تو نے مجھے دے رکھی ہیں۔ اُن کے بدلے میں تمہیں اپنے پاس سے کچھ بھی نہیں دے سکتا
کیونکہ یہ سب چیزیں تیری ہی ملکیت ہیں۔ +

جب حضرت عیسیٰ نے یہ الفاظ کہے۔ تو اُس کے شاگرد زمین پر گر گئے۔ جس طرح کہ وہ مرچکے
ہوں۔ تب حضرت عیسیٰ نے اُن کو اٹھایا۔ اور کہا۔ ہمیں اب خدا سے ڈرنا چاہیے۔ تاکہ اُس دن
(روز محشر) ہمیں خدا کے غضب سے ڈرنا نہ پڑے۔

دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق باب

(۱۔ ۱۱۷۔ تسلسل۔ ۵۶۰) جب ایسے واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ تو
دنیا کے اُوپر چالیس سال تک اندھیرا چھایا رہے گا۔ صرف خدا کی ذات ہی زندہ رہے گی۔
جس کے لئے تمام اعزاز اور شرف ہمیشہ کے لئے ہیں۔ جب چالیس سال گزر جائیں گے۔ تو
اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو زندہ کرے گا۔ جو دوبارہ سورج کی مانند چمکتا ہوا اُٹھے گا۔ لیکن ہزار سو جوں
کے برابر چمکدار ہو گا۔ وہ بیٹھ جائے گا۔ مگر کوئی بات نہ کہے گا۔ کیونکہ وہ پریشانی کی حالت میں ہو گا۔
پھر اللہ تعالیٰ اپنے بابرکات فرشتوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ جو خدا کے پیغمبر کی تلاش میں لگ
جائیں گے۔ جب وہ اُسے پالیں گے۔ تو اُس کے چاروں طرف پرہ دینے کے لئے کھڑے (قائم)
ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں کو زندہ کر دیں گے۔ جو شہد کی مکینوں کی طرح اُن حضرت
محمدؐ کے نزدیک آجائیں گے۔ اور آپ کے ارد گرد گھیرا ڈال لیں گے۔ اُس کے بعد
اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو زندہ کر دیں گے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے پیچھے پیچھے پیروی
کرتے ہوئے خدا کے اُس خاص پیغمبر کے ہاتھ کو بوسہ دیں گے۔ اور اُن سے درخواست کریں گے۔
کہ وہ اُن کو اپنی حفاظت میں پناہ دیں۔

(۵۷۰) اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو زندگی عطا فرمائیں
گے۔ جو پکار پکار کر کہیں گے۔ "اے محمدؐ! ہم پر رحم کیجئے" اس موقع پر حضرت محمدؐ کے جذبہ
رحم کو جوش اُٹے گا۔ سوچیں گے۔ کہ اُنہیں کیا کیا کرنا چاہیے۔ اُن کی نجات کا کف لائق ہو جائے
گا۔ بعد ازاں ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ زندگی عطا کر دیں گے۔ اور وہ اپنی سابقہ حالت میں بحال ہو جائیں
گے۔ لیکن ہر ایک بولنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ تمام مردود اور ملعون لوگوں

کو زندگی بخش دیں گے۔ اُن کے دوبارہ زندہ ہونے پر اُن کی ڈراؤنی شکلوں کی وجہ سے خدا کی تمام مخلوق خوف کھانے لگ جائے گی۔ اور وہ پکاراٹھیں گے۔ ”اے ہمارے خداوند خدا! کہیں تیرا رحم و کرم ہم پر سے ٹل نہ جائے۔“ پھر شیطان کو بھی اللہ تعالیٰ حکم دیں گے۔ کہ وہ اُٹھ کھڑا ہو۔ جبکہ ہر فرد و بشر اور ہر مخلوق اُس کی خوفناک شکل و شبہات کو دیکھ کر اس قدر ڈر جائے گی۔ جس طرح کہ وہ مرچکے ہوں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ کہ خدا نہ کرے۔ کہ انہیں اُس یوم حساب پر اُس اشد ہا کی شکل دکھائی پڑ جائے۔ اس قسم کی شکلوں سے محض اللہ کے رسول ہی اُس خوف سے مستثنیٰ ہوں گے۔ کیونکہ وہ خدا کے سوا کسی اور سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ لیکن اگر ایسی چیزوں سے خدا کے پیغمبر ڈرنے لگ جائیں۔ تو وہ لوگ جو ملحد اور منکر ہوں۔ جو بدکردار یوں کا ہی شکار رہے ہوں۔ اُن کا کیا حشر ہوگا؟“

صفحہ ۱۲۹-۱۳۱، (۵۷۰) L. V. F. - محمد تمام پیغمبروں کو یکجا اکٹھا کرنے کے لئے جائیں گے۔ آپ اُن سے مخاطب ہوں گے۔ اور درخواست کریں گے۔ کہ وہ ان کے ساتھ باری تعالیٰ کے حضور میں دنیدار لوگوں کی نجات کی خاطر جا کر التجا کریں۔ ہر پیغمبر خدا تعالیٰ کے سامنے جانے سے ڈرنے لگے گا۔ اس خیال سے کہ اگر میں وہاں گیا۔ تو خدا موجود ہوگا۔ جو دلوں کے اندر کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس ماجرے کو دیکھ گا۔ تو اپنے پیغمبر کو یاد دلانے گا۔ کہ کس طرح اُس کی محبت کی خاطر اُس نے تمام چیزوں کی تخلیق کی۔ اس طرح سے اُن کے دل پر خوف جاتا رہے گا۔ اور وہ عرشِ معلیٰ کے نزدیک محبت اور احترام کو لئے ہوئے جائیں گے۔ اُس وقت فرشتے گائیں گے۔ اے اللہ جو ہمارا پروردگار ہے۔ اُس کا مقدس نام کس قدر برکتوں والا ہے!“

صفحہ ۱۳۱-آیت ۵۸، A. اور جب وہ (حضرت محمدؐ) تخت کے نزدیک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ (ذہنی خیالات یا دلی راز) کھول دے گا اُس اپنے پیغمبر کے سامنے اس طور جس طرح ایک دوست اپنے دوست کے سامنے جو عرصہ دراز تک اُس سے نہ ملا ہو۔ پہلے اظہار گفتگو کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کریں گے۔ جو کہیں گے۔ اے میرے۔ میں تیری تعریف کرتا ہوں۔ اور محبت کرتا ہوں۔ اپنے پورے دل اور پوری جان و روح کے ساتھ۔ اور تو نے مجھے پیدا کر کے جو اپنا غلام (بندہ) بنایا ہے۔ اُس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز اس امر کا بھی شکر گزار ہوں۔ کہ تو نے میری محبت کی وجہ سے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ تاکہ میں تمہیں تمام

نعمتوں کے لئے۔ اور تمام چیزوں کی موجودگی میں اور تمام چیزوں سے بڑھ چڑھ کر محبت کروں۔
 اس لئے اسے خدا! تیری ساری مخلوق کو تیری حمد و ثناء کرنا چاہئے۔ پھر ساری مخلوق خدا! پکار
 اٹھے گی۔ ”اے اللہ! ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور تیرے مقدس نام کی حمد و ثناء کرتے
 ہیں۔“ میں تم سے پیچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ اژدہا اور مرتد اور منکر لوگ جو شیطان کے ہمراہ ہوں
 گے۔ سب روئیں گے اور چلائیں گے۔ حتکہ ہر ایک کی آنکھوں سے دریائے اردن کے
 پانی سے بھی زیادہ آنسو بہ جائیں گے۔ پھر بھی انہیں خدا کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ پھر
 اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے ان الفاظ میں تکلم ہوں گے :- ”اے میرے وفادار بندے۔
 خوش آمدید۔ مانگو جو خواہش ہے۔ وہ تمہیں حاصل ہوگی۔ حضرت محمدؐ جواب دیں گے۔ ”اے
 میرے مولا مجھے یاد ہے۔ کہ جب توں نے مجھے پیدا کیا تھا۔ تو اُس وقت توں نے کہا تھا۔ کہ تیرے
 دل اندر یہ اُمنگ پیدا ہوئی تھی۔ کہ میری محبت کی وجہ سے تو جنت۔ فرشتے اور بنی نوع انسان کی
 دنیا کو تخلیق دے۔ تاکہ میری وساطت سے جو تیرا غلام ہے۔ وہ تیری حمد و ثناء کیا کریں۔ پس اے
 میرے مالک خدا جو رحم کرنے والا اور انصاف کرنے والا ہے (خدا جو بادشاہ ہے۔ تمام تعریفوں
 والا اور حکمت والا) میں تجھ سے التجاء کرتا ہوں۔ کہ تو اپنے وعدے کو جو نے اپنے بندے سے کیا تھا۔
 اُسے دوبارہ یاد کر۔“

تب اللہ تعالیٰ اپنے دوست سے جس طرح کوئی دوست اپنے دوست سے بطور مذاق باتیں
 کرتا ہے کہے گا۔ اے میرے دوست محمدؐ۔ خدا کے دوست۔ کیا تمہارے پاس اس کے لئے
 گواہ ہیں؟“ آپ بڑے احترام سے کہیں گے۔ ”ہاں۔ میرے آقا اور مولا۔“ پھر اللہ تعالیٰ جبرائیل
 کو حکم دیں گے کہ انہیں بلا کر لاؤ۔ پھر جبرائیل۔ آپ (محمدؐ) کے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے۔
 کہ آپ کے کون کون سے گواہ ہیں۔ اللہ کے پیغمبر جواب دیں گے۔ کہ وہ حضرات آدم۔ ابراہیم۔
 اسماعیل۔ موسیٰ۔ داؤد۔ اور عیسیٰ ابن مریم ہیں۔

صفحہ ۱۳۳۔ پھر وہ فرشتہ رخصت ہو جائے گا۔ اور منہ کرہ بالا گواہوں کو بلا کر لے آئے
 گا۔ وہ جملہ پیغمبر ڈرتے ڈرتے وہاں جائیں گے۔ جب وہ حاضر ہوں گے۔ تو خدا اُن سے پوچھے
 گا۔ ”کیا تمہیں یاد ہے۔ جو میرا پیغمبر اقرار کرتا ہے (یعنی دلی یقین سے کہتا ہے)؟“ تب وہ پوچھیں گے۔
 کہ کونسی بات ہے ہمارے مالک! خدا کہے گا۔ کہ یہ بات کہ میں نے تمام چیزوں کو اس (محمدؐ)
 کی خاطر اس لئے پیدا کیا۔ کہ تمام مخلوقات اس کی وساطت سے میری حمد و ثناء کیا کریں۔“ پھر

اُن میں سے ہر ایک جواب دے گا۔ ”ہمارے پاس ہماری ذات سے بھی زیادہ معتبر تین گواہیاں ہیں۔ ”خدا پوچھے گا۔ وہ تین گواہیاں کون کونسی ہیں؟“ پھر حضرت موسیٰ کہیں گے۔ وہ کتاب جو مجھے دی گئی تھی۔ وہ پہلی گواہی ہے۔“ اور داؤد کہیں گے۔ کہ وہ کتاب جو انہیں دی گئی تھی۔ وہ دوسری گواہی ہے۔ اور وہ (عیسیٰ) جو تمہارے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ کہے گا۔ ”دو بارہ اٹھنے کے بعد) : ”اے میرے آقا خدا۔ شیطان کی بہکانی ہوئی تمام دنیا نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ میں تمہارا بیٹا تھا۔ اور تمہارا شریک خدا۔ لیکن جو کتاب کہ تو نے مجھے دی۔ اس میں سچ سچ لکھا تھا۔ کہ میں تمہارا بندہ ہوں۔ اور وہ کتاب اُس بات کا اقرار کرتی ہے جس کی تائید تیرے رسول (محمدؐ) کرتے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کہے گا۔ ایسے ہی کہتی ہے وہ کتاب جو تو نے مجھے عطا کی۔ اے میرے مولا! جب وہ یہ کہ چکیں گے۔ تو خدا بولے گا۔ یہ کہتے ہوئے کہ : ”جو کچھ میں نے آج تک کیا ہے وہ اس لئے کیا ہے۔ کہ ہر ایک کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ میں تجھ سے کس حد تک محبت کرتا ہوں۔“ اس کے بعد خدا نے تعالیٰ حضرت محمدؐ کو ایک کتاب دیں گے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے تمام برگزیدہ بزرگوں کے نام درج ہوں گے۔ اس پر ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کا احترام و تعظیم کرنے لگیں گے۔ یہ کہتے ہوئے۔ کہ تمام عزت اور زیبائش کا محض صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو زیبا ہے۔ کیونکہ تو نے ہمیں اپنے خاص پیغمبر (حضرت محمدؐ) کے سپرد کر دیا ہوا ہے۔“

پیر (G) - (LVT) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی ہوئی کتاب کو کھولے گا۔ جس کے اندر پڑھ کر وہ (محمدؐ) تمام فرشتوں۔ پیغمبروں اور جملہ برگزیدہ ہستیوں کو بلائیں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ کے اوپر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا نشان لگا ہوا ہوگا۔ (قیامت کے روز تمام ایماندار لوگوں کو زندہ اٹھایا جائے گا۔ اُن کی پشیمانیوں پر نور کے حروف میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (حضرت محمدؐ) کا مذہب لکھا ہوا ہوگا۔) اُس کتاب میں بہشت کی صفات درج ہوں گے۔ پھر ہر ایک خدا کی دائیں جانب سے گزرتا ہوا جائے گا۔ خدا کے ایک پہلو کی طرف حضرت محمدؐ بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ پیغمبر اُن کے نزدیک بٹھیں گے۔ اور اللہ کے نیک بندے دیگرے پیغمبروں کے نزدیک بٹھیں گے۔ اور اللہ کی برکتوں سے نوازے ہوئے لوگ نیک اور پاک ہستیوں (SAINTS) کے نزدیک ہوں گے۔ اس کے بعد ایک فرشتہ ظہور آجائے گا۔ اور شیطان کو حساب کے لئے بلایا جائے گا۔ حوائے کے لئے دیکھے صفحات - ۲۲۷-۲۲۸ (ج ۱۰۳)

XCvT.F - صفحہ ۲۲۱ (۱۰۱-۱۰۲)

پادری نے جواب دیا۔ کہ موسیٰ کی کتاب میں لکھا ہے۔ ”ہمارا خدا ہمارے لئے مسیح کو ضرور بھیجے گا۔ جو ہمیں بتلانے آئے گا۔ کہ خدا کی کیا مرضی ہے۔ نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دنیا میں لائے گا۔“ صفحہ ۲۲۳ (۱۰۲-۱۰۱) اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ہمیں مسیح بتاؤ۔ کیا تم وہی مسیح ہو جس کا ہمیں انتظار ہے؟ یسوع نے جواب دیا۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ خدا نے ایسا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن حقیقتاً میں وہ نہیں ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس (مسیح) کو مجھ سے پہلے پیدا کیا۔ اور وہ میرے بعد آئے گا۔“

پادری نے جواب دیا۔ آپ کے الفاظ اور علامتوں سے جیسے بھی ہیں۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ خدا کے پیغمبر اور اُس کے مقدس بندے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ تمام بنی اسرائیل اور اُن کے وطن کے نام پر۔ کہ تم اگر خدا سے نجات رکھتے ہو۔ تو ہمیں بتلاؤ۔ کہ مسیح کے آنے کی کیا نشانیاں ہیں۔“

یسوع نے جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری زندگی ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں۔ جس کا انتظار ساری دنیا کے قبائل کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (ہمارے باپ) سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ ”تیری نسل سے تمام دنیا کے قبائل کو برکت دینے والا پیغمبر میں بھیجوں گا۔“ لیکن جب مجھے خدا دنیا پر سے واپس بلا لے گا۔ تو شیطان پھر اس ملعون سرکشی کو اٹھائے گا۔ اور اس ناپاک عقیدہ کو کہ میں خدا ہوں اور خدا کا بیٹا ہوں قائم کرے گی۔ کہ تم میرے الفاظ اور میرے مذہبی مسائل کو غلط ملط کر کے ناپاک بنایا جائے گا۔ یہ سرکشی اس حد تک ہوگی۔ کہ بڑی مشکل سے تیس دہائی رہ جائیں گے۔

اس اثناء میں اللہ تعالیٰ کو لوگوں پر ترس آئے گا۔ اور وہ اپنے پیغمبر (مسیح) کو بھیجے گا۔ جس کی خاطر صفحہ ۲۲۳-۱۰۲۔ اُس نے سب چیزوں کو پیدا کیا تھا۔ وہ جنوب کی جانب سے اپنی پوری طاقت سے آئے گا۔ اور بت پرستوں کے بتوں کو توڑ دے گا۔ اور جو حکومت کہ شیطان انسانوں پر حاصل کر چکا تھا۔ اُسے وہ خود حاصل کرے گا۔ اُس کے ہمراہ خدا کی برکتیں ہوں گی۔ اُن لوگوں کی نجات کے لئے جو اُس پر ایمان لائیں گے۔ وہ خوش قسمت ہوگا جو اُس پر ایمان لائے گا۔ صفحہ ۲۲۳ پر د. ۱۱-۱۰۷۔ اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ کہ اُس کے جوتوں کے قسموں کھول سکوں۔ لیکن پھر بھی مجھے اللہ کی طرف سے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔ کہ اُسے

دیکھ سکوں۔“ پھر وہ پادری جیسے بادشاہ اور گورنر نے بھیجا تھا۔ جواب میں کہنے لگا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں۔ اے یسوع! جو خدا کا ایک مقدس بندہ ہے۔ ہمارے عہد حکومت میں اس قسم کی سرکش کو سر اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اگر ہم ایسا دیکھیں گے۔ تو مقدس رومن سینیٹ کو اس طریقہ سے لکھیں گے۔ کہ شاہی حکم کی روئے سے کسی شخص کو یہ مجال نہ ہوگی۔ کہ کوئی تجھے خدا یا خدا کا بیٹا کہہ کر پکار سکے۔ پھر یسوع نے کہا:۔ (پیغمبر کا آنا ہمارے لئے خوشخبری کا باعث ہے۔ کیونکہ وہ جہ دنیا میں آئے گا۔ لوگوں میں اس جھوٹے عقیدے کو مٹا دے گا۔ اُس کا مذہب تمام دنیا میں تسلیم کیا جائے گا۔ اتمہارے الفاظ سے میری تسلی نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ (صفحہ ۲۲۵) جہاں تم روشنی کی امید رکھتے ہو۔ وہاں اندھیرا ہوگا۔ اگر میری تسلی ہے تو محض پیغمبر علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ جو اُن تمام باطل عقائد کو جو لوگ میرے متعلق رکھتے ہیں۔ مٹا کر رکھ دیں گے۔

اور اُس کا مذہب (۱۰۳۵) پھیلے گا۔ اور تمام دنیا کو اپنے احاطے میں لے آئے گا۔ کیونکہ یہی وعدہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خدا نے کیا ہوا ہے۔ اور مجھے اس بات کی خوشی ہے۔ کہ اُس کے مذہب کا کوئی کنارہ نہ ہوگا۔ (خدا کے پیغمبر کا مذہب ہمیشہ کے لئے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اُس کا محافظ ہوگا۔) خدا کے حکم سے کوئی اُسے مغل نہیں کر سکے گا۔ (یعنی کوئی اُس میں خلل اندازی نہ کر سکے گا۔) پادری نے پوچھا۔ کہ اُس پیغمبر کے آنے کے بعد کیا اور پیغمبروں کے آنے کی توقع ہے؟ یسوع نے جواب دیا۔ ”اُس کے آنے کے بعد کوئی سچے پیغمبر خدا کی جانب سے نہیں آئیں گے۔ لیکن جھوٹے دعویدار پیغمبر بہت ہونگے۔ جس کی وجہ سے مجھے افسوس ہے۔ کیونکہ شیطان اُن کو آمادہ کرے گا۔ لیکن خدا کا فیصلہ یہی ہے۔ اور وہ عین درست ہے۔ وہ اپنے آپ کو میری بائبل کا بمانہ بنا کر اپنا بچاؤ کریں گے۔“ ہیرلڈ نے کہا۔ خدا کا صحیح فیصلہ اسے کیسے کہا جاسکتا ہے۔ جبکہ جھوٹے نبی آتے ہیں۔ یسوع نے جواب دیا۔ کہ یہ درست ہے۔ کہ جو شخص اُس پر ایمان نہ لائے گا۔ (اپنی نجات کے لئے) وہ اپنی بد بختی کے باعث باطل عقائد پر یقین رکھے گا۔ اسی لئے میں تمہیں کہہ رہا ہوں۔ کہ دنیا نے ہمیشہ سچے پیغمبروں کو ٹھکرایا ہے۔ اور جھوٹوں سے محبت کی ہے۔ جیسا کہ پھسیا (MICHAIAH) اور ہیریکیا (JEREMIAH) کے ساتھ لوگ سلوک کرتے رہے کیونکہ جیسا انسان ہو۔ وہ اُسی قسم کے شخص کے ساتھ محبت کرے گا۔ (یعنی بد خصلت کی محبت بد خصلت ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے)۔۔۔۔۔ ۱۰۳۵ پھر پادری نے پوچھا۔ کہ مسیح کو کس نام سے پکارا

جائے گا۔ اور اُس کے آنے کی علامتیں ہوں۔ در کچھ یہودی عیسے سے۔
 پوچھنے کے لئے آئے۔ کہ آخری زمانے میں جس نبی کو بھیجا جائے گا۔ اُس کا کیا نام ہوگا۔
 اور یسوع نے جواب دیا۔ اُس وکیل یا راحت پہنچانے والے (COMFORTER) کا نام
 احمد ہے۔ کیونکہ یہ نام خود خدا نے رکھا تھا جبکہ اُس نے اُس کے روح کی تخلیق کی تھی۔ اور مقدس
 نور میں اُسے رکھ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ اے محمدؐ۔ انتظار کیجئے۔ تاکہ میں تیرے لئے بہشت
 پیدا کر لوں۔ اور اُس کے ساتھ ایک دنیا اور بے شمار اقسام کی مخلوقات بھی تیار ہو جائے۔ وہ تمہارے
 لئے تحفہ پیش کش ہوگا۔ اس غرض کے لئے کہ جو شخص تمہاری عزت کرے۔ وہ عزت پائے۔ اور جو
 تمہیں بھلا کہے۔ اُس پر خدا کی بدبختی طاری ہو۔ جب میں تمہیں اس دنیا میں بھیجوں گا۔ تو تمہیں نجات
 دہندہ پیغمبر بنا کر بھیجوں گا۔ تیرے الفاظ میں اس قدر سچائی ہوگی۔ کہ آسمان اور زمین خواہ ختم
 ہو جائیں۔ مگر تمہارا مذہب اور ایمان کبھی ختم نہ ہوگا۔ اُس کا مبارک نام محمد ہے۔ پھر اُس مجمع نے
 نے پکار پکار کر کہا۔ اے خدا۔ اپنے پیغمبر کو ہمارے لئے بھیجو۔ اے محمد۔ دنیا کو نجات دینے کے
 لئے جلد آؤ۔

صفحہ ۱۶۷۔ (بہ م ۷) پھر یسوع کے شاگردوں نے لگ گئے۔ اور کہنے لگے۔ اے
 ہمارے مالک۔ کس لئے آپ ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ ہم مرجائیں
 بجائے اس کے کہ آپ ہمیں اکیلا چھوڑ کر ان جہاں سے کوئٹہ مرجائیں۔ یسوع نے جواب دیا۔
 کہ تمہارے دلوں کو اذیت نہ پہنچے۔ اور نہ تمہیں کسی قسم کا خوف لاحق ہو۔
 کیونکہ میں نے تمہیں پیدا نہیں کیا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں اُس خدا کے پیغمبر کا
 راستہ ہموار کرنے کے لئے اس دنیا میں آیا ہوں۔ جو دنیا میں نجات لے کر آ رہا ہے۔ مگر یاد رکھو۔
 کہ تم کہیں دھوکے میں نہ آجانا۔ کیونکہ کئی جھوٹے پیغمبر آئیں گے۔ جو میرے الفاظ کو لے کر استعمال
 کریں گے۔ اور میری انجیل کو گندے لفظوں سے غلط ملط کریں۔ تب انیڈریو بولا۔ اے
 ہمارے مالک۔ ہمیں کوئی نشانی بتلا دیجئے۔ تاکہ ہم اُسے پہچان سکیں۔ یسوع نے جواب دیا۔
 کہ وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ تمہارے چند سالوں کے بعد جب میری انجیل کو
 (جگہ - ۷۴) مسخ کر کے۔ یوڈنیا دیا جائے گا۔ اس حد تک کہ بمشکل تیس ایماندار لوگ باقی رہ
 جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ کو دنیا پر ترس آئے گا۔ اس لئے وہ اپنا پیغمبر بھیجے گا۔ جس کے سر
 کے اوپر ایک سفید بادل کھڑا ہوگا۔ جس سے لوگ پہچان جائیں گے۔ کہ وہ خدا کا ایک برگزیدہ

انسان ہے۔ اس سے وہ دنیا میں ظاہر ہوگا۔ وہ خدا کے منکر لوگوں کے خلاف بڑی طاقت لے کر آئے گا۔ اور دنیا میں بت پرستی کی رسم کو تباہ و برباد کر دے گا۔ مجھے اس بات کی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اس طور لوگ ہمارے خدا کو سمجھنے لگیں گے۔ اور اس کی حمد و ثناء میں مصروف ہوں گے۔ پھر لوگوں کو میری سچائی کا پتہ چلے گا۔ وہ اُن لوگوں سے انتقام لے گا۔ جو یہ کہیں گے۔ کہ انسان سے بڑھ کر کچھ اور ہوں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اُس کے بچپن کے دوران چاند اُسے سلائے گا۔ جب وہ بڑا ہوگا۔ تو وہ اُسے دچاند، ماتھے میں لے لیگا۔ دنیا معلوم ہو جانا چاہیے۔ کہ وہ اُس سے لاپرواہی اور انحراف نہ کریں۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ بت پرستوں کو قتل کر دے گا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ نے بھی جو خدا کا ایک بندہ اور غلام تھا۔ بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور جو شواہس نے منکروں کے شہروں کو بھی نہ چھوڑا تھا۔ اُنہیں جلا دیا گیا تھا اور اُن کے بچوں کو بھی مار دیا گیا تھا۔ بھی ایک ایسی ہٹا مشال ہے۔ ہر شخص جاننا۔ کہ جب زخم پُرانا ہو جائے۔ تو اُسے ختم کرنے کے لئے آگ بھی استعمال کرنی پڑتی ہے۔

وہ ایک ایسی سچائی کو ساتھ لے کر آئے گا۔ جو باقی تمام پیغمبروں سے زیادہ واضح ہوگی۔ جو اس دنیا میں تصور و وارہوں گے۔ وہ اُن کو درست کرے گا۔

صفحہ ۱۶۹ (۵-۷) ہمارے بزرگوں کے شمر کے مینار خوشی کے مارے ایک دوسرے کو خوش آمدید کہیں گے۔ اس طرح سے جب بت پرستی منہ کے بل گرتی نظر آئے گی۔ اور لوگ مجھے دوسرے بنی نوع انسان کی طرح بشر تسلیم کر لیں گے۔ تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر خاص آیا ہوگا۔

باب ۵۱ - CLXII - صفحہ ۳۸۱ (۵-۱۸۰) آپ کے شاگردوں نے پوچھا۔ کہ اے آقا۔ وہ شخص جس کے متعلق آپ ذکر کرتے ہیں۔ کون ہوگا جو اس دنیا میں آئے گا؟ یسوع نے دلی مسرت سے جواب دیا۔ کہ وہ محمد۔ خدا کے رسول ہیں۔ جب وہ اس دنیا میں آئے گا۔ اس طرح جس طرح کہ عرصہ دراز کی خشک سالی کے بعد بارش زمین کو اس قابل کر دیتی ہے کہ وہ پھل پیدا کر سکے۔ اس طرح وہ لوگوں میں اچھے اچھے کردار کا باعث ہوگا۔ اُس کے ساتھ ساتھ وہ بہت سی رحمتیں بھی لائے گا۔

وہ خدا کی رحمتوں سے بھرپور سفید بادل ہے۔ جس رحمت کو اللہ تعالیٰ دنیا و لوگوں پر بارش کی طرح برسا لے گا۔

صفحہ (ج ۲۰۱) ۲۲۷ - باب - C X C۱، اس موقع پر یہودیوں کے قانون کے مفتی اور استاد نے کہا۔ کہ ”میں نے حضرت موسیٰ اور جو شوا پیغمبروں کے ہاتھ سے لکھی ہوئی پرانی کتاب کو دیکھا ہے۔ (وہ جو شوا جس نے سورج کو جلیا کہ آپ نے دکھایا ہے۔ اپنے ہاتھ پر کھڑا کر دکھایا تھا۔) وہ اللہ کے بندے تھے اور پیغمبر بھی۔ اور وہ حضرت موسیٰ کی سچی کتاب ہے۔ اس کے اندر لکھا ہے۔ کہ اسماعیل مسیح کے باپ ہوں گے۔ یعنی مسیح محمدؐ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اور حضرت اسحاقؑ اُس مسیح کا پیغام دینے والے (عیسے) کے باپ ہوں گے۔ اُس کتاب میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ موسیٰ نے کہا: اے اسرائیل کے خداوند خدا جو بڑی طاقت والا اور رحمدل ہے۔ اپنی رحمتوں کے نور کو اپنے بندے (حضرت موسیٰؑ) پر ظاہر کر۔“ تب خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو اسماعیلؑ کی گود میں لئے ہوئے اور اسماعیلؑ کو ابراہیمؑ کی گود میں ہوتے ہوئے دکھا دیا۔ اسماعیلؑ کے نزدیک اسحاقؑ بھی تھے۔ جس کی (رو ۲۰۲) گود میں ایک ایک بچہ تھا۔ جو اپنی انگلی سے خدا کے پیغمبر (محمدؐ) کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ ”یہ وہ ہے جس کے لئے خدا نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔“ اس موقع پر موسیٰؑ خوشی سے پکار اُٹھے۔ ”اے اسماعیلؑ تیرے بازوؤں کے اندر تمام دنیا اور بہشت موجود ہے۔“ میرا خیال رکھنا (بھول نہ جانا) جو خدا کا ایک غلام ہے۔ کہ مجھے خدا کی نظروں میں تیرے بیٹے کے صدقے دیا ویسے، فضل و کرم اور بہ کتنیں نصیب ہوں۔ جس کی خاطر تمام کائنات کو بنایا گیا تھا۔“ پھر عیسےؑ نے کہا۔ یاد رکھو۔ کہ آئندہ کبھی سچائی کو چھپائے نہ رکھنا۔ کیونکہ مسیح کے مذہب ہوتے ہوئے لوگوں کو اللہ سے نجات حاصل ہوگی۔ اس کے بغیر کوئی شخص بچ نہیں سکتا۔ (یعنی خدا کے رسول کی پیروی کی بدولت تمام عقیدت مندوں کو نجات حاصل ہو۔ اگر دنیا میں محمدؐ کا دین نہ ہوتا۔ تو نجات ناممکن تھی)۔

صفحہ ۲۸۷ (ج ۲۳۰ - ۲۲۹) حضرت عیسےؑ نے کہا ”برناباس۔ مجھ پر یقین کیجئے۔ کہ ہر ایک گناہ۔ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ اُس کی سزا خدا بڑی سختی سے دے گا۔ کیونکہ گناہ کرنے سے خدا بہت ناراض ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے چونکہ میری ماں اور میرے شاگرد (دنا دار) جو میرے ساتھ رہتے رہے۔ مجھے کسی حد تک دنیاوی محبت کے ساتھ محبت کرتے رہے۔ جس کی پاداش میں اُس عادل خدا نے چاہا۔ کہ موجودہ اندوہناک غم سے اُن کو سزا دے دی جائے۔ تاکہ دوسری دنیا میں انہیں دوزخ کے شعلوں میں سزا نہ دی جائے۔“

اگرچہ دنیا میں بہت معصوم رہا ہوں۔ جس کی وجہ سے لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔
 تو خدا نے مجھے اس عذاب سے بچانے کے لئے کہ بد صورت اژدہا میرا نخول قیامت کے دن
 نہ اڑائیں۔ (۲۳۰ ا۔) یہ چاہا۔ کہ لوگ میرا مذاق اس دنیا میں اڑائیں۔ جو کہ جوڑا کی موت
 کے وقت (مغالطہ میں) اڑا گیا تھا۔ لوگوں کو یہ یقین ہو گیا تھا۔ کہ مجھے صلیب پر موت آئی تھی
 یہ مذاق حضرت محمدؐ کی آمد تک جاری رہے گا۔ جو خدا کے پیغمبر ہیں۔ اور وہ جب آئیں گے۔
 تو اس فریب اور مغالطہ کو عیاں کریں گے۔ اُن لوگوں پر جو خدائی قانون پر ایمان رکھتے ہیں۔“
 باب ۱۰۔ CCXXI - صفحہ ۲۸۷۔

اور یسوع نے اپنا رخ اُس شخص کی طرف کیا جو اس انجیل کے لکھنے والا ہے۔ اور کہا۔
 اے برنا باس دیکھو۔ کہ ہر ممکن طریقہ سے تم میری انجیل کو جو کچھ بھی مجھے اس دنیا میں رہتے ہوئے
 درپیش ہوا۔ لکھ دینا۔ اور اسی طرح سے جوڑا کے اوپر جو کچھ وار دہوا وہ بھی لکھنا۔ تاکہ دنیا
 لوگوں کو دھوکہ نہ ہو۔ اور سچائی کو جان کر ہر شخص ان باتوں پر ایمان رکھے۔“ پھر اس انجیل کو
 لکھنے والا جواب دیتا ہے :-

اگر خدا نے چاہا۔ تو ان سب مسائل اور امور کو میں لکھ دوں گا۔ لیکن اے میرے آقا
 جو کچھ جوڑا (Judas) پر گزری ہے۔ وہ میں نہیں جانتا۔ وہ ماجرا کیسے ہوا۔ میں نے تمام حالات
 نہیں دیکھے تھے۔ (۲۳۰۔ ا۔) عیسےؑ نے جواب دیا۔ یہاں جوہن (جیمز) اور پیٹر موجود ہیں۔ جنہوں نے
 سب کچھ دیکھا ہے۔ وہ تمہیں سب کچھ بتلا دیں گے۔ جو جو کچھ واقعہ گزرا ہے۔“ پھر یسوع نے حکم دیا۔
 کہ اُس کے وفادار شاگردوں کو بلایا جائے۔ تاکہ وہ یسوع سے ملاقات کریں۔ پھر جیمز اور جوہن
 (پیٹر) نے آپ کے ساتھ شاگردوں اور نکوڈیمس (NICODEMUS) اور جوزف کو بلایا۔
 اور ۷ لوگوں میں سے بھی اکثر لوگوں کو طلب کیا گیا۔ انہوں نے حضرت عیسےؑ کے ساتھ مل کر کھانا
 کھایا۔ تیسرے دن عیسےؑ نے کہا۔ میری والدہ کے ہمراہ زیتون کی پہاڑی پر جمع ہو جانا۔ کیونکہ وہاں
 سے میں دوبارہ آسمان پر اُٹھایا جاؤں گا۔ اور تم یہ بھی دیکھ لو گے۔ کہ مجھے کون اوپر اُٹھا کر لے
 جا رہا ہے۔“

صفحہ ۲۸۹۔ پس وہاں ۷۲ میں سے ۲۵ افراد کے سوائے سب جا حاضر ہوئے۔ وہ
 ۲۵ اشخاص خوف کی وجہ سے دمشق بھاگ گئے تھے۔ جب وہ تمام عبادت کے لئے کھڑے تھے
 اُس وقت دوپہر کے وقت حضرت عیسےؑ آئے۔ بیشمار فرشتوں کی ہمراہی میں جو خدا کی قیسم پڑھ

رہے تھے۔ جو نور کہ یسوع کے چہرے پر چمک رہا تھا۔ اُس سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے۔ اور سب منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ لیکن یسوع نے انہیں اٹھالیا۔ اور اُن کی تسفی کرنے لگ گئے۔ اور یہ کہ رہے تھے۔ مت ڈرو۔ میں تمہارا مالک (یسوع) ہوں۔“ اُس نے بہت سے لوگوں کے مغالطے کو رفع کیا جو یہ سمجھتے تھے۔ کہ وہ مرچکے ہوئے تھے۔ اور دوبارہ قبروں میں سے زندہ اُٹھ کر باہر آچکے ہیں۔ (ا. ب. - ۲۳۱) یہ کہتے ہوئے:۔ کیا مجھے اور میرے خدا کو جھوٹ بولنے والا سمجھتے ہو؟ جیسا کہ میں اس سے پہلے بتا چکا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کے خاتمے تک زندہ رہنے کی اجازت بخش رکھی ہے۔ (یسوع نے اپنے آخری الفاظ میں یوں کہا:۔

”خدا نے مجھے لمبی زندگی بخشی ہے۔ سوائے کچھ عرصہ کے (دنیا کے خاتمہ تک) میں تمیں صبح صبح کہتا ہوں۔ میں مرا نہیں تھا۔ لیکن وہ دھوکہ باز جوڑا (مرا تھا)۔ خبردار رہنا۔ کیونکہ شیطان تمہیں بہکانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ لیکن تم تمام اسرائیل کے ملک اور دنیا میں میرے گواہ رہنا۔ اُن تمام چیزوں کے متعلق جو تم نے سنی یاد رکھی ہیں۔“ یہ کہہ چکنے کے بعد اُس نے خدا سے التجا کی۔ کہ دنیوی لوگوں کی نجات ہو۔ اور گنہگار لوگ اپنا عقیدہ بدل کر راہ راست پر آجائیں۔ اب اُس کی دعا ختم ہوتی ہے۔ وہ اپنی والدہ سے ہمنام ہوئے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے۔ اے میری ماں۔ اللہ تمہیں صبر عطا کرے۔ اللہ پر بھروسہ رکھنا جس نے مجھے اور مجھے پیدا کیا۔“ یہ کہنے کے بعد وہ شاگردوں کی طرف رجوع ہوئے۔ یہ کہتے ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رحم و کرم آپ سب کے شامل حال ہو۔“ پھر اُن کے دیکھتے دیکھتے چار فرشتوں نے انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا۔

باب - ۱۱ x ۱۱ (CC x ۱۱) جب حضرت عیسیٰ روانہ ہو گئے۔ تو شاگرد اسرائیل کے مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر چلے گئے۔ (ا. ب. - ۲۳۱) اور سچائی جسے شیطان نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ہلاک ہو گئی۔ جھوٹ کے ماتھوں سے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ کیونکہ چند بد طبیعت لوگ جو حضرت عیسیٰ کے شاگرد ہونے کے دعویدار تھے۔ یہ وعظ و نصیحت کرنے لگ گئے۔ کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور وہ دوبارہ نہیں اُٹھے تھے۔ دوسروں نے یہ کہنا شروع کیا اور اب بھی کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ یسوع خدا کے بیٹے ہیں۔ اُن میں سے پولوس بھی اسی دھوکے میں مبتلا ہے۔ لیکن ہم۔ جتنا کہ میں لکھ چکا ہوں۔ اُن لوگوں کو جو خدا کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

تلقین کرتے ہیں تاکہ انصاف کے آخری دن خدا کے غضب سے بچے رہیں۔ آمین !

ہیں نے برٹش میوزیم لائبریری لندن میں جا کر ایسے ایسے پرانے برناباس کی انجیل کے مسودہ جات دیکھے ہیں۔ جن کو ابھی تک کسی پریس میں چھپوایا نہیں گیا۔ اور نہ ہی ان کا ترجمہ انگریزی زبان میں ہو سکا ہے۔ ہاں ان کی فوٹو اسٹیسٹ کاپیاں وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ انجیلیں فرانسیسی جرمنی۔ سپین۔ اٹلی۔ ہالینڈ وغیرہ وغیرہ زبانوں میں موجود ملتی ہیں۔ مجھے ایک بہت بڑی بھاری فوٹو اسٹیسٹ کاپی شدہ مسودہ کی جلد دکھائی گئی۔ جس کی لمبائی چوڑائی فل سائز کے کاغذ سے تقریباً چار گنا بڑی تھی۔ مجھے بتلایا گیا۔ کہ اس کا اصل نسخہ بھی موجود ہے۔ اگر دیکھنا چاہو۔ تو دیکھ سکتے ہو۔ مگر ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔ میں نے پوچھا۔ کہ یہ نسخہ کہاں سے ملا ہے۔ جواب ملا۔ کہ ابھی پانچ چھ سال ہی گزرے ہیں۔ کہ اسے دس سے ایک لاکھ پونڈ کی قیمت ادا کر کے لایا گیا تھا۔ چونکہ میں اس زبان سے ناواقف ہوں۔ اس لئے اس کی اصل جلد کو دیکھنا ضروری نہ سمجھا گیا نہ ہم قارئین کے علم میں مزید اضافہ کی خاطر ایک اور برناباس کی انجیل کا حسب ذیل بیان پیش خدمت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو :-

فرانسیسی اکیڈمی کے مونسیر (مسٹر) ڈی۔ لا۔ مونوئی نے بھی مسلمانوں کی ایسی ہی

انجیل کا مزید ذکر کیا ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھئے :-

ہوہنڈورف کے جاگیردار نے جو ایک جرمن لارڈ بھی ہیں۔ ایک خوبصورت لٹریچر کا انٹرا کیا ہے۔ جبکہ دلچسپ سیاست اور کتب کے بہت وسیع علم کی وجہ سے انہوں نے اندازہ کر م مجھے برناباس کی انجیل کا نسخہ دکھایا تھا۔ جس کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا تھا۔ (قیاس غالب ہے کہ وہ ترجمہ پندرہویں صدی کے وسط کے لگ بھگ کرایا گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی نقل بھی کر لی گئی تھی۔ آج دنیا میں اپنی نوعیت کا یہی ایک مسودہ پایا جاتا ہے۔ کم از کم یہ بڑا ہی نایاب ہے۔ یہ آج کل پریس یو جین کی ملکیت ہے۔ جن کی دیسوزج نایاب اور عجیب و غریب کتب کی خاطر لا محدود ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کا ہر ورق آٹھ آٹھ کاغذوں کو جوڑ کر بنایا گیا ہے۔ لمبائی چھ انچ۔ چوڑائی ۴ اور موٹائی ڈیڑھ انچ ہے۔ اور اق کی تعداد ۲۲۹ ہے کاغذوں پر تقریباً اٹھارہ یا انیس لکیریں ہیں۔ جن کے چاروں جانب سرخ لکیریں بنائی گئی ہیں۔ حاشیہ پر ٹکیٹ کے چند مضامین کے متعلق جن کے نیچے لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ عربی کے کچھ حوالہ جات نہایت مزین طریقہ سے خوبصورت ہاتھوں سے لکھے گئے ہیں۔ اور قرآن شریف کی

چند آیتوں کے ساتھ اُن کا تعلق ملتا ہے۔ کاتب نے یہ ارادہ کیا تھا۔ کہ تمام ابواب جن کی تعداد ۲۲۱ ہے اُن کے دلائل سرخ حروف سے لکھے جائیں۔ لیکن اس مقصد میں وہ شکستہ ہیں باب کے آگے نہ بڑھ سکے۔ جس کا نمبر غلطی سے اُس نے چھپیس لکھ دیا ہوگا ہے۔ اس مقصد کے لئے اُس نے خالی جگہ کو آئندہ پُر کرنے کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا ہے سوتی کپڑے کو رنگ روغن سے چمکا کر تیار کیا گیا ہے۔ اب کتاب کے آفانہ میں ایک ورق پر مندرجہ ذیل مضمون لاطینی زبان میں لکھ دیا گیا ہے۔

SERENISSIMO-SABAUDIAE, PRINCIPi.

— — — — —

EUGENIO.

Hacti Invicto, Musarum Herculi,
HOC, Evangelium Mahumedanum Quod
Bernabae — — — — — Monumentum
L. M. Q. D. D. D. — — — — — Hagae — Comitibus,
a. d. xx. Junii, @ 1510. CCX. 111.

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

حضرت عیسیٰؑ کے اولین رہبروں کی حلیاں

ہم ایک عالم فاضل عیسائی مصنف جان ٹولینڈ کی ایک کتاب ”تظار نیس اینڈ جنیائلز وغیرہ“ نامی میں سے چند ابواب نقل کرتے ہیں۔ اُن کے پڑھنے سے تاریخ عیسائیت کے طلباء کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں اور اشاعت کنندگان میں کس حد تک اختلاف رائے اور بے رہروی کا عالم تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد جن لوگوں نے اس نئے دین کی بنیادوں کو استوار کرنا تھا۔ وہ یا تو بے بس تھے۔ یا یہ سمجھتے کہ مختلف گروہوں کے نئے عیسائیوں میں ہم آہنگی کے فقدان کی وجہ سے ایسا اندھیرا چھایا ہوگا تھا۔ اور ایسی بد نظمی پائی جاتی تھی۔ جسے کوئی صحیح رہبر ایک پلیٹ فارم پر لا کر اس نئے مذہب میں استحکام پیدا نہ کر سکا۔

کئے کو تو وہ سبھی حضرت موسیٰؑ کی عہد عتیق پر ایمان لانے والے تھے۔ کیوں کہ اُس وقت کسی انجیل کا نام و نشان نہ تھا۔ مگر اُن کے اعمال بتلا رہے تھے۔ کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت سے منحرف ہو چکے تھے۔ سنیٹ پیٹر اور جمیز جیسے مخلص رہبروں کی پولوس کی فرقہ بندی اور ہوشیاری کے سامنے کوئی پیش چل نہیں سکتی تھی۔ پولوس ایک ہوشیار سیاست دان اور جہاں ندیدہ فلسفہ دان تھا۔ اگرچہ عام مشہور تھا۔ کہ وہ یونانی مشرکانہ فلسفہ سے متاثر تھا۔ اور مذہبی قانون کی برملا مخالفت کرنے کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کے قوانین کا باغی مشہور تھا۔ تاہم لوگوں میں وہ زیادہ مقبول ہو گیا۔ مختصر یہ کہ اُس زمانے کا صحیح پس منظر معلوم کرنا بڑا ہی ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے ہم اُس شخص کی گواہی پیش کرتے ہیں۔ جس کی محققانہ کاوشوں اور متبحر علم اور تنقیدی نگاہوں کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

باب ۹۔ پس اس معاملہ پر روشنی ڈالنے کے لئے یہ بات ذہن نشین

کرنی ضروری ہے۔ کہ ابیونی فرقہ پولوس کو ایک ایسا رہبر کہتے تھے۔ جو قانون شکنی

کا مورد الزام تھا۔ بدیگر الفاظ وہ قانون سے منحرف تھا۔ انہوں نے اُس کے خطوط پر عمل کرنے سے انکار اسی لئے کیا تھا۔ کہ پولوس مذہب کا دشمن تھا۔ اور جھوٹا و عویدار اور مکار تھا۔ اس کے متعلق اوریجن اور یوسوبیٹس نے تحریر کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ ایپی فیٹیس (جس کی گواہی اور ثبوت اس کے بعد پیش کیا جائے گا) نہ تو اکیلا ایک شخص اور نہ ہی پہلا شخص تھا۔ اور نہ اُس کی تحریر غیر مستند تھی۔ جس نے کہ ایونیونوں کے متعلق حالات تحریر کئے تھے۔ ایسا ہی مسٹر نائی نے بھی (NVE) جو بڑا محتاط تھا۔ صاف الفاظ میں اس بات کی تائید کی تھی۔ اپنی اُس کتاب میں جس کا نام (JUDGEMENT OF THE FATHERS) ہے۔ اور جس میں اوریجن کا نام لے کر اس نے اُسے رہبر ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

اسی طرح پولوس کے خلاف نظاری لوگوں نے بھی الزام لگایا ہے۔ یہ لوگ دوسرا نام رکھتے ہوئے بھی اُسی عقیدہ کے حامل تھے۔ جو ایونیون رکھتے تھے۔ درحقیقت لفظ نظاری ہی دونوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ ہر دو فرقے اگر لا محالہ ہم ان کو دو علیحدہ علیحدہ گروہ تسلیم بھی کر لیں۔ یہودیوں میں سے ایسے افراد تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے عیسائیت کو قبول کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ وہ اولین عیسائیوں میں سے تھے۔ لہذا ان کے وجود ہی سے اُس وقت عیسائیت قائم تھی۔

مسٹر سیلڈن جن کا نام احترام کے بغیر نہیں لیا جاتا۔ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے کم از کم سات سال کے بعد تک جینٹائل گروہ (GENTILES) نے پولوس کے فلسفہ دین کو (DOCTRINE) تسلیم نہیں کیا تھا۔ حالاں کہ اُس نے تمام پیروکار (دروازے پر دربان مسمی کارنیلیس کے عیسائیت قبول کر لینے کے وقت تک) یہودی نسل اور یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔

یہ نظاری لوگ جو یہودیوں میں سے عیسائی ہوئے اپنا نام نظار کے رہنے والے یسوع سے منسوب کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام پہلے عیسائی اپنے آپ کو اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔ جیسا کہ خود پولوس بھی اپنے

دیکھئے کتاب۔

”ہیکٹ آف اپوسٹلس“ میں کسی شخص کو ”نظاری لوگوں کی بدعات کا سرغنہ“ کہہ کر پکارتا ہے۔

صرف اپنی فینیس ہی اکیلا ایسا شخص نہیں تھا۔ جو ماننا تھا۔ کہ یہودی لوگ تمام عیسائیوں کو نظاری کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ بلکہ خود نظاری بھی تمام سابقہ عیسائیوں کو اسی نام سے یاد کیا کرتے تھے پیٹر کے الفاظ ہیں۔ نظار کے رہنے والے یسوع ایک ایسے شخص ہیں۔ جنہیں خدا کی تائید حاصل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ خود اُس زمانے کے نئے نئے عیسائی اپنے آپ کو نظاری کہلایا کرتے تھے۔ وہ لفظ جیسس (یسوع JESUS) نہ تو جیسسین کہلاتے تھے۔ اور نہ ہی کرائسٹ (CHRIST) سے نکلے ہوئے لفظ سے اپنے آپ کو کرسچین کہلایا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں جو بھی عیسائی ہوتے تھے۔ انہیں نظاری ہی کہا جاتا تھا۔ لیکن بعد ازاں اینٹی اوتج کے مقام پر انہیں لفظ کرسچین دے دیا گیا۔

ٹرٹولین (TERTULLION) بھی اس بارے میں یہی شہادت دیتا ہے۔ اسی طرح انہیں حقارت کے طور پر ایبونیٹس (EBIONITES) یا گداگر بھی کہا کرتے تھے جس طرح ملک فلینڈر میں اولیں پروٹیسٹنٹ کو گوٹیکس کا نام دیا گیا تھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ ایبی ان (EBION) لوگوں کے متعلق آٹینیس خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اوریجن اور یوسیبس واضح طور پر یہ شہادت پیش کرتے ہیں۔ کہ ان کی گھٹیا حالت ہونے کی وجہ سے انہیں ایسا حقیر نام دیا گیا تھا۔ خود عبرانی لفظ ایبی این (EBION) کے معنی غریب ہے۔ یہ امر واقع ظاہر کر رہا ہے۔ یہ ایک ایسا صفاتی نام تھا۔ جو اولیں عیسائیوں کی حالت کو بہتر طور پر ظاہر کرتا تھا۔ جیسا کہ ایک دفعہ جیمز نے اُن کے متعلق سوال کیا تھا۔ ”کیا خدا نے اس دنیا کے غریبوں کو دین میں مال مال نہیں کیا ہے؟“ (یعنی کیا یہ غریب لوگ بہت ہی دیندار نہیں ہیں۔) اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے یوحنا کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ لوگوں کو بتلا دے۔ کہ انجیل غریبوں کے لئے نازل کی گئی ہے۔ اگر ہم اسے عبرانی زبان میں کہنا چاہیں۔ تو یہ کہ انجیل ایبونیٹس کے لئے آئی ہے۔

ہمیں بغیر کسی تاخیر کے یہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ پہلے پہلے دیندار عیسائیوں کو نظاری کہا جاتا تھا۔ اور اُن کے لئے حقارت آمیز لفظ جو استعمال کیا جاتا تھا۔ وہ ایبونی (EBIONITES, EDION) تھا۔ جیروم یا ایپی فینیس یا اور کوئی اُن کے دشمن اگر اور کوئی تشریح کریں۔ تو اس کی وجہ اُن کی لاعلمی ہے۔ یا یہ کہ بغض اور عناد کی وجہ سے وہ اِرادتا ایسا کہنے پر مجبور ہیں۔

بہر حال اُن کے متعلق خواہ کسی قسم کی غلط فہمی یا اختلاف رائے ہو۔ تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ اُن کو پرانے بزرگ یا اولڈ فادرز (OLD FATHERS) کہا جاتا ہے۔ اس بات کو ہر ایک مانتا تھا۔ کہ نظاری اور ایبونی حضرت عیسیٰؑ کو محض ایک انسانی حیثیت دیتے تھے۔ باپ کی طرف سے اور ماں کی طرف سے بھی اُنہیں انسان ہی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ جوزف اور مریم کے دونوں کے بیٹے تھے۔ چونکہ وہ بہت ایماندار۔ عقلمند اور دوسروں کے مقابلے میں بہت ہی بلند اخلاقیات کے حامل تھے۔ اس لئے اُنہیں جو صفاتی نام دیا گیا تھا۔ وہ خدا کا بیٹا تھا۔ محض اس لئے کہ وہ بہت اچھے خصائل اور خاص خاص کرامات کے مالک تھے۔ خدا نے اُنہیں احسن اخلاقیات سے نواز رکھا تھا۔

یہ بات بھی پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ کہ انہوں نے نہایت ایماندارانہ سے ختنہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اشتراکِ عمل کیا تھا۔ نیز سبت اور دیگر یہودیت کی رسوم کی ادائیگی میں پیش پیش رہے۔ ان اقسام کے فرائض کی ادائیگی صرف وہ عیسائی کرتے تھے۔ جو پہلے یہودی مذہب رکھتے تھے۔ اس کی وجوہات آئندہ ابواب میں باری باری دی جائیں گی۔

یو بیٹس کہتا ہے۔ کہ اُس کے زمانے میں (یعنی چوتھی صدی میں) بہت ہی کم تعداد یہ ایمان رکھتی تھی۔ کہ مریم کنواری تھی۔ جس کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ مثلاً وہ عیسائی جو جینٹل (GENTILES) کہلاتے تھے۔ ان لوگوں نے یسوع کو روح القدس سمجھتے ہوئے یہ خیال کر رکھا تھا۔ کہ مریم کو حمل خدائی روح کی وجہ سے ہی ہوا تھا۔ حالانکہ وہ کبھی بندہ بشری رہا۔ یعنی اُس کے بعد بھی بموجب قول سوشینی ازم وہ انسان ہی رہا۔ ان عقائد کے

ہوتے ہوئے وہ فرقہ (GENTILES) قانونی رسومات کا ایسی ہی سختی سے پابند تھا۔ جیسے کہ دوسرے فرقے والے یہودی عیسائی تھے۔ بیشک اُن کے مابین مختلف خیالات اور عقائد کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ عام سوسائٹیوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ امتیاز اتنا ہی پرانا ہے۔ جتنا اور یحییٰ کا زمانہ پرانا ہے۔ لیکن بڑے بڑے نقاد تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ مؤخر الذکر فرقہ GENTILES اول الذکر فرقہ سے بہت مختلف نوعیت کا تھا۔ یہ لوگ بھی دوسرے فرقے والوں کی طرح پولوس کے خطوط کے اتنے ہی مخالف تھے۔ یعنی انہوں نے بھی پولوس کے خطوط (EPISTLES) کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اور دیگر لوگوں کی طرح وہ بھی پولوس کے خلاف برا فروختہ ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن پرانے پرانے بزرگانِ کرام (FATHERS) اُن تھک پریشانیوں اور بے انصافیوں کا شکار ہو جایا کرتے تھے۔ وہ اُن لوگوں کو بھی جو متضاد جذبات کے حامل ہو کر تھے۔ اسی ایونی (EBIONITES) نام سے پکار دیا کرتے تھے۔ اگر کوئی ایسا ہی ملحد جیسا کہ لاعملی کی وجہ سے اکثر لوگوں کا خیال ہے۔ کہ ایک شخص ایبیون (EBION) نامی ہو کر رہا ہے۔ واقعی اس زمین پر رہا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں اس نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تو ایونی لوگ اس قسم کے فرضی شخص کے وجود سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو (EBIONITES) کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ یہ دلیل پیش کر دیتے ہیں۔ کہ اُن کی غربت شخص اس وجہ سے ہوئی تھی۔ کہ انہوں نے اپنا تمام اثاثہ لاکر حواریوں کے قدموں پر ڈال دیا تھا۔ یہ عمل عیسائیت کے لئے اولیں کردار اور ہمت افزائی کا موجب تھا۔ یہ فیاضانہ کام صرف اُن لوگوں نے کر دکھایا تھا۔ جو نیک طینت افراد تھے۔ پس یہ نظاری یا ایونی لوگ پولوس کے خطرناک دشمن تھے۔ وہ اُسے جھوٹا دعویٰ دار کا نام دیتے تھے۔ اور بتلاتے تھے۔ کہ وہ قانون شکن ہے۔ اپنے آپ کو کہتا ہے۔ کہ وہ عیسائیت میں عبادت کو بہتر پیرائے میں تبدیل کرنے کے لئے آیا ہے۔ اگرچہ اُس نے کبھی حضرت عیسیٰ کی زیارت تک نہیں کی تھی۔ پھر بھی اُس جھوٹے الہامات کے

دعویدار نے اپنے عقائد اور مذہبی قوانین کو ان لوگوں کے عقائد اور قوانین کی بجائے لا کھڑا کیا۔ جو حقیقی معنوں میں حواری ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ سے باتیں کرتے رہے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنے خیالات کا حقیقی معنوں میں اظہار کیا تھا۔ یعنی پولوس نے حقیقت کو مسخ کر کے اپنے قوانین کو چلایا۔ ان کے متعلق یہ ہے کہ باب جسے ہم پورے یقین سے مانتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیے۔ کہ سوائے ایک دو امور کے باقی تمام مسائل میں اولیں حواری بھی متفق نظر نہیں آتے تھے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی رائے تھی۔ آج تک عیسائی لوگوں کو عرب اور ایرانی لوگ نظاری یا نصرانی کہتے ہیں۔ یہودی نوذیر کہتے ہیں۔ یہی یہودی شروع شروع میں انہیں (میرے خیال میں اب بھی وہ یہی کہتے ہیں) مہنی اینز یا ملحد اور کافر کہا کرتے تھے۔ وہ تمام کا تبانِ انجیل کو بھی یہی نام دیتے ہیں۔ عیسائیت کو ان دنوں میں یہودیت کی بدعت گنا جاتا تھا۔ حالانکہ درحقیقت سچائی اور مناسبت کے لحاظ سے اُسے ریفارمیشن یا اصلاح کہنا چاہیئے :-

نظاری نصرانیوں کو جن کے گرجے مشرقی ملکوں میں بہت پائے جاتے تھے۔ یہودی اپنے ہیکلوں میں صبح۔ دوپہر اور شام کی عبادتوں کے دوران جو لعن طعن بھیجا کرتے تھے۔ اُس میں لفظ نظارین ہی استعمال ہوتا تھا۔ انہیں وہ ایسا گروہ سمجھتے تھے۔ جنہیں برادری سے خارج کر دیا گیا ہو۔ یا کسی جمیعیّت نے انہیں مرتد قرار پایا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ عام طور پر پریشان کئے جاتے رہے۔ ملحد لوگ بھی اسی طرح سے نظارین کو دقت پہنچاتے رہے۔ یہ سلسلہ جب کہ انہوں نے اپنے علیحدہ عبادت گھر قائم کر لئے۔ اُس کے کافی دیر بعد تک جاری رہا۔ سبیلڈن اکیلا ہی ایسا نہ تھا۔ جس نے عیسائیت کو ایک ایسی شکل قرار دیا ہو۔ جس طرح کہ سلجھی ہوئی حالت میں یہودیت ہو۔ عیسائیت کو اس سے زیادہ اہمیت نہ دی جاتی تھی۔ اُن کے خیال کے مطابق فطری طور پر سچا مذہب شروع ہی سے ایک ہی ہے۔ اگرچہ اس کے ادارے زمانے کے حالات کے تحت مختلف اوقات میں مختلف رنگ لئے ہوئے تھے۔ مگر اصلیت میں کم و بیش صحیح اور درست تھے۔ تاہم ہمیں بھول نہ جانا

چاہیئے۔ کہ عوام جو یہودی نہ تھے (GENTILES) اُن کے حواری کے ساتھ اُس کے دشمنوں نے کیا کیا سلوک کئے۔ یعنی پولوس جو اُن عیسائیوں کا جو یہودی الاصل نہ تھے۔ حواری تھا۔ اُس کے مخالفین اُس کے ساتھ جو جو برتاؤ برتتے رہے یہیں اُن کو بھول نہ چاہیئے :

باب نمبر دس۔ پولوس ایونیوں کے اس الزام کا انکار بھی نہیں کرتا کہ اُس نے انجیل کو ایسے لوگوں سے نہیں پڑھا۔ جنہوں نے اس کی تعلیم خاص حضرت عیسیٰؑ سے حاصل کی تھی۔ بلکہ اس کے متعلق خود اُس نے واضح الفاظ میں گلیشتی لوگوں کو بتلایا ہے۔ کہ جس انجیل کی درس و تدریس اُس نے لوگوں کو دی ہے۔ وہ اس انجیل کے مطابق نہیں ہے۔ جو حضرت عیسیٰؑ نے بتلائی تھی۔ وہ بتلاتا ہے۔ کہ اُس نے کبھی حضرت عیسیٰؑ سے وہ انجیل نہیں پڑھی۔ اور نہ ہی کسی نے اُسے پڑھائی ہے۔ بلکہ یہ وہ ہے۔ جو عیسیٰؑ سے براہ راست الہام کے ذریعے اُسے ملی ہے۔ نہ میں کبھی یروشلیم میں اُن کے پاس گیا۔ جو مجھ سے پہلے حواری تھے۔ میں تو عرب اور دمشق گیا تھا۔ اُس کے تین سال بعد پیٹر کو دیکھنے کے لئے یروشلیم گیا تھا۔ جہاں میں اُس کے ساتھ پندرہ دن رہا۔ اس کے علاوہ میں نے کسی اور حواری کو کبھی نہیں دیکھا۔ سوائے جیمز کے جو ہمارے آقا کے بھائی ہیں۔ اور اس طرح اُس نے غیر یہودی عیسائیوں کو اپنی انجیل کے مطابق درس و تدریس دینا شروع کیا۔ جیسا کہ وہ ہمیں اپنے اسی خط اور دیگر موضوعات میں مطلع کر رہا ہے۔ وہ انہیں واضح الفاظ میں ختنے اور دیگر موسوی رسومات سے آزاد اور بے گناہ قرار دیتا ہے۔ ان رسومات کے خلاف وہ پورے طمطراق سے ہر جگہ دلائل پیش کرتا ہے۔ جس پر عوام بلکہ یہودی بھی یقین رکھتے ہیں۔ پھر وہ بتلاتا ہے۔ کہ کس طرح وہ چودہ برس کے بعد یروشلیم گیا اور وہی انجیل جو غیر یہودی یعنی جیٹائل کو پڑھایا کرتا تھا۔ وہ وہاں بھی پڑھانے لگ گیا۔ لیکن صرف ہر کردہ لوگوں کو خفیہ طور پر وعظ کرتا تھا۔ خفیہ طور پر اس لئے کیوں کہ وہ اُن لوگوں کی مخالفت سے ڈرتا تھا۔ جو اُس کے یہودی رسومات سے آزادی دینے کے برخلاف تھے۔ اس کے بعد وہ بتلاتا ہے۔ کہ اُس کے اور دوسرے حواری

کے درمیان کیا کیا بیٹی! —

اُن لوگوں نے اگرچہ معلوم ایسا ہوتا تھا۔ کہ وہ اُس کے ہم خیال ہوں گے۔ کوئی مزید بات یا تائید نہ کی۔ اس کے برعکس جب اُن لوگوں نے (جن میں جیمز۔ سیفاس (CEPHAS) اور جوہن جوستون معلوم دیتے تھے۔ شامل تھے) دیکھا۔ کہ ختنے نہ کروانے کے متعلق مجھے بذریعہ الہام ابجیل دے دی گئی ہے۔ تو اُنہوں نے مجھے اور برناباس کو کُلی اختیارات دے دیئے۔ تاکہ ہم مشترک اور کافر لوگوں کو تلقین کرنا شروع کر دیں۔ اور وہ ختنوں کے متعلق لوگوں کو بتلائیں :

ایہونی فرقہ کے لوگوں نے جیمز۔ پیٹر اور دوسرے لوگوں کے اس فیصلے کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اُنہوں نے یہ عذر پیش کیا۔ کہ اگر ان لوگوں نے پولوس کے اس فیصلے کی تائید کر دی۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ وہ خود غیر یہودی فرقہ (GENTILES) کے ساتھ جا ملے ہیں۔ پولوس کا بالادستی حاصل کرنے کی جدوجہد پیٹر اور جیمز کی وقایت کا موجب ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ وہ ایک جماعت کا سربراہ بن جائے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اس کے یہ فیصلے اور اعلان اسی مقصد کے لئے کئے گئے تھے۔ اُنہوں نے یہ بھی اعتراض کیا۔ کہ اس نے الہام کے نام پر اپنے دل کی منشاء کے مطابق خود اپنے ہی فیصلہ کو پیش کر دیا ہے۔ اور وہ چند معجزات جن کا ذکر ایکٹس آف اپوسٹلز (حواریوں کے کارنامے) میں دیا گیا ہے۔ اُس کے مشن کا اظہار نہیں کرتے۔ کیوں کہ اس کی ایک وجہ ہے جس کا ذکر ہم جلد کریں گے۔ اور وہ وجہ جو ہے۔ وہ اس کتاب کے متعلق لوگوں کی رائے ہے۔ اب ہمیں پولوس کے متعلق توجہ کرنی ہے۔ — وہ کہتا ہے۔ ”جب پیٹر اینٹی اوتح میں آیا۔ تو میں اُس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کیوں کہ مجھے اُس کے ساتھ اعتراض تھا۔“ چوں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اُس منظوری سے جو پیٹر پہلے دے چکا تھا۔ منحرف ہو گیا تھا۔ اُس کا ذکر ایکٹس آف اپوسٹلز کے پندرھویں باب میں آچکا ہے۔ جو حسبِ ذیل ہے : —

پولوس نے گلیشیان لوگوں کو مزید بتلایا۔ کہ ”پیشتر اُس وقت کے جب فلاں شخص
 جیمز کو بل کرایا تھا۔ اُس نے غیر یہودی لوگوں (GENTILES) سے بل جل کر
 کھانا کھایا تھا۔ لیکن جب وہ آپہنچے۔ تو وہ ایک طرف ہو گیا۔ اور اُن سے علیحدگی
 اختیار کر لی۔ اُن لوگوں سے ڈرتے ہوئے جو ختنہ کروانے کے حق میں تھے۔“
 ایہونی لوگ اس بیان سے متفق نہیں ہیں۔ کیوں کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بات
 حقیقت سے بعید ہے۔ کیوں کہ جیمز تو خود (بقول پولوس) اُن لوگوں میں سے
 تھا۔ جس نے پولوس کی وعظ و نصیحت کی جو اُس نے (ختنوں کے متعلق) غیر یہودیوں
 کے سامنے کی تھی۔ حمایت کی تھی۔ تاہم یہ وہ لوگ تھے۔ جو جیمز کی طرف سے
 بھجے گئے تھے۔ اور جن کی وجہ سے پیٹر کو غیر یہودی لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنا
 پڑ گئی۔

اس قسم کی باتوں میں باہمی سمجھوتے کے لئے دنیا میں صرف ایک ہی راستہ
 ہے۔ جو ہم کچھ آگے چل کر سوچ بچار کریں گے۔ اور ہمیں پوری پوری اُمید ہے۔
 کہ یہ اُن لوگوں کے لئے جہیں آسانی سے کوئی یقین نہیں دلا سکتا۔ تسلی بخش
 ثابت ہوگی :

غالباً ایہونی لوگ یا نظاریں بھی اسی طرح سے کہہ سکتے تھے۔ کہ پیٹر نے جو
 جیمز کو متذکرہ بالا خط لکھا تھا۔ اُس کا اشارہ محض اُس کے مغالطہ کی طرف ہی
 تھا۔ (اُس نے اسی مقصد کے لئے خط لکھا تھا۔ کہ وہ اُس معاملہ کو درست طور
 پر سمجھ نہ سکا تھا۔) درحقیقت یہ بات نہایت ہی قابل یقین ہے جب پیٹر وہاں
 کہتا ہے : — ”بعض لوگوں نے یہ ذمہ لیا۔ کہ وہ اُس (پولوس) کے الفاظ
 کو جو پیٹر سمجھتا ہے۔ زیادہ وضاحت سے بیان کر سکیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ
 یہ بھی کہنے لگے۔ کہ پیٹر کا وہی خیال ہے جو ہمارا ہے (یعنی ہم بھی اُس سے
 اتفاق رائے رکھتے ہیں) لیکن ان کی یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ اتنی سی بات کو وہ
 نمایاں طور پر بیان کر سکتے :“

میں کہتا ہوں۔ کہ یہ معاملہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ اس خط کے لکھنے والے
 کے ذہن میں (پیٹر کے دل میں) وہ حصہ مضمون موجود تھا۔ جہاں پولوس جیسا

کہ ابھی ہم نے دیکھا ہے۔ پٹیر پر الزام دیتا ہے۔ کہ اُسے اپنی رائے پر برقرار رہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کیوں کہ وہ اُن لوگوں سے ڈرتا تھا۔ جو ختنے کروانے کے حق میں تھے۔ پولوس آگے چل کر یہ بھی کہتا ہے :-

”اب اُن سے دوسرے یہودی بھی کنارہ کش ہو گئے۔ حتیٰ کہ اپنی اصلیت کو ظاہر نہ کرتے ہوئے برناباس بھی ان کے ساتھ اُسی رو میں بہہ گیا۔“

لیکن اس مضمون کو پڑھ کر ہرگز ہمیں درگزر نہیں کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ نظارین کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ہمیں موقع مل جائے گا۔ (اور قدرتی طور پر یہ ایک بڑا ہی غنیمت موقع ہے) کہ ہم عیسائیت کو اصلی روپ میں (اس کی صحیح روشنی میں) پیش کر سکیں۔ جس کے فقدان نے حضرت عیسیٰؑ کے

اعلان سے پیشتر ہر دو فرقوں یہودی اور غیر یہودی کو ابہام اور راز میں ڈال رکھا تھا۔ لیکن جب وہ اعلان کسی شخص کے لئے آئندہ متممہ یعنی پیچیدہ معاملہ نہ رہے گا۔ ماسوائے اُن لوگوں کے لئے جو روشنی کی بجائے اندھیرے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یا جنہوں نے اپنا پیشہ محض لوگوں کو پڑھانے کا بنا رکھا ہے۔ اور وہ یہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ کہ وہ خود اُسے سمجھنے کے اہل نہیں ہیں۔ اس کے برعکس جب انجیل کے ذریعے سے یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی)۔ کیوں کہ کوئی بات بھی سچی اور اصلی عیسائیت سے بڑھ کر پسندیدہ اور دلچسپ نہیں ہے اور جو شروع شروع میں بہت ہی سادہ لوح لوگوں کو پڑھائی گئی تھی۔ اُن لوگوں کو سمجھنے میں سروردی کرنا نہیں پڑی تھی۔ بلکہ وہ روشن ضمیر ہو گئے تھے۔ اُس تلقین سے اُنہیں مذاق نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ وہ پوری پوری ہدایات سے مستفید ہوئے تھے :-

باب گیارہواں۔ پس اصل مقصد تک پہنچنے کے لئے یہاں مسٹر میگیلٹر (MEGALYTOR) کو موافق یا غیر موافق جذبات کے تحت صحیح طور پر اظہارِ رائے کرنا چاہیئے۔ اس اظہار کے لئے اُن دونوں کی علیحدگی کو درمیان میں نہ لایا جائے۔ ورنہ پولوس اور برناباس کے باہمی جھگڑے کی اُس وجہ کے خلاف ہوگا۔ جو ایکٹس آف اپوسٹلز میں دی گئی ہے۔ اینٹی اوتج میں جو وقت اور

جگہ بتلائی گئی ہے۔ وہ یقیناً صحیح ہے۔ کیوں کہ ایکس (افعال) میں (ACTS) — (26, 27, 28) — برناباس کو ہر جگہ غیر یہودی لوگوں کے لئے حواری ہونے میں پولوس کا ساتھی ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اس میں موسوی رسومات کے بارے میں شائبہ تک کسی تنازعہ کا اظہار نہیں ہے۔ (یہ وہی برناباس ہے۔ جس نے سب سے پہلے پولوس کا دوسرے حواریوں کے ساتھ تعارف کرایا تھا۔ جب کہ اُس سے پیشتر کسی نے اُس سے ملاقات کرنا نہ چاہی تھی۔ اور نہ ہی کوئی اُسے شاگرد ہونے کا اعتبار کرتا تھا۔) ایسی اوج میں گرجے کی طرف سے پولوس کو برناباس کے ساتھ کام کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ تاکہ وہ یروشلم میں جا کر حواریوں کے سامنے اسی تنازعہ کو صاف طور پر پیش کریں۔ اور اس معاملہ میں انہوں نے جو ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اُسے لے کر وہ برناباس کے ہمراہ واپس لوٹا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُس کے متعلق یہی کہا گیا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ پولوس کا ساتھ دینے والا ہے۔

اب ہم ذیل میں اُن کے باہمی اختلافات کا ایک دوسرا رخ بتلائیں گے۔ ملاحظہ ہو :-

دو پولوس نے برناباس کو کہا۔ آؤ ہم پھر جائیں۔ اور اپنے بھائیوں کو ہر شہر میں ملیں۔ جہاں جہاں ہم اپنے آقا کے الفاظ کو پہنچاتے رہے ہیں۔ اور دیکھیں۔ کہ وہ کیا عمل کرتے ہیں۔ برناباس نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ وہ اپنے ہمراہ جوہن کو جس کا پہلا نام مارک (مرقص) تھا۔ ساتھ لے جائیں۔ لیکن پولوس نے اُسے اپنے ہمراہ لے جانا پسند نہ کیا۔ جس نے پچھلے کے مقام سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اور اُس مشن کے لئے اُن کے ساتھ نہ گیا تھا۔ اُن کے درمیان تنازعہ اس حد تک طول پکڑ گیا۔ کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور برناباس اپنے بھانجے (بہن کے بیٹے) مارک (مرقص) کو ساتھ لے کر جزیرہ قبرس (سائپرس) کی طرف روانہ ہو گیا۔ پولوس نے سیلاس کا علاقہ منتخب کیا اور چلا گیا۔

کئی مختلف قسم کی کہانی ہیں۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب

برناباس نے علیحدہ طور پر مشن کا کام شروع کر دیا۔ اور اس چیز نے غالباً غلط بیانی کرنے والوں کو موقع دیا۔ کہ اس کے نام پر ایک ایجیل بنا کھڑی کریں۔ لیکن ایبونی لوگوں نے اس اختلاف سے خواہ وہ ظاہر طور پر ہی ہو یا سچ محقق۔ کوئی زحمت اٹھانا گوارا نہیں کی۔ اور نہ ہی انہوں نے اس بات کی کبھی پرواہ کی کہ ایکٹس آف ایپوسٹلز میں کیا کیا لکھا ہے۔ جسے وہ جعلی اور کھوٹی چیز سمجھتے ہوئے مسترد کر چکے تھے! ایسی کتاب جس کے لئے یہ عنوان موزوں نہیں ہے۔ خواہ اُس کے مضامین صحیح اور درست ہی کیوں نہ ہوں۔ چونکہ اُس کتاب میں بہت سے حواریوں کے متعلق کچھ بھی بتلایا جہاں نہ تھا اور مقابلتا پیر اور جیمز کے متعلق بہت ہی کم مواد تھا۔ مگر تقریباً تمام کا تمام مضمون پولوس ہی کے بارے میں بھرا پڑا تھا۔

(اسی طرح سے کارنیتی فرقہ نے بھی (جو ایبونی فرقہ کی ایک شاخ ہے) اُسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اُسی طرح جس طرح کہ مارکیونی فرقہ اُسے درخور اعتناء نہیں لایا تھا۔ ایبونی لوگ اسی عنوان کی ایک علیحدہ قسم کی کتاب ایکٹس آف ایپوسٹلز رکھتے تھے۔ جس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ درج تھا۔ کہ پولوس طافس (TRAFUS) کا رہنے والا ہے۔ اس کے متعلق بقول اپی فینیئس (EPIPHANIUS) پولوس نے نہ تو مثبت میں جواب دیا۔ اور نہ کبھی انکار کیا۔

اس کے علاوہ اُس میں درج تھا۔ کہ پولوس ”در حقیقت ایک ملحد اور کافر تھا۔ اس کا اندازہ اُس ٹکڑے مضمون سے لگایا جاتا ہے۔ جس میں پولوس سچائی سے خود کہتا ہے۔ ”میں طافس کا رہنے والا ہوں۔ کسی چھوٹے موٹے حقیر شہر کا شہری نہیں ہوں۔“ اس سے اُنہوں نے نتیجہ نکالا تھا۔ کہ وہ مال اور باپ ہر دو جوانب سے ملحد اور کافر پیدا شدہ ہے۔ حواریوں کے افعال کی کتاب میں (ACTS OF APOSTLES)

۱۔ دیکھئے کتاب بنام - EPIPHAN (Call No. Haer. 130. N. 46.) برٹش میوزیم
لائیبریری۔ لندن W.C. 1.

یہ بھی تسلیم کیا گیا تھا۔ کہ اُس نے یروشلیم میں آکر کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ اُس کا ارادہ تھا۔ کہ وہاں کے بڑے پادری کی بیٹی سے شادی کرے۔ اسی وجہ سے وہ اپنا مذہب چھوڑ کر یہودیت میں شامل ہو گیا۔ اور اپنے ختنے کرائے۔ (اپنے بیان کے خلاف جیسا کہ اپنے خط بجانب فلپینی این (PHILIPPIANS) میں لکھتا ہے۔ اسی طرح اور مواقع پر بھی جھوٹ بیان کرتا ہے۔) لیکن اُس کے بعد پھر بھی جب اُس نے جو ان دو شیزہ کا رشتہ نہ ملا۔ تو سخت غصہ میں آ گیا۔ اور ختنوں کے خلاف مسٹابین لکھنے لگا سبتعت کے خلاف اور موسوی قوانین پر عملدرآمد کرنے کے خلاف بھی ہو گیا۔

اسی طرح ایہونی لوگوں نے پولوس پر بھی خارج از جماعت ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ ان کی ناراضگی محض ٹموٹھی (TIMOTHY) کے ختنوں کی وجہ سے (اگرچہ وہ ایک کافر و ملحد کا بیٹا تھا۔) نہ تھی۔ اور نہ ہی یہودیوں کی اکثریت جو لائسٹرا اور آئیونیوم کے شہروں میں پائی جاتی تھی۔ کی وجہ سے۔ بلکہ خصوصاً ایک اور موقع پر اُس کے رویے کی وجہ سے تھی۔ جو اس طرح سے وقوع پذیر ہوئی :-

جب وہ یروشلیم گیا۔ اور وہاں جا کر اُس نے جیمز اور دیگر بزرگوں کے سامنے جو کچھ غیر یہودیوں (GENTILES) کے اندر اُس کے ساتھ بیٹی۔ سرگزشت سنائی۔ تو انہوں نے اُسے کہا۔ ”بھائی تو جانتا ہے۔ کہ وہاں ہزاروں یہودی رہتے ہیں۔ جو عقیدہ کے پکے ہیں۔ اور وہ تمام موسوی قوانین کے سختی سے کاربند ہیں۔ (جیسا کہ ہم اس سے پیشتر نظارین کے متعلق بتلا چکے ہیں۔) اُن کو یہ معلوم ہو گیا ہے۔ تو ان تمام یہودیوں کو جو غیر یہودیوں (GENTILES) کے ہمراہ ہیں۔ کہتا پھرتا ہے۔ کہ موسیٰ اور اُس کی باتوں کو چھوڑ دو۔ اور یہ بھی کہتا ہے۔ کہ انہیں اپنے بچوں کو ختنے نہیں کروانے چاہئیں۔ اور نہ ہی مرد و جہ رسومات میں حصہ لینا چاہیئے۔ پس اب یہ سمجھ گیا ہے۔ مجھے یقین ہے :-“

دو پس ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ضروری بات ہے۔ کہ جب عوام کی اکثریت کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ تم آگئے ہو۔ تو وہ اکٹھے ہو جائیں گے۔ تم ایسے ہی کرو۔ جو یہ کہتے ہیں۔ ہمارے پاس چار آدمی ہیں۔ جو اس بات پر قسم کھانے کے لئے تیار ہیں۔ ان کو ساتھ لے جاؤ۔ اور تم اور تمہارے ساتھ یہ سب اپنے آپ کو پاک اور صاف کریں۔ جو الزام تمہارے اور ان کے اوپر لگائے گئے ہیں۔ اسے تسلیم کرو۔ نیز یہ کہ تم اپنے سروں کو منڈوا دو۔ اُن سب کو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ تمام باتیں جو تمہارے خلاف کہی گئی ہیں۔ اُن کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ تو خود موسوی قوانین کا احترام کرتا ہے۔ اور باقاعدہ اُن پر عمل کرتا ہے۔ جہاں تک غیر یہودیوں کا تعلق ہے۔ جن کو یقین ہے۔ کہ ہم نے ایسی باتیں نکھی ہیں۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ غیر یہودی عیسائی لوگوں کو ایسی رسومات وغیرہ پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ ماسوائے ان چند احکام کے کہ وہ بتوں پر کوئی چڑھاوانہ چڑھایا کریں۔ اور خون۔ اور ان چیزوں سے جو گلا دیا کر ہلاک کر دی گئی ہوں نہ کھائیں۔ اور نہ ناکاری سے پرہیز کیا کریں؟“

بہر حال یہاں مندرجہ بالا چار چیزوں کے پرہیز کے متعلق جو غیر یہودی عیسائیوں پر بھی عاید کی گئی ہیں۔ جگہ اور وقت کے متعلق کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ اور نہ ہی موسوی قوانین کے احترام میں جسے یہودی عیسائی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ کوئی پابندی لگائی گئی ہے۔ مگر بولوس کو کہا گیا۔ کہ تم مندرجہ بالا باتوں پر جلد عملی جامہ پہناؤ۔

آیت ۲۶ :- ”پھر بولوس اُن آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن اُن کے ساتھ اپنے آپ کو پاک صاف کر کے عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ تاکہ پاکیزگی کے لئے دنوں کی مقررہ تعداد کو مکمل کر سکے۔ اور ہر ایک کے لئے ضروری تھا۔ کہ اپنے کفارے کے لئے کوئی منت پیش کرے۔“

پس اس سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ یوں محض اس بات پر
رضا مند ہو گیا۔ کہ غیر یہودی لوگوں کو ختنوں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے
نیز موسوی قوانین سے بھی انہیں مبرا رکھا جائے۔ لیکن یہ رعایت یہودی
عیسائیوں کے لئے ہرگز نہ رکھی جائے۔ کیوں کہ اگر حالات پیدا نہ کئے جائیں
تو صحیح لفظوں میں کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ الزامات کوئی اہمیت نہیں
رکھتے۔ جو اس پر مکتوبے کئے ہیں۔ مثلاً اس پر یہ الزام لگائے گئے تھے۔ کہ وہ
یہودیوں کو کہتا تھا۔ کہ موسیٰ کی شریعت کو بھول جاؤ۔ اور موسیٰ کو چھوڑو
اپنے بچوں کے ختنے مت کرواؤ۔ اور نہ ہی رسم و رواج کے پیچھے پڑو۔ اگر
یہ پالیسی اختیار نہ کی جاتی۔ اور کوئی دوسری تدبیر اختیار کر لی جاتی۔ تو کیا
دوسرے حواری بھی اس کی طرح منافق ثابت نہ ہوتے؟

حالات کو سدھارنے کے لئے جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا تھا۔ صرف
یہی ایک راستہ تھا۔ پس اس سے لوگوں کو بغیر کسی شک و شبہ اور وقت
کے تسفی ہو گئی۔

غلطیوں کو لیٹنے کے لئے ناقابل فہم باتیں اور مختلف شکلوں میں
صورتوں کو پیش کر دینا ہی کام آتا ہے۔ لیکن سچائی کو معلوم کرنے کے لئے
نشانہ سی کے راستے آسان اور ایک ہی شکل و صورت والے ہوتے
ہیں۔ کون سے گھٹیا اصول تھے۔ جو معمولی اخلاقیات کا ہم پلہ نہ ہونے
کے باوجود اپنائے نہ گئے تھے۔ جب ان سے کچھ بن نہ پائے۔ اور کوئی بھی
مدلل فیصلہ نہ ہو سکے۔ تو محض یہودی اور غیر یہودی عیسائیوں کا امتیاز سامنے
آ جاتا ہے۔ اور ہر کوئی من مانی عمل پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ صورت
حال ایک منظم مذہب کے لئے باعث شکست اور فرسودگی ثابت ہوتی
ہے۔

چودھواں باب | جس طرح یہودیوں کی اکثریت نے حضرت عیسیٰ کی تعلیمات سے غلط اثرات
لئے۔ اسی طرح غیر یہودی عیسائیوں نے اسے سمجھنے میں اتنی ہی غلط فہمی

سے کام لیا۔ جتنا کہ اُن چند ہیودیوں نے جو اُس کے پیروکار بن گئے تھے۔ اُسے سمجھنے میں بہت کوتاہی کی۔ آپ کو پہلے ہی سے علم ہے۔ کہ عیسائیت کی ابتدائی حالت میں لوگوں میں دھوکا دہی اور پھر ان فریب کار یوں کو عبادت میں تسلیم کر لینا کس حد تک دوش بدوش چل رہا تھا۔ دوسرا سادہ لوح گروہ اُن غلط باتوں پر بھر دسہ کر لینے میں اتنا ہی جلد باز تھا۔ جتنا کہ پہلا گروہ جھوٹی کتابوں کو حواریوں اور اُن کے ہمراہیوں اور قریبی جانشینوں کا نام دے کر لکھنے میں ہوشیار تھے۔ چنانچہ اُگرائیٹس (Atraneus) فردن اول کے کھوٹے سکے گھڑنے والوں کے متعلق کہتے ہیں :- کہ سادہ لوح لوگوں کو حیرت میں ڈالنے اور اُن لوگوں کو جو سچی آیات سے ناواقف تھے۔ انہیں دھوکا دینے کے لئے اپنی طرف سے من مانی نقلی آیات اور غیر مستند لٹریچر کا اتنا بڑا ہجوم اکٹھا کر دکھایا۔ کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کی بدعنوانیاں اور خرابیاں بعد ازاں نہ صرف بہت زیادہ طول پکڑ گئیں۔ جبکہ رہا رہا کتابیں لکھنے میں صرف اپنا ہی حق سمجھتے تھے۔ اور میں تو یہ کہوں گا کہ تمام اچھی بُری کتابوں کی حفاظت کرتے ہوئے اُن کا واحد اپنی ہی اجارہ داری بن چکا تھا۔ بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات بالکل ناممکن نظر آنے لگی۔ کہ ہم تاریخ اور افسانوں میں یا سچائی اور غلطی میں کوئی امتیاز کر سکیں ہم یہ بھی پڑتال نہیں کر سکتے کہ عیسائیت میں یادگاروں کی ابتدا کب ہوئی۔ ان کی اصلیت کیا تھی۔ اور اُن میں کس حد تک جھوٹ یا سچ موجود ہے۔ اس حقیقت کی سچائی آپ پر خاص کر اُس وقت ظاہر ہوگی۔ جب آپ عہد جدید کو مستند قرار دینے کے مسئلہ پر تمام تحریر شدہ مسودوں پر غور کریں گے۔ اُس وقت آپ کے سامنے مشکلات کی ایک طویل فہرست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسی ایسی باتیں درپیش ہوں گی۔ کہ آپ اُن کا کچھ بھی جواب نہ دے سکیں گے اُس حالت میں اُن لوگوں کو جو سچائی سے دلی طور پر محبت رکھتے ہیں۔ لامحالہ درگزر کرنا پڑے گا۔ یہ چیزیں بذاتِ خود بہت بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مضامین بڑی حیرت میں ڈالنے والے ہیں۔ پس انہیں نسلی بخش طریقہ سے حل کرنے کے لئے قابلِ قدر تنقید کرنے والوں کو ہر قسم کی مصائب کا سامنا کرنا ہوگا۔ نیز یہ مسائل بھی ایسے اہم ہیں۔ جو تمام تکلیفوں کو برداشت کرنے کے حقدار ہیں۔

اس سے پیشتر مجھے غیر مستند کتابوں کے متعلق امانتِ طے کے مقام پر ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ جو کسی وجہ سے میں دیکھتا ہوں۔ کہ آخر کار اس معمر کو میری ذاتی کوششوں سے

ہی حل کرنا پڑے گا۔ وہ یہ ہے :- کہ کس طرح حواریوں کے فوراً بعد اُن کے جانشینوں نے اپنے آقاؤں کی اصلی تحریروں کو اُن جھوٹی تحریروں کے ساتھ جو انہی کے ناموں سے منسوب کر دی گئیں تھیں۔ افسوسناک حد تک غلط ملط کر دیا۔ یا یہ کہ جس حالت میں وہ لوگ بہت جلد ہی ایسے معاملات میں لاعلمی کی وجہ سے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تو کس طرح اُن کو نئی نئی باتیں روشنی میں آگئیں۔

یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ اس قسم کی غیر مستند کتابیں (APOCRYPHAL BOOKS) کھنے کے لئے مذہبی پیشواؤں سے انہیں آزاد مائشوں سے گزاری گئیں تھیں جن کے تحت نئی منظور شدہ کتابوں کو چھپا دیا گیا تھا۔ اور جن کتابوں کو پہلے خدا کی آیات تصور کیا گیا تھا۔ اُن کا تقدس آخری کتابوں سے کسی طرح سے کم نہ تھا۔ یا بعض اوقات جن کتابوں کو ہم خدا کی آیات سمجھتے ہیں۔ انہیں اُن کی طرف سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی وہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں میں دو اور سوالات پیش کرنے کے لئے مشورہ دوں گا:- کیا وجہ ہے۔ کہ ہم اُن کتابوں کو جنہیں کلیمنس الیگزینڈرینس۔ اور یجن۔ ٹرو لیٹین اور اسی طرح کے دیگر مصنفین اصلی قرار دے چکے ہیں۔ دورِ حاضرہ کی مستند کتابوں کے مقابلہ میں اُسی طرح کی مستند اور سچی کتابیں نہ سمجھیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اُن مذہبی بزرگانِ کرام کے امتحان کے لئے ہمیں کن امور پر زور دینا چاہیے جو نہ صرف ایک دوسرے سے اتفاق رائے نہیں رکھتے۔ بلکہ اُنہی امور کے متعلق وہ آپس میں کسی جگہ بھی ثابت قدم نظر نہیں آتے۔ یعنی کسی حقیقت پر آپس میں متفق الراء نظر نہیں آتے +

اس کے علاوہ میں اپنے سچے مذہب کی خاطر اس قسم کے اعتراضات اپنی صحیح روشنی میں پیش کرنے کے لئے کوئی حقیر خدمت تصور نہیں کرتا۔ نیز لوگوں کو اُن پیشواؤں کی غلطیوں سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے جو بصورتِ دیگر شاید اُن کے علم میں کبھی نہ آسکتیں۔ انہیں اس طور جواب دے کر اور صحیح طور پر اُن کے مغالطہ کا ازالہ کر کے راہِ راست پر لایا جائے۔ لوگوں کو جو بات ایسی ہی عمدگی سے دے جائیں جیسے کہ مشورہ طے پائے +

میں ہرگز ناواقف نہیں ہوں۔ کہ لکڑی کے بنے ہوئے پادری اور دغظ و نصیحت کرنے والے لوگ جن کا امتیاز سچے پادریوں سے آسانی سے ہو سکتا ہے، ایسے معاملات میں قسلی بخش جواب اپنے لئے اور دوسروں کے لئے تلاش کرنے کی بجائے فوراً شور و غل مچانے

کے عادی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے خلاف جو اعتراض کرتے ہیں۔ وہ انہیں ملحد اور مشرک یا چھپے ہوئے منکر کا فتویٰ دینے لگ جاتے ہیں۔ اور اگر وہ واقعی ایسے ہی ہیں۔ تو انہیں زیادہ سمجھدگی کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہئے۔ تاکہ وہ انہیں مطلع کر سکیں۔ جس سے ان کی قتل ہو جائے۔ بدنامی کرنے سے کوئی اچھا اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس کے برعکس ایسا رویہ اختیار کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا۔ کہ لوگ ایسے پادریوں پر دھوکے بازی اور چھوٹے پروپیگنڈہ کا شبہ کرنے لگیں گے۔ کیونکہ لوگ قرآن چیلنج و پکار کرنے کے لئے اس وقت تیار ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے حساس اعضاء کو چھیڑا جائے۔ یعنی جب کوئی شخص کسی کی خامیاں بیان کرنے لگے تو اسے اس خامی کا احساس ہو جائے گا۔ اور وہ اپنی خامی کو چھپانے کے لئے چیلنج و پکار بلند کرنے لگے گا۔

یہ درست ہے۔ کہ وہ لوگ جو بہت کم علم رکھتے والے ہیں۔ (نیم حکیم) اور مکار ہیں۔ وہ عام طور پر اپنے بغض و عناد کو چھپانے کے لئے اپنی مخلص شخصیت کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ لیکن ان کے تمام جذبات کی اصل بنیاد یا تو ان کی لاعلمی ہے۔ جسے وہ کبھی ظاہر نہ کریں گے۔ یا ان کی عقلیت جسے وہ کبھی جگانا نہیں چاہتے۔ (یعنی وہ سہل انگاری کو تکلیف دینا نہیں چاہتے) حالانکہ ان کو اپنے پیشے کے پیش نظر جو ان کا فرض ہے خوب محنت و کاوش سے کام لینا چاہئے۔

تاہم یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ کوئی مذہبی ادارہ (گر جماعت) یا فرقہ اس قسم کے کاموں سے نجات حاصل کر سکے۔ کیونکہ تمام متعدد دسوسائٹیوں میں پادریوں۔ قانون دانوں۔ شرفاء۔ ڈاکٹروں وغیرہ مختصر یہ کہ ہر قسم کے لوگوں کے ہجوم و رجحوم پائے جاتے ہیں۔ لیکن میوزوں۔ قابل مثالی اور باضمیر پاکیزہ ہستی جو تمام تعظیم و تکریم کے لائق ہے۔ اور ضروری ہے کہ لوگ اس کی عزت کریں۔ وہ اپنے دشمنوں کی منافقت کی وجہ سے بالکل مختلف قسم کا کردار ادا کرے گا۔ اس قسم کے بزرگوں سے ہمیں اتنا ہی کم خون کھانا چاہئے۔ جتنا کہ دوسرے کردار کے مالک ہمیں نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمیں اس شخص سے اپنی حسبِ مشاعر بہت سی واقفیت اور علم حاصل ہو گا۔ اور یقینی امر ہے۔ کہ اس کی اطلاع پختہ ہو اور مخلص بھی ہو۔

پس یہ یقین رکھتے ہوئے کہ کوئی شخص سوال پوچھنے کی وجہ سے ناراض نہیں ہو گا۔ کوئی شخص جو لوگوں کے سوالات کا جواب دے سکے۔ ہمیں اس میں ایک اور چیز کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے ہماری موجودہ ہمد نامہ جدید کے مستند قرار پانے کے متعلق مشکلات کا ازالہ ہو سکے۔ وہ حسبِ ذیل ہے: چونکہ عیسائیت کے چلچلے دو مخ متفقہ طور پر یہ تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ ایبونی یا

نظاری یہودی سب سے پہلے عیسائی ہوئے تھے۔ یادہ لوگ جو یہودیوں میں سے پہلے عیسائی ہو گئے تھے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کو خدا کا پیغمبر مانتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ اُن کے ساتھ بود و باش کرتے رہے اور انہی کے ساتھ رہتے ہوئے (بقول مصنف) فوت ہوئے اور لوگ اُن کے کردار کے جائز و پرہیزگوارہ ہیں۔ اور انہیں میں سے تمام حواری ہو گزرے ہیں۔ جب ہم ایسے حالات کے متعلق سوچ بچار کرتے ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ دوسرے فرقوں کے لوگ اپنے آپ کو سب سے پہلے وقتوں کے عیسائی کہلا سکیں۔ (کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اپنی ایہونی اور یہودی عیسائیوں کو کفر اور الحاد کا شکار بنایا تھا۔) انہیں کیا حق تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ کے اصولوں اور طریق کار کے متعلق غلط قیاس آرائیاں شروع کر دیں؟

وہ لوگ جو غیر یہودی عیسائی (GENTILES) کہلائے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد اُن پر ایمان لے آئے تھے۔ (یعنی اُن کے بعد عیسائیت پر ایمان لائے تھے۔) اُن لوگوں کی وعظ و نصیحت سن کر تنہوں نے کبھی حضرت کی شکل تک نہ دیکھی تھی۔ اور نہ وہ اُن کو جانتے تھے۔ کس طرح اُن امور کے متعلق وہ زیادہ سچے خیالات قائم کر سکتے تھے۔ بدیگر الفاظ اس قسم کے لوگ مذہبی امور میں کیسے بہتر فیصلہ کرنے کے قابل تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔ انہیں اس قسم کی اطلاعات سوائے اُن یہودیوں کے جو پہلے ایمان لائے تھے۔ اور کس جگہ سے اور کب حاصل ہوئیں۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں۔ کہ غیر یہودی عیسائی جو جینٹلز کے نام سے موسوم تھے۔ یہودیوں کے رسم و رواج کے سخت مخالف تھے۔ وہ لوگ یہودیوں کی زبان سے اس قدر نا آشنا تھے۔ کہ مختلف مواقع پر بہت بڑی بڑی اور بے شمار غلطیاں کرتے تھے۔ جن کی اکثر مثالیں ہمیں ریفرڈ کی تصریحات اور تفسیرات میں (RAENFERDS-DISSERTATI) جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ملتی ہیں۔ جن کے متعلق میں اُن تمام باتوں کی تائید کے حق میں نہیں ہوں۔ خاص کر جہاں وہ پہلی صدی کے نظاری عیسائیوں کو تیسری اور چوتھی صدی والوں سے خلط ملط کر دیتا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود غیر یہودی جینٹلز لوگوں کو لازماً یہودیوں کی ندی سے پانی لینا پڑتا تھا۔ ورنہ اُن کے حوض گند جیلے اور مضر صحت پانی والے ہو جاتے۔

میں اپنے پورے جذبے کے ساتھ ایہونی لوگوں کے متعلق اس مشکل کام کو حل کرنے کے لئے قابل اور فاضل نقادوں سے حسب ذیل سفارش کر دوں گا۔ وہ تنقید کرنے والے خواہ مذہبی راہنما ہوں۔ یا عوام میں سے ہوں :- یہ ہر دو نمایاں فرقے نہ صرف پرانے زمانے سے

چلے آ رہے ہیں۔ بلکہ یک گونہ آج بھی ہمارے زمانے میں اُن کا وجود ملتا ہے۔ اُن میں ایک حصہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ یہودیوں کی صحیح عیسائیت کو غیر یہودی (GENTILES) لوگوں کی بھاری اکثریت نے مغلوب کر کے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ جنہوں نے یہودیوں کی معنویت اور سادگی کو برداشت نہ کرتے ہوئے۔ اُس میں آہستہ آہستہ عجیب اقسام کے بیانات اور اتحاد اور کفر کی رموز کو شامل کر دیا۔ ان کے علاوہ ناقابل فہم مسائل اور مذہبی احکام۔ اپنے فلسفہ دانوں کا امتیاز اور ایسی ایسی کفر کی باتیں جن کی تائید نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ قربان گاہیں۔ بتوں پر چڑھا دے۔ اور اپنے پادریوں کے خود ساختہ مقدس رسوم و رواج۔ اگرچہ وہ یہودیوں کے رسم و رواج کو ہرگز برداشت نہ کرتے تھے۔ مگر اُن مشرکانہ عوام کو مقصد کہ دار تسلیم کرتے تھے۔ یعنی اُن کے نزدیک مشرکانہ اور ملحدانہ رسوم پاکیزگی اور تقدس کا درجہ رکھتی تھیں +

سوسن کے پیروکار (SOCINIANS) اور واحدانیت کے قائل لوگ (UNIT-ARIAN) پورے وثوق کے ساتھ بتلاتے ہیں۔ کہ جیٹا ٹکڑ یعنی غیر یہودی لوگوں نے عیسائیت میں اپنے سابقہ مشرکانہ مذہب اور مردہ لوگوں کو خدائی درجہ دنیا وغیرہ عقائد کو شامل کر لیا۔ وہ بتلاتے ہیں۔ کہ اس قسم کے عقائد کے باوجود عیسائیت کے نام کو برقرار رکھا گیا۔ مگر اُس کی ہیئت کو بالکل تبدیل کر دیا گیا۔ اُس کی نوعیت کو اپنے ذوق و شوق کے مطابق اور ذاتی ضروریات کے تحت ڈھال دیا گیا۔ نیز یہ کہ عیسائیت میں اُس وقت سے لے کر اب تک مختلف خیالات اور رسم و رواج کو جہاں کہیں بھی لوگوں میں پائے جاتے شامل کر دیا گیا۔ عیسائیوں میں ابن الوقتی اور بے ثباتی اس حد تک پائی جاتی ہے۔ کہ انکار کی گنجائش نہیں۔ یہ بات افسانی فطرت میں داخل ہے۔ تاہم سوسن فرقہ عقلی دلائل کے اظہار کے باوجود اس موضوع کی اکثر باتوں میں اور کئی دیگر مسائل میں جن کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ وہاسیات باتوں اور اختلاف کی وجہ سے اتنے ہی قصور وار ہیں۔ جتنے کہ دوسرے فرقے ہیں۔ انسان اپنی رائے میں اس حد تک کم ثابت قدم ہے جتنا عمل کرنے میں ہے۔ یعنی جو رائے انسان قائم کرتا ہے۔ اُس پر عمل بہت ہی کم ہوتا ہے۔

یہودی لوگوں سے متعلق مذکورہ بالا مشکل کو حل کرنے کے لئے محض بیسواں باب | اپنی اناجیل خطوط اور حوالہ یوں کے فعال (ACTS) کا ذکر ہی

کر دینا کافی نہیں۔ بلکہ اُن کی سچائی اور صداقت کو بھی اُن وجوہات کی بناء پر اُسی طرح سے استوار کرنا ضروری ہے۔ جن میں معقول عیسائی متاثر ہو اور اُسے متاثر ہونا ہی چاہئے۔ یعنی اُن وجوہات کی بناء پر اُسے معلومات ضرور ملنی چاہئے۔ چونکہ ایونی اور نظاری یہودی (جن کے ہیکل اور گرجے جیسے کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ تمام مشرقی ممالک خصوصاً یہود کے ملک میں بے شمار تھے) اپنی ایک علیحدہ انجیل رکھتے تھے۔ جسے بعض اوقات مذاہب کے متعلق کتابیں لکھنے والے عبرانی انجیل (THE GOSPEL OF HEBREW) کہا کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات اُسے بارہ حواریوں کی انجیل سے موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن اُسے آرٹھکس۔ ایپی فینی اُس اور اُن کے بعد آنے والے معتقدین نے کم علمی کی وجہ سے متنی کی انجیل کے نام سے خلط ملط کر دیا۔ اس انجیل کو تین سو سال سے زائد عرصہ تک ایک مستند مقدس کتاب کی حیثیت سے عام لوگوں کے سامنے اُن کے گرجاؤں میں پڑھا جاتا رہا۔ تاہم دوسری انجیل بھی کوئی کم اہمیت نہ رکھتی تھیں۔ ڈاکٹر گریب (DR. GRABE) جس کی طرفداری کرنے والے ڈاکٹر ہلنز اور دوسرے عالم فاضل لوگ تھے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ اسے موجود عہد جدید کی انجیل سے پہلے لکھا گیا تھا۔ اور اُسے مرتب کرنے میں اُن لوگوں کا ہاتھ تھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا تھا۔ یا ایسے لوگوں نے اسے لکھا جو حواریوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ اُن میں سے ایک وہ تھی۔ جو لوقا کی انجیل کہلاتی ہے۔ مگر لوقا کا نام دے کر کئی لوگوں نے اپنی اپنی انجیلیں لکھ کر پیش کر دی تھیں۔ جیسا کہ اکثر مشہور برگمان کریم کا خیال ہے کہ اصلی عیسائیت ابھی تک دنیا میں زندہ ہوگی۔ اگرچہ ہمارے مستند کتابوں میں سے کوئی خاص کتاب نیست و نابود ہو چکی ہوئی ہے۔ اگرچہ ہمارے انجیل میں سے کوئی ایک باقی رہ گئی ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے۔ اُن میں سے کسی انجیل نے آرٹھکس کے مبالغہ آمیز خیال کی تائید نہیں کی۔ اس کا خیال ہے۔ کہ ضروری ہے۔ کہ چار انجیل سے نہ کم اور نہ زیادہ انجیلیں ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ (وہ کہتا ہے) دنیا کے چار طبقے ہیں۔ اور چار ہی بڑی بڑی ہوائیں ہیں * پس لوقا نے جن متعدد انجیلیوں کا ذکر کیا ہے۔ اُن میں سے ایک عبرانیوں کی انجیل ہوگی۔ جو اُس کی انجیل سے پیشتر لکھی جا چکی تھی۔ اور جسے وہ حبشی یا غلطیوں سے بھری پڑی انجیل کہہ کر اُسے مسترد نہیں کرتا۔ یا کسی اور وجہ لی بناء پر اُس سے وہ انکار ہرگز نہیں کرتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی وجہ سے اسے چند باقیماندہ ٹکڑوں کے عرصہ دراز سے تباہ ہو گئی ہوگی۔ یہی حال کئی دیگر پرانی یادگاروں سے ہو چکا ہے۔ اُن کی تباہی اندھا دھند حسد کی وجہ سے یا

دور رس مفاد کی خاطر عمل میں آئی۔ اگر اس قسم کا پڑانا لٹریچر آج موجود ہوتا۔ تو بے شمار مخالفتوں کا سد باب ہو جاتا۔ اُن کی عدم موجودگی میں کسی فیصلے پر پہنچنا آسان کام نہیں۔ اسی وجہ سے گونا گوں پاکیزہ اور عالم فاضل ہستیوں کو اُس انجیل کے گم ہو جانے کی وجہ سے بڑا صدمہ ہوا ہے۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو دنیا کو اس خیال پر آمادہ کرتے ہیں۔ کہ وہ مقدس انجیل ابھی تک گرد و غبار سے لپٹی ہوئی فرانسیسی بادشاہ کی لائبریری (FRENCH KINGS LIB) میں موجود پڑی ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ کہیں اور مقامات میں پڑی ہوئی ہے۔ جیروم (JEROM) نے اُس کا ترجمہ یونانی اور لاطینی زبانوں میں کیا تھا۔ اُس نے اکثر اُس کے تراجم کو استعمال کیا تھا اسی طرح سے اور یحییٰ اور یوسیبس نے بھی اُس سے فائدہ اٹھایا تھا۔ انہوں نے اس انجیل کو نہ تو مسترد شدہ لٹریچر سمجھا اور نہ ہی مستند کتابوں میں شمار کیا۔ بلکہ وہ اس کتاب کو مقدس کتابوں کے زمرہ میں شمار کیا کرتے تھے۔ یعنی ایسی مذہبی کتابوں میں جن کا شمار آئنا قدیمہ میں ہوتا ہے۔ اُسے رکھا جاتا تھا۔ اُس کے پارنیہ سالی میں کسی شخص کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے۔ کہ وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ اُس کی صداقت کو تسلیم کیا جائے۔ ان سے بہت عرصہ پہلے پیپاس۔ اگنیشٹس۔ کلینز۔ ایگزیٹھ رینس اور دیگر حضرات نے عبرانیوں کی انجیل (THE GOSPEL OF HEBREWS) کو تالیف کیا۔ لوگ اُسے سچی انجیل کا نام دیا کرتے تھے (لوگوں کا دعوئے تھا۔ کہ وہ صحیح اور اصلی انجیل ہے) جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ جسٹن شہید (JUSTIN-MARTYR) نے بھی ٹرائیفور بودی سے گفتگو کے دوران اس کی صداقت کے بارے میں تائید کی تھی۔ اسی طرح ہیگسپس (HEGESIPPUS) نے بھی جو خود ایک یہودی تھا۔ اور مذہبی رہنما جس طرح ہیرد ڈوٹس سول ہسٹری میں ہو گزرا ہے۔ اس انجیل پر ہر ثبت لگائی۔ یوسیبس نے اپنے لفظوں میں جو فتنہ برپا کرنے والے اولین عقیدوں کی خود فرست تیار کی ہے۔ اُس میں نظاریہودیوں اور ایونی لوگوں کا ہرگز کوئی ذکر نہیں آتا۔ (یعنی وہ ہرگز ایسی شرارتوں اور بدعتوں کے حتیٰ میں نہ تھے۔) اس کا بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ وہ خود ایک ایسا شخص تھا جو ایونیوں اور نظاریوں کی انجیل کے پڑھنے سے خوشی محسوس کرتا تھا۔

یہی یوسیبس کہتا ہے۔ کہ سائماچس ایک ایونی (EBIONITE) تھا۔ یہی وجہ تھی۔ نظاریوں و نصرانیوں کے مخالف لوگ انہیں سائماچس بھی کہا کرتے تھے۔ یہ صفاتی

نام اسی طرح سے بنایا گیا۔ جس طرح کیرنٹھین کا نام کیرنٹھس سے نکلا ہے۔ درندہ بندات
 خود نصرانی یا نظاری ہی تھے۔ ایونی لوگوں نے حواریوں کے افعال کی کتاب (ACTS OF APO-
 STLES) اور پولوس کے تمام خطوط (EPISTLES) کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (اولین یہودی
 عیسائی اپنی کوئی علیحدہ حواریوں کے افعال کی کتاب رکھتے تھے۔ جو اس افعال کی کتاب (ACTS)
 سے مختلف تھی۔ پس اس کتاب کے مستند یا غیر مستند ہونے کا فیصلہ بھی ساتھ ہو جانا چاہیے۔
 یہ فیصلہ ان لوگوں کو کرنا چاہیے جو مذہبی کتابوں کے مستند ہونے کے فتوے جاری کرتے ہیں۔
 یا اسناد کے مؤرخ کہلاتے ہیں۔ اس کا فیصلہ بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ یہ فیصلہ ہونا ہی چاہیے۔
 جبکہ خاص کر ائی سو سٹم (CHRYSOSTOM) ایکٹس کے عنوان پر تذکرہ کرتے
 ہوئے لکھتا ہے۔ کہ اُس کے زمانے میں (چوتھی صدی کے آخری سالوں میں) نہ صرف مصنف
 اور مؤلف بلکہ اس کتاب کو بھی کوئی جانتا نہ تھا۔ یعنی اس کتاب کا کبھی نام بھی سننے میں نہ آیا تھا۔
 مختصر یہ کہ ہر سمت ہر فرقہ یہ دعوے کرتا تھا۔ کہ صرف وہی سچے عیسائی ہیں۔ اور ہر ایک ایسی ہی
 کرتا تھا۔ کہ اُس پر فوراً بغیر کوئی توقف یا سوال کرنے کے عمل کیا جاوے۔ یعنی اُن کا حکم فیصلہ کن
 اور اٹل تھا۔ (جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ باوجود جاہل مطلق ہونے کے شور مچا دیتے ہیں۔ مگر
 یہ کہ اُن کو اپنی باتوں پر کامل اعتماد ہوتا ہے) اُن کی اپیلیں حواریوں کی روایات کو برقرار رکھنے
 کے لئے ہوتی تھیں۔ ایسے ہی الفاظ اُس ملحد اور مشرک ٹولومی (PTOLMAY) کے اپنی
 فلوراعورت سے کہے گئے تھے۔ جس سے وہ خط و کتابت کرتا تھا۔ اُن کا دعوے تھا۔ کہ صرف وہی
 لوگ ہیں جو مذہب کو سمجھتے ہیں۔ اور کسی کی بات پر کان نہ دھرے جائیں۔ اور نہ انہیں کوئی وقعت
 دی جائے۔ اُن کی باتیں سن کر کسی کو قیاس ہوتا ہے۔ کہ آیا وہ شیلسترٹ یا ڈوڈیل جو باتیں کر رہا
 ہے۔ مگر میں ٹولومی کا ذکر کیوں کر کرتے شمار لوگ بلکہ کئی فرقوں کے لوگ ہماری بائبل اور آیات مقدسہ
 پر الزام لگاتے ہیں۔ کہ وہ ناکمل ہیں۔ اور غلطیوں سے بھری پڑی ہیں۔ اُن کے بیانات میں
 اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے۔ اور ناکافی ہے۔ نیز یہ کہ روایات ان کی تائید نہیں کرتیں۔
 (سچ ہے) جیسا کہ ہمیں آئرینیئس (IRENEOUS) کی زبانی معلوم ہوا ہے (یعنی یہ الفاظ
 آئرینیئس کے ہیں)۔ سننے میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ مشرک لوگ اور اُن کی کتابیں بھی یہ دعوے کرتی ہیں۔
 کہ ہم جو بات کرتے ہیں وہ معقول ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم کامل ہیں۔ اور بالکل صحیح راستے پر چلنے والے ہیں۔
 اس بات کو اُن کے مخالف بھی مانتے ہیں۔ لیکن وہ یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ پرانے زمانے کی

روایات بھی انہیں کے پاس ہیں۔ وہ فخر سے کہتے ہیں۔ کہ وہ پکے عیسائی ہیں۔ اور مذہبی اجارہ داری انہیں کے ہاتھوں میں ہے۔ لیکن وہ لوگ جو مخالف فریق کو پکے عیسائی سمجھتے ہیں وہ تو ملحد اور مشرک ہیں۔ اور وہ فتنہ پرداز بھی ہیں۔ اسی طرح ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حواریوں کا جائزہ جانشین کہتا دکھائی دیتا ہے +

آج کل بھی ایسے ہی حالات پائے جاتے ہیں۔ پروٹسٹنٹ اور تمام کھتبولک لوگ جو پوپ کے پیروکار ہیں۔ ان کے درمیان بھی ایسی رستہ کشی چل رہی ہے۔ اب تک آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ جو کچھ مسلمان حضرت عیسیٰ اور ان کے عقائد کے متعلق اپنا ایمان رکھتے ہیں۔ وہ نہ تو حضرت محمد کی اپنی پیدائش یا کئی باتیں سمجھتے ہیں۔ اور نہ ان اصحاب کرام کی جن کے متعلق لوگوں کا خیال ہے۔ کہ انہوں نے قرآن کی تالیف میں ان کی مدد کی تھی۔ لیکن یہ باتیں اتنی ہی پرانی ہیں۔ جتنا حواریوں کا زمانہ پرانا ہے۔ جب کہ عیسائیوں کے تمام فرقوں اور گرجاؤں کے جذبات اور حالات ملتے جلتے ہیں۔ نیز یہ کہ ضروری ہے۔ کہ عبرانیوں کی انجیل گم ہو گئی ہوگی۔ لیکن اس کی بعض باتیں کسی اور انجیل میں پائی جاتی ہیں۔ جو پرانے زمانے میں اور اب کسی حالت میں موجود ملتی ہیں۔ اسے برناباس کی انجیل سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر میں اس انجیل کی تاریخ بیان کرنے سے آپ کی حیرانگی کو دور کر سکوں۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ میرا وقت ٹھیک کام آیا۔ اور یہ بہت ہی اچھا ہوگا۔ اگر آپ یہ تسلیم کریں۔ کہ میں نے عیسائیت کو اس موقع پر صحیح روشنی میں پیش کر دیا ہے :-

جس کا مفہوم واضح نہ ہو۔ اور پھر یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اسے کوئی غلط طور پر مت پکارے یا کوئی نہ پکارے۔ ورنہ فلاں فلاں سزا یا گردن کشی ہوگی۔ تو اس نے موسیٰ کو اپنا نام بتلایا ہی کیوں تھا۔ اگر خدا اپنا نام نہ بتلایا۔ یا موسیٰ کے کان میں چپکے سے کہہ دیتا۔ کہ دیکھو کسی اور کو نہ بتلا دینا۔ تو یہ سوال کہ کوئی اسے پکارا کرے یا نہ پکارا کرے۔ کبھی نہ پیدا ہوتا۔ + یہودی کہتے ہیں۔ کہ یہ ایک بہت بڑا عظمت والا ذاتی نام ہے۔ کوئی دنیاوی شخص اسے استعمال نہیں کر سکتا۔ ورنہ اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔ اگر خدا انہیں چاہتا۔ کہ اس کا نام لیا جائے۔ تو موسیٰ کو بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ بحث درکنار ہے۔ ہم موجودہ توریت کو کیسے مستند کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ اصل مقدس کتاب گم ہو گئی تھی۔ لوگوں کے زبانی بیانات کے مطابق نئی کتابیں لکھی گئیں۔ جن پر یقین کرنا بعید از قیاس ہے۔

اپنے محبوب کے نام کو بار بار پکارنا ایک پر لطف سماں پیدا کرتا ہے۔ عبادت موثر اور پر معنی بنتی ہے۔ اس کی نیک صفات کو بار بار دہرانے سے اپنے اخلاق حسنہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہم کیسے مان جائیں۔ کہ خدا نے اپنا نام مبہم الفاظ میں بتلا کر اس کے پکارنے سے منع کیا ہوگا۔ کتنی کی کتاب میں تو یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اسرائیلی بچے اپنا نام میرا نام لے کر رکھیں گے۔ تو میں اُن کو برکت دوں گا۔ (۲۱:۶)

لیکن جب خدا کا نام ہی گم ہو گیا۔ تو اسرائیلیوں کے لئے برکتوں اور رحمتوں کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور وہ قوم باری تعالیٰ کی نوازشوں سے محروم رہ گئی۔ اب یہودی اور عیسائی علمائے کرام نے متفقہ طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ کہ یہود ۱۵۰۰ سال پہلے کے قواعد کے مطابق غلط ہے + ہاں۔ یہوئے کا لفظ صیغہ مستقبل میں ہے۔ اُس کا ترجمہ آئندہ آنے والا۔ ہمارے

عقیدے کے مطابق خدا کے آنے سے مراد محمدؐ کا برکات والا نزول ہے + باقی حالات کے لئے دیکھئے کتاب "اسلام اینڈ ورلڈ ریلیجینز" مصنفہ۔ جی۔ این۔ انجد۔ لاہور

"ISLAM AND THE WORLD RELIGIONS."

باب اول

حصہ دوم اسلام

حضرت محمدؐ کی پیدائش کے وقت عرب کے حالات

آپؐ کی پیدائش کے وقت تاریخی دنیا کے سب سے سیاہ حالات کے دوران عرب ہی ایک ایسا علاقہ تھا جو دنیا بھر میں سب سے زیادہ گمراہ تھا۔ شراب خوری، زنا اور جوار عام تھا۔ قتل، انتقام جوئی اور لوٹ مار کو فخر سمجھا جاتا تھا۔ اخلاقیات کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ نہ ہی کسی قسم کی مذہبی یا سماجی پابندیاں حائل ہوتی تھیں۔ شادیوں کی کوئی مقررہ حد نہ تھی طلاق کے لیے کسی قسم کی شرائط موجود نہ تھیں۔ بیٹے اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنی ماؤں سے بیوی جیسے سلوک کرتے تھے۔ منکوحہ بیویاں دوسرے مردوں کے ساتھ غلط سلطہ ہونے سے شرمندگی محسوس نہیں کرتی تھیں۔ یہ تو درکنار ایک شادی شدہ عورت اپنے خاوند کے ہوتے ہوئے بھی متعدد عشاق رکھنے میں فخر محسوس کرتی تھی۔ انسانی جانوں کی قربانی کا عام رواج تھا۔ اور لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ خونریز جھگڑے اور خودکشیوں کا از تکاب ہوتا ہی رہتا تھا۔ بعض اوقات منہ سے غلط نکل جانے والے ایک لفظ ہی قتل کا باعث بن جاتا۔ غارتگری، قتل اور انتقام کا از تکاب اس بلندی پر پہنچ چکا تھا کہ عورت کو جب تک وہ اپنے کپڑوں کو دشمن کے خون سے رنگ لے لے سکی نہ ہوتی تھی۔ بعض اوقات وہ دشمن کا کلیجہ نکال کر اسے کھالینے میں مطمئن ہوتی۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ان دلوں میں کون سا بدترین گناہ تھا جسے عملی جامہ نہ پہنایا جاتا تھا۔

اس صفا شائستگی اور گراؤ کی حالت میں جسے پیر بھی سوسائٹی کے نام سے پکارا جاتے۔ ان انسانی دیندوں کو جن میں کبھی نہراؤ قانون کو دخل نہ تھا اور کسی قسم کے احساس اور انسانیت کا تعلق نہ تھا۔ عام چوپاؤں کی مخلوق سے مشکل ہی سے تمیز کیا جاسکتا

ہے گنہگار بھی اس زمانے کے لوگوں کے متعلق یہی رائے پیش کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا۔ جب کہ اس قسم کے جرائم کا ارتکاب نہ ہوا ہو۔ لیکن اس زمانہ جہالت میں لوگ اس بدترین حالت میں پہنچ چکے تھے کہ ان کی انسانی ضمیر اس گہرائی تک قہرزدت میں پہنچ چکی تھی۔ گو یا کہ ان کی سوچ ہی نے نیک خصائل کے رد پیش بدی کو قبول کر رکھا تھا۔ اگر دنیا میں کبھی کسی پیغمبر کی ضرورت تھی۔ تو وہ وقت بہت ہی موزوں تھا۔ جیسا کہ یہ قانون قدرت ہے کہ اندھیرے کے بعد اجالا ہوتا ہے اور خشک سالی کے بعد بارش ہوتی ہے اسی طرح کسی پیغمبر کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب کہ خدا کو کسی ذلیل انسانیت کو بدبختی سے نکالنا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن وہ ایسا زمانہ تھا جب کہ ہر امن کا تمام افق کفر کے سیاہ بادلوں کے اندر چھپ چکا تھا۔ جہالت تھی یا گمراہی جس نے تمام دنیا کو گھیر رکھا تھا۔ نیک خصائل گم ہو چکے تھے اور بدی نے انھیں اور جائز چیزوں کی جگہ لے رکھی تھی۔

دنیا میں پہلے بھی خدا کے برگزیدہ پیغمبر اور نبی آئے ہیں لیکن ان کے ورود کا زمانہ اس قدر سیاہ نہیں تھا۔ جتنا کہ وہ زمانہ مقارب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور نہ ہی کبھی سابقہ انبیاء کرام کو اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جتنا عرصے اس پیغمبر کو کرنا پڑا۔ حضرت موسیٰ صرف اپنی قوم بنی اسرائیل کے لیے آئے تھے اور انہوں نے اپنی قوم کو جلتے موعودہ پر پہنچانے کے لیے رہنمائی کرنی تھی۔ لیکن ان کے زمانے کے مصری بغیر کسی تہذیب اور تمدن کے نہ تھے۔ وہ سائنس اور علوم فنون کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ان پر اپنے قوانین اخلاقیات رائج تھے۔ ان کے اندر ایک ایسی جماعت موجود تھی۔ جنہیں جادوگر کہا جاتا تھا۔ ان کو قدرت کے رازوں کا مطالعہ کرنے کا شوق تھا اور وہ مسمریزم یعنی جادو کو کام میں لایا کرتے تھے،

حضرت عیسیٰ کی پیدائش بھی ایسے وقت پر ہوئی جب کہ وہاں کے لوگ اہل روم کی تہذیب و تمدن سے آراستہ تھے۔ انہوں نے اپنے گرد و نواح میں ایک ایسے کلچر کو پایا کہ اگر اس کا مقابلہ موجودہ تہذیب سے کیا جائے تو تاروا اور بے حیائیت نہ ہو گا۔ اہل روم و ما بت پرست تھے تاہم اس کی اپنی قوم ایک واحد خدائے تعالیٰ پر ایمان رکھتی تھی۔ اس کے عہد میں جو بڑی بڑی تہذیبیں پائی جاتی تھیں وہ صرف روم و رواج کی پابندیاں، الفاظ کی

عبادت اور منافقت اور فریب کاری اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنا یقیناً لیکن ایک قدامت پرانہ ایمان رکھنا اور اس کے احکام کی فراموشی کرنا ان کا جزو و اسمان تھا۔ حضرت عیسیٰ قانون پر عمل کراتے اور صحیح معنوں میں پیغمبروں کی وعظ و نصیحت پر لوگوں کو راغب کرنے کے لئے آئے تھے، اگر یہ حالت ایسی ہی تھی کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ جیسے خدا کی پیغمبروں کا آنا عین ضروری تھا تو چھٹی صدی عیسوی میں بلا شک و شبہ بہت سے ملکوں میں کئی پیغمبروں کا آنا محال ضروری ہو چکا تھا۔ باوجود اس کے اگر پھر بھی وہ اپنے مشن میں ناکام ثابت ہو گئے تو پھر ایک بہت ہی بڑے عظیم پیغمبر کا ورود لازمی قرار پایا جو ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اسے بحال کر سکے۔ کیونکہ الیاذمانہ آج کا مقابلہ ہر جگہ خدا کے قوانین کی خلاف ورزی ہو رہی تھی اور لوگ حدودِ ربانی کو توڑ چکے تھے، روئے زمین پر اس سے زیادہ سیاہ کاریاں کبھی پہلے سرزد نہ ہوئی تھیں۔ لیکن عرب سے زیادہ گنہگار اور فتنہ پرور تھے۔ وہ نہایت ہی بدترین گناہ کرتے۔ اور ان سے سیدہ لطف اٹھایا کرتے تھے۔ وہ انسانی نسل میں سب سے زیادہ گمراہ تھے۔ باوجود اس حقیقت کے کہ وہ نظم اور اشعار گوئی میں لاثانی تھے۔ اور اس قابلیت میں بلند درجہ رکھتے تھے مگر اس کو اپنے سیاہ کاریوں سے نمایاں کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

مسٹر ڈین ابجی کے الفاظ میں جو انہوں نے ۱۹ اگست ۱۹۱۷ء میں "ماڈرن چرچ مین" کی کانفرنس میں کہے تھے۔ حضرت عیسیٰ جب اس دنیا میں آئے تو اگرچہ زمانہ عصر میں اخلاقیات کا گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ مگر اس وقت روحانیت اور مذہب کا پہلو کم اندھیرے میں تھا۔ عیسے نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں رکھی تھی۔ اور نہ ہی کوئی نیا چرچ قائم کیا تھا۔ وہ محض حضرت موسیٰ کے چرچ کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ لیکن ان کی وفات کے صرف ایک یا دو صدیوں کے بعد ہی اسے خود پرانی روایات کے مطابق ایک نیا مرکز بنا دیا گیا وہ جو کہ ایک نیا مقدس مقام تھا۔ اس نے پرانے مذہب کی روپ دھار لیا۔ حضرت عیسے سے ہزاروں سال پہلے مشرک اور ملیح دیہات کے اندر مختلف دیوتاؤں اور دیوی مالاؤں کے متعلق جو کچھ ہندوستان۔ یونان۔ ایران اور اٹلی میں ان کا اسمان تھا۔ اور اس کی تعلیم دی جاتی تھی۔ وہ سب کچھ حضرت عیسیٰ کے خالص اور سادہ مذہب کے اندر داخل ہو گئیں۔ (جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں

ظاہر کیا جا چکا ہے اور ان کے باہر کات نام کو ایسی چیزوں کے ساتھ نہیں وہ جانتے ہی نہ تھے اور نہ کبھی ایسی تعلیم دی گئی تھی۔ بدنام کر دیا گیا۔ خدا کے ایک سچے نبی اور نیک پیغمبر کو مشرک دیوتاؤں کا کام سونپا گیا۔ اسے سوزج دیوتا کا کات نام مقام بنا کر اس کے اعلیٰ درجے کو کم کر دیا۔ سوزج دیوتا زمانہ سلف کا مشہور دیوتا ہو کر رہا ہے جو رسم و رواج کافرانہ دنیا میں ملتے جلتے تھے۔ وہ سب کے سب اس کے مذہب میں شامل کر دیئے گئے اس کا مذہب درحقیقت اسلام کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

عیسائیت کفر کو مٹانے کے لیے آئی تھی۔ لیکن وہ عاجزانہ طور پر اس کا شکار ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ پروفیسر جے لین رقمطراز ہیں۔ یہ صرف عیسائیت ہی نہیں ایسا نہیں ہوا۔ کہ جس کا نام غلطی سے فلسفہ رکھا گیا ہے۔ اس نے جو کچھ اس سے ہو سکا بذہن کردار کا مظاہرہ کیا۔ برائیوں نے اسے بت پرستی میں تبدیل کر دیا۔ یہ جو اپنے آپ کو فلسفہ کہلاتی ہے اور کافی نشوونما پا چکی ہے اس نے پہلے ہی سے مشرقی ممالک میں احکام الہیات پر غلبہ حاصل کر لیا تھا جس کے نتائج وسطی اور مشرقی ایشیا کے سامی نسلوں میں بذہن فہم کی بت پرستی میں ظاہر ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کے اور عیسائیت کے درمیان جن میں شمالی یورپ کے قبائل بھی شامل ہیں جو حضرت محمد کے عہد میں معلوم شدہ دنیا کا حصہ تھا اور وہاں بت پرستی کا رواج زوروں پر تھا۔ کوئی فرق باقی نہ رہا۔ اور جیسا کہ ابھی ہم نے معلوم کیا ہے اس وقت دنیا کا وہ حصہ جو دریافت نہ ہو سکا تھا۔ وہاں بھی بت پرستی اور مشرکانہ رسوم کا رواج عام تھا۔ اور اس عام مفہم و باور کا شکار ہونے سے بعض یہودیوں کے قبائل بھی نہ بچ سکے۔ وہ بتوں کے تہواروں کو منایا کرتے تھے۔ اور مکہ میں خانہ کعبہ کے اندر کافروں کے جوہر اتوار کو بتوں پر چڑھاوا چڑھایا کرتے تھے اس میں یہودی بھی شامل ہونے لگ گئے تھے۔

وہ تمام مقدس کتب جو خدا کی طرف سے گاہے بگاہے ہر نسل اور ہر ملک میں التائیت کی رہنمائی کے لیے نازل ہوتی رہی تھیں۔ خالص نہ رہیں۔ اور انسان کے خود ساختہ عقیدوں نے اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو جھٹلایا۔ اسرائیلیوں۔ ایرانیوں۔ ہندوؤں۔ چینیوں اور بدھوں کی مقدس آیات اصلیت سے محروم ہو گئیں۔ یہی حشر بائبل کے

۱۔ دیکھئے کتاب دی سورسز آف کریسچین اے ٹی (SOURCES OF CHRISTIANITY)

ساتھ ہوا۔ آج دنیا میں ہمیشگی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ایمان داری سے انجیل کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انجیل میں لوگوں کی کہی سنی باتوں کی وجہ سے ٹاؤٹ ہو چکی ہے۔ کثیر برہی کی کینو وکیشن کے لوٹر ٹاؤٹس میں جو ۵ جولائی ۱۹۱۷ء میں منعقد ہوئی چند پارلوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ تیسرے سوال کے الفاظ میں ہجو ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا، تبدیلی کر دی جائے، کیونکہ مجوزہ شرائط کے تحت ان کی ضمیر اس کا جواب دینے سے قاصر ہے کیونکہ جس عقیدہ کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ ان کے ایمان کے خلاف ہے۔ جو دہاں سوال جواب ہوئے۔ وہ منذر جہ دہاں ہیں۔

سوال: کیا تم تمام متفقہ منظوم شدہ اور مستند (CANONICAL) آیات متعلقہ عہد عتیق اور عہد جدید کو بغیر کم و کاست کے درست مانتے ہو۔

جواب: میں ان کو ایسا ہی مانتا ہوں، نہایت یہ ہوگا کہ سوال کی نوعیت کو تبدیل کر دیا گیا۔

عیسائیت میں اسی قسم کے چار سو سے زیادہ فرقے ہیں اور سب کے سب یہ بات یہ ہے کہ ان تمام مذہبوں میں جو فرقہ وارانہ اختلافات پائے جاتے ہیں وہ تمام بنیادی اور اصولی ہیں لیکن اسلام میں یہ قباحت نہیں ہے۔ مختلف مکاتیب فکر کے وجود کے ہوتے ہوئے بھی جو اسلام میں برائے نام تین چار فرقے ملتے ہیں۔ وہ کسی سنجیدہ یا اصولی انحراف کو ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ لوگ جو کام کرتے تھے شیطان نے ان کو یقین دلایا کہ وہ صحیح اور درست ہیں۔ دوم یہ کہ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے مذاہب بشمار گروہوں اور جماعتوں میں بٹ کر رہ گئے۔ یہ شیطان ہی ہوگا جس نے لوگوں کے ہر فعل کو مستحسن اور اچھا ہونے کا یقین دلایا۔ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ زبوں سیاہ کاریاں لوگوں کو بھلی معلوم ہونے لگیں۔ اور بموجب اس مقولہ ”میں سب مل کر برائیاں کریں تاکہ اچھاپیاں آجائیں“ عیسائیت کا اصل بن چکا تھا۔

اسلام کا مذہب

مذہب اسلام دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایمان اور دین۔ دیگر الفاظ عقیدہ اور اعمال۔

دیجئے کتاب (SOURCES OF CHRISTIANITY)

خدا۔ اس کے فرشتوں اور قرآن شریعت کی آیات۔ جملہ پیغمبران۔ روزِ محشر اور احکام ربانی پر مشتمل عقائد کا نام ایمان ہے۔ اعمال کے زمرہ میں نماز اور نماز شروع کرنے سے پیشتر پاکیزگی کا ہونا ضروری ہے خیرات۔ روزہ اور حج آتے ہیں۔

عیسائیت اور اسلام کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے اس کی وضاحت کرنے کے لیے ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عیسائیت میں محض اس کے عقائد پر زور دیا جاتا ہے جس سے مذہب کو اخلاقیات سے علیحدہ مقام دیا گیا ہے۔ یعنی ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ مومنہ الذکر میں اس کے برعکس محض مذہبی عقائد کا اثر نہیں بلکہ اعمال کا حصہ ہے۔ جس کا اثر اس کی پیروی کرنے والوں کے اخلاقی۔ سماجی و قانونی اور سیاسی خیالات اور حالات پر پڑتا ہے پس مسلمان کے دین کے مطابق حب الوطنی قانون کا احترام۔ روایات۔ فوائد و منوایط اور حقوق العباد تمام ایک لفظ۔ یعنی اسلام میں شامل ہیں۔

کئی ایک اچھائیوں میں سے جس کا قرآن بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ دو باتیں نمایاں طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو رعایتِ احترام کا لہجہ ہے جو اپنے معبودِ حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے ذہن میں رکھا جاتا ہے۔ البتہ خدا جو انسانی خامیوں اور جذبات سے مبرا ہے اور دوسری چیز تمام ناپاکیوں۔ بد اخلاقیوں۔ نازیبا خیالات اور یہودہ چیزوں کے اظہار کا فقدان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیبوں سے پاک اور صاف ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے عیب اور دھبے دوسرے مذاہب کی آیات میں اکثر پائے گئے ہیں۔ ان ناقابلِ انکار نقائص سے قرآن شریف درحقیقت اس قدر متنسے ہے کہ اس کو ہلکی سے ہلکی بوجھاڑ یا الزام کی ضرورت ہی نہیں پڑتی انسان اُسے شروع سے اخیر تک پڑھتا چلا جاتے تو اس دوران میں کہیں اس کی پاکیزہ رخساروں پر کوئی داغ پڑنے کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن سختی اور سنجیدگی سے ایک حذلّے واحد کا مذہب قائم کرتا ہے۔ وہ اپنے ابتدائی تجیل میں جو وہ خدا نے قدوس کے متعلق پیش کرتا ہے۔ کسی قسم کا ابہام یا غیر واضحی بیان نہیں رکھتا۔ اللہ جس کو اچھی تک فلسفی طور پر محرک اولین سمجھا جاتا تھا اور جو دنیا کا نظام مقررہ قوانین کے تحت چلتا تھا۔ اور خود اکیلا کھڑے تمام چیزوں کا ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ اور کسی شخص کو اس کی اعلیٰ ذات تک رسائی کی تاب نہ دیتا تھا۔ اب قرآن کی رو

سے ہر جگہ حاضر ناظر اور ہمیشہ کام میں مصروف سمجھا جانے لگا۔ اس کے علاوہ یہ ایک الیاد ہے جسے کسی سے لفظی تکرار نہیں ہے۔ اور الیاد مذہب جو کسی قسم کا راز پیش نہیں کرتا جس سے کسی کی عقل تذبذب میں پڑ جائے۔ بلکہ یہ لوگوں کی توجہ کو ایک سادہ و غیر متبدل قسم کی عبادت کی طرف مائل کرتا ہے جس سے کہ وہ مطمئن ہو سکیں۔ اس میں جلتے ہوئے جذبات اور اندھا دھند عقائد کو دخل نہیں۔ جو لوگوں کو اکثر اپنے آپ سے باہر کر دیتے ہیں آخر میں یہ ایک الیاد مذہب ہے جس نے تمام بڑے بڑے بزرگوں اور شہیدوں مردہ لوگوں کی یادگاروں اور ان کے بتوں کی عبادت کو تیراز دار اور مبہم چالاکیوں۔ راہبوں کی گوشہ نشینیوں اور جوشیلی ڈراؤنی چیزوں کو جلا وطن کر دیا ہوا ہے۔ اور جو چیزوں کی حقیقت اور اس زمانے کی دنیا کی اقوام کی حالت پر لمبی اور گہری سوچ بچار کے نتیجے میں مٹھوس داخلی ثبوت رکھتی ہے پس اس میں کوئی حیران کن بات نہیں ہے اگر اس قسم کی عبادت کو خانہ کعبہ کی بت پرستی والی رسومات، سبت یا صبح کے احترام میں عقیدت رکھنے اور زرتشتیوں کی قربان گاہوں پر فوقیت حاصل ہو۔ ۱

اسلام کیا ہے

وہ زمانہ جب کہ عرب ایک ہی وقت میں مختلف مذاہب کے خطرناک بوجھ تلے سسکیاں بھر رہا تھا۔ تو اچانک غیر کسی توقع کے اسلام نمودار ہوا۔ اور اس نے ملک کو ناقابل یہداشت بوجھ سے نجات دلائی۔ یہ موقع ملک عرب کے لیے ایک حیرانگی اور خوشی کا باعث ہوا۔ اس نے ملک کے طول و عرض میں سچائی کی روشنی کو پھیلا دیا۔ جتنی کہ اسلام عرب کے لیے اگر یہ کہنا مبالغہ نہ ہو، خدائی نعمت سے بڑھ کر ثابت ہوا۔ فطرتاً اسلام شروع ہی سے بت پرستی کے خلاف تھا۔ کیونکہ اول الذکر مذہب نے قدی اور ابدی سچائیوں کی تعلیم دی تھی اور وہی روح بنی لوح انسان میں چھوٹی تھی۔ اور اسی کے لیے زور دیا جاتا رہا تھا۔ اس کے برعکس مومن الذکر نے لوگوں کو گمراہی میں ڈال کر انہیں اخلاقی اور سیاسی طور پر غلامی میں جکڑ رکھا تھا۔ کفر کے ساتھ بھی اس کے وابستہ سازگار نہ تھے۔ کیونکہ اسلام کا سب سے اولین اور خاص اصول خدا کی وحدانیت میں پورا پورا یقین رکھنا ہے جس کی موجودگی سے فلسفہ یا دہریہ

۱۔ انجمن حمایت اسلام کی جسرگاہ میں لیکچر ڈاکٹر عبد بنی صاحب۔

لوگ صاف انکار کرتے ہیں۔ اسلام اور عرب کے دو فرقوں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں مگر
 الہام کو نہیں مانتے۔ کے درمیان سخت جدوجہد کا عالم تھا۔ کیونکہ ان فرقوں کے عقائد اور
 دوسری جانب اسلام کے عقائد معاً ایمان وحی بہت حد تک آپس میں ملتے جلتے ہیں۔
 اسلام صحیح مذہب کے منکشف شدہ تعلیمات سے خوب آگاہ ہے دسماری قوم کا
 مذہب صحیح تھا۔ یہ قوم سیتھا اور اینک (حضرت ادریس) کی پیروی کرتی تھی ان کی کتاب کا نام سیتھ کی
 کتاب ہے وہ روزانہ سات مرتبہ سہی طرح نماز ادا کرتے تھے جس طرح مسلمان پڑھتے ہیں
 وہ وقت شدہ لوگوں کا جنازہ بھی ادا کرتے تھے۔ مسلمانوں کی طرح چاند کے پورے مہینے کے روزے
 بھی رکھتے تھے۔ وہ بھی اعتکاف کرتے اور جذبات پر قابو پانے کے لیے مذہبی اصول کی مطابقت
 چند روز خاموشی میں مراقبہ کرنے کے لیے کسی غار یا پہاڑوں کے درمیان بیٹھا کرتے تھے ان کے
 مذہب کے اندر ستاروں کی پوجا کرنے کی قباحت بے سوچے سمجھے آگئی تھی۔ انہوں نے ستا
 سیاروں کے لیے علیحدہ علیحدہ سات مندر بنوا رکھے تھے۔ جن کے اندر ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ وہ
 صحیح کافر لیکن مابین مندر کے اندر ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ پہلی چیز جس کی اس نے مذمت
 کی۔ وہ سیاروں اور آسمانی معلومات کی تھی اس کے علاوہ اسلام نے ایسے بتوں اور بت خانوں
 کی بھی مخالفت کی جن کی بنیادوں کا انحصار دوسری اشیاء اور وحشی پنچا نا ہوتا تھا۔ جن کا اوپر
 ذکر کیا گیا ہے یعنی ان سیاروں اور ستاروں کی یاد گاریں یا جو بت خانے محض ان کے لیے
 وقف کر دیئے گئے ہوں۔ اسلام نے ان کی بھی مذمت کی تھی۔ یہ ایک اس قسم کی بت پرستی
 ہے جس میں صحیح قوم کچھ زمانہ گزرے کے بعد جاہلیت کی وجہ سے منحرف ہو چکی تھی۔
 وہ تمام مذہبی اصول تعلیمات اور عقائد جو حضرت ابراہیم۔ دیگر عرب پیغمبران اور
 حضرت موسیٰ اپنی و عطر و نصیحت میں فرما چکے تھے۔ وہ ہرگز اسلام کے خلاف نہ تھے اس
 کے برعکس اسلام کے اصول اور تعلیمات حضرت ابراہیم۔ عرب انبیاء و کرام اور یہودیت کے
 عکاسی کرتے تھے۔ اسلام اور یہودیت میں صرف یہ فرق ہے کہ اول الذکر حضرت سحیہ جو پتھم
 دیا کرتے تھے ان کی اور حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں نیز یہ کہ وہ ان کی بعض آیات
 کی غلط تحویل کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسلام کے اصول ان تمام جائز تعلیمات کے ساتھ جو حقیقتاً
 حضرت عیسیٰ فرما گئے تھے ہم آہنگی رکھتے ہیں مگر ان جھوٹے وعویدار عیسائیوں کے جو اسلام کے
 ہم عصر ہیں۔ اصولوں تعلیمات عقائد اور مذہبی رسم و رواج اعمال اور دستور کی وجہ سے مسلمان

مکمل طور پر اختلاف رکھتے ہیں۔ اب سوائے چند اخلاقی پہلوؤں کے دونوں مذاہب ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے تو پھر اسلام کیلئے؟

اسلام ان خدائی اصولوں، تعلیمات اور عقائد کا مجموعہ ہے۔ جو صحیح مذہب کہتا تھا۔ جسے مکمل کیا گیا۔ اور انہیں پوری طرح سے تکمیل تک پہنچایا گیا۔ یعنی یہ وہ مکمل خدا کی حیات ہے۔ جو حضرت ابراہیم اور جملہ عرب انبیاء کے کرام کے مذہب کی مکمل تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ مکمل حالت میں یہودیت کی شکل ہے۔ اور خدا کی وحدانیت کے مکمل اصولوں اور حضرت عیسیٰ کے پیش کردہ اخلاقیات کا مجموعہ ہے۔ ہم چند مثالیں دے کر اپنے جوابات کی تصریح کریں گے۔

اُس واحد خدا کے سوائے کسی دوسرے دیوتاؤں کی پرستش نہ کرنا اور بت پرستی کو نیست و نابود کر دینا یہودیت میں رائج شدہ اصول اور رواج کے مطابق نمایاں مثالیں ہیں۔ جیسا کہ توریت میں کہا گیا ہے ”تم میرے سامنے دوسرے خداؤں کو نہ لاؤ گے، نہ اور کسی اور خدا کے نام کا ذکر نہ کرو گے اور نہ کبھی تمہارے منہ سے (یہ الفاظ پر زور رکھے گئے ہیں) کبھی ایسا نام سننے میں آئے گا“ اور تم اپنے لیے کوئی گھڑا ہوا یا کندہ شدہ بت نہ بناؤ گے یا کوئی کسی کے متشابه تصویر جس کی تشبیہ اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر پائی جاتے۔ یا جس کی تشبیہ پانی میں زمین کے نیچے ہو۔ تم ان کے سامنے نہ کبھی جھکنا ہے اور نہ ہی ان کی خدمت کرنا ہے بلکہ بتوں کی طرف مت رخ کرو۔ اور نہ ہی معدنیات سے ڈھلے ہوئے بت اپنے لیے بناؤ۔ ہیں تمہارا آفت اور مولا ہوں، تم اپنے لیے کوئی بت یا کندہ شدہ تصویر مت بناؤ۔ نہ ہی کسی موجودہ بت کی رکھوالی کرو۔ اور کسی بت کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے پتھر کی کوئی مورتی نہ بنا کھڑی کرو۔“ تم کسی کے بتوں کے سامنے نہ سجدہ کرو اور نہ ہی ان کی خدمت کرو۔ اور نہ ان کی خاطر کسی قسم کا کام کرو۔ بلکہ تمہیں چاہیے کہ تم انہیں تہس نہس کر دو اور ان کے بتوں کو بالکل توڑ دو،“

یہودیت میں چید چید اور بہترین اصول یہ ہیں جو اسلام میں قائم ہیں۔ اور ان

۱۔ دیکھیے، ۳: ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰،

کی تعلیم دی جاتی ہے، اپنے باپ اور ماں کی عزت کرو و تم کسی کو قتل نہ کرو و تم زنا نہیں کرو گے۔ تم چوری مت کرو۔ تمہیں اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہیں دینی ہوگی۔ تم کو اپنے پڑوسی کے مکان کی طرف حریمیانہ نگاہیں نہ ڈالنی چاہئیں۔
اسلام کے مقرر کردہ اوقات نماز جو کوسات۔ پانچ یا تین ہیں۔ وہ عقیدہ صیح یا یہودیت کی عبادت کے بہت حد تک ملتے جلتے ہیں۔
نمازوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ فجر، طلوع آفتاب سے پہلے، ۲۔ اشراق، طلوع آفتاب کے بعد اور دوپہر سے پہلے،
۳۔ ظہر، دوپہر سے کچھ عرصہ بعد، ۴۔ عصر، ظہر اور غروب آفتاب کے مابین، ۵۔ مغرب، غروب آفتاب کے بعد، ۶۔ عشاء، مغرب کی نماز کے دو ساعت بعد اور نصف رات سے پیشتر، ۷۔ تہجد، نصف شب گزرنے کے بعد۔ دوسری اور ساتویں (اشراق اور تہجد) فرائض میں شامل نہیں ہیں۔ لیکن باقی پانچ فرض ہیں۔ دوسری اور تیسری نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح چھوٹی اور پانچویں نمازوں کو بھی ملا کر پڑھ سکتے ہیں اس صورت حال سے نمازوں کی تعداد کو پانچ ہے۔ مگر اوقات تین ہیں۔ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ صیح اور یہودیت عقاید کی نمازوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ اس کے علاوہ عبادت کے وقت روح کی پاکیزگی اور جسم کے بیرونی حصہ کی پاکیزگی مثلاً کپڑوں کی صفائی وغیرہ کے طریقے بھی ان ہر دو مذاہب کے طریقوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ اور خدا نے حضرت موسیٰ کو کہا۔ اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ انہیں آج اور اگلے روز (کل) پاکیزہ کرو۔ اور انہیں اپنے کپڑے بھی پاک کرنے کی ہدایت کرو۔ (Exodus 19: 10) اور موسیٰ ہاروں اور اس کے بیٹوں کو لے کر آئے۔ اور انہیں پانی سے نہلایا۔ (Exodus 40: 12-14)

مذاہب کے بارے میں صرف ایک چیز جو اسلام نئی لایا۔ اور وہ پہلے ان دو مذاہب میں نہ تھی۔ وہ اذان ہے اس انسانی آواز کو یہودیوں کے نقاروں اور عیسائیوں کے گھنٹوں کی آواز پر فوقیت دی گئی،

اسی طرح دونے بھی یہودیت اور صیح مذہب کے روزوں سے ملتے ہیں مگر مؤخر الذکر (صیح) سے یہودیت کی نسبت زیادہ متشابه ہیں۔

یوم تبت پر لوگوں کو دنیاوی کاموں سے عبادت کر نیچے مقرر عرصہ کے دوران باز رکھنے کے لیے جو حکم دیا گیا ہے۔ وہ خدا کے منتخب شدہ لوگوں کا نمایاں پہلو ہے اور وہ دستور صرف ان تک ہی محدود رہا۔ لیکن حضرت ابراہیم کے زمانے سے ہمہ گامی طور پر یوم تبت عربوں نے منانا شروع کر دیا۔

فتنوں کی رسم ابھی تک ہی چلی آرہی ہے۔ جو یہودیوں اور حضرت ابراہیم کے پیروکاروں کے درمیان موجود تھی۔ بیاہ شادیوں اور طلاق کی رسم بھی تقریباً وہی ہے جو دیگر پیغمبروں کی امتوں میں تھیں۔ جب کوئی شخص کسی عورت کو اپنی بیوی بنا لیتا ہے اور اتفاق ایسا ہوتا ہے کہ مرد کی آنکھوں میں ان کی کوئی وقت نہیں ہوتی۔ اور وہ اسے نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس نے اس عورت میں بدی دیکھی ہے۔ تو پھر وہ طلاق نامہ لکھ دیتا ہے اور اس کے ہاتھ میں نئے دیوے۔ اور گھر سے نکال دے۔

اسلام میں عورت کے ساتھ شادی کرنے کے لیے جو قانونی اور غیر قانونی طریقے پائے جاتے ہیں وہ کئی ایک پہلوؤں سے یہودیوں سے ملتے ہیں۔

مسجد کے اندر داخل ہونے یا قرآن شریف کو ہاتھ میں پکڑنے کے لیے جو گندے اور ناپاک ہاتھوں کے لگانے کو منع فرمایا گیا ہے وہ یہودیوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ تاکہ انہیں ایسے دیگر حالات میں جائز تصور کیا جائے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہودیت میں اسلام کی نسبت زیادہ سختی سے کام لیا گیا ہے۔

اسلام میں سڑک کا گوشت کھانا اسی طرح منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اسرائیلیوں میں۔ اور سڑک اگرچہ اس کے سم دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ جگالی نہیں کرتا۔ یہ تمہارے لئے ناپاک ہے۔

کھانے کے لیے جانوروں کے جائز اور ناجائز قرار دینے والے قوانین نیز ان جانوروں کے کھانے سے منع کرنا جو توراتی طور پر مرچکے ہوں۔ ایسے ہی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ کے کے ضابطہ قانون کے عائد شدہ احکام ہیں۔

شراب نوشی اور دوسری نشہ آور مائعات سے پرہیز کرنا بھی یہودیوں کے رسم و رواج کے مطابق ہے۔ نہ شراب پیا اور نہ ہی اور کوئی تیز نشہ آور مشروب کو استعمال کر دیتا۔

۱۔ دیکھیے: DEUT. XXIV: ۲۔ دیکھیے: آیت نمبر: ۹، LEV: ۹۔ ۳۔ دیکھیے: ۹، LEV: ۱۰۔

مختلف جرائم کی پاداشت میں جو تاوان اسلام نے مقرر کیے ہیں۔ وہ بھی کافی حد تک یہودیت سے ملتے جلتے ہیں۔ زنا اور بدکاری کے لیے ان قانون دانوں کے نظریہ کے مطابق جو تسلیم کرتے ہیں کہ اس رواج کو اسلام میں بھی اجازت دی گئی ہے (سنگسار کی جاتی ہے اس سزا کا تعین بھی ایسا ہی ہے۔ جیسے یہودیت میں اسے رواد رکھا گیا ہے کسی مسلمانوں کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے جو اسے سزائے موت دی جاتی ہے۔ لیکن ماسولتے ان قانون دانوں کے خیال کے مطابق جو اس عمل کو ایک جرم سمجھتے ہیں) وہ بھی یہودیوں کے رواج کے مطابق ہے۔ اور وہ جو کہ اپنے آقا کے نام کو بدنام کرتا ہے اس کو یقیناً ہلاک کر دینا چاہیے۔ اور یقیناً تمام عوام اسے پتھر مار مار کر ہلاک دیں گی۔ سلا

اسلام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے فرشتوں کا خیال اور ان کے جرائم ثابت کرنا تاملد سے لیا ہے اور عالم جنات کے اچھا اور بُرا ہونے کا خیال مرداش اور تاملد کی کتب سے لیا ہے۔ موت کے بعد جسم اور روح کی حالت یہودیوں سے پائی ہوئی ہے یا بہشت اور دوزخ کا نظریہ یہودیت اور عیسائیت سے حاصل کیا ہے۔ اور یوم قیامت کی آمد کے نشانات اور روزِ حشر کے حالات مدارش اور تاملد سے اخذ کئے گئے ہیں۔ تاہم ہمارا یہ خیال ہے کہ اولاً مذکورہ بالا بیشتر امور اسلام سے تعلق نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ وہ باتیں جن کا تعلق اس مذہب کے ساتھ ہے وہ ہرگز کسی سے حاصل نہیں کئے گئے رسول نے صرف ان کے ناموں کے ان کے ماخذ مند جو بالا کتب نہیں ہیں۔ جہاں تک ان حالات کے بیانات کا تعلق ہے۔ جو بیانات اسلام نے دیے ہیں۔ وہ ان بیانات سے جو مند جب بالا مذہب یا کتب میں دیے گئے ہیں۔ ضریحاً مختلف نوعیت کے ہیں۔ جہاں تک نفسِ مضمون کا تعلق ہے ہم اس جگہ علیحدہ علیحدہ کہہ کون کون سے امور اسلام سے تعلق رکھتے ہیں اور کون کون سے نہیں۔ چنانچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ہم شریعہ کہہ سکتے ہیں۔ پس ہم میں دعویٰ کرتے ہوئے کہ جہاں امور محض اسلام سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو درحقیقت آج مسلمانوں کا عام عقیدہ ہے۔ اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ یہودیت میں جو بھی مختلف امور کے متعلق مختلف قوانین پائے جاتے ہیں وہ اپنی نوعیت میں بالکل ایسے ہی ملتے جلتے ہیں جیسے یہودیت سے پیشتر اسلام میں پائے جاتے تھے (جیسا کہ ہم نام لے کر باری باری اوپر مقابلہ کر چکے ہیں۔

اسلام نے عیسائیت سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ سوائے مندرجہ ذیل دو قسم کی تعلیمات کے۔ ۱۔ تمہیں اپنے خداوند خدا سے اپنے پورے دل پوری روح اور اپنی تمام توجہ سے محبت کرنا چاہیئے۔ ۲۔

۲۔ اور جیسا کہ تو چاہتا ہے کہ لوگ تیرے ساتھ سلوک کریں۔ ویسا ہی تو ان کے ساتھ سلوک کر۔ ۳۔

اسے موضوع پر دل کو قدرتا جستجو میں الجھنا پڑتا ہے۔ اور ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اسلام تو کچھ بھی نہیں ماسوائے چند قوانین کے مرکب کے۔ جس کے اجزاء اراد پھر ادھر سے اکٹھے کیے ہوئے ہیں اور اس کی اپنی بنائی ہوئی کوئی چیز نہیں ہے۔ مگر ہر سمجھدار شخص کے دل میں یہ امر جاگزیں ہو گا کہ اسلام کے اصولوں اور عقائد میں دیگر مذاہب سے مشابہت اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام ضرور ایک سچا اور سچائی کو بذلیعہ وحی منکشف کر نوالا مذہب ہے۔ جو چیز ایک خدا کے برزخ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ مکمل اور غیر تغیر پذیر ہو کر آتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یہ غیر ممکن ہے کہ وہ اپنا حریف اور مشابہت رکھنے والا شریک پیدا کرے۔ یا اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق کسی پیدا کردہ چیز کو نکال دے۔ اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کے غرض و حیل کا ایک بنایا ہوا اصول تبدیل ہو سکے۔ یا دو مختلف اصولوں کا اجزاء اس کی ایک ذات سے ہو سکے، ایک مقصد کے لیے دو اصول نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکر گزار رہنا چاہیئے۔ جنہوں نے شروع سے کر اپنے زمانے تک کے تمام انبیائے کرام کے مشن کی تائید کی۔ اور اس کرہ ارض پر آنے والے تمام مذاہب کی تکمیل کی اور اپنی امت کے لیے ہمیشہ کے لیے روشنی کے دروازے کھول دیئے۔ ۳۔

وہ فوائد جو انسانیت نے عام طور پر اسلام سے حاصل کئے

ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون پر ہم غیر جانبدارانہ طور پر بحث کریں۔ مگر ہمیں یہ

۱۔ دیکھنیے متی۔ باب ۲۲ کی آیت ۳۷ میں۔ ۲۔ دیکھنیے۔ انجیل لوقا۔ باب پھٹا آیت نمبر ۳۱،

۳۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر ایک مضمون از سر سید احمد خان بہادر

سی۔ ایس آئی ۱۸۷۸ء صفحات ۱۲ تا ۱۹ تک

کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ چند مسلم مصنفین ہر ایسی بات کو جو اسلام کے بارے میں کہی جائے شک و شبہات کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ لہذا ہم صرف ان فوائد ہی کے ذکر پر اکتفا کریں گے جن کے متعلق خود مصنفین اعتراف کرتے ہیں کہ واقعی انسانی برادری اسلام کی شکر گزار ہے۔

مندرجہ ذیل بیان جو سر ولیم میور پیش کرتے ہیں یہ بڑا قابلِ قدر ہے۔ کیونکہ یہ تحریر ایک ایسے ہاتھ سے آئی ہے جو دلی طور پر اس کا اظہار کرنا گوارا تو نہیں کرتا۔ تاہم اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس طریق کار کے اثرات جسے ایسے نظام سے قائم کیا گیا تھا جو حضرت محمدؐ اپنی وفات کے بعد چھپے چھوڑ گئے تھے۔ کیا کیا ظاہر ہوئے ہمیں آزادانہ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہم و سوسہ کے سیاہ بادلوں کو جو عرصہ دراز سے اس جزیرہ سما کو گھیرے ہوئے تھے۔ باہر نکال کر جلا وطن کر دیا۔ اسلام کا ٹونکا بچنے سے پیشتر ہی بت پرستی غائب ہو گئی۔ (اسلام نے بت پرستی کو عرب میں جڑوں سے اکھاڑ باہر کیا۔ اور تمام دیگر عقائد رکھنے والوں کو جو اس وقت دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس حقیقت سے آگاہی ہو گئی کہ بت پرستی ایک گناہِ عظیم ہے۔

اتفاق کی تسلیم اور اللہ تعالیٰ کی بزرگوار ذات کا ہر پہلو سے اکمل ہونا خاص کر ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ایسی باتیں ہیں جو حضرت محمدؐ کی پیروی کرنے والوں کے دلوں اور زندگیوں میں زندہ و جاوید اصول بن گئے۔ گویا یہ امور جزوِ جان بن گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر شکر رہنا اور سر تسلیم خم کرنا جسے اسلام کا نام دیا جاتا ہے) مذہب کا بنیادی اصول قرار پایا۔ مسلمان ہونے کی یہ پہلی شرط ہے۔ سو سائنٹی کے متعلق اچھے اچھے خصائل کی بھی کوئی کمی نہیں مذہب کے دائرے میں ہوتے ہوئے برادرانہ محبت کوٹ کوٹ کر بھری جاتی ہے۔ (میں کہوں گا کہ برادرانہ محبت صرف مسلمان برادری کے اندر ہوتے ہوئے نہیں بلکہ ان تمام لوگوں کے ساتھ جن کے دل زندہ ہونے کی حیثیت سے تازہ ہیں) جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے،،

حکم ہوتا ہے کہ یتیموں کی حفاظت کرو اور غلاموں کے ساتھ پوری توجہ سے سلوک کرو۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کو بالکل ختم کر دیا۔ کیونکہ کسی حالت میں اس کی اجازت نہیں۔ سوائے جنگ کے دوران قیدیوں کو غلام بنانے کے۔ وہ لوگ جو غلاموں کو

آزاد کر دیں۔ انہیں بہت بڑے انعام سے نوازا جاتا ہے۔ وہ لوگ جو انہیں ماز دینے کی بجائے غلام بنالیں ان کا درجہ اعزاز کے طور پر دوسرے نمبر پر ہے یعنی جان بخشی ایک مستحسن اقدام ہے۔ اور وہ لوگ جو انہیں غلام کی حیثیت سے رکھنا چاہیں، ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ ان کی زندگی کا وہی درجہ قائم رکھیں جو خود ان کا اپنا ہے۔ یعنی اس سے انہوں جیسا سلوک کریں۔ نشہ آور مشروبات سے باز رکھا گیا ہے اسلام اعلیٰ درجے کی ٹمپرس رکھنے میں فخر کر سکتا ہے۔ ایسی ٹمپرس (نشہ آور چیزوں سے پرہیز) جو کسی دوسرے مذہب کو معلوم بھی نہیں ہے،

یہاں میں ایک چیز کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ سر ولیم میٹور نے جہاں اتنی مستحسن باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں وہ یہ بھی اضافہ کر دیتے کہ اسلام نے جو ایسی کھائی جس میں محنت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اتفاقاً منافع میں جلتے کا احتمال ہوتا ہے۔ بالکل منع کر دی ہے یعنی ایسی کھیلیں جن میں محض اتفاق یا چانس کو دخل ہو حرام قرار دی گئی ہیں۔ گندے الفاظ اور جملوں کے استعمال سے پرہیز۔ والدین سے محبت اور ان کا احترام۔ زکوٰۃ اور خیرات کا فرض ادا کرنا۔ جانوروں سے رحم دلانہ سلوک وغیرہ وغیرہ سب اسلام میں شامل ہیں۔

گنہگار جو مشہور مورخ ہو گزرا ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ان کا پبلک کی آسائش اور راحت پر جو منفعت بخش اور پائدار اثر پڑا۔ وہ حضرت محمد کے چال چلن کا سنگ میل ثابت ہوا۔ اس کے عیسائی اور یہودی دشمنوں میں سے سب کے تلخ اور متعصب لوگ یقیناً یہ الزام لگائیں گے کہ اس نے ایک محفوظ اور صحت مند تعلیم دینے کی خاطر جو خود ان کی مذہبی تعلیم کے مقابلہ میں کم مکمل تھی۔ ایک جھوٹا رویہ اختیار کیا۔ اس نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھنے کے لیے نیک دلی سے پرانی الہام شدہ آیات کی سچائی کو تسلیم کیا۔ اور ان کا احترام کیا تھا۔ نیز یہ کہ سب لفظ مذہب کے یا انہوں کی نیک صفات کو سراہا۔ اور ان کے معجزات پر ایمان لاتے۔ خدا کے تخت کے سامنے (یعنی ایک خدا کے واحد کی بادشاہت ہوتے ہوئے) عرب کے بتوں کو توڑ دیا۔ انسانی شکاروں کے خون بہاٹے کو دعاؤں روزوں اور نمازوں پر زور دیکر طال دیا گیا۔ نیز اس غرض کے لیے غیرات اور بلند آواز نعروں اور معصوم جذبہ ایثار سے بدل دیا گیا۔ اور اس کے دوسرے جہان میں ملنے والے انعامات اور سزاؤں کو تخیلات ایسے طریقہ سے رنگ دیا گیا جو اس جاہل اور جذباتی قوم

سے عین حسب حال تھا۔

حضرت محمد شاید اپنے اہل وطن کے لیے کوئی اصلاحی اور سیاسی طریق کار نہیں چھوڑ سکے۔ لیکن اس نے مومنین کے اندر حیرات اور دوستی (اخوت اسلامی) کی روح پھونکی اور خدمتِ خلق کے کاموں پر زور دیا۔ انتقام کی آگ بجھانے کے لیے اور بیوگاں اور یتیموں پر ظلم و تشدد کی روک تھام کے لیے قانون اور اصول بنا دیئے گئے۔ عربیہ نبیلوں کو مذہب اور اطاعت کے ذریعے آپس میں ملا دیا گیا۔ اور وہ بہادری کے کمر بستے جو بے فائدہ گھریلو جھگڑوں میں بڑے شد و مد سے دکھائے جاتے تھے۔ ان کا رنج ملکی دشمنوں کے خلاف پھیر دیا گیا۔

مسٹر ڈیون پورٹ اپنی کتاب تعریفِ کتاب بنام

(APOLOGY FOR MOHAMMAD AND THE KURAN) میں لکھتے ہیں۔

یہ خیال کرنا بہت مہارمی غلطی ہوگی۔ جو بعض کو چکے ہیں اور بعض اب بھی کرتے ہیں کہ وہ مذہب جس کی تعلیم قرآن نے دی وہ تلوار کے بل بوتے پر پھیلا سکتا۔ کیونکہ یہ بات تمام غیر متعصب لوگ بڑی جلدی مان جائیں گے کہ محمدؐ کا مذہب جس کی رو سے انسانوں کی خون ریزی کی جگہ نمازوں اور خیرات و زکوٰۃ نے لے لی تھی اور جس نے قابتِ مسلسل قیامی جنگوں کی بجائے فیاضی اور سماجی خدمتِ خلق کی تعلیم دی۔ ایک نئی روح پھونکی تھی۔ اور ضروری ہے کہ ان وجوہات کے باعث ان کی تہذیب پر اہم اثر پڑا ہو۔ مشرقی دنیا کے لیے حقیقی معنوں میں فضل و کرم کا باعث بنا۔ اور نتیجہً اُسے یہ ضرورت کبھی نہ پڑی کہ وہ خونی ذرائع استعمال کرتا رہے۔ جیسے کہ موسیٰ نے استفد لا پر واہی اور اتنی بیدردی سے بت پرستی کی جڑ بنیاد اکھاڑنے کے لیے استعمال کی تھی۔ پس یہ کتنی واہیات اور مذاق والی بات ہے کہ بہت ہی شہ زور ذریعہ کو جو کہ قدرت نے انسانی خیالات اور تعلیمات پر اثر انداز ہونے کے لیے سالہا سال کی مدتِ مدبر کے بعد پیدا کیا تھا۔ کچھ تحقیق دینے کی بجائے ہتھک آمیز اور جاہلانہ جذباتی تقریریں کی جائیں۔ تمام مضمون کا موازنہ اگر کرتی کی اصلی بلندی کے اعتبار سے کیا جائے۔ وہ سرفرازی خواہ اس مذہب کے بانی کی خود اپنی ذات کی وجہ سے ہو۔ خواہ اس مذہب کے اصولوں کی وجہ سے ہو۔ تو سوائے گہری دلچسپی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس میں کسی شک و شبہ کو گنجائش نہیں ہے لیکن وہ لوگ خوب

جانتے ہیں جنہوں نے اسلام اور عیسائیت کی اچھی اچھی باتوں کا مقابلہ طرہ ہی تحقیق اور سوچ بچار سے کیا ہوا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے۔ جنہوں نے تحقیق کی ہو۔ اور حیرانگی محسوس نہ کی ہو۔ وہ نہ صرف یہ تسلیم کرنے پر مجبور رہیں گے کہ اول الذکر کے لئے اللہ کا حکم ہو گا کہ اس سے بہت زیادہ عقلمندی اور منفعت بخش مقاصد حاصل ہوں گے بلکہ ان کو ماننا پڑے گا کہ اس وسیعہ سے کم از کم بہت ہی نتیجہ خیز اچھائیاں سرزد ہوئیں۔

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے کہ فلسفہ اور مختلف اقسام کی سائنس کے موجدان کے تسلسل کا موجب جو زمانہ قدیم اور دورِ جدید کے ادبیات کے دسیان پایا جاتا ہے بغیر کسی شک و شبہ کے ہر قسم کی شہادت اور ثبوت کے مطابق ایشیا کے عرب لوگ اور چین کے مور ہی تھے۔ جو خاندانِ اُمیہ اور خاندانِ عباسیہ کے عہد حکومت میں ہو گزرے ہیں۔

وہ حروف جو مشرق سے یورپ میں دوسری مرتبہ وارد ہوئے وہ محض مسلمانوں کی ذہانت کا ہی نتیجہ تھے۔ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ علومِ فنون اور مختلف قسم کی سائنس عربوں میں چھ سو سال تک نشوونما پاتی رہیں۔ جب کہ ہمارے ملکوں میں وحشیانہ زندگی کا دور دورہ تھا۔ اور ادبیات ختم ہو چکے تھے۔ نیز ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ تمام اقسام کے علوم خواہ وہ طبعی ہوں یا علمِ نجوم۔ خواہ فلسفہ ہو یا ریاضی جن کا دسویں صدی سے یورپ میں نشوونما ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ان کا ماخذ درحقیقت عربی مدارس ہیں اگر ہم حقیقت کو زیادہ احتیاط سے پرکھیں تو معلوم ہو گا کہ چین کے عرب ہی اس لائق ہیں کہ ہم ان کو فلسفہ یورپ کے باپ کہہ سکیں۔

وہی مصنف لکھتا ہے کہ اسی مضمون کے دوران میں کہتا ہوں کہ یورپ اب بھی اسلام کا ممنون احسان چلا آ رہا ہے اس غرض کے لیے ہیں یہاں صلیبی جنگوں کی جدوجہد کا تذکرہ نہیں کرتا۔ جن کی وجہ سے جاگیرِ دالانہ و واج کے ظالمانہ ٹکڑے پاش پاش ہو گئے تھے اور سرداروں کی خود مختاری تباہ ہو کر رہ گئی تھی۔ جن کے کھنڈرات پر ہمارے آزادلوں کی ناخوار فیصل کی تعمیر ہوئی ہے قطع نظر اس کے یورپ کو یہ یاد دہانی کرانی پڑتی ہے کہ وہ ملتِ محمدی کے احسان تلے مقروض ہے کیونکہ اہل مغرب پر عرصہ دید سے جو

جہالت کا اندھیرا چھایا تھا۔ اس دوران میں مسلمانوں نے پرانے اور موجودہ ادبیات میں ایک تسلسل قائم کرنے کے لیے نہ بجز کا کام کیا اور اکثر یونانی فلسفہ دانوں کے لٹریچر (کتا بوں) کی حفاظت کی۔ اور سائنس، ریاضی، ادبیات وغیرہ کی نہایت اہم قسم کی شاخوں کی نشوونما کی گئی۔ جو ان لوگوں کی کاوشوں کی بہت ہی شکر گزار ہیں۔“

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر چیمپئرس نیکلو پیڈیا میں ایک بہت اچھا مضمون دیکھا گیا ہے۔ اس کا مصنف لکھتا ہے:-

”تاہم اسلام کا وہ حصہ جو زمانہ گزر جانے کے بعد بھی شاید کم از کم تبدیلیوں سے گزرا ہو۔ اور جو نمایاں طور پر اپنے مصنف کا دل اظہار کرتا ہے۔ وہ بھی اس کا نہایت مکمل اور بہت زیادہ چمکدار پہلو ہے، ہمارا مطلب ہے کہ قرآن کی تعلیمات نے بے انصافی، جھوٹ، غرور، انتقام جوتی، جھوٹا الزام تراشی، حذاق، حسد، فضول خرچی، لہو و لعب اور کینہ پروری بدیا نہی اور شک و شبہ کی مذمت کی ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں شرارت پیدا کرنے والی ہیں۔ جسے خدا پسند نہیں کرتا۔ برعکس اس کے نیا ضیٰ خراخدی، عاجزی، تحمل و بردباری، صبر اور قوت برداشت، کفایت شعاری، اخلاص و محبت، حق گوئی، استبازی، خوش اطواری، امن اور سچائی کو پسند کرنا اور سب سے ضروری بات کہ خدا پر مبروسہ رکھنا اور اس کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا یہ سب باتیں پاکیزگی کا ستون اور سچے مسلمان کے نشانات خیال کی جاتی ہیں۔“

آگے چل کر یہی مصنف لکھتا ہے کہ، یہاں ہم اس بات پر غور نہیں کر رہے کہ انسانیت کے لیے اسلام نے کیا کچھ کیا۔ یا یہ کہ یورپ میں سائنس اور فنون لطیفہ کے نشوونما میں اس نے کیا حصہ لیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مسلمان نوویں صدی عیسوی سے لیکر تیرھویں صدی عیسوی تک وحشی یورپ کیلئے روشن خیال اور عالم فاضل استاد رہے۔ یونانی روح اور یونانی مہذب کی ابتداء عباسیہ خاندان کے حکمرانوں کے سنہری زمانے سے ہی ہوتی تھی۔ یعنی یونانی علوم و فنون کے احیاء کی تاریخ عباسیہ خاندان کے سنہری زمانے سے ہوتی تھی۔

کلاسیکل (یونانی اور لاطینی) لٹریچر (فنون لطیفہ و ادبیات اور مہذب) بالکل

نہیں دنا بود ہو جاتا اگر اسے اس گمراہ دور میں کفار کے ہاں پناہ نہ ملتی۔ عربی فلسفہ
 طب، قدرتی مناظر، جغرافیہ، تاریخ، گمراہی، فصاحت و بلاغت اور عربوں کی سہری
 طرز بیان والی نظموں سے جن کی تربیت یونانی اور روم کے پڑانے استادوں نے کی
 تھی، کارہائے نمایاں کے اثار لگا دیے، جن میں سے اکثر زندہ جاوید رہیں گے۔ اور
 وہ انسانی نسل کو۔ جب تک وہ انہیں پڑھنا چاہیں، پڑھاتی رہیں گے۔“
 ایک اور مصنف نے ایک اور مضمون بعنوان ”اسلام بحیثیت ایک سیاسی نظام“
 لکھا ہے جس میں انہوں نے ان فوائد کا ذکر کیا ہے جو انسان نے اسلام سے حاصل کیے
 ہیں۔ اسلام نے معصوم بچوں کے قتل کا خاتمہ کر دیا۔ یہ رسم ان دنوں میں عرب کے گروہ و
 نواح میں عام تھی۔ جن بچوں کی ضرورت نہ ہوتی تھی انہیں شروع ہی سے ختم کر دیا
 جاتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس رسم کی مخالفت عیسائیت نے بھی کی ہو۔ مگر وہ اس حد
 تک کامیاب نہ ہوئے، غلامی کا قلع قمع کیا گیا۔ جو جاگیرداروں میں عام رواج تھا۔ انہیں
 سیاسی حقوق دیے ہی دئے گئے جو عام مسلمان کے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ حق و انصاف
 سے سلوک کیا جانے لگا۔ نہ صرف ان لوگوں سے جو مسلم نہ تھے بلکہ ان لوگوں سے بھی
 جنہیں زور کے بل بوتے پر فتح کیا گیا تھا۔ اسلام نے ٹیکس میں بھی کمی کر دی۔ حکومت
 میں اس کی نسبت کل آمدن کا صرف دسواں حصہ باقی رہ گیا۔ جو بطور خراج وصول
 کیا جاتا تھا۔ اس نے تجارت کو تمام محصولات اور رکاوٹوں سے آزاد کر دیا۔ دیگر
 مذاہب کی اشاعت کو نیا والوں کو تمام مذہبی ادائیگیوں سے سبرا کر دیا گیا۔ جو انہیں
 غالب مذہب رکھنے والوں کو ادا کرنا پڑتی تھی۔ وہ تمام ترجیحات کبھی جو کسی فاتح
 قوم کو مفتوحہ اقوام پر حاصل ہوتی ہیں۔ جو اسلام کے حلقہ بگوش ہونے پر رضا
 مند نہیں ہوتے۔ انہیں دے دی گئیں۔ جو لوگ مسلمان ہو جاتے انہیں ہر
 طرح کی حفاظت کا یقین دلایا جاتا تھا۔ جائدادیں محفوظ ہو گئیں۔ سود خواری
 نیست و نابود ہو گئی۔ قبائلی خون کا بدلہ لینے والی انتقام کی آگ بجھ گئی۔ اس نے
 صفائی اور پاکیزگی کو رواج دیا۔ اسلام نے نہ صرف ان کو اس کا احساس دلایا بلکہ
 اس عادت کو ہمیشہ کے لئے خاتم کر دیا۔ زنا کاری کو ختم کیا۔ اور اس کی بجائے خیرات
 اور غریبوں کی امداد پر لوگوں کو آمادہ کیا گیا۔“ پھر یہی مصنف آگے لکھتا ہے۔ کہ

اسلام سے جو نتائج برآمد ہوئے۔ وہ اس قدر وسیع اور متبصر اور اس قدر دور رس ثابت ہوئے۔ کہ ہم یہ ماننے سے قاصر ہیں۔ کہ انہیں کسی انسانی دماغ نے کبھی سوچا ہو۔ اور کیا خیال کہ کوئی انہیں منظم بھی کر سکے۔ تاہم اس سکیم کو چلانے والا ایک واحد فرد ہے۔ جس نے ان لوگوں میں جو ہمیشہ اُن کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ (اصحاب کرام) اپنی روح پھونک دی۔ اور تمام قوم کو اس قدر متاثر کیا۔ کہ شاید ہی کسی شخص کی اتنی عزت افزائی ہوئی ہو۔ اُن قوانین اور اخلاقیات کا ڈھانچہ جو اس نے تیار کیا تھا۔ وہ سکیم سوسائٹی کے امیر سے امیر شخص کے لئے ایسی ہی راست اور موزوں مٹھری۔ جیسے کہ سب سے عزیز آدمی کو پسند آتی۔ ایسی عمدہ سکیم جو گذشتہ دس صدیوں کے دوران نسل ب نسل چلتی ہوئی ان تمام اقوام سے جنہیں اس سے واسطہ پڑا۔ نواحِ تحسین حاصل کیا۔ اور یہ ان نسلوں اور حکومتوں سے زیادہ کامیاب اور بہتر ثابت ہوئی۔

تھامس کارلائل نے جب **HEROES** (بہادر لوگ) پر لکھ کر دیئے تو اس مفہوم کی طرف بھی توجہ دی اور کہا۔

”عرب قوم کے لئے یہ (اسلام) ایسے ہی تھا۔ جیسے کہ اندھیرے میں روشنی پھوٹ سکے۔ اس سے پہلے پہل عرب منور ہوا۔ اور اس کے مردہ جسم میں زندگی آئی۔ ایک عزیز گڑیا قوم۔ صحرا نورد (صحرا ہیں) ادھر ادھر بھٹکنے والی (جس کو کوئی دیکھتا بھی نہ ہو۔ ایسے صحرا میں گھومتی ہوئی جو روزِ اول سے لے کر دنِ انسان چلے آ رہے ہیں۔ کے لئے ایک بہادر پیغمبر ایک پیغام دیکر بھیجا جاتا ہے۔ جسے وہ یقین کے ساتھ مان سکتے ہیں۔ وہ قوم جس کی طرف توجہ کرنا کبھی ضروری نہ سمجھا گیا تھا اب وہ دنیا میں بہت مشہور ہو گئی۔ وہ چھوٹی سی بے مایہ اب دنیا میں عظیم قوم بن گئی۔ صرف ایک ہی صدی گزرنے کے بعد اسلام ایک جانب عرب اور جزیرہ یافانک جا پہنچتا ہے (کنڈولا سا بن جاتا ہے) اور دوسری جانب دہلی میں عروج حاصل کر لیتا ہے۔ عرب بہادر می رچک دیک اور ذہانت کی روشنی میں دنیا کے ایک بہت بڑے خطے پر سالہا سال سے چمکتا دکھائی دے رہا ہے۔ یقین بہت بڑی شے ہے۔ یہ زندگی کی روح ہے۔ اس سے اقوام کی تاریخ بار آور ہوتی ہے۔ روح عروج حاصل کرتا ہے۔ جو نہی کو کوئی اسے تسلیم کرے۔ وہ بلند مرتبہ ہو جاتا ہے۔“

عربوں کی یہ حالت حضرت محمدؐ بحیثیت ایک بشر کے اور عرصہ صرف ایک صدی کا کیا یہ
ایسے نہیں جیسے کوئی چنگاری آگہی ہو۔ ایک چنگاری اور وہ بھی ایسی دنیا پر ہوا بھی
ہم گمراہ اور ناقابل غور ریگستان دکھائی دیتا رہا ہو۔ لیکن دیکھو! وہ بیت بھڑک اٹھنے والا
بارود ثابت ہوئی۔ جس نے دہلی سے لے کر گتہ ولا عرب تک بلند شعلے برپا کر
دیئے پڑے

اسلام انسانی برادری کے لیے مکمل نقصان دہ ثابت نہیں ہوا،

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ شادی
کو فرض قرار دیا ہوا ہے تو یہ اس کی بڑی بھاری قلعی ہوگی۔ اس کے برعکس اس کا تمام
دواج تک بھی کبھی محسن نہیں تبدیل کیا یہ رعایت صرف ان لوگوں تک محدود ہے جو
کسی جسمانی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے معذور ہوں۔ اور ان کو اس بات کی ضرورت کبھی
پڑ جائے لیکن ایسے عذر کی عدم موجودگی میں اس میں قدم رکھنا ان نیک فضائل اور اخلاقیات
کے سراسر خلاف ہوگا جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ اس مضمون کو تین نقطوں کی بنا پر
بحث میں لایا جاسکتا ہے۔ مثلاً قدرتِ سوسائٹی اور مذہب۔

اس سے غرض کہ اس اجازت کی آڑ لے کر کوئی زیادتی نہ کرے (جو ہر زمانہ
میں بری بات ہے بلکہ بعض اوقات خطرناک ثابت ہوتی ہے) اور یہ یقین کرنے کے لیے
کہ وہ شخص جو اور شادی کرتا ہے کیا واقعی کسی ضرورت نے اسے مجبو کیا ہے۔ متعدد سخت
پابندیاں اور مقید کردہ وائے قوانین عائد کیے گئے ہیں۔ مثلاً ان کے درمیان حقوق
اور رعایتوں کا مکمل طور پر مساوی مساوی احترام کرنا۔ تمام بیویوں کے مابین محبت اور خلوص
میں کوئی کمی بیشی نہ ہونے پائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ پابندیاں اور قوانین صحیح معنوں میں پاکیزہ
اور مذہب کا احترام کرنے والے انسان کو مادی طور پر اس کام سے روکے رکھتی ہیں۔
کیونکہ انہیں فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ اس رعایت سے فائدہ اٹھانا بغیر اس کی شرائط
کو پورا کرنے اور اس کے قوانین پر عمل کرنے کے جو اس قدر سخت ہیں کہ ان کی تعمیل
کو ناگزیر محسن ہے۔ مذہبی فرائض کو جائز اور وفاداری سے نبھانا ناممکن ہے۔ اس میں شک
۱۔ دیکھئے لائف آف محمدؐ مضمون از سر سید احمد خان بہادر۔ سی۔ ایف۔ آئی۔ ۱۸۷۰ء

شہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ ایک سے زیادہ شادیوں کا ارادہ آوارہ گردوں کو کسی رعایتوں سے مستفیذ کرتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کو بھی جن کا زندگی میں واحد مقصد اپنی شہوانی طاقتوں کی تسکین کرتے رہنا ہے۔ لیکن اس فائدہ پہنچاتے والے ادارہ کی قانون شکنی کی وجہ سے انہیں دلوں کے حالات جاننے والے خدا کے سامنے جواب دینا ہو گا اور وہ ان کو یقیناً مناسب سزا دے گا۔

مسٹر ہجنز (Higgins) کہتے ہیں کہ انہوں نے مسٹر ڈبلیو آویس کے اوڈیٹل جمع کردہ مضامین کے صفحہ نمبر ۱۰۸ میں پڑھا ہے۔ جہاں پر دعویٰ کیا گیا ہے کہ ایشیا کے گرم خطے مختلف انسان کے مرد اور عورتوں میں ایسے ایسے طبعی اختلافات رکھتے ہیں۔ جنہیں یورپ جیسی آب و ہوا رکھنے والے جانتے ہی نہیں۔ جہاں ہر ایک کی زندگی کا تنزل یا صحت کی گراؤٹ درجہ بدرجہ اکٹھی شروع ہوتی ہے۔ مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو بڑھاپے میں اچھی صحت اور دیر پا طاقت نصیب ہوتی ہے، اگر یہ بات درست ہے تو حضرت محمدؐ کو زیادہ بیویوں کی احیادت دینے پر الزام دینا غلط ہے۔ یہی خاص وجہ معلوم ہوتی ہے۔ اس حقیقت کی کہ جب کبھی اس معاملہ کے متعلق حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کبھی اپنا دلی اظہار واضح الفاظ میں بیان نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کا تصفیہ ملکوں کی حکومت کے فیصلوں پر چھوڑا گیا۔ کیونکہ یہ بات صاف واضح ہے۔ کہ جو بات ایشیاء کے لئے مناسب ہے وہ یورپ کے لئے ناموزوں ہے۔ ہمیں اپنے غیر جانبدارانہ فیصلہ کرتے ہوئے اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت محمدؐ کی پیدائش سے بیشتر لوگوں کی بد اطوار اخلاقی حالت کس قدر بری تھی۔ دنیا کا عام رواج تھا۔ ایران اخلاقی زلوں حالی میں درجہ اول رکھتا تھا۔ شادی کے قوانین کی کوئی پرواہ نہ کی جاتی تھی۔ رشتہ داری خواہ نزدیک کی ہو یا دور کی ہو۔ اس کا کوئی لحاظ نہ رکھا جاتا تھا۔ بیٹے کے لئے اس کی ماں قانونی طور پر ایسے ہی جائز سمجھی جاتی تھی۔ جیسے باپ کے لئے اپنی بیٹی سمجھتی زوجہ قانونی طور پر جائز ہو۔ یا جیسے بھائی اپنی بہن کے ساتھ جفتی کرے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اگر ہم ان کا مقابلہ جانوروں کے ساتھ کریں تو بے جا نہ ہو گا۔ جن کے لئے کوئی قانونی پابندی نہیں ہے۔ جیسا کہ آج بھی یورپ اور امریکہ میں ہو رہا ہے۔ اگرچہ صرف باپ۔ بیٹی۔ ماں بیٹیا اور بہن کے رشتے ایسے افعال سے مستثنیٰ ہیں۔

میں ہم ایمان کے شمال مغرب سے گھٹنے میٹھتے جو اس کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور
 نگاہ ڈالیں۔ تو وہاں ایک بستی پائیں گے۔ جہاں زیادہ تر یہودی ہی رہتے ہیں اور
 وہاں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا بغیر کسی پابندی کے عام و واج ہے،
 اب پھر عرب کی طرف آئیے۔ جہاں ایسائیوں اور یہودیوں کی رسم و رواج
 کا پورا پورا متحدہ محاذ پایا جاتا ہے۔ اور وہاں بیویوں کی گنتی کا کوئی حد و حساب
 نہیں تھا۔ اور وہاں بیویوں کے انتخاب کے لیے کوئی قانون لوگوں کی رہنمائی نہ کرتا
 تھا۔ تمام عورتیں خاندانی درجوں۔ عمروں یا رشتوں کا امتیاز کئے بغیر مردوں کی دستانہ
 جنسی تشنگی کو تسکین دیا کرتی تھیں۔ ہم اس زمانے کی عیسائی دنیا کی طرف نگاہ ڈالتے
 ہیں اگر اسے کسی صورت میں عیسائیت کا نام دیا جاسکتا ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی
 اشاعت کرنے والوں کی اکثریت مند جب بالاحالات کے بالکل برعکس راہ اختیار
 کرتے رہے، ہمارا مقصد ”اس راہ“ سے یہاں تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا رواج ہے جب
 کوئی مرد کسی عورت سے شادی نہ کر سکے،

مختصر یہ اس داعی اور ذہنی گمراہی اور اس بداخلاقی۔ گھٹکارہ اور غمزدہ خیال
 سے بعید روش جو دنیا میں ہر جگہ پھیلی ہوئی تھی۔ کے درمیان حضرت محمد کی ذہانت نے ایک
 ایسا قانون تیار کیا۔ جو اصلیت میں اس قدر مکمل اس قدر معقول اور لا جواب۔ سوسائٹی
 کی صحت اور خوشحالی کے لیے اس قدر مفید اور مرد و جنسوں یعنی مردوں اور عورتوں
 کی منکوحہ زندگیوں کے لیے اس قدر مفید ثابت ہوا کہ وہ تعریف سے باہر ہے۔
 تیسرے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سے زیادہ منکوحہ بیویوں کے رواج کو
 یہودیت اور عیسائیت میں کہیں منع نہیں کیا گیا۔ جو آج اسلام کے علاوہ صرف یہی
 دو مذاہب دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں جنہیں بذریعہ الہام تربیت دی گئی تھی۔
 مگر مجبوز کہتا ہے کہ چونکہ محمد نے سب سے پرانے رسم و رواج والے مذہب کے
 بانی کی پیروی کی تھی۔ اور جیسے کہ تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ یہودیت دنیا میں سب
 سے پرانا مذہب ہے۔ موسیٰ نے اپنی قوم کو جو اسماعیل کی اولاد ہے، اور حضرت اسماعیل
 حضرت ابراہیم کے بیٹے تھے، اجازت دے رکھی تھی کہ وہ ایک سے زیادہ بیویوں
 کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں۔ اسے (موسیٰ کو) عیسائی لوگ برابر کوستے چلے آ رہے ہیں۔

وہ ان الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں "اپنے پروکاروں کے مذموم (جہنی) جذبات کو تسکین دلانے کے لئے (موسے کا) مہرور دلال یا بحیثیت کام کرنا،" مگر زیادہ بیویاں ہونے کی اجازت دینے کو ایسے سخت الفاظ کے ساتھ کیوں یاد کیا جاتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں! یقیناً سلیمان اور داؤد کی مثال (جس نے زندگی کو خدا کی مرضی پر وقف کر رکھا تھا۔ اور جسے اُس (داؤد) نے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق پورا کرنا تھا) کچھ رحم کے لئے فریاد کرے گی۔ خاص طور پر ایسی حالت میں جب حضرت عیسیٰ نے واضح الفاظ میں اسے کہیں منع نہیں کیا۔ پس انجیلیوں میں سے کسی ایک انجیل میں جو اس کے پروکاروں کے مختلف فرقوں کے متعدد کتابوں نے لکھیں۔ کہیں اس کے احکام کا ریکارڈ موجود نہیں ہے۔

مسٹر ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ "ایک سے زیادہ شادیوں کے قانونی حواز کو جائز تسلیم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات مقدسہ کا مطالعہ کافی ہے۔ نہ صرف اس امر کی تائید کی گئی ہے۔ بلکہ خود جیہوواہ نے اسے برکتوں کے ساتھ خوش آمدید کہا ہے، لیکر پولی گیمی (ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا) کا سب سے ذہین اور مشہور حمایت کرنا والا۔۔۔ جو من مطلق تھا۔ جو اس رواج کی حمایت میں انجیل میں سے بیشمار حوالے پیش کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ پولی گیمی مناسب طور پر شادی کی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ قانونی طور پر بھی جائز ہے اور قابلِ عزت ہے۔ اُسی بنی عیسیٰ کا ٹیل۔۔۔ (EZEKIEL) کے ارشاد کے مطابق شادی ہر حالت میں قابلِ عزت ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہم بستی کو کوئی اعتراض نہیں کر سکتا، سوائے

ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا

(POLY GAMY)

ڈاکٹر عبد الغنی کے خیالات جو انہوں نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے ۱۹۷۲ء میں پیش کیے۔ کتاب پیدائش (۲۲: ۳۰) کتاب EXODUS کا ۲۱: ۱۱، کتاب DEUT: ۱۷: ۱۷، کتاب ۱۔ باب نمبر ۲ میں ۱، ۲، ۱۱، ۲۰ آیات پر ۲۵: ۲۴، ۲۶: ۱۲، ۸: ۱۷، ۵: ۲۰ کتاب ۳۰: ۱۰۔ ۴: ۱۲، ۹: ۱۴

ہیں ظاہر کئے تھے وہ حسب ذیل ہیں۔

عام طور پر جنسی جفتی کا خیال واپسیت اور ناخوشگوار ماحول کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج جہاں تک کہ یہ لفظ زیادہ بیویوں اور ہم جنسی جفتی کرنے میں کثرت برتتے سے تعلق رکھتا ہے اسے وہ لوگ جو سختی سے ایک بیوی رکھنے کے حق میں ہیں۔ شہوت اور حیوانیت کا باعث تصور کرتے ہیں۔ پس لفظ پولی گیمی جیسا کہ اکثر غلط العالم ظہور استعمال کیا جاتا ہے کے معنی بیویوں کی کثرت کے ہوئے۔ ایک بیوی سے زیادہ کا ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جسمانی شہوت اور اس میں مصروفیت کی خواہش کو پورا کرنا مقصود ہے، (ایک سے زیادہ بیویوں کو رکھنے کیلئے صحیح لفظ پولی جنی (POLYGYNY) ہے۔ مگر پولی گیمی (POLYGAMY) ہر دو صورتیں یعنی ایک سے زیادہ خاوند اور ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا آجاتی ہیں۔ اول الذکر کو پولی اینڈری (POLY ANDRY) اور موخر الذکر کو پولی جنی (POLY GYNY) کہنا درست ہے، یاد رکھئے کہ اس قسم کی پولی گیمی اپنے اطوار میں ہرگز اسلامی طریقہ کی پولی گیمی نہیں ہے کیونکہ محض جنسی ہم بستری میں مصروفیت کی خواہش رکھنے سے زیادہ بری اور کوئی چیز نہیں ہے، اور اسلام اس قسم کے فعل کی مذمت کرتا ہے کیونکہ اس میں تندی (جو آپے سے باہر ہو کر کسی جائے) اور زنا کا کردار پایا جاتا ہے۔ پس غیر مسلم لوگوں کی اسلام پر تنقید کرتے وقت سب سے بڑی غلطی جو کہے۔ وہ یہ کہ اس رواج کو ایک ایسے ماحول میں سمجھتے ہیں جو اسلامی ماحول سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام نے جو پولی گیمی کی اجازت دے رکھی ہے وہ بغیر کسی وجہ کے نہیں ہے، اس کی بنیاد قدرتی واقعات پر رکھی گئی ہے اور اگر ہم انہیں انسانی فطرت کی ہونیکاؤں کو سمجھتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کریں تو ہم پر یہ حقیقت آسانی سے واضح ہو جائے گی اور ہمیں اس امر کا یقین ہو جائیگا کہ ہم اب اسے بغیر صحیح بحیثیت ایک کارکن حکیم کے موجودہ دور کے ڈاکٹروں سے بہت زیادہ پیش پیش ہیں۔ پولی گیمی کی وجہ کو دوام پر تقسیم کیا جاسکتا ہے، ضرورت اور اتفاقاً واقع ہونے والی وجوہات۔

ضرورت کے مطابق

مرد کی سن بلوغت یعنی وہ عرصہ جب وہ اولاد پیدا کر نیکیے قابل ہو جاتا ہے وہ عورت کے متعلقہ عرصہ سے بہت زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ عورت کی سن بلوغت (رجوبن) اور مرد کی سن بلوغت کم بیش دونوں حالتوں میں پندرہ پندرہ سال ہوتی ہے، لیکن عورت کی گراؤٹ کا زمانہ یا یہ کہئے کہ اس کی زندگی کا موڑ اڑنا بیس سال کی عمر میں آ جاتا ہے، بعض حالات میں ساٹھ سال تک بھی طوالت کر جاتا ہے، قریب کہ مرد کی ایسی عمر ساٹھ سال سے کم نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ طاقت نوے سال تک قائم رہے، تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ کوئی بالکل صحت مند اور مضبوط آدمی جس کی بیوی خواہ دو بال بچے رکھتی ہو۔ عمر کے تنزیل میں گر چکی ہو۔ اگر مرد اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ تو وہ کیوں نہ دوسری بیوی کر لے۔ جب حالات اسے ایسا کرنے پر مجبور کریں۔ اور وہ یہ احساس بھی رکھتا ہو۔ کہ دوسری شادی کرنے میں کیا کیا قباحتیں ہوا کرتی ہیں۔ اور وہ انہیں برداشت کر سکے گا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اعتراض کر سکیں،

جب عینی جفتی کرنے سے دماغ اور جسم کی تمام طاقتیں تازہ ہو جاتی ہیں اور انہیں قوت حاصل ہوتی ہے تو اس ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے کیوں اُسے اس سعایت سے محروم رکھا جائے۔ جب کہ اس کی بڑھاپے کی عمر اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے،

بیوی اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ مرد کے تنزیل کا زمانہ بالکل بغیر کسی خصل کے مکمل راحت اور سکون کا وقت ہوتا ہے۔ یہ عمر میں ایسا موسم ہوتا ہے جب کہ انسان بڑی سے بڑی خوشی حاصل کر سکتا ہے، اس وقت جذبات منظم ہوتے ہیں۔ اور ان پر ہمیں قابو ہوتا ہے، اخلاقیات بلندی پر ہوتے ہیں۔ عقل علم کے خزانوں سے بھر پور ہوتی ہے۔ نصف صدی سے زائد عرصہ کی کج رویوں اور غلطیوں نے عقل و خرد کے سبق پڑھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یعنی نیک و بد کی تمیز کا ہونا۔ اور یہ کہ دنیا کے عالم کی کائنات کو بغیر کسی تحریبی نکتہ چینی کے کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے، خوش قسمتی کے ہزاروں مواقع اور

متعدد پالیسیوں نے اس لافانی روح (ذہن) کی تمناؤں کو آئندہ آنے والی زندگی پر ایمان رکھنے میں زیادہ استحکام اور مضبوطی سے قائم کر دیا ہے۔ اور نیک و بد چیزوں کے متعدد تجربوں نے روح کو اس کے جائز اور سچے تعلقات کو جو بیرونی چیزوں اور دوسری مخلوقات سے وابستہ ہیں آگاہ کیا ہوا ہے۔ جو اور کوئی وسیلہ الہا کرنے سے قاصر ہے، یہ وہ وقت ہے جبکہ مختلف تبدیلیوں کے دوران دکھوں اور سرائوں نے اس زمانے کی تنظیم کے قوانین کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کی اہمیت پر زور دیا ہے، مطلب یہ کہ ہمیں اس زمانے اور اس میں رہنے والے (مخلوق) اور اس کے خالق کے ساتھ میل جول اور محبت سے رہنا چاہیے،

الفاقیہ معاملات

دنیا میں کئی ایک ایسے الفاقیہ حالات آتے رہتے ہیں جن کے تحت مرد کو ایک سے زیادہ شادلیوں کی اجازت لازمی ہے۔ بلکہ بعض اوقات لوگ اس پر زور ڈالتے ہیں۔ کہ وہ دوسری شادی کر لے،

۱۔ ہو سکتا ہے کہ بیوی بانجھ ہو۔ اس گہری محبت کے پیش نظر جو میاں اور بیوی کے درمیان ہوتی ہے۔ دونوں یا کم از کم ان میں سے ایک باپ بننے کی پُر زور خواہش کے سامنے جھک جاتے۔ یہ ایک ایسی خواہش ہے جسے قدرت نے انسانی خمیر کے اندر خوب باندھ رکھا ہے، اکثر اس کا نمایاں اظہار عورت کی جانب سے ہوتا ہے،

ب، ہو سکتا ہے کہ مرد اور عورت کے تولیدی جراثیم میں قدرتی طور پر موافقت موجود نہ ہو۔ اور یہی وجہ خاندان کے بے اولاد رہنے کی ہو۔ اس صورت میں بھی مرد کو دوسری شادی کے لیے بغیر قدرتی قانون توڑنے کے اجازت دے دینی چاہیے،

ج۔ ہو سکتا ہے کہ کسی گھر میں بچے موجود ہوں مگر وہ تمام کے تمام لڑکیاں ہیں۔ تمام سوسائٹیوں میں سنل بڑھانے کے لیے مذکر ذات کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا لڑکے پیدا کرنے کی خواہش لڑکیوں کی نسبت زیادہ پُر زور

ہوتی ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے بے شک مرد اور شادی کر سکتا ہے۔

۷۔ ہو سکتا ہے کہ پہلی بیوی کسی بیماری میں مبتلا ہو۔ پیدا کرنے والے اعضاء میں بیماری ہو جس کا شکار عام طور پر عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں۔ یا وہ کسی متعدی بیماری سے دوچار ہو۔ یا ہو سکتا ہے کہ اسے اور کوئی جسمانی بیماری ہو۔ جس کی وجہ سے وہ صحت مند بچے پیدا کرنے سے قاصر ہو۔

۸۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا دماغی توازن درست نہ ہو۔ یا اس میں ذہانت اور زیرکی کا فقدان ہو۔ اور اس کے بچے بھی شاید اسی قسم کے اوصاف کے حامل ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی بیوی بہت گرم مزاج ہو۔ اور جائزہ طور پر خاوند کی فرمانبرداری نہ ہو۔ جس طرح سقراط کی بیوی تھی۔ ایسے حالات میں خاوند دوسری شادی کر سکتا ہے، ایسی بیوی جس کے بچے بہتر صفات کے حامل ہوں۔ تاکہ اس کی خوشگوار اور پرسکون زندگی پر کوئی بُرا اثر نہ ڈالے۔ یا اس کی محبت کے جراثیم جو باپ کی بیٹے سے ہونی چاہتے۔

شادی کا سب سے اہم مقصد اعلیٰ قسم کی نسل کو بڑھانا ہوتا ہے، یعنی ایسے بچوں کا پیدا کرنا جن کی جسمانی اور دماغی صحت عمدہ ہو وہ قدرتی عطیات اور خوبیاں۔ جو والدین کو حاصل ہوتی ہیں۔ وہ بچوں میں شروع حمل کے وقت۔ یا حمل کے دوران، دودھ چوستے وقت یا نرسنگ کرتے وقت چلی آتی ہیں۔ نئے بچے کی زندگی پر اثر ڈالنے کے لئے ماں کو بہت زیادہ وقت مل جاتا ہے۔ ماں کے ہاتھ میں بچے کی روح کی کبھی ہوتی ہے۔ اور وہی ہے جو بچے کی عادات کے سکے پر ہر مثبت کرتی ہے،

مطر طرال کا مقولہ ہے کہ جب تک بچہ ماں کی سچے دانی میں رہتا ہے تب تک ضروری ہے کہ اس پر اچھے یا نقصان دہ وجوہات سے جو کسی حالت میں اس کی ماں پر اثر انداز ہو رہے ہوں۔ اثر پڑتا رہے۔ اگر ماں کے جسم کی کارکردگی میں کوئی خلل ہے یا نقص، یعنی اس کے ہاضمہ، ہوا کے تسلسل۔ دوران خون یا گندے مادے کا باقاعدہ

نکاس صحیح طور پر کام نہیں کر رہا۔ تو بچے کی اہم بناوٹ بھی نقصان اٹھائے گی۔ اور اگر وہ اپنے دماغی صحت میں خلل پاتی ہے۔ جلد غصے میں آجاتی ہے یا اس کا دم رکتے لگتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو بچے کی دماغی طاقتوں کو بھی نقصان پہنچے گا۔ جذبات کی شدت کوئی خوفناک حادثہ۔ ایک ڈراؤنا منظر، انسوسناک قسمت کا ہوتا۔ دکھوں بھرا گھرانہ، تاندخو خاوند۔ بیمار بچے کی دیکھ بھال اور اسی طرح کے دیگر حالات ماں کے لیے ناخوشگوار واقعات کا باعث بنتے ہیں۔ اور نتیجتاً بچے کے لیے شکست و ریخت (نقص۔ بگاڑ۔ زبوں حالی) کا باعث ہوتے ہیں۔

میں مانتا ہوں کہ پولی گیمی کی عام اجازت بغیر کسی پابندی کے ایک بُرائی ہے جو سوسائٹی کو گھن کی طرح دکھا جاتی ہے۔ لیکن وہ پولی گیمی جو اسلامی روح کے مطابق عمل میں لائی جائے۔ میرے یقین کے مطابق سوسائٹی کے لیے باعثِ رحمت ہے۔

کینن ٹیلر کہتا ہے کہ پولی گیمی (ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا) کا مسئلہ غلامی کے مسئلے سے زیادہ مشکل سا ہے۔ ہوئے نے اسے منع نہیں کیا تھا۔ حضرت داؤد نے خود اس پر عمل کیا اور عہدِ جدید کے صاف لفظوں میں کہیں منع نہیں کیا گیا۔ حضرت محمد نے اس کے لیے ایک مقررہ تعداد کا تعین کر دیا۔ یہ ایک الیا قانون نہیں جو ہر ایک کو محسوس کیا ہو۔ بلکہ عوام میں چند لوگ استثنائے طور پر یہ رعایت حاصل کر سکتے ہیں اسی دستور پر اکثر مذہبِ مسلم ممالک مثلاً انڈیا، پاکستان، انڈونیشیا اور ترکی عمل پیرا ہیں۔ اُس سیاسی حالت نے خاص کر جو لڑائی کے دوران اور بعد ازاں ہو گئی تھی مجبور کر دیا تھا کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھی جائیں۔ بشرطیکہ خاوند اس امر کا اقرار کرتے ہوئے رہنا منہ ہو سکے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی منصفانہ اور اچھے طریقے سے کرے گا۔ بہت سی لڑائیوں کا یہ اثر ہوا کہ مردوں کی تعداد عورتوں کے مقابلہ میں گر گئی تھی اور خاص کر عرب جیسے گرم ملک میں جہاں کھجوروں کا استعمال کثرت سے کیا جاتا ہے۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ نوجوان طبقہ اپنی قوتِ شہوت کو قابو میں نہیں لا سکتا۔ اگر ایسے نازک حالات میں حضرت محمد کی دوراندیشی کام نہ کرتی۔ تو ہر حالت میں قدیم رواج کے مطابق عرب میں زنا کاری عام ہو جاتی۔ جو تمام مذہبی دانشوں

اور خدائی مشن کو ناکام بنادیتا۔ حالات ایسے ہی ہو جاتے۔ جو آج ہم یورپ اور امریکہ میں دیکھ رہے ہیں۔

پولیس گیم سے بغرض محال اگر برائیاں رکھتی بھی ہے تو اس کی اچھائیاں اس سے بہت زیادہ ہیں۔ اس نے دنیا کا رسی کو ختم کر دیا۔ اور ہر عورت کو اس کا اپنا قانونی محافظ مل گیا۔ اس سے مسلم ممالک میں طوائفوں کا پیشہ بھی مٹھٹا پڑ گیا۔ ایسے پیشے عیسائی ملکوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ مگر مسلم ممالک میں مٹھوڑے ہیں۔ مسلم ممالک میں شدید طور پر منتظم پولی گیمی کا دستور عورتوں کے لئے بہت ہی کم رسوا کن ہے، اور مردوں کے لئے بھی کم نقصان دہ ہے۔ یہ نسبت اس بدنامی کے جو عیسائی ملکوں میں پولی اینڈری (ایک سے زیادہ خاوند رکھنا) کے لغتی رواج سے عوام کو پہنچ رہا ہے۔ یہ چیز اسلامی ممالک میں کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔ پولی اینڈری میں کھیلنے والے انگریزوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ پولی گیمی والے مسلمانوں کی طرف پتھر برسائیں۔ پہلے اپنے آپ کو درست کر دے پھر دوسروں پر نقطہ چینی کرو۔

محکم کی شادیاں

بعض نقاد کہتے ہیں کہ محکم نے اپنی ذات کے لئے بار بار شادیوں کی ایسی مراعات حاصل کر رکھی تھیں۔ جنہیں قانون اجازت نہیں دیتا۔ اور انہوں نے اپنی اس روش سے اپنے چال چلن میں ایک ایسی خامی کا مظاہرہ کیا۔ جو پیغمبری کے لئے شایان شان نہیں۔ تاریخ کا صحیح علم اور حقیقت کا زیادہ ایماندارانہ موافقہ بجائے اس کوشش کے کہ ان کو ایک آزاد نامناسب طور پر اپنی خواہشات کو تسکین دینے والا ثابت کیا جائے۔ ضرور پوری طرح سے ثابت کر دے گا کہ ایک شخص عزیب اور بغیر کسی آمدنی کے جب اس نے بوڑھی عورتوں کو سہارا دینے کے بوجھ کا ذمہ لیا۔ جن کو اس نے آباؤ اجداد کے پرانے ارادے کے اصولوں کے مطابق سختی سے عمل کرتے ہوئے اپنی زوجیت میں لیا۔ تو وہ خود اپنی قربانی جو ایک چھوٹی سی معمولی بات نہیں پیش کر رہے تھے، ہمیں یقین ہے کہ انسانیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان نظریات کی

اگر ہم اچھی طرح سے چھان بین کریں۔ تو اس حبوط اور سفاکانہ حملوں کا جو اس عظیم عربی شخصیت کے خلاف کئے گئے ہیں۔ انکشاف ہو جائے گا۔ جب محمد صرف پچیس سال کے تھے۔ جو زندگی کا بہترین زمانہ ہوتا ہے تو انہوں نے خدیجہ کے ساتھ شادی کی۔ جو عمر میں ان سے بہت بڑی تھیں۔ پچیس سال کا وہ زمانہ جو انہوں نے اس کے ساتھ گزارا۔ وہ زندگی کا بہترین پرسکون زمانہ تھا۔ جو وفاداری اور خوشی کے ساتھ گزارا۔ ہر اس سخت روش اور غصے کے دوران جو بت پرستوں نے ظاہر کیے اور ہر ظلم و تعدی کے دوران خدیجہ نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور مدد کرتی رہیں۔ خدیجہ کی وفات کے وقت محمد کی عمر اکاون سال کی تھی۔ اس کے دشمن انکار نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس کی زندگی کے تمام لمبے عرصے کے دوران انہیں ان کے اخلاقیات ہیں کوئی خامی نہیں ملی۔ خدیجہ کی زندگی میں آپ نے کسی سے کوئی شادی نہیں کی تھی۔ باوجود اس امر کے کہ اگر وہ کسی کا انتخاب کر بھی لیں تو یلک ہیں سے کوئی اعتراض نہیں کریگا۔ بلکہ وہ تائید کریں گے۔

خدیجہ کی وفات کے کئی مہینوں بعد جب وہ طائف سے بیچارگی اور منظام سے بے بسی کی حالت میں واپس آئے۔ تو انہوں نے سعودیہ سے شادی کی۔ جو سکران نامی ایک شخص کی بیوہ تھی۔ سکران نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور وہ کفار کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے ایسے سینا بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ سکران جلا وطنی ہی میں مرجعاً تھا۔ اور اس کی بیوی بے حد خستہ حالت میں رہ گئی تھی۔ ملک کے دستور کے مطابق صرف شادی ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس سے کلمہ اُستاد اپنے وفادار شاگرد کی بیوہ کی حفاظت اور مدد کر سکتا تھا۔ فیاضی اور انسانیت کا ہر دستور محمد کو اس کے لئے اپنا ہاتھ بڑھانے پر اکسار رہا تھا۔ اس کا خاوند اس نئے مذہب کی خاطر اپنی جان دے چکا تھا۔ اس نے اپنے مذہب کی خاطر گھر اور وطن چھوڑا۔ اس کی بیوی نے بھی اپنے خاوند کے ہمراہ جلا وطنی اختیار کی تھی۔ اب بیچاری بڑی بہتر حالت میں واپس مکہ آگئی ہوئی تھی۔ اس عزیز عورت کی مدد کا صرف یہی ایک ذریعہ ہو سکتا تھا۔ کہ محمد جو روزمرہ کا گزارا چلانے میں بھی پریشان تھا۔ سعودیہ سے شادی کر لے،

عبداللہ بن عثمان ابوبکر ہافہ جو بعد ازاں تاریخ میں ابوبکر رباکرہ کا باپ کے نام سے مشہور ہوئے وہ حضرت کی پیروی کرنے والوں میں سب سے زیادہ وفادار تھے۔ وہ محمد کے مذہب کو سب سے پہلے قبول کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ اور ان کا ان کے اخلاص و سنجیدگی اور مستقل مزاجی کی وجہ سے جو محمد سے وابستہ تھے علی سے مقابلہ کیا جاسکتا تھا۔

ابوبکر حبیب امت ذکرہ بالا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ ہم انہیں اسی نام سے پکارتے ہیں۔ ان کی ایک چھوٹی سی لڑکی عائشہ نامی تھی۔ زندگی میں ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ تعلق جو وہ حضرت محمد سے وابستہ رکھتے ہیں انہیں مزید مضبوط کیا جائے اس پیغمبر سے جس نے انکو توہمات اور کفر کے اندھیرے سے باہر نکال کر رہنمائی کی، اپنی بیٹی سے شادی کی جائے۔ سچی کی عمر صرف سات سال تھی۔ لیکن چونکہ ملک کے دستور اس ملک کے تعلقات کو تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے اپنے شاگرد کی پر خلوص خواہش پر وہ چھوٹی سی کنواری لڑکی پیغمبر کی بیوی بن گئی۔

جب مدینہ میں مہاجر لوگ پہنچے تو کچھ عرصہ بعد ایک واقعہ پیش آیا جس سے اس زمانے کے عربوں کی زندگی کے حالات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ وہ لوگ جو عربوں کے معاشرے کی خاص خاص باتوں سے واقف ہیں۔ مثلاً غزوہ، لڑائی جھگڑا کے لئے جلد آمادہ ہو جانا۔ عزت و آبرو کے لئے خاص نظریہ۔ زبردست طاقت اور صبر کا دعوے کرنا۔ وہ اس کہانی کے مکمل جواز کو سمجھنے کے قابل ہیں۔ یعنی وہ کہانی کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اب بھی بقول مسٹر برٹن بدوؤں کے مابین اکثر سہواً الفاظ نکل جاتے ہیں جو خوریزی کا باعث بن جاتے ہیں۔ عمر ابن الخطاب جو بعد ازاں اسلام کے دوسرے خلیفہ ہو گئے ہیں جیسے نامی بیٹی رکھتے تھے۔ یہ اچھی عورت جنگ بدر میں اپنے خاوند کو کھو بیٹھی تھی۔ چونکہ وہ اپنے باپ کی طرح گرم مزاج رکھتی تھی۔ اس لئے وہ عرصہ سے بغیر کسی خاوند کے گھر بیٹھی ہوئی تھی۔ اصحابیوں اس سے شادی کرنے سے گھبراتے تھے۔ ان باتوں کا اس کے باپ پر بھی برا اثر پڑ رہا تھا۔ اور عمر اس چکر سے نجات حاصل کرنے کے لئے ابوبکر کو اپنی بیٹی دینے پر آمادہ ہوئے اور اس کا ذکر ان سے کر دیا۔ جب انہوں نے انکار کیا تو عثمان کے پاس

آئے۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ یہ انکار براہ راست بے عزتی سے ٹھوڑا ہی کم تھا۔ عمر بڑے طیش میں ٹھہر کر طرف چل پڑے۔ تاکہ وہ پیغمبر کے سامنے فریاد کریں۔ جس طرح بھی ہو سکے عزت کا سوال ان کی حمایت میں حل ہونا ضروری تھا۔ لیکن یہی ابو بکر اور نہ ہی عثمان حفصہ کے مزاج کا بوجھ اٹھانے پر تیار ہوئے۔ حقیقت میں ہمارے خیال میں ایک پریشان کن جھگڑا تھا۔ مگر اس وقت مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کھیلے بہت ہی سنجیدہ مسئلہ بن گیا تھا۔ اس حد تک کشیدگی کے دوران مسلمانوں کے سرار نے اس لڑائی سے شادی کر کے اس کے باپ کے غصے کو ختم کر دیا۔ پلکے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ اس کی خوشیاں بھی منائی گئیں،

یاد رکھیے کہ وہ کہانی جو میٹروپولیٹن سیرنچر اور سورن نے مستحضر اور مذاق کے طور پر اس گھریلو خلفشار کی وجہ سے جو مریم کے متعلق حفصہ اور حضرت محمد کے درمیان پیدا ہو گئی تھی وہ بالکل غلط تھی اور اسے نفی و عناد کی بنا پر کہا گیا ہے۔ مریم پرانے مصر کی عیسائی خاندان کی لڑکی تھی جسے محمد کے حرم کے لئے نیگیس نے پیش کیا تھا۔ یہ ایک ایسی روایت ہے جس کی صحت سے قرآن شریف کے تمام قابل قدر نقاد انکار کرتے ہیں۔ اور جو یقیناً خاندان امیہ یا عباسیہ کے کسی شہوت پرست نے نہایت کمزور دلائل کی بنیادوں پر گھڑا ہو گا۔ اور وہ ان عیسائی نقادوں کے ہاتھ بڑھی دوڑ دھوپ کے بعد آگئی ہوگی تاکہ پیغمبر کی توضیح کر سکیں۔ وہ قرآنی آیت جو اس کہانی کی متعلق خیال کی جاتی ہے، وہ صحیح صحیح کسی اور واقعہ کو بیان کرتی ہے۔ محمد جب لڑکے تھے اور وہ اپنے چچا کے میویشیوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ تو ان کو شہر کھانے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اور حضرت زینب اکثر آپ کے سامنے شہر پیش کر دیا کرتی تھیں، حفصہ اور عائشہ دونوں نے مل کر آپ کو آمادہ کیا اور حلف لیا کہ وہ آئندہ شہر کو نہیں چھوڑے گی۔ لیکن جب آپ نے قسم اٹھالی تو اس کے بعد ان کو خیال آیا کہ وہ قانون کے خلاف کر رہے ہیں۔ لیکن وہ قانون کی خلاف ورزی نہ تھی۔ بلکہ محض اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ لیکن ان کی ضمیر ان کی کمزوری کی گواہی دے رہی تھی۔ پھر یہ آیت اتاری (ترجمہ) "اوہ پیغمبر! جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ تو انہیں حرام کیسے سمجھتا ہے۔ اس میں کوئی چیز قانون شکنی نہیں کر رہی اور نہ ہی اللہ نے کبھی منع کی ہیں۔ وہ تو محض تو اپنے بیویوں کو خوش کرنے کے لئے کہی گئی تھیں۔"

نہد ام سلمہ۔ ام حبیبہ اور زینب ام الساکین بھی حضرت محمد کی بیویاں تھیں جو وہ بھی بیوہ
ہی تھیں جن کو بت پرستوں کی دشمنی نے ان کے ذہنی محافظ سے محروم کر دیا تھا۔ اور
جنہیں ان کے رشتہ دار یا تو وہ اس قابل ہی نہ تھے کہ ان کی مدد کر سکیں یا یہ کہ وہ ان کی امداد
کے لیے تیار نہ تھے۔

محمدؐ نے اپنے دلی دوست اور آزاد شدہ زید کی شادی ایک اونچے گھرانے کی خاتون
زینب نامی سے کی۔ وہ عرب کے اونچے اونچے گھرانوں میں سے دو خاندانوں کی اولاد
میں سے تھی۔ اسے اپنے حسب و نسب پر فخر تھا۔ اور غالباً اپنی خوبصورتی پر بھی ناز تھا۔
مگر ایک آزاد غلام کے ساتھ اس کی شادی کا ہونا اس کے دل میں کانٹے کی مانند تھا۔
آخر کار باہمی انحراف ان کی رنجش کا باعث بنی۔ غالباً خاوند کی جانب سے اس کی دل
برداشتگی کا موجب وہ چند الفاظ تھے جنہیں وہ بار بار دہرا کر تی تھیں۔ اور عورتیں ہی
بہتر جانتیں کہ انہیں کیسے استعمال کیا جائے جو اچانک محمدؐ کے منہ سے نکل گئے
تھے۔ زینب ایک مرتبہ آپؐ نے زینب کو دیکھ پایا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ کو زید کے گھر جانے کا
موقعہ ملا تھا۔ اور آپؐ نے حبیب زینب کو جب کہ پردے سے چہرہ ڈھانپا ہوا نہیں تھا۔
دیکھ کر کہا تھا۔ اسی انداز سے جیسے آج کوئی مسلمان کسی خوبصورت تصویر یا بت کی تعریف
کر رہا ہو یا پکاراٹھے اُس خدا کی تعریف کی جائے جو دلوں پر حکومت کرتا ہے۔
وہ الفاظ جو قدرت کی تعریف کے لیے کہے گئے تھے۔ زینب اکثر خاوند کے سامنے
دہرا کر تی تھی۔ محض یہ بتلانے کے لیے کہ پیغمبرؐ بھی اس کی خوبصورتی کی تعریف کرتے تھے،
قدرتی بات ہے کہ وہ سن کر اور بھی خفا ہو جاتا تھا۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ زینب کے
ساتھ نہ رہے گا۔ اس ارادہ کو لے کر وہ پیغمبرؐ کے پاس پہنچا۔ اور اس نے خواہش ظاہر کی
کہ وہ اسے طلاق دے دے۔ محمدؐ نے پوچھا۔ کیوں؟ کیا تو نے اس میں کوئی غلطی پائی ہے؟
زید نے نفی میں جواب دیا۔ اور کہا۔ لیکن میں اس کے ساتھ آئندہ نہیں رہ سکتا۔ پیغمبرؐ
نے حکم کی تعمیل کرنے پر زور دیا۔ اور کہا کہ جاؤ اور اپنی بیوی کی حفاظت کرو۔ اس کیساتھ
اچھا سلوک کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔ کیونکہ خدا نے کہا ہے۔ کہ اپنی بیویوں کی خبر گیری
کو اور خدا سے ڈرو۔ لیکن زید اپنے مقصد پر تیار نہ ہوا اور پیغمبرؐ کے حکم کے باوجود اس نے
زینب کو طلاق دیدی۔ محمدؐ کو زید کے اس کردار پر صدمہ ہوا۔ خاص کر اس امر کے لیے کہ ان

ہر دو کی جن کی طبیعتیں یا مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہیں، شادی کرانے میں ان کا اپنا ہاتھ تھا۔

جب زینب زید سے طلاق حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ تو اس نے حضرت محمد سے شادی کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اور اسے اس وقت تک تسلی نہ ہوئی جب تک کہ اس نے اپنے لیے حضرت محمد کی بیویوں میں سے ایک ہونے کا اعزاز حاصل نہ کر لیا۔ اس شادی سے کفار کے اندر سنسنی پھیل گئی۔ جو اپنی ساسوں اور سوتیلی ماؤں سے شادیاں کر لیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اپنے متنبے بیٹے جیسے کہ محمد زید کو کہا کرتے تھے۔ کی طلاق شدہ بیوی کے ساتھ انہوں نے شادی کر لی ہے تو انہوں نے اس نظر سے کہ کسی کو متنبہ بنانے سے وہ حقیقی بیٹے کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ توڑنے کے لیے قرآن شریف کے باب ۳۳ کی چند آیات بھی لکھیں جس کی رو سے کفار کی ان رسومات کو باطل قرار کر دیا گیا جن کے باعث اگر کسی بیوی یا خاوند یا اس آئندہ ہونے والی بیوی یا خاوند کو ماں بہن باپ یا بھائی کہہ کر پکارا گیا ہو تو وہ اس کے لیے ناجائز (حرام) ہو جاتی ہے۔ اور اسے تقدس حاصل ہو جاتا ہے لیکن جہاں تک اس عورت یا آدمی کا متنبہ بننے کا مسئلہ ہے یعنی اگر کسی متنبہ لڑکی کو بیٹی کہہ کر پکارا جائے یا لڑکے کو بیٹا کہہ دیا جائے تو ان کا ناجائز ہو جانے سے دور کا تعلق بھی نہیں ہو سکتا۔ یا انہیں ایسے الفاظ سے پکار دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا پیغمبر کی خلوص نیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ زید اپنے آقا کی وفاداری اور خدمت گزار سے کبھی منحرف نہیں ہوا۔

حضرت محمد کی ایک اور بیوی جو ہریرہ کے نام سے موسوم ہے وہ حادث کی بیٹی تھی۔ جو نبی متعلیق قبلہ کا سردار تھا۔ ان کی بغاوت فرو کرنے کے لیے ایک مہم کا آغاز کیا گیا اس لڑائی میں جو ہریرہ ایک مسلمان کے ہاتھوں گرفتار ہو کر لائی گئی تھی۔ اس نے گرفتار کرنے والے کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک معقول رقم دیکر اپنی آزادی حاصل کرے گی۔ اس نے پھر سے درخواست کی کہ وہ رقم اسے دیدیں۔ انہوں نے فوراً وہ رقم اس لڑکی کے حوالے کر دی جس سے اسے آزاد کر دیا گیا۔ اس فیاضی کو پا کر اور اپنی آزادی حاصل کر کے وہ اس قدر ممنون انسان ہوئی کہ اس نے آپ سے شادی کی درخواست کر دی۔ اس طرح یہ شادی

جو بنی مسلمانوں نے اس تعلق کی وابستگی کا واقعہ سنا وہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ بنی
مستعلیق اب ہمارے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں ان سے اچھے سلوک سے پیش آنا چاہیے۔
ایسے حالات میں ہر ایک فاتح اپنے اپنے قیدیوں کو جو اس مہم میں ان کے ہاتھ لگ گئے تھے
جلدی جلدی آزاد کرنے لگے۔ اس طرح ایک سو خاندانوں کے قیدیوں نے آزادی حاصل کر
لی اور جوہرہ کی ٹھہر سے شادی ہونے پر دعائیں دینے لگے۔

جنگ خیبر میں ایک یہودی عورت سقیہ بھی کسی مسلمان کے ہاتھوں قید ہو کر لائی گئی
تھی۔ اسے بھی محمدؐ نے بڑی فراخ دلی سے آزاد کر دیا تھا۔ مگر بعد ازاں اس کی درخواست پر
اسے بھی حرم میں داخل کر لیا تھا۔

مآیما جس کے ساتھ مکہ میں شادی ہوئی تھی، وہ آپ کے رشتہ داروں میں سے تھی۔ اس
کی عمر اس وقت پچاس سال تک پہنچ چکی تھی۔ محمدؐ کے ساتھ یہ شادی ایک غریب رشتہ دار کے
لئے امداد کا باعث بنی۔ اس کے علاوہ اسلام کو یہ فائدہ ہوا کہ دو مشہور شخصیت حلقہ بگوش اسلام
ہو گئیں۔ وہ ابن عباس اور خالد بن ولید تھے۔ خالد بن ولید خطرناک جنگ احد میں قریش
کے رسالہ کا لیڈر تھا، جس نے بعد ازاں یونان کو فتح کیا تھا۔

محمدؐ کی شادیوں میں یہ اصلیت تھی جس کا ذکر دیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض ایک
کی شاید یہ وجہ بھی ہو کہ لڑکا پیدا ہو سکے۔ جو قدرتی طور پر ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے۔ آخر وہ
کوئی خدا تو نہ تھے۔ لوگ انہیں دشمنی کی وجہ سے ایک لفظ استعمال کر کے پکارا کرتے تھے جس
کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ بغیر دم کے۔ جس کی نسل آگے جا کر کٹ جاتے۔ اور اس کے ہاں کوئی
اولاد نہ رہے نہ ہو۔ عین ممکن ہے کہ ان کی ان شادیوں سے یہ خواہش بھی ہو کہ لوگ انہیں اس
لفظ سے پکارنا بند کر دیں۔ اگر ان کے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہو جاتے۔ ان کے ہاں لڑکے پیدا
ہوتے مگر جلد فوت ہو گئے۔ ان کے آخری بیٹے کی وفات پر ان کے دشمن ال ابر کے نام سے
پکارنے لگے جس کے معنی ہیں بغیر دم کے۔

ہندوؤں کی طرح یہاں نے عربوں کے ہاں بھی یہ تصور کیا جاتا تھا کہ اولاد نہ رہے ہونے
سے ولایتاؤں کی نیک تمنائیں اور دعائیں جاری رہتی ہیں اور اس شخص کو بد نصیب خیال
کیا جاتا ہے جس کے پیچھے کوئی لڑکا نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ وہ چٹیر دلانے والا لفظ استعمال کرتے
تھے۔ جب ہم حقیقت کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شادیوں کا

مقصد لڑنے والے قبائل کو اپنے ساتھ صلح و آشتی سے ملانا مقصود تھا تاکہ سکون کی فضا پیدا ہو سکے۔ پس اس مقصد میں انہیں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔

کفار عربوں میں تھا انہیں خون بہانے کا انتقام لینا کی رسم پھیلی ہوئی تھی۔ خونی جنگوں میں کئی قبائل تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ کوئی قبیلہ خونی جنگوں کے بغیر نہیں تھا۔ ان میں مردوں کا غلام استہلاک و قتل ہوتا تھا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جاتا تھا۔ موسیٰ نے تھار کی رسم کو اپنے پیروکاروں میں دیکھا جس طرح کہ ترقی پسند و پس ماندہ اقوام میں اس کا رواج اب بھی جاری ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ جب اس کی بیخ کنی نہ کر سکے تو اسے عبادت گاہوں کے ادارے سے قانوناً جائز قرار دیا گیا۔ محمدؐ نے جو اس قسم کی چیزوں کے علاج کے لیے گہری سوچ بچار رکھتے تھے مختلف حریف کنبوں اور طاقتور قبائل کو باہم ملا دیا۔ اور خود کوشادیوں کے بندھن سے وابستہ کر کے اس مقصد کو پورا کیا۔ اپنے مشن کے آخری ایام میں انہوں نے عرفات کی سیاہی پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ اس وقت سے آئندہ کے لیے تمام خونی انتقامی جنگیں بند کر دی جائیں۔

تنگ خیال اور بے الفحاشی کرنے والے دشمنوں کے مصدر نے ان قوانین کو جن کو پرانے زمانے کے بڑے بڑے بزرگوں نے متفقہ رائے سے منظور کر رکھا تھا۔ توڑ پھوڑ دیا یہی پرانی رسومات تھیں جن کے تحت محمدؐ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ اور بے کس اور بیوہ عورتوں کو ان کے گزارہ کے لیے امداد پیش کی۔ وہ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتی تھیں۔ ان کو اپنے حرم میں شامل کر کے ان کی عمر اور حالات کے مطابق جیسا بھی ہو سکا ان کی امداد کی۔ اہل مغرب اپنی حسب عادت پولی گمی کو یقینی طور پر خرابی کا باعث بتلاتے ہیں اور اس رواج کو نہ صرف قانون کے خلاف ہی سمجھتے ہیں بلکہ اسے عام آزادی اور بد اخلاقی کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ اس قسم کے اداروں کا وجود زمانے کے حالات اور ضروریات پر استوار یعنی مبنی ہوتا ہے۔ وہ اس معقولہ کو بھول جاتے ہیں کہ ضرورت ایجاد کی مال ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ پہلی جنگ کے دوران اور اس کے بعد فرانس میں کیا حالات ہو گئے تھے۔ جب کہ بمشکل کوئی مرد نظر آ رہا تھا۔ عورتیں اپنے خاوندوں اور دوستوں کی تلاش میں تھیں۔ حکومت فرانس کو ملکی حالات نے مجبور کر دیا تھا کہ انڈیا اور دیگر غیر ملکی ممالک سے مردوں کو تنخواہ پر لا کر اپنے ملک میں بسائیں تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں اور ملک کی خاطر وہاں کی لاشوں کو بڑھائیں۔

وہ اس حقیقت کو بھی بھولے ہوئے ہیں کہ بُرائی قوم کے بڑے بڑے سرکار جنہیں تمام سامی
فرتے اعلیٰ اخلاقیات کا مجسمہ سمجھتے تھے۔ وہ اس کثرت سے پولی گیمپ کو عملی جامہ پہنا پا کرتے تھے
جیسے آج ہم موجودہ خیالات کے مطابق ایک باضابطہ بد اخلاقی کا مظہر یا نمونہ سمجھتے ہیں۔
شاید ہم ان کے اس رویے اور کردار کی باوجود اس امر کے کہ اس وقت کی روایات کے
مطابق انہیں منطوری دی گئی تھی یعنی کسی چھان بین کے تائید نہیں کریں گے۔ لیکن اس پیغمبر
عرب کے بارے میں یہ ضروری ہے کہ ہم ان کردار کی تاریخی اہمیت اور قدر کو مد نظر رکھیں،
ابتدائی عیسائیت کی تاریخ میں بڑی بڑی اہم باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ شادی کو
بہت کم اہمیت دی جاتی تھی۔ شادی کی رسم کو ایک گھٹیا سی رسم سمجھا جاتا تھا۔ اور بچوں کا پیدا
ہونا بُرائی خیال کیا جاتا تھا۔ راسخا زندگی بسر کرنے کے رجحان نے بڑے بڑے مستعد لوگوں کو
دنیا داری سے منحرف کر دیا تھا۔ عام پادریوں کو شادی کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اگر اجازت
مل سکتی تھی تو زندگی میں صرف ایک بار ایسا کر سکتے تھے۔ اس غیر صحت مندانہ احساس کی وجہ
کچھ تو وہ مثال تھی جو ان کے آقا (حضرت عیسیٰ) نے پیش کی تھی۔ اور کچھ ان طرح طرح کے
حالات کا نتیجہ تھا جنہوں نے ابتدائی عیسائی ڈھانچہ کو مخبور کر رکھا تھا۔

آؤ اب ہم کچھ دیر کے لیے قطع نظر کسی خیال کے ان کی شادیوں کے متعلق غور کریں۔
موسےؑ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیوں کیں؟ ایسا کرنے سے کیا وہ اعلیٰ اخلاقیات کا حامل
تھا یا جذبات کا بندہ تھا۔ واؤد جو خدا کی مرضی کے مطابق اپنا کردار رکھتے تھے۔ کیوں متعدد
بیویاں کرتے رہے؟ جواب بالکل صاف اور عام نہیں ہے ہر زمانہ اپنا علیحدہ علیحدہ درجہ رکھتا
ہے۔ جو چیز ایک وقت میں موزوں تصور ہوتی ہے۔ وہی دوسرے زمانے میں غیر موزوں
سمجھی جاتی ہے۔ یہیں پرانے زمانے کی باتوں کو دور حاضر کے معیار پر پرکھنا نہیں چاہیے۔
کیا ہم حضرت عیسیٰ کو غیر معقول، بڑی بڑی تمنائیں رکھنے والا اور ناقابل عمل چیزوں
کے خواب دیکھنے والا کہنے میں حق بجانب ہیں۔ یا موسیٰ اور داؤد کو خون مہانے والے جذباتی
انسان کہا جاسکتا ہے۔ محض اس بنا پر کہ ایک کا دل بے بنیاد متوقع بادشاہت کے خیالات
کا حامل تھا اور دوسروں کی زندگیاں انیسویں صدی کے نظریات کے مطابق بہت قابل اعتراض
تھیں ہر دو حالتوں میں ہم صریحاً غلطی پر ہوں گے۔ جہاں تک محمدؐ کی ذات کا تعلق ہے وہ
انسانیت کی پرورش اور نشوونما کو پیش کرتے ہیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت محمدؐ نے اپنے لیے جو مراعات حاصل کر رکھی تھیں وہ ان کے بیروکاروں کو دی نہیں جاتی تھیں۔ اس کے لیے صرف یہ تبدل دنیا کافی ہے کہ یہ تاثرات محض لاعلمی کی وجہ سے مغالطہ پر مبنی ہیں، ہجرت سے چند سال بعد مدینہ میں پولی گیمبی پر پابندیاں لگا دی گئیں اور وہ حقہ جو محمدؐ کی ذات سے متعلق تھا کسی رعایت کی بجائے جو کوئی آزاد منش رکھتا ہے اس کی ضمیر پر جو بذاتِ خود کامل احساس رکھنے والا اور اپنے کردار کا جائزہ لینے والا ہے پابندیوں کا بوجھ ڈال دیا گیا۔

ان کی تمام شادیاں پولی گیمبی پر پابندیاں عائد ہونے سے پیشتر ہو چکی تھیں اس الہام کے بعد ہی ایک ایسا انکشاف ہوا جس کی رو سے ان کے لیے تمام مراعات واپس لے لی گئیں، جب کہ اس کی پیروی کرنے والے چار شادیاں کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ تمام شرائط جو قانون نے لگا رکھی ہیں۔ ان کی پابندی کی جائے۔ طلاق دینے کے بعد (جس کی آپ نے بہت مذمت کی ہے) دوسری شادی کرائی جاسکتی ہے۔ لیکن محمدؐ کسی منکوحہ بیوی کو علیحدہ نہیں کر سکتا جن کے گزارہ کا وہ وعدہ کر چکا ہے اور نہ ہی انہیں کوئی دوسری شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

جہاد

جہاد جس کے متعلق مسلمانوں کا عام خیال ہے کہ وہ اسلام کی بقا کے لیے ضروری ہے دو قسم کا ہے۔ سیاسی اور مذہبی۔ سیاسی جنگ ایسا جہاد ہے جو محض فتوحات کی خاطر کیا جائے، اسے مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا، یہ مسلمانوں اور غیر مسلم دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے مذہبی جہاد وہ ہے جس میں ہمارا مقصد ایسے غیر مسلم ممالک کے ساتھ لڑنا ہوتا ہے جو مسلمانوں کے مذہب کو دبانا چاہتے ہیں۔ یا مسلمانوں کو اذیت پہنچا رہے ہوں۔ مذہبی جہاد کا مقصد مذہب اسلام کی حفاظت کرنا اور سلامتی ہے۔ اور عام طور پر اسلام کے مخالفین کو مذہب کو ٹھیس پہنچانے سے روک رکھنا ہے ہم چاہتے ہیں کہ مذہبی جہاد کی شرائط کو آپ کے سامنے پیش کر دیں، اور ساتھ ہی ساتھ اس کے اصولوں سے بھی آگاہ کر دیا جائے۔ کیونکہ ناواقف مسلمان جب اسلام کے اصولوں کے خلاف غلط روش اختیار کرتے ہیں تو دوسری قوموں کو لا محالہ اسلام کے کتاب لائف آف محمدؐ، مصنفہ سر سید احمد خان بہار، جلد اول، شائع شدہ ۱۸۶۰ء

مسلمانوں کے اصولوں کو غلط انداز سے سمجھنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

قانون کا پہلا مسئلہ | اللہ تعالیٰ نے اگر اس دنیا کو پیدا کیا۔ اور اپنے پیغمبر بھیجے تو اس کا اصل مقصد یہ نہ تھا کہ مذہبی جہاد اور جنگیں لڑنی چاہئیں۔ بلکہ یہ تھا کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اسے یاد رکھیں۔ اس میں شک نہیں کہ جہاد اس قسم کی عبادت اور یاد خدا کو جاری رکھنے میں بقا کا کام دیتا ہے۔ نیز یہ کہ چونکہ مذہب کی تکمیل محض عبادت پر منحصر ہے۔ اس لئے دیگر قوموں کا نظریہ کہ مذہب کے دستوروں کے خلاف ہر سچے اور سچے مسلمان کو جہاد کرنا ضروری ہے۔ یہ ایک مجاہد غلطی ہے، جس کی بنیاد ان لوگوں کے مسلمانوں کے قوانین سے ناواقفیت پر ہے۔

دوسرا نقطہ | مذہبی جنگ کا مقصد کافروں کو سزا دینا نہیں ہے۔ جو اندھیرے کے اندر چھپے رہنے کی وجہ سے ناواقف ہیں۔ کافر لفظی معنی ”ٹھکانا پڑنا“ ہے نہ ہی جہاد کا یہ مقصد ہے کہ طاقت کے بل بوتے پر انہیں اسلام لانے پر مجبور کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کے لئے ان لوگوں سے جہاد کرو جو تمہارے خلاف جنگ کریں۔ اس حد کو پار کر کے کوئی کام نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کو کبھی دوست نہیں رکھتا۔ جو حدود کو توڑ دیتے ہیں اور دوسری راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

قرآن شریف میں سمویل کی قوم کا ذکر آتا ہے۔ جب انہوں نے پوچھا کہ ہم خدا کے واسطے ہیں جنگ کیوں نہ کریں جب کہ ہم اپنے وطن اور بچوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ (سورۃ البقرہ) پھر انہوں نے یہ بھی کہا کہ ”اگر ہم ظالموں سے لڑائی نہ کریں گے۔ تو دنیا میں بہت بڑی فساد اور اضطراب پھیل جائیگا“، اللہ تعالیٰ احسان فراموش اور دھوکے بازوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس لئے اس نے مظلوم لوگوں کو اجازت دے رکھی ہے۔ کہ وہ ظالموں کے ساتھ لڑائی کریں جنہوں نے ان سے مخالفت کر رکھی ہے۔

تفسیر لفظ | وہ شہر یا ملک جہاں مسلمان آزادانہ عبادت کر سکیں اور مذہبی رسومات ادا کر سکیں۔ اسے ہم دارالحرب نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ ہم اسے ”دارالسلام“ کہیں گے۔ محفوظ جگہ میں مسلمانوں کو رہا کرنا۔

انتہی پر

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کوئی ملک خواہ وہ کسی عیسائی یا کسی اور منکر اسلام کے ماتحت ہو۔ ایسے حالات میں دارالاسلام ہے۔ اور کوئی بادشاہ عرب یا فارس یا خراسان یا سوڈان کا کوئی نیا مہمدی یا ترکی کا اس پر حملہ نہیں کر سکتا۔ قرآن شریف اور روایات کے پر زور ثبوت کے پیش نظر دوسری اقوام کی غیر معقول نکتہ چینی اور شبہات بہت بڑی غلطی اور بہت بانی عظیم ہے۔

پہلا نقطہ مسلمانوں کو جس عرصے تک وہ معقول اور مناسب خیال کریں صلح کرنے یا لڑائی بند کرنے کی اجازت ہے ان لوگوں کے ساتھ بھی جن کے خلاف انہیں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ ایسا کرنے کے مجاز ہیں۔

پانچواں نقطہ جب غیر مسلم (خواہ وہ ظالم ہوں اور مسلمانوں کو ان کے مذہبی رسومات پوری کرنے سے منع کرتے ہوں اور اس لیے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا جاسکتا ہو) اپنی طاقت سے مسلمانوں کے شہروں اور ملکوں پر قبضہ کر لیں تو وہ ان شہروں اور ملکوں کے مالک بن سکتے ہیں۔

چھٹا نقطہ جب کوئی شخص کافروں کے مقبوضہ شہر میں بطور ایک پرامن رعایا رہا کشت پذیر ہو جائے تو وہ امن قائم رکھنے میں ایسا ہی پابند ہے جس طرح وہ لوگ جنہوں نے کھلم کھلا اطاعت کا اعلان کیا ہوا ہو۔ امن کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس کے لیے کافروں کے خلاف نبوت کرنا یا ان کی جانبوں یا جائیداد میں نخل ثابت ہونا ایسا ہی قانون کی خلاف ورزی کرنا ہے جیسے کہ وہ لوگ جو حقیقتاً اور اعلانیہ اپنی فرمانبرداری کا وعدہ کر چکے ہیں اور وہ قانوناً مجرم ہوں۔ اب مثال کے طور پر اس امر واقعہ پر نگاہ ڈالیے جس کے متعلق پیغمبر نے کفار کے ناجائز قبضہ کر لینے پر کبھی اعتراض نہ کیا تھا۔ حالانکہ اس جائیداد پر آپ کا قبضہ پہلے سے موجود تھا۔ اور نہ ہی اس قبضہ کو آپ نے منسوخ کیا۔ جب وہ جائیداد آپ کے قبضے میں دوبارہ آچکی تھی۔

مندرجہ بالا واقعات کی تصریح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ذیل میں کچھ بیانات قلمبند کریں۔

۱۔ اگر غیر مسلم مذہبی فرائض ادا کرنے میں حائل ہوں اور ملک دار الحراب کہلاتا ہو جس حالت میں ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہوا ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایسی

حالت میں جب مسلمان ان کے ملک کے اندر امن و امان سے نہ رہ سکتے ہوں
مسلمان حق بجانب ہوں گے کہ وہ ان کے خلاف مذہبی جہاد کر سکیں۔ مگر
شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی فتح حاصل کرنے کا یقین کامل ہو۔

۲۔ ایسے حالات میں کسی امام یا خلیفہ کی موجودگی ضروری ہے۔
۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی امام یا خلیفہ نہ ہو۔ تو پھر مسلمان کسی دھرم دار
شخص کو اس مقصد کے لیے منتخب کر سکتے ہیں۔

محمدؐ کی لڑائیاں بعض اپنے حفاظت کے خاطر

ہوا کرتی تھیں

بعض عیسائی مصنفین کا اسلام کے متعلق یہ خیال کہ محمدؐ نے فتوحات کی خاطر
لڑائیاں لڑیں اور قریش اور دیگر قبائل مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کو ختم کرنے کے لیے
ایسا ہوتا رہا۔ اور یہ کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن ہوتا تھا اور دوسرے میں خنجر تاکہ
انہیں مجبور کیا جاسکے کہ وہ اس کے مشن کو تسلیم کر لیں۔ سراسر غلطی پر مبنی ہے جو حقیقت
سے ناواقفیت کی وجہ سے صادر ہوتی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ پیغمبرؐ کی لڑائیاں نہ
تو دوسروں پر غاصبانہ خیال سے کی گئی ہیں اور نہ ہی ان کو مسلمان بنانے کے لیے کبھی قہر
اور جبر سے کام لیا گیا تھا۔ کافی ثبوت موجود ہیں محمدؐ کی تمام لڑائیاں اپنی حفاظت کو برقرار
رکھنے کے لیے کی گئی تھیں۔ ان پر اور ان کے حامیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔
اور مکہ میں تو ایک قسم کا قتل عام کا منظر ہمارے جو کفار اور تذخو قریش نے بپا کر رکھا تھا۔
جب مسلمان بہت کمزور تھے اور ان کے پاس کسی قسم کے حفاظت کے ذرائع موجود نہ
تھے انہیں شہر چھوڑنا پڑا۔ انہیں دوبار ایسے سینیا کی عیسائی حکومت کی طرف بھاگنا پڑا۔
غصے میں بپھرے ہوئے قریش نے ان کا تعاقب بھی کیا مگر بے سود۔ وہ لوگ جو مکہ میں
باقی رہ گئے انہیں ہر قسم کی ذلت، بغض و عناد اور تمام اقسام کی مذہبی اور سماجی آزادی
سے محرومی سے دوچار ہونا پڑا۔ کیونکہ انہوں نے قریش کے گھسٹیا دیوتاؤں کو ٹھکرا کر
محمدؐ کے واحد خدا پر ایمان لایا تھا۔

ان کو محمد کے مشن پر پورا پورا اعتقاد تھا۔ محمدؐ اور ان کی پیروی کرنے والوں کا پورا پورا حق تھا۔ قدرتی اور عالمی قانون کے مطابق اس وقت اور اس جگہ کہ وہ اپنے قاتلوں کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ تاکہ خونخوار اذیتوں کا سدباب ہو۔ اور ان کی جانیں محفوظ ہو جائیں۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ ان کی جانوں کو بچائیں اور انہیں اپنے اپنے شہروں اور قبضوں میں ان کے شہری آزادی کے حقوق اور مذہبی آزادی دلائیں،

مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت کے وقت قریش نے ازسرنو جو مظالم شروع کر دیئے تھے ان کی بناء مذہبی دشمنی اور حسد تھا جس کی وجہ جہاد کا اعلان حق بجانب ہے۔ اس وقت سے فرقہ گریں کے درمیان لڑائی کی حالت شروع ہوئی۔ مکہ میں عربی انجمن کے مابین کسی قسم کی نہ تو منظم حکومت تھی۔ اور نہ ہی کسی پبلک یا پرائیویٹ جائیداد یا شخصیت میں امتیاز نظر آتا تھا۔ اس قطعہ زمین میں کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی۔ اور اگر کوئی موجود پائی بھی جاتی تھی تو وہ مستقل طور پر کوئی منظم جماعت نہ تھی جیسے کسی بیرونی نشان سے فوراً شناخت کیا جاسکے۔ انہیں ایسے بے یا بیچ (BADGES) مہیا نہیں کیئے گئے تھے (مکہ میں قبائل کے سردار اور بزرگ لوگ حکومت کرتے تھے قریش کے سردار اور مدینہ کے شہریوں نے مل کر اپنی اپنی فوج بنا رکھی تھی جسے بوقت ضرورت کام میں لایا جاسکتا تھا پس مخالفت کا زمانہ شروع ہونے یا جنگ کی سی حالت ہونے سے لے کر قریش کا ہر شخص یا اہل مکہ مسلمانوں کا کھلم کھلا دشمن بن گیا۔ اور ان کی ذات یا جائیداد سے اسی قسم کا سلوک برتنا جانے لگا سوائے ان چند لوگوں کے جو اس دشمنی میں حصہ لینے کے قابل نہ تھے یا حقیقتاً ان کی لڑائیوں میں الجھنے سے پرہیز کرتے تھے، پس ایسی حالت میں مسلمان قانوناً انہیں دھمکانے یا دشمنوں کے ان قانونوں پر حملہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ جو مکہ کی طرف سے آتے یا ادھر جاتے تھے۔ اور ان کا گذر مدینہ کے نزدیک سے ہوتا تھا اور وہ مکہ کے قریش کے خلاف بھی نبرہا ہو سکتے تھے۔ بشرطیکہ وہ ایسا کر سکیں، لیکن وہ لوگ جن کے ساتھ پیغمبرؐ اور ان کے ساتھ بھاگ آنے والے مسلمان سفر کر کے آئے تھے، مدینہ میں صرف ان کی حفاظت کا ہی وعدہ کر سکے ہیں۔ اس لئے ہجرت کر کے والے مسلمان اپنے حریف قریش کے خلاف ہتھیار اٹھانہ سکتے تھے۔ پس انہوں نے مدینہ میں خاموشی سے رہنے اور بیرونی خلفشار سے بچ کر اپنے نئے مذہب کی برکتوں سے

نامہ اٹھانے کو ترجیح دی۔ بشرطیکہ حالات انہیں لڑائی کرنے پر مجبور نہ کریں۔
حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے عرصہ دراز تک مصیبتیں جھیلنے اور اذیتیں اٹھانے
کے بعد آخر کار مدینہ میں امن و امان کی پناہ گاہ تلاش کر لی۔ جہاں انہیں دشمنی کا
آغاز کرنے اور دوبارہ جنگ کے جنگل میں پھنسنے کی ہرگز خواہش پیدا نہ ہوئی۔ وہ اسی بات
میں ہی خوشی محسوس کرتے تھے کہ وہ مدینہ میں جان بچا کر جو آنکے ہیں اب امن و امان کی
زندگی بسر کر سکیں،

مدینہ کے لوگوں نے تو پیغمبر کے ساتھ حملہ ہونے کی صورت میں صرف ان کی حفاظت
کا ہی ذمہ لیا تھا۔ یہ نہیں کہ وہ قریش کے خلاف کسی غاصبانہ اقدام میں آپ کے ساتھ دیں۔
محمدؐ اور ان کے پیروکاروں کی جو بھاگ کر ان کے ہمراہ آئے تھے تمام تر توجہ اسلام کے اصولوں
کی تعلیم اور ان کا پرچار کرنے، پناہ گزنیوں اور شہریوں کے مابین خوشگوار تعلقات پیدا
کرنے، نماز کے لیے کسی عمارت کے تیار کرنے، پناہ گزنیوں کے لیے مکانات مہیا کرنے اور
مدینہ کے یہودیوں اور گرد و نواح کے قبیلوں مثلاً بنی زمرہ (جس کے تعلقات مکہ کے
ساتھ وابستہ تھے) کے ساتھ بھی وعدے کرنے ضروری تھے۔ کیونکہ قریش کی جانب سے حملہ
کا خوف ہمیشہ لگا رہتا تھا، جو ایسے مواقع پر پہلے تعاقب کرتے رہے تھے۔ سب سے زیادہ خیال
جو غالب رہتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے لیے کچھ مذہبی اور شہری اداروں کا انتظام کر
دیا جائے۔ کیونکہ مسلمان جلد ہی ایک آزاد سوسائٹی اور کامن ویلتھ کی صورت اختیار
کر رہے تھے،

اندریں حالات حضرت محمدؐ یا ان کے پیروکاروں کے لیے اپنے دشمنوں کے خلاف
غاصبانہ قسم کی لڑائی وغیرہ کا خیال کرنا بھی ناممکن بات ہے۔ مسلمانوں کے لیے اپنے فوائد کی
خاطر بھیاں اٹھانا بھی ناممکنات میں سے تھا۔

قریش نے جب دیکھا کہ سیدہ مسلمان ایک دور آفتادہ شہر کی طرف جانے
کے لیے جہاں کسی فوجی ہم کے سوائے ہینچا شکل تھا۔ اپنی تمام آباتی زمین کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں
اور محمدؐ کو جنگی گرفتاری کے لیے وہ بہت کوشش کر چکے تھے۔ ہاتھ سے کھو بیٹھے ہیں، نیز عیب
انہوں نے مسلمانوں کے استقبال۔ ان کے ساتھ اہل مدینہ کے سلوک۔ مذہبی آزادی اور برادرائی
ادارے متعلق سنا تو ان جلا وطن شدہ لوگوں کے خلاف اپنی سخت دشمنی کو دبانے کے لیے قریش کی

دشمنی آگے ہی بھڑک چکی تھی قریش کا خبر و تشدد اور بے انصافیوں اس حد تک بڑھ چکی تھیں کہ جب ۱۶۱۵ھ میں گیارہ مسلمانوں کی ایک جماعت ایسے سینا میں ہجرت کر کے پہنچی تو قریش نے اپنے ایلیچی کو وہاں بھیجا تاکہ وہاں کی حکومت ان مہاجرین کو ان کے حوالے کر دے۔ ۱۶۲۲ھ میں عرب تمیمی بار مسلمان بہت بڑی تعداد میں ان کے ہاتھوں سے بچ نکلے تھے یہیں تسلیم کرنے کے لیے ہر قسم کی وجہ موجود ہے کہ انہوں نے قدرتی طور پر ان مہاجرین پر ظلم ڈھانے کے لیے ہر قسم کا دشمنی والا حربہ اختیار کر رکھا ہوگا۔

مکہ سے مسلمانوں کی عام ہجرت کے دوسرے ہی سال میں قریش ایک ہزار کی بھاری جمعیت کے ساتھ مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف حملہ آور ہو گئے۔ مدینہ مکہ سے ۲۵۰ میل پر واقع ہے اور اس کے رستے میں بارہ پراؤ ہیں۔ انتقام لینے والی فوج چلتی چلتی آٹھویں پراؤ پر بدر کے مقام پر پہنچ گئی۔ جو مدینہ سے تقریباً تین پراؤ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ محمد صرف تین سو مسلمانوں کے ہمراہ ہی جن میں اہل مدینہ کی اکثریت تھی۔ اپنی حفاظت کی خاطر مدینہ سے باہر نکل آئے تاکہ انہیں پسپا کر کے بھگا دیا جائے۔ بدر کی مشہور لڑائی کا آغاز مدینہ سے صرف تیس میل کے فاصلے پر ہوا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ تمام واقعات خلاصاً اور تسلیم شدہ حفاظتی بنیادوں پر وارد ہوئے تھے قریش نے یکے بعد دیگرے مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف تین بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں۔ پہلی جنگ بدر دوسری کو جنگ اُحد کہا جاتا ہے۔ جو مدینہ سے صرف ایک میل کے فاصلے پر لڑی گئی۔ اس وقت دشمن مکہ سے صرف دو صد پچاس میل کی دوری کو طے کر کے مدینہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ قریش دس ہزار فوج اکٹھی کر کے آئے۔ اس کو خندقوں کی لڑائی بھی کہا جاتا ہے، اس میں شہر کسی دنوں تک محصور رہا مسلمان دیواروں کے اندر ہی اندر کچھ خندقیں بنا کر لڑائی کرتے رہے۔ قریش اور محمد کے مابین یہی صرف تین لڑائیاں ہوئی تھیں جس میں مسلمان اپنی حفاظت کے لیے لڑتے رہے۔ انہوں نے انتقام لینے کے لیے کبھی کوئی حملہ نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی کسی کو زور کے بل بوتے پر مذہب تبدیل کرنے کے لیے مجبور کیا گیا۔ انہوں نے یہ لڑائیاں اپنے خلاف جارحانہ کارروائی کی وجہ سے یا مجروح شدہ حقوق کو قائم کرنے کے لیے نہیں کی تھیں بلکہ محض اپنی حفاظت کی خاطر ان کے زور کو توڑنا مقصود تھا۔ جو لڑائی حق و انصاف کی بناء پر لڑی جائے غلط طاقت کو توڑنے یا اپنے کسی جائز

حق کو قائم کرتے کے لیے کی جائے۔ اسے ہر قانون، ہر مذہب اخلاقی یا سیاسی طور پر تسلیم کرنا ہے اور منظور می دے دیتا ہے۔ سر ولیم مینٹر ابوسفیان کے متعلق ستر یا پانچ کھائی پیش کر رہے ہیں (اس کہانی کا تعلق پہلی لڑائی سے ہے) جو محض ایک بہانہ ہے جس کا کبھی درپنہ سے باہر آکر ابوسفیان کے قافلے پر حملہ آور نہیں ہوئے تھے، بلکہ

قرآن مقدس

جس کتاب کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ حضرت محمد پیغمبر اسلام کو بذریعہ الہام مختلف حصوں میں بھیجی گئی تھی۔ وہ الفاظ جن میں اللہ تعالیٰ کا پیغام شامل ہے۔ وہ پیغمبر کے اپنے الفاظ نہیں ہیں۔ وہ بذریعہ حضرت جبرائیل ان کو بتلائے گئے تھے۔ مسٹر میری گیلورڈ وورمن جو ایک مشہور عالم مشرق ہیں۔ لیں لکھتے ہیں :-

یہ اللہ تعالیٰ کا ادبی الہام ہے۔ جو جبرائیل کے ذریعے محمد کو وحی ہوا۔ جو حرف بحرف مکمل ہے۔ یہ معجزہ ابد تک زندہ جاوید ہے، جو اپنی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمد کی خود گواہی دے رہا ہے۔ اس کا معجزانہ معیار کچھ تو اس کے طرز بیان میں موجود ہے جو اس قدر مکمل اور بلند درجہ رکھتا ہے کہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے بیان کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ تو کوئی شخص یہ استطاعت رکھتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی جن جو کوئی سورت کا چھوٹا سا باب بھی تیار کر سکے۔ اور کچھ اس کی تعلیم کے مندرجات یعنی مضامین میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس میں آئندہ کے متعلق ایسی پیش گوئیاں اور حیرت انگیز اطلاعات بھی پائی جاتی ہیں۔ جو ان پڑھ محمد اپنی خواہش کے مطابق کسی صورت میں اکٹھی نہ کر سکتے تھے۔“

جب قرآن شریف کی آیات کا نزول ہوتا بذریعہ الہام شروع ہوا تو انہوں نے فوراً کچھ انشاء پر وازوں یعنی لکھنے والوں کی خدمات حاصل کر لیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لکھ سکیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اگرچہ پیغمبر علیہ السلام آتی تھے یعنی وہ لکھ نہ سکتے تھے۔ لیکن ان کے کئی ایک دوست اصحاب تھے جنہوں نے بحیثیت ان کے کاہنوں

۱۔ ابوسعید مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی۔

کے کام کیا۔ ان کی تدبیر اور چالیں تھیں۔ ان میں زید بن ثابت، خالد بن سعید، زبیر بن عوف اور عبداللہ بن سعد شامل تھے۔ ان کے علاوہ پیغمبر کے چار بڑے بڑے اصحاب بھی اس کام کے لیے موجود رہتے تھے، اس

وحی کے ختم ہو جانے کے بعد خدائی پیغام کو قلمبند کرنے کے لیے وہ تمام اصحاب حاضر موجود رہتے تھے۔ قرآن شریف کی صرف وہ آیات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنہ سے نکلتی تھیں ان کے لکھتے وقت بہت ہی احتیاط برتی جاتی تھی مسلم کی روایت ہے کہ پیغمبر نے کہا تھا: میرے اپنے کہے ہوئے الفاظ ملت لکھو مگر وہ صرف بعینہ وہی الفاظ ہوں جو قرآن شریف کے ہیں،

احتیاط کے یہ تمام اقدام اس لیے کیے گئے تھے کہ خدائی پیغام میں خالص لفظوں کو قائم و دائم رکھا جاسکے اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے الفاظ کو بھی ملاوٹ سے الگ تھلگ رکھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے خالص الفاظ کو خود اپنی حفاظت کا ذمہ اٹھایا تھا۔ کوئی انسانی ہاتھ آیات قرآنی کو تبدیل کرنے کا حوصلہ نہ رکھ سکا۔ تبدیلیاں کرنا اور کنار کوئی شخص قرآن جیسی آیات بنا بھی نہ سکا جس وقت سے محمد کو وحی ملی ہے اس وقت سے قرآن شریف نے کفار کو اس جیسی آیات بنانے کا چیلنج دے رکھا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کوئی شخص اب تک اس جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکا۔ یہ محض ایک کھوکھلی گپ نہیں ہے، یہ حقیقت لکھی ہوئی موجود ہے کہ قرآن شریف کے مخالفین نے اس مقصد کے لیے ایک ابن المقاف نامی کو نامزد کیا تھا کہ قرآن شریف کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ایسی ہی کتاب تیار کر دے یہ شخص فصاحت و بلاغت میں عربی کا ایک لائق عالم تھا۔ اس نے اس کام کو بارہ ماہ میں ختم کرنے کا وعدہ کیا۔ مسطور السطن کا کہنا ہے کہ ”موجودہ میعاد کا آدھا حصہ گزر جانے کے بعد اس کے دوست کام کی رفتار کو دیکھنے کے لیے آئے۔ تو دیکھا کہ وہ قلم ہاتھ میں پکڑے ہوئے مطالعہ میں بڑی گہرائی میں مستغرق ہے۔ اور اس کی میز کے ارد گرد ملتے جلتے مسودہ جات پھٹی ہوئی حالت میں بے پناہ ہجوم کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دوسری طرف کچھ کاغذات لاپرواہی سے پڑے ہوئے ہیں سچی بات یہ ہے کہ اس نے قرآن شریف سے صرف ایک ملتی جلتی آیت کو لکھنے

۱۔ دیکھو: فتح الباری۔ جلد نمبر ۹ پیغمبر کے کاتب،

کی کوشش کی تھی۔ جو عمدگی میں اعلیٰ ہو۔ مگر وہ ناکام رہا اور اسے سراسیمگی اور شرمندگی سے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ صرف ایک سطر نے ہی گزشتہ چھ ماہ سے اس کی کوششوں کو ناکارہ کر رکھا ہے۔ پس وہ ناامید ری سے اپنی کلغی کو نیچے گرائے ہوئے اس کام سے سبکدوش ہو گیا۔

قرآن شریف کو قلمبند کرنے کے متعلق زبدین ثابت کا جو پیغمبر کے کاتب اعلیٰ تھے کہنا ہے کہ جب کبھی آپ کو وحی میں پیغام حاصل ہوتا تھا۔ وہ ان کو بلا لیتے تھے اور وہ (زبدین) فوراً خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ اور لکھنے کا سامان تیار ہو جاتا۔ انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ جب وہ آیات لکھ کر ختم کر لیتے تو انہیں آپ کو پڑھ کر سنا دیتے تھے تاکہ اچھی طرح سے یقین ہو جائے کہ مضمون صحیح لکھ لیا گیا ہے،

زبدین ثابت کی عدم موجودگی میں دوسرے کاتب فرانس کو انجام دیا کرتے تھے۔ پس یہ خیال کرنا سراسر غلطی ہے کہ قرآن شریف کو پیغمبر کی زندگی کے بعد لکھا گیا ہے۔ مکہ کی ایک ابتدائی وحی میں ہم دیکھتے ہیں کہ یقیناً یہ قرآن پڑا ہی و تابل احترام ہے۔ یہ ایک کتاب کی صورت میں ہے جس کی حفاظت کی گئی ہے۔ کوئی شخص جو پاکیزہ نہیں ہے اسے چھو نہیں سکتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریر شدہ دستاویز ایک کتاب ہے جسے چھوئے جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن شریف کا تمام حصہ اس میں شامل ہے۔ جیسا کہ آج موجود ہے اور وہ پیغمبر کی حیات میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ ولیم میور جیسا اسلام کا حریف نقطہ چین بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہے۔

”ہمیں تسلیم کرنے کے لیے کافی وجہ موجود ہے کہ قرآن کے متعلقہ ٹکڑے حیات جن سے پورا قرآن بنتا ہے۔ ان کی عرصہ حیات میں ان کے اصحاب نے مکمل کر لیا تھا،“

قرآن مجید تحریر شدہ حالت میں پیغمبر کی زندگی میں موجود تھا۔ جو ان کے پیرکاروں میں خوب رائج تھا۔ جیسا کہ بخاری کی اطلاع سے واضح ہوتا ہے۔ ہمیں دشمن کے ملک میں سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری۔ جلد ۹) جلال الدین السبوتی نے لکھا ہے کہ پیغمبر کی زندگی میں تمام قرآن شریف لکھا جا چکا تھا۔ لیکن ابھی تک اسے ایک جامع شکل میں ملایا نہیں گیا تھا۔ اور نہ ہی اسے ابھی تک یکے بعد دیگرے ترتیب دی گئی تھی حقیقت یہ ہے

۱۔ دیکھئے: والسٹن کی کتاب محمدؐ، ان کی زندگی اور تعلیمات۔ صفحات ۲۲-۲۳۔
۲۔ قرآن حکیم۔ ۷۷۱: ۷۷۲-۷۷۳۔ لائف آف محمدؐ ولیم میور صفحہ ۱۹ پر۔

کہ اگرچہ اسے ایک جلد میں اکٹھا نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن آپ کے دس ہزار سے زائد اصحابوں نے زبانی یاد کر لیا ہوا تھا آپ کے ممتاز ساتھیوں میں منہوں نے آپ کی زندگی ہی میں حفظ کر لیا تھا۔ ابو بکر، علی، عثمان، عمر، عبداللہ بن عمر، طلحہ، سعید بن مسعود اور ابو حمزہ کے نام مثال ہیں۔ عورتوں میں سے قرآن حفظ کرنے والی شخصیتوں میں حضرت عائشہ جفصہ۔ ام سلمہ (مومنوں کی قابلِ عزت ماؤں) کی مثال دی جا سکتی ہے۔ اب بغیر ترتیب کے کوئی شخص قرآن شریف حفظ نہیں کر سکتا۔ جہاں تک ابواب کی تقسیم کا تعلق ہے۔ یعنی سورتیں یا یہ کہتے کہ آیات کی اقسام کے لحاظ سے ترتیب وار ہونا۔ تو یہ عمل بھی آپ کی زندگی میں ہی مکمل کر لیا گیا تھا جس کی نگرانی آپ نے خود کی تھی۔ ولیم میٹور لکھتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ یقین کرنے کے لئے کافی وجوہ موجود ہے۔ کہ بڑی بڑی سورتیں بمعہ تمام مضامین کے جن کا عام استعمال ہوتا رہتا ہے مختلف ناموں اور خاص خاص علامتوں سے نام زد کر دی گئی تھیں۔ اہلِ رائی مگر بہت ہی مستند روایات میں کہا گیا ہے کہ ان کے حوالہ جات محمد نے دیئے تھے، قرآن شریف کا نزول قریش کی زبان میں ہوا تھا۔ جو محمد کی مادری زبان تھی۔ اور انہوں نے خود یہ حکم دے رکھا تھا کہ اسے اسی تلفظ اور اسی گفتگو میں لکھا جائے۔ عسکری وفات کے بعد پیامہ کی لڑائی میں جو مسلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی۔ قرآن شریف کے متعدد حافظ (تقریباً سات سو) جانیں کھو چکے تھے۔ اس خطرناک صورت حال سے فوراً کسی لائحہ عمل کی ضرورت پڑ گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس امر کا جائزہ لیا اور فوراً خلیفۃ المسابین ابو بکر صدیق کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ان کو اس امر کا احساس دلایا جائے کہ قرآن شریف کو قریش کی زبان میں معیار ہی قائم و دائم کر دیا جائے یعنی اس کا معیار قریش کی زبان میں قائم کرنا ضروری سمجھا جائے۔ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو کہا کہ پیامہ کی لڑائی میں بے شمار حافظ شہید ہو چکے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ ممکن ہے مستقبل میں مزید حافظ قرآن دیگر لڑائیوں میں جہاں شہادت نوش کر جائیں اور قرآن شریف کا بہت سا حصہ ہم سے گم ہو جائے۔ میرے خیال میں یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ قرآن شریف کو یکجا اکٹھا کرنے کے لئے حکم صادر فرمادیں۔ اس نازک مرحلہ پر خلیفہ نے زید بن ثابت کو (جو محمد کے کاتب اعلیٰ تھے) حکم دیا کہ تمام سورتوں کو ایک جلد میں اکٹھا کر دیا جائے۔ ابو بکر نے کسی ایسی چیز کو لکھنے کی اجازت نہ دی تھی جو پہلے ہی سے قلمبند نہ ہو چکی ہو۔ (فتح الباری) زید

نے اس کا بیڑہ اٹھایا اور اسے نہایت ہی غور اور احتیاط سے نبھایا۔

قرآن شریف کی یہ خاص جلدِ اُمّ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ امانت پہلے خلیفہ کے زیرِ حفاظت رہی۔ بعد ازاں دوسرے خلیفہ عمرؓ کے پاس آئی جنہوں نے اسے اپنی بیٹی حفصہؓ کی حفاظت میں دے دیا۔ حفصہ جو پیغمبر رسولؐ کی بیوہ تھیں۔ انہوں نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ خود قرآن مجید محمدؐ کی نگرانی میں حفظ کیا ہوا تھا۔

اب اگرچہ تمام قرآن شریف کو ایک جلد میں اکٹھا کر لیا تھا۔ مگر اس کی نقول کو درست رکھنے کے لئے کوئی انتظام نہ کیا گیا تھا۔ اور وہ مسلمانوں کے درمیان عام مروج تھیں پس ابھی تک یہ خطرہ لاحق تھا کہ خود لوگ اسے اپنی مادری زبان یا گفتگو میں اپنے تلفظ کو استعمال کرتے ہوئے حفظ کرنا یا پڑھنا شروع کر دیں۔ حفصہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئیں اور کہا اے خلیفہ المسلمین! قرآن شریف میں اختلاف ہونے سے پہلے پہلے لوگوں کو منع کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسلمانوں میں آیات کا اختلاف پایا جائے۔ پس عثمانؓ نے حفصہؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ قرآن جو اس کی حفاظت میں موجود پڑا ہے۔ انہیں بھیج دیا جائے۔ تاکہ اس کی ہو بہو نقول تیار ہو جائیں۔ پھر وہ اصل کتاب کو اسے واپس لوٹا دیں گے۔ پس حفصہؓ نے اصل قرآن شریف ان کے پاس بھیج دیا۔ اور انہوں نے زید بن ثابتؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ سعد بن العاصؓ اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؓ کو احکام صادر کر دیئے جنہوں نے اصل قرآن (اُمّ) کی نقول تیار کر دیں۔ اے

رسول اللہؐ کے اس کمیشن نے جس میں تین افرادِ خاندانِ قریش کے بھی تھے۔ سات شناختی نقول تیار کی گئیں ایک خاص معیاری نقل جس کا نام مصحف الائم رکھا گیا۔ اسے خود خلیفہ نے اپنی تحویل میں امانت رکھ لیا تھا جس پر لکھا تھا۔

هَذَا مَا جَمَعَ عَلَيْهِ جَمَاعَةُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

مِنْهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ - وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ

(ترجمہ) اس پر پیغمبر کے اصحاب جن میں زید بن ثابتؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور سعد بن العاصؓ شامل ہیں۔ پورا اتفاق رائے رکھتے ہیں۔

اس نقل کو حفاظت کے ساتھ رکھ لیا گیا۔ یہ ابھی تک قسطنطنیہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ دوسری نقول خلافت کے دیگر بڑے بڑے شہروں۔ مدینہ، کوفہ، بصرہ۔ دمشق، یمن وغیرہ

ہیں رکھ دی گئیں۔ وہ نقل جو بصرہ میں رکھی گئی تھی وہ ابھی تک مصر میں موجود ہے۔ بین والی الانظر واقعہ قاہرہ میں اور کوفہ وال نقل واقعہ سطنطینہ میں دستیاب ہو سکتی ہے، ان کے علاوہ دیگر مسودہ جات۔ جو حضرت محمدؐ کے خاندان کے ممتاز افراد نے لکھے تھے وہ بھی موجود ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت حسن بن علیؑ جو رسول اللہؐ کے دو بہتے تھے، کا لکھا ہوا مسودہ ہے۔ وہ لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں پڑا ہوا ہے، دوسرا مسودہ حضرت حسینؑ کا لکھا ہوا ہے جو حضرت علیؑ کے صاحبزادے تھے وہ بھی آپؐ دیکھ سکتے ہیں۔ وہ جامع مسجد دہلی کی نمائش گاہ میں موجود ہے، اس کے علاوہ حضرت زین العابدینؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مسودہ بھی جامعہ ملیہ دہلی میں مل سکتا ہے۔ قرآن شریف کے تمام مسودہ جات موجودہ، مروجہ قرآن شریف کی جلدوں سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ اور ہمیشہ اسی حالت میں بغیر کسی تغیر و تبدل کے رہیں گے، چنانچہ ایف ایف آر تبصوٹ صاحب لکھتے ہیں۔

متذکرہ بالا مضمون سے عیاں ہوتا ہے کہ قرآن کی آخری اور مکمل کتاب محمدؐ کی وفات کے بعد بیس سال کے اندر تیار ہو چکی تھی۔ اور وہ ابھی تک بغیر کسی تبدیلی یا تغیر کے جو کوئی جذباتی شخص۔ مترجم یا تغیر کنندہ ابھی تک کر سکا ہو۔ موجود پڑی ہوئی ہے۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ اس قسم کے بیانات عہد عتیق یا عہد جدید کی تمام کتابوں کے متعلق نہیں دیئے جاسکتے۔

مطربا سورتہ سمعنا اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

قرآن میں ہم تمام شبہات (جنہیں ہم معقول کہہ سکیں) سے بالاتر ہو کر محمدؐ کے اپنے وہی الفاظ بغیر کسی تضرع یا اضافہ کے پاتے ہیں۔

قرآن شریف خود فرماتا ہے کہ ”وہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے تیرے لیے (اس کا مقصد یہ ہے) تاکہ وہ الشانیت کو اندھیرے کی گہرائیوں میں سے باہر نکال کر روشنی کی طرف لے جائے (القرآن ۱۰: ۱۷)“

کارلائل کہتا ہے،

عرب قوم کے لیے یہ اندھیرے سے روشنی میں جنم لینے کا موجب بنی۔ اس کے وسیلے سے

۱۔ دیکھیے۔ انجیل اور قرآن کی ساخت (نسرکشن آف دی بائبل اینڈ دی قرآن) صفحہ ۱۵ پر۔

۲۔ محمدایت محمد نسیم۔ صفحہ ۱۸۔

ملک عرب پہلی بار زندہ ہو گیا۔ ایک عزیز گڈاریا قوم کے بیٹے جو دنیا کی پیدائش کے وقت سے لے کر تادمہوز اپنے اصحابوں میں بغیر کسی شخص کی توجہ کے گھومتی پھرتی تھی۔ ایک بہادر سپہر بھیجا گیا، ایک ایسے لفظ (پیغام) کے ساتھ جو قابل تسلیم تھا۔ دیکھئے۔ وہ جسے کوئی دیکھتا بھی نہ تھا۔ اب تمام دنیا میں قابل توجہ ہو گیا۔ ایک مچھوٹی سی ہستی دنیا بھر میں عظیم ہو گئی ایک صدی گزرنے کے بعد وہ خطہ گنڈولہ بن گیا جس کے ایک طرف عرب تھا اور دوسری جانب دہلی تھا۔

قرآن شریف کا نزول اس وقت ہوا جب کہ انسانیت لافانوریت کی بھاری بندھنوں کے نئے سواہ رہی تھی۔ اور آسمانی رحمتوں کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ وہ خدائی حکومت کے قیام اور اس کی آمد کے لیے بقراری سے منتظر تھی جس کا گاہے بگا ہے ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور اس سے توقع تھی کہ وہ خدائی قوانین کو بحال کر دے گی۔ اور عوام کی تمت پلٹ جائے گی۔ قرآن شریف نے کفار کے قوانین کو جو دنیا بھر میں رائج تھے۔ خدائی قوانین سے تبدیل کر دیا۔ کفار کے رسم و رواج زندگی کے ہر شعبہ میں پائے جاتے تھے۔ مثلاً توامد و ضوابط متعلقہ رسم و رواج، اطوار و افعال، گورنمنٹ، عبادت، بیاہ شادیوں، طلاق و ورثہ کے اداروں کا نظام چلانے کیلئے قوانین۔ اور تجارتی اور سوشل امور کو فروغ دینے کے لیے اسمبلیوں کے منظور کردہ قوانین ایسے تھے۔ جو لوگوں کی مصلحت کی خاطر وضع کیے گئے تھے۔ پروفیسر پی کے ہٹی لکھتا ہے:-
قرآن کی کتاب محض مذہب کا دل اور خدائی حکومت کا راستہ دکھانے والی کتاب ہی نہیں بلکہ یہ سائنس اور سیاسی دستاویزات کا کتابچہ ہے جس میں زمین پر خدائی حکومت کے لیے قوانین درج ہیں۔

ایک اور عالم مشرقی مٹرجے۔ ولیم ڈریسپر کا کہنا ہے:-

قرآن میں اخلاق کے متعلق بہترین پند و نصائح دی گئی ہیں۔ اس کے مضامین اس قدر بھرے ہوئے ہیں کہ کوئی شخص اس کے کسی صفحے کو ایسے اصولوں سے خالی نہیں پاتا۔ جو تمام لوگوں کے نزدیک مستحسن ہیں یعنی اس کتاب کے ہر صفحے پر ایسے اچھے اچھے اصول لکھے ہیں۔ جنہیں ہر قسم کے لوگوں کی تائید حاصل ہے۔ اس کی مختلف مضامین کے ٹکڑوں سے جو بناوٹ

۱۔ مقصودس کار لائل۔ ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ۔

۲۔ عربوں کی مختصر تاریخ۔ مصنفہ پی۔ کے۔ ہٹی۔ صفحہ ۳۳۔

ہوتی ہے اس میں مضامین کی تفسیر، اصولات اور قوانین مکمل حالت میں دیئے گئے ہیں۔ جو عوام کے حسب حال زندگی کے ہر شعبے میں مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ میٹرمارٹ وگ ہیریڈ ریمپٹرز ہیں۔ یہیں قرآن حکیم کو سائنس کی مختلف اقسام کا ماخذ یا منبع پاتے ہوئے ہرگز حیران نہ ہونا چاہیئے۔ آسمان یا زمین، انسانی زندگی، تجارت اور تجارت کا مختلف شعبوں کا اکثر تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک ہی مضمون کے متعلق تفسیر اور شرح کی کئی کتابیں تیار ہو گئیں۔ جو کہ بڑی بڑی سچوں کا موجب ہوئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم دنیا میں بلا واسطہ سائنس کی کئی ایک برائچوں میں زبردست نشوونما ہوا۔ اس سے نہ صرف عرب لوگ متاثر ہوئے بلکہ یہودی فلاسفر بھی عربوں کے طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے روحانی اور مذہبی مسائل کو سمجھنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ آخر یہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس طریقے سے عیسائیت کے علم الہیات نے عربوں کے علم معرفت سے زندگی پائی۔ اس کا مزید تذکرہ کہنا ضروری نہیں۔ لہٰذا مسٹر ولیم میور جو بہت بڑے نقاد اور مورخ ہو گزرے ہیں، وہ کہتے ہیں۔

”لوگ و سوسوں اور توہمات، ظلم و ستم اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے، عام رواج کے مطابق سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوہ عورت سے شادی کر لیتا تھا۔ جاگیر کی باقی جائیداد کے ساتھ اس بیوہ عورت کو بھی درشہ شامل کر لیا جاتا تھا۔ غرور اور عزت نے ان کے ماہن عورتوں سے زنا کاری کو فروغ دے رکھا تھا۔“

تاریخ ایسی شہادت پیش کرتی ہے، جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اس کے مطابق قرآن شریف کی تعلیمات سے مثالی طور پر مکمل کردار کی حامل شخصیتوں کا ظہور ہوا۔ جو ایک جانب تو اللہ تعالیٰ کے احکام کو انسان تک پہنچاتے تھے اور دوسری طرف بلند اخلاق کی زندہ جاوید سوسائٹی کی ساخت کرتے تھے۔ آخر کار انہوں نے خود تاریخ کا رخ پھیر دیا۔ میٹرمارٹ وگ نے کہا ہے۔

اس میں (تہ آن شریف میں) بہت سے مضامین قابل احترام اور گہری اخلاقی سنجیدگی کے حامل پائے جلتے ہیں جن میں کثیر المعانی اور پُر مغز الہامی دانائی پائی جاتی ہے۔ اس نے ثابت کر دکھا ہے کہ اس میں ایسے ایسے مواد (مضامین) پائے جاتے ہیں جن کے بل بوتے پر مضبوط قوانین

انقرآن شریف کی بناوٹ اور اس کی تفسیر کے متعلق تحقیقات، مصنف، ڈاکٹر مارٹ وگ ہرش فیلڈ،

اور نئے حکومتیں بنائی جاسکتی ہیں، اس

ایک اور غیر مسلم پروفیسر ہٹن سمٹھ بیان کرتا ہے۔

”جیسی کہ حقیقت ہے۔ یسوع مسیح کا کام نامکمل حالت میں چھوڑا گیا تھا۔ انجیل کا نزول کسی اور اسناد کے لیے ہوا۔ جو اس کے اخلاقی قوانین کو ترتیب دے۔ قرآن شریف روحانی مشقوں اور اعمال کی کتاب ہونے کے علاوہ احسن لائق اور قانونی ضوابط کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے، اس

اپنی بنیاد اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں،

یاد رکھیے۔ اسلام کا قانون (جیسا کہ قرآن میں لکھا گیا ہے) موجودہ زمانہ تک جب کو اس کے اجزاء پر انگلیں میں بھی عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ اسے سب سے زیادہ منصفانہ قانون جہاں تک عورت کا تعلق ہے دنیا میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس قانون میں جہاں تک عابدیہ کا تعلق ہے یا طلاق کے معاملات کا حل کرنا ہے یہ مغربی قانون سے بہت سبقت لے چکا ہے جہاں تک عورت کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔“
لاوی جو رمی ڈکی میں لکھا گیا ہے،

”اسلامی قانون کے تحت عورتوں کے عام حقوق کو وسیع تر کر دیا گیا ہے۔ بہ نسبت ان قوانین کے جنہیں آج ہم قانون خیال کرتے ہیں۔“^۳

آخر پریم سٹراسی ڈینی سن روس کا ایک اور حوالہ دیتے ہیں: ”گذشتہ تیرہ سو سال سے قرآن شریف ترکوں اور ایرانیوں کی مقدس کتاب چلی آرہی ہے۔ یقیناً ایسی کتاب جو مغربی ملکوں میں تمام پڑھی جانے کے قابل ہے خاص طور پر آج کل جب کہ وقت اور فاصلہ کا تصور دورِ حاضرہ کے موجدوں کی تحقیقات سے درہم برہم ہو چکا ہے نیز عرب کو عوام کا مفاد تمام دنیا سے وابستہ ہو چکا ہے۔“^۴

یہ وقت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا رخ کریں اور اللہ کی دنیا میں پناہ لینے کے لیے قرآن مقدس کے پیغام کی طرف جڑوں سے دیا جاتا ہے توجہ کریں اسے

۱۔ قرآن مصنفہ روڈ ویل صفحہ ۱۱، ۲۔ قرآن مصنفہ روڈ ویل صفحہ ۱۵۔ ۳۔ دیکھتے ہی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد ۱۹۳۲ء صفحہ ۳ پر، ۴۔ ای ڈینی سن کی کتاب قرآن کا دیباچہ صفحہ ۸ پر، ۵۔ (DIMENSIONS OF CHRISTIANITY) شائع کردہ اسلامی سن ایمر۔ صفحات ۱۷۰ وغیرہ۔

قرآن مقدس کی خوبیاں اور عنایاں

ہم یہاں علامہ یوسف علی مرحوم۔ سی۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ایم۔ کینٹ یونیورسٹی
آئی۔ ای۔ سی کے ایک لیکچرر کا حوالہ دینا چاہتے ہیں جو انہوں نے مورخہ یکم جولائی ۱۹۳۷ء
میں حبیبہ ہل لاہور میں دیا ہے۔

جب کبھی میں کسی لٹریچر کے بہت بلند اور بڑے زور پرے کو پڑھتا ہوں۔ تو میں اسے
اپنے دل کی گہرائیوں میں دوڑا کر لے جاتا ہوں تاکہ میں نہ صرف اس کے سرسری معانی کو
ہی سمجھ کر اکتفا کر لوں۔ بلکہ اس کے پس منظر میں اس فضا کو پالوں۔ جسے ان الفاظ نے اپنے
اندر چھپا رکھا ہے۔ لیکن جب میں قرآن شریف جیسی حیران کن کتاب کو پڑھتا ہوں۔ تو
میں ہمیشہ یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ میں اسے سمجھنے سے کتنا اور آگے بڑھ سکتا ہوں
یہ نسبت اس وقت کے جبکہ میں گذشتہ اسے پڑھ کے سمجھ سکا تھا۔ ہمیشہ میں اس میں نہی
نئی خوبیاں میرے سامنے منکشف دیکھتا ہوں۔ تازہ مشکلات بچن سے مجھے زندگی میں
دو چار ہونا پڑا ہے۔ نہی روشنی پڑتی دیکھتا ہوں۔ بڑی بڑی پیچیدہ مشکلات جو درپیش
ہیں۔ ان کے نئے حل پاتا ہوں۔ وہ مجھے نہ صرف میری اپنی زندگی سے ہی تعلق رکھتے ہیں
بلکہ ہماری تمام قوم ان سے دو چار ہے۔ جب میں ان کے حل سمجھ لیتا ہوں۔ تو میں اپنے
آپ کو ایک ناچیز ذرہ کی طرح عاجز پاتا ہوں۔ اس وقت مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں یا
ہم سب اکٹھے جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ یا عموماً تمام دنیا قرآن شریف کو کس حد تک بہت ہی
کم سمجھتے ہیں۔ یہ کتاب عظیم ہماری رہنمائی اور ہماری مدد کے لیے ہمیشہ حاضر کرنے کے
لیے نازل ہوئی تھی۔ میں اس امر واقع کو محسوس کرتا ہوں کہ ہم اسے روزمرہ کی زندگی
پر روشنی ڈالنے اور ہماری بڑی بڑی مشترکہ سماجی مشکلات میں مدد کرنے اور ہمیں سخت
گہرائیوں میں گرنے سے بچانے میں جن کی وجہ سے مختلف افراد اور قومیں گمراہ ہو
چکی ہیں۔ کس حد تک کم استعمال کرتے تھے۔ ہم اسے ہر روز پڑھتے ہیں لیکن ہم اس کی
روح کو کس قدر کم سمجھ سکتے ہیں۔ خواہ ہم اس کی گراںمراور لفظی معانی کی پیچیدگیوں میں
جانے کیسے کتنی ہی زیادہ محنت کریں۔ مگر اصلیت کو نہ تک پہنچنے کے لیے ہم کس قدر ناکام رہتے
ہیں۔ اور کتنی مرتبہ ہم نے اس کے الفاظ کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق ڈھالنے

کیلئے اس کے معنوں کو توڑ مڑ کر کیا ہے اور اس کی ساخت اور پس منظر کو بھی اپنے ارادوں کے مطابق ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر ہم اس کے اصل معانی کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یا یہ کہ اگر ہم محض اس کے الفاظ کو سننے سے ہی مطمئن ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وہ بڑے خوبصورت ہیں۔ یا یہ کہ اس کے معانی سے آگے ہم جا نہیں پاتے۔ یا یہ کہ ہم نگاہ کی کوتاہ اندیشی سے اس کی ترجمانی کم ظرف و مبالغوں سے کرتے ہیں۔ تو پھر یہ ایک بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ ہم اس آدمی کی مانند ہو جائیں گے یعنی ہماری مثال اس شخص کی سی ہو جائے گی۔ جو ایک بہت بڑے خزانے کا وارث ہوتے ہوئے بھی اس کے وجود سے بے خبر ہے۔ وہ گداگروں کی طرح ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اور لوگوں نے بھی اسے یہی تسلیم کرنے پر آمادہ کیا کہ وہ ایک گداگر ہے، کیونکہ وہ اس سے حسد کرتے تھے۔ انہوں نے اس شخص میں احساس کمتری کو بھر دیا۔ وہ بدبخت تھا جب کہ اسے خوشی خوشی زندگی بسر کرنا چاہیے تھی۔ اسے یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اس کے پاس حیران کن جائیداد ہے۔ جس سے کہ وہ جو اس کا دل چاہے خرید سکتا ہے۔ اس وقت بھی جب کہ اس نے دیکھ لیا کہ ٹھگ اس کی جائیداد پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو اس نے خیال کیا یہ کوئی اور لوگ ہیں۔ اور اس نے ان کا شکریہ ادا اس لیے کیا۔ کہ وہ اس کی عجیب ادنیٰ حفاظت کر رہے ہیں۔ اس ناواقفیت کی وجہ سے وہ گداگروں کی طرح گھومتا اور اپنی آواز کو فریادوں کی طرح خدا سے گلہ کرتا رہا۔ جب کہ اسے ان تحائف کے پیش نظر جو خدا نے اسے دے رکھے تھے شکرانے کی آواز کو بلند کرنا چاہیے تھا۔

ہیں آج آپ کی توجہ کو تین مختلف قسم کے نقاط کی طرف منبذ کرانا

چاہتا ہوں۔

ہم قرآن شریف کو دیگر ادبیات کی کتب کی مانند ایک ادبی کتاب تصور کر سکتے ہیں۔ یا ہم اسے فلسفہ حکمت اور دلائل کا خزانہ خیال کر سکتے ہیں۔ جو زبردست روحانی خیالات کی رہنمائی کرتی ہے۔ نیز یہ کتاب اس دنیا کی جو موجود ہے اور وہ جو موجود تھی اور وہ دنیا جو آنے والی ہے۔ ان کے اندر دنی مناظرات کی رہنمائی کرتی ہے۔ گو یا ہم اسے عملی زندگی اور مذہب میں رہنمائی کرنے والی کتاب تصور کرتے ہیں۔ جو ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ اعلیٰ ترین معیاروں کے مطابق ہم سے کسی قسم کے اعمال کی توقع

کی جاتی ہے۔ یعنی ہمیں دنیا میں رہ کر کیا کیا کام کرنے چاہیئے، جن کی بنیاد اعلیٰ ترین کرداروں پر استوار ہو۔ ہم حقیقی خوشی اور دائمی راحت کیسے حاصل کر سکتے ہیں ہم بنی نوع انسان کی خدمت کیسے کر سکتے ہیں۔ علیٰ انہ القیاس۔ ہماری ذاتی اغراض کے لئے اصول اتنی اہمیت نہیں رکھتے۔ جتنی کہ دوسروں کے متعلق ہمارے اعمال رکھتے ہیں یعنی دوسرے لوگوں کے مفاد ہماری ذاتی اغراض و مفاد سے زیادہ اہم ہیں۔

یہ صریح نمایاں کتاب ہمیں بتلاتی ہے کہ ہمیں مردوں اور عورتوں کی سوسائٹی میں اپنا کیا کردار رکھنا چاہیئے۔ ہمیں اپنے انفرادی چال چلن کو کیسے منظم کرنا چاہیئے تاکہ وہ لوگ جن کے مابین ہم نے زندگی بسر کرنی ہے ہمارے سلوک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔ اچھی اچھی خواہشات اور ارادوں کو رکھو، مگر یہ خیال مت رکھو کہ وہ عملی زندگی اور تجربات سے بالاتر ہیں۔ نیک آدمی کے امتحان کا وقت اس وقت آتا ہے جب اسے اپنے بڑوسیوں سے واسطہ پڑے۔ کیا وہ اپنے گرد و نواح میں سورج کی مانند راحت اور خوشی کی روشنی کو پہنچاتا ہے۔ اس چمکدار سورج کی طرح جو اپنے آسمان میں رہتے ہوئے چمکتا ہے۔ مگر ہماری زمین پر چھوٹی سے چھوٹی محسوساتی کو گرمی اور روشنی پہنچانے کے لئے آمادہ و رہنمائی نہیں۔ کہ وہ اسے فائدہ نہ پہنچا سکے۔ یہ کتاب نہ صرف افراد کو ذمہ دار اور پائیزہ چال چلن کا حامل بنا دیتی ہے۔ بلکہ سوسائٹی کی جڑوں کی پرورش کرتی ہے۔ وہ اخوت۔ وہ ضبط اور وہ قانون جس کی یہ تسلیم دیتی ہے۔ وہ کسی فرد کے تعلقات کو جو دوسروں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان کی تنظیم کرتی ہے اسی طرح ان تعلقات کی بھی تنظیم کرتی ہے جو ایک گروہ کے دوسرے گروہوں اور ایک ریاست کے تعلقات دیگر ریاستوں سے البتہ ہیں۔ آج دنیا میں آپ کے کسی حل طلب معتمد اور مشکلات درپیش ہیں۔ ان معتمدوں کو حل کرنے کے لئے محض کسی ایک حکومت کا ہاتھ کافی نہیں ہے، انسانیت کی بھلائی کے لئے تمام دنیا کے مفاد، حقوق و فرائض کو یک جہاں نا ضروری ہے۔ جس طرح ریاستوں کے اندر سیاسی یکاگت کا ہونا ضروری ہے اور ہم لوگوں کو سوسائٹی میں اپنے انفرادی معتمدوں کو حل کرنے کے لئے متفق ہونا لازمی ہے۔ یہ ہے وہ کتاب جو کسی خاص وقت کے لئے نہیں کسی خاص نسل کے لئے نہیں اور کسی خاص حالات کے تحت کوئی معیار

پیش نہیں کرتی۔ بلکہ وہ ایسے معیار پیش کرتی ہے جو بنی نوع انسان کے مابین اور انسان اور خدا کے درمیان رابطہ قائم کرتے ہیں۔ یقیناً بہتین حالتیں ہماری توجہ کو صرف ایک دن کے لیے نہیں بلکہ عمر بھر کے لیے مطالعہ کرنے کے لیے منبذ کرتی ہیں۔

آؤ۔ اب ہم اس کا ادبی سپلو لیں۔ یہ ایک لٹریچر کیوں ہے۔ اس بات کو تمام لوگ مسلم اور غیر مسلم۔ اسلام کے دوست اور اسلام کے خلاف نقطہ چینی کرنے والے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ عربی لٹریچر میں یہ سب افضل کتاب ہے۔ بچہ لوگ خواہ عربی زبان اور عربی لٹریچر کو نظروں میں نہ لائیں۔ مگر انہیں یہ اتنا پڑے گا اور وہ مانتے ہیں۔ کہ عربی لٹریچر میں کوئی کتاب اس کے نزدیک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ عربی لٹریچر کا مطالعہ آخر کار خود ایک شاندار چیز ہے۔ کس قدر برگزیدہ ہستیاں اس کے عروج کا احساس کر چکی ہیں؟ اس لٹریچر میں عبود حاصل کر لینا۔ بہت بڑی کامیابی ہے۔ قرآن کا درجہ بہت بلند ہے۔ کیونکہ وہ اپنی طرز بیان، نال سسر، اختصار کے باوجود نہ مغز ہونے اور فصاحت و بلاغت میں اپنے قانون خود پیش کرتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کے اوج ثریا پر ہونے میں کسی کو دخل نہیں ہے۔ میں ہتھارے سے اسے ایک مضمون کو دہراتا ہوں۔ غالباً آپ اس سے واقف ہوں گے۔ اس کا ترجمہ کرنا آسان کام نہیں۔ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنی کوشش کو دلگا۔

قرآن شریف II، آیت ۱۶۲

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں نگاہ ڈالو۔ دن اور رات کی تبدیلیوں میں سمندر میں بادبالیوں سے تیرتے ہوئے جہازوں کی طیرت جو انسان کے فائدے کے لیے ہیں۔ بارش کو دیکھو جو آسمان سے نیچے بھیجی جاتی ہے۔ پھر اس زندگی کو بھی جو بارش سوکھی پڑی زمین کو دیتی ہے۔ پھر تم جنگلی جانوروں کو بھی دیکھو جو کئی اقامت میں خدائے زمین پر پھیلا رکھے ہیں۔ ہواؤں کے رخ تبدیل کرنے کو بھی دیکھو۔ جن میں بادل ان کے غلاموں کی طرح اڑتے پھرتے ہیں۔ آسمان اور زمین کے درمیان درحقیقت یہ ہیں نشانیاں۔ ان لوگوں کے سمجھنے کیلئے جو عقلمند ہیں۔

اس حصہ مضمون کو مصر کے مفتی شیخ عبدوہ نے منتخب کیا اور مصری مفسر

شیخ منظوم جوہری نے بیان کرتے ہوئے کہی ایک نقاط کا ذکر کیا ہے۔ میں چند ایک کا ذکر کروں گا۔ جو میرے خیال میں آ رہے ہیں :-

۱۔ ادبی خوبی۔

ب۔ قدرت کے مناظر کی عظیم طاقت جو خدا کی حکمت اور کارگیری کا مظاہرہ کرتی ہے۔

ج۔ طبعی سائنس کے مطالعہ کا اصل روحانی علم (صحیح روحانیت) سے تعلق۔ یعنی طبعی سائنس اور روحانیت کے علوم کا باہمی تعلق۔
د۔ مختلف قدرتی مناظر کے وسیع پیمانہ پر موجودگی کا خدائی حکمت سے تعلق۔ یعنی وسیع انواع و اقسام کے قدرتی مناظر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا نتیجہ ہیں۔

۴۔ انسانی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ مناظر قدرت کو معرض وجود میں لایا تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔
و۔ قدرت کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے کے کام میں آنے اور مدد دینے کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ جس سے خدا کی حکمت اور دانائی ظاہر ہوتی ہے،

دیکھئے۔ کہ کس طرح تمام مخلوق کو ایک تصویر میں پیش کیا گیا ہے۔ جیسے انسانی نقطہ نظر سے دیکھا جاسکتا ہے۔ انسان بذات خود نیچر یعنی قدرت کا ایک جزو ہے۔ اگر وہ عقلمند ہے، تو وہ خود دیکھ سکتا ہے۔ کہ کس طرح اس کے مختلف اجزاء آپس میں مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اور ان سب کا باہمی تعلق اس کی ضروریات سے بھی وابستہ ہے۔ اسی لئے جوڑ واسطر رکھا گیا ہے۔ سب سے بڑا اور خوبصورت حصہ اپنی اپنی جگہ پر کوئی مفید مقصد پورا کرنے کی خاطر خدمت میں مصروف ہیں۔ یہ تمام کائنات خدا کی طرف سے مصروف کار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت۔ اس کی طاقت۔ اس کی حکمت اور اس کی خبرگیری تمام اس کی مخلوقات کے لئے وقف ہیں۔

اس تصویر میں ہم (PANORAMA) کی طرح جس سے ہم ہر جانب نگاہ ڈھال سکتے ہیں۔ ایک دائرہ بناہیں گے جس کے مرکز میں کھڑے ہو کر انسان ہر طرف

دیکھ سکتا ہے یہ تصویر اس شخص کے جیسے ہے تاکہ وہ اس کے ذہن پر اثر انداز ہو سکے، اور وہ تصویر اسے بتلا سکے کہ اس کا خدا کون ہے۔ اس کے پس منظر ایک وسیع دنیا کا عالم پیش کیا گیا ہے۔ جسے انسانی عقل محض مدھم روشنی میں تلاش کر سکتی ہے۔ یا شاید اس طرح سوچ سے اندازہ کر سکتی ہے۔ جس طرح کوئی چیز خواب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ہم آسمان اور اس زمین سے حالات شروع کرتے ہیں۔ آسمان جو بے انتہا وسعت رکھتے ہیں زمین جو انسانی رہائش کے لیے بہت ہی وسیع ہے۔ ان کا باہمی کردار ہماری روزمرہ کی زندگی میں خاص طور پر نمودار ہوتا ہے۔ اس قدر حیران کن اور اس قدر ہمہ گیر ہونے کے باوجود ہمارے تجربات کے مطابق بہت ہی معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ دن اور رات کا تبدیل ہونا۔ اور یہ تبدیلی ہر چوبیس گھنٹے کے بعد ہوتی رہتی ہے۔ تاہم سال بھر میں یرون اور رات کے گھنٹوں میں محسوس ہونے والی تفاوت پائی جاتی ہے۔ اور یہ فرق موسم اور آب و ہوا کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے درجہ حرارت میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ نیز اس کا اثر ہواؤں اور دیگر ایسی طبعی حالتوں پر بھی پڑتا ہے۔ جو جاندار مخلوقات اور نباتات پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن یہ تبدیلیاں سال بھر ایک اثر میں منظم طور پر سفر کرتی رہتی ہیں۔ جو ہر سال باقاعدگی کے ساتھ جاری رہتی ہیں۔ یہ تمام مختلف اقسام کی چیزیں متفقہ طور پر اپنے رابطہ کا اظہار کرتی ہیں۔ انسانی روح کے لیے شب و روز کی تبدیلیوں میں ایک اور راز پایا جاتا ہے۔ رات کی خاموشیوں میں وہ سو سکتا ہے اور آرام پاسکتا ہے اور غالباً ان خاموشیوں میں وہ روحانی طاقتوں سے راہ و رسم بھی پیدا کر سکتا ہے۔ جو دن کے شور و غل اور چک و فھک میں بہت ہی کم اثرات کے ساتھ محسوس ہو سکتی ہیں۔ لیکن دن کے وقت وہ سورج کی شعاعوں سے براہ راست روشنی اور طاقت حاصل کرتا ہے۔ جو اس کی طبعی زندگی کو تازہ کر دیتی ہے، اور شاید روشنی اس کو مطالعہ کرنے، سوچنے اور روحانیت سے تعلق پیدا کرنے میں بھی مدد دیتی ہے۔ دن کی روشنی نمودار ہونے سے وہ جاگ اٹھتا ہے۔ اور اس کی کام کرنے والی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور وہ دیگر لوگوں سے راہ و ربط قائم کر کے جسم کی پرورش اور بقا کے لئے سامان مہیا کرتا ہے۔

قرآن شریف سے ایک بڑی طاقت رکھنے والے اور خوبصورت تیرتے ہوئے جہاز کی تصویر پیش کرتا ہے، جو سمندر سے بہتا ہوا جارا ہے۔ وہ ہمیں عالمی تجارت اور عالمی میل جول بڑھانے میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح سے بنی نوع انسان کے فوائد کو دوگنا کر دیتا ہے۔ جہاز انسانی ہاتھوں سے تیار کیا گیا ہے لیکن اس ذہانت کا جس نے جہاز کی تیاری کے امکانات پیدا کر دیئے یعنی جس نے جہاز کو تیار کر دکھایا۔ تیار کرنے والا کاریگر کون تھا۔ دیگر الفاظ جس کی ذہانت نے جہاز تیار کر دیا تھا۔ اس میں کس کی کاریگری کا ہاتھ تھا۔ انسانی ذہانت کی مدد کے بے کتنی کتنی ہوا میں رہیں، روئیں اور دیگر طاقتیں آتی رہیں۔ ایک چلتا پھرتا جہاز تیار کرنے سے پیشتر اس کے علم میں کس کس قسم کے مائع، کتنی تعداد میں خاص خاص توازن جیسے طبعی امور اور مقناطیسی راز دار طاقتیں مقصد حل کرنے کے لئے رہنمائی کرتی ہوں گی، اس کی معلومات کے سلسلہ میں اس نے کیا کیا اقدامات اٹھائے ہوں گے۔ شاید ایک چھوٹے سے کاہ و پیران سے ایک بڑے لکڑی کے تنے تک جو تیر سکے۔ معلومات حاصل کر کے اس سے چلتا پھرتا اور گھومتا ہوا جہاز تیار کر لیا۔ یا ایک چینی کھٹولا سا۔ اٹھارھویں صدی کا عظیم المجتہد تیرنے والا جہاز۔ ایک جو لکڑی یا لوہے سے تیار کیا گیا ہو۔ یا پٹرول سے چلنے والے جہاز کو کس کس قسم کے سائنسی اور فزونی تحالف نے تیار کیا ہوگا؟ اس عقل کو (جس کے مجھے کام کرنے والے مسائل مثلاً سائنس، فنون لطیفہ، طبعی طاقتیں اور دیگر اشکائے صرف خیہیں استعمال ہیں لایا گیا تھا موجود تھے) کس نے نبایا تھا۔ اس حقیقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ سمندر آپس میں مل بھی جاتے ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں۔

پسے سمندر کی یہ عجیب کہانی صرف انسانی ہتذیب اور زندگی ہی سے تعلق نہیں رکھتی، بلکہ زمین پر رہتے ہوئے ہماری زندگی پر ایک اور طریقہ سے بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ تجارت بنانے والا ایک بڑا کارخانہ یا لیبارٹری ہے۔ جو تجارت کو بادل بنا کر اوپر بھیجتا رہتا ہے اور بادل بارش کی صورت میں پھر نیچے لوٹ آتے ہیں تمام اقسام کی نباتات اور بالواسطہ حیوانات کے تمام گروہ اس بارش پر انحصار رکھتے ہیں۔ یہ اوپر

سے آکر گرتی ہے۔ ہوا کی فضا کو صاف ستھرا کرتی ہے۔ درختوں اور زمین کو دھوتی ہے۔ انسانوں اور حیوانوں کی پیاس کو بجھاتی ہے۔ اور اس زمین میں سے جو عیاں طور پر مردہ اور بے حس ہو چکی تھیں۔ انباروں کی صورت میں اناج اور پھل پیدا کر دیتے جاتے ہیں۔ جو چیز مردہ اور بیکار نظر آرہی تھیں۔ اب وہ زندہ ہو گئی ہے۔ زندگی کی بے شمار صورتیں۔ مثلاً گھاس، درخت، جراثیم اور کھیلے مکوڑے۔ پر وانیے۔ رنگینے والے حشرات الارض، پرندے، دودھ پلانے والے درندہ اور چرند۔ انسانی ہر ایک اپنی پرورش کا ذریعہ ایک دوسرے سے حاصل کرتا ہے۔ یہ تمام آپس میں مل جل کر زراعت کے پیشہ کو سازگار بناتے ہیں۔ اسی طرح سے دیگر فنون و ہنر کاریاں اور صنعتیں بھی فروغ پاتی ہیں۔ جب ہم زراعت کا ذکر کرتے ہیں تو لامحالہ حیوانات کا خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انسان کے لئے مفید امداد کا باعث اور دوست ثابت ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ چوپائے محض زمین پر آوارہ گردی کرتے پھرتے ہیں پس انسان اپنی دانائی اور روایات کی مشق کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع پاتا ہے لیکن کیا انسان ان تمام چیزوں کے پس پشت جو ان تمام اسباب کو پیدا کرنے کا موجب ہے اسے سمجھ سکتا ہے؟ مبادا ہم اپنی توجہ کو محض زندگی کے مادی فوائد ہی کی طرف منبذ کر رکھیں۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ غور کرو۔ اُن بڑی بڑی طاقتور اور خوبصورت چیزوں کی طرف جو پھر آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔ ہم خشک سالی یا بہت زیادہ بارش سے مصنوعی متعل کی طرح بیکار اور ناکارہ ہو جاتے ہیں اس کا سبب کیا ہے صرف ہوائیں یا آندھیاں۔ یہ سب اسباب پیدا کرتی ہیں کیا یہ تمام امور بغیر کسی طاقتِ عظیم کے سرزد ہوتے ہیں۔ کیا یہ تعجب خیز نشانیوں کسی طاقت کا مظاہرہ نہیں کرتیں۔ ہم ان کو دیکھتے نہیں۔ مگر ان کی موجودگی سے کیسا نکار ہو سکتا ہے۔ وہ (آندھیاں) فضا میں حرکت پیدا کرتی ہیں۔ بیجوں کو بکھیرتی ہیں۔ آسمان اور زمین کو تقسیم کرتی اور حرارت کو اعتدالی پر لاتی ہیں اور سب سے متقدم بات یہ ہے کہ بادلوں کو ٹانگتے ہیں چرواہوں جیسا کام کرتی ہیں۔ جو (بادل) سرسبز اور زرخیز کر دینے والی بارش سے مھر پور ہوتے ہیں۔ ہماری قوتِ احساس کو جنبش میں لانے کے لئے کیا کیا خوبصورت اور شاندار رنگ یہ ہوائیں اور سورج کی کرنیں پیش کرتی ہیں

کیا یہ حیران کن بات نہیں کہ سخت گرمی اور چکدار دھوپ سے بچانے کے لیے بادل
پردوں کا سا کام دیتے ہیں اور زمین کی قدرتی اقتصادیات کو متعدد طریقوں سے
بڑھانے میں مدد دیتے ہیں؟ وہ محض پانی ہیں۔ لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے
کسی جادوگر نے ان کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔ جو بہت بلندی پر ہواؤں
میں موجود ہو گا۔ اور ان بادلوں کو ہواؤں کی حرکات کے ذریعے سے پانڈ کر
رکھا ہے۔ سورج غروب ہوتے وقت ان کی خوبصورتی نمایاں طور پر نظر آتی ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ روحانی طاقتوں کی طرح آپنا تعلق آسمانوں سے
رکھتے ہیں۔ لیکن ان کا وجود ہماری زندگی کیلئے جب تک ہم اس زمین پر رہتے ہیں۔
والبتہ ہے۔ کاش کہ انسان سمجھ سکے !

قرآن شریف میں کس قدر حیرت انگیز فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔
وہ ایک ایک آیت کا کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ جب آپ قرآن شریف کو پڑھتے
جائیں۔ تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں سے کیا کیا رنگ نکلتے ہیں جس طرح کہ آپ
پیرزم (شیشے کا کوئی ٹکڑہ جس میں سے کڑوں کے مختلف رنگ نکلتے ہیں) میں
سے مختلف رنگ دیکھتے ہیں۔ یہ نیچر۔ انسان اور زندگی کے متعلق کتاب ہے جس
طرح ایک بیج اپنے اندر ایک رخت رکھتا ہے۔ اور اس میں کوئی پھول اور پھولوں
کی رعنائیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح اکثر اس کی ایک ایک آیت بحیرات کی
تمام دنیا کو چمکا دیتی ہے۔ لوگ بار بار ذکر و ہر اس کے متعلق قرآن شریف کے
خلاف اعتراض کرتے ہیں۔ کئی بار ایک واقع کو دوبارہ بتلایا گیا ہے۔ یا کسی تخیل
کو دہرایا گیا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو اس میں خیالات کا نیا تسلسل
اور روحانیت کا نیا تجربہ پائیں گے۔ وہ قدرتی مناظر اور نارسختی واقعات پر زور
دیتا ہے۔ مگر ہمیشہ ایک بلند اور ارفع شاعری کی زبان میں بیان کرتا ہے۔ اس
کے غصے سے بھرے ہوئے خیالات کا اظہار ہمارے ذہن پر فسون بیانی سے حقیقت
بن کر ابھرتے ہیں۔ اسی کی تشبیہات اور متوازی بیانات کی عبادت گاہوں میں قابل
قدر حکمت پنہاں ہے۔ ہر لفظ اس کے نفس مضمون کے ساتھ پوری پوری مطابقت
رکھتا ہے۔ اس کے پر معانی جملے اس قدر گہرے مطالب کے حامل ہوتے ہیں کہ وہ بغیر

منجھد غور و خوض کے سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی آیات اللہ تعالیٰ کی حکمت کو دلائل سے کھجول کر بیان کرتی ہیں۔

قرآن شریف نہ صرف عربی زبان کی ہی ایک بلند پایہ کتاب ہے بلکہ اس کا مقام دنیا کی ادبیات میں بھی بلند ہے۔ استحقاق کے طور پر اسے دنیا کی ایک سو بہترین کتب میں سے خیال کیا جاتا ہے۔ یہ دنیا بھر کے لٹریچر میں بڑی بڑی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔ کیونکہ یہ کتاب بے باکی سے زندگی کے بڑے بڑے مسائل پر تبصرہ کرتی ہے۔ یہ اس قدر آسان اور اس قدر صریح البیان ہے کہ ہر شخص اس کے معمولی معانی کو سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ کتاب اس قدر جامع البیان ہے اور اتنی حکمت اور دانائی سے بھر پور ہے کہ اگرچہ اس کے متعلق ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مگر کوئی بھی ابھی تک اس کے معانی کی گہرائیوں تک کما حقہ پہنچ نہیں سکی۔ میں نے لٹریچر کو بہت پڑھا ہے۔ لیکن کئی سالوں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں بحیثیت اسلام کے ایک ادنیٰ اور عاجز غلام کے ابھی روحانی علم کے اس بڑے مندر کی دہلیز تک ہی پہنچ سکا ہوں۔ مجھ سے کہیں زیادہ ہزاروں ذہین لوگ تحقیق اور تلاش کرتے رہیں گے اور نئے نئے راستے اس کے نزدیک پہنچنے کے لیے دریافت کرتے رہیں گے۔

اب ہم اپنے دوسرے عنوان کی طرف توجہ کریں گے۔ کہ یہ کتاب دلائل فلسفہ اور روحانی خیالات اور نظریات کا خزانہ ہے۔ دلائل کا پیش کرنا محض بحث نہیں ہوا کرتا۔ یہ انسان کی قوت ادراک پر زور دیتا ہے۔ مصطفیٰ کی زندگی پر نگاہ ڈالیے۔ وہ اپنے سچپن سے ہی عقل اور طاقت میں دن بدن بڑھتے گئے مگر انہوں نے کبھی بھی معقولیت سے ہٹ کر اپنا لمحہ تبدیل نہیں کیا۔ جب ان کا وقت پورا ہو گیا۔ اور خدائے تعالیٰ نے ان کو بلاوا بھیج دیا۔ تو وہ غلط نصیحت کرتے رہے اور خدا کا پیغام لوگوں کو پہنچانے رہے۔ کیا انہوں نے کبھی بھی یہ کہا تھا کہ تم ضرور کسی کی شخصیت پر اندھا دھند اعتبار کر لو۔ وہ ہمیشہ عقل کی باتیں پیش کرتے رہے۔ وہ تاریخ کے حوالہ جات دیتے رہے۔ اور بتلاتے رہے کہ سطورِ مدی کا انجام اس کی اپنی تباہی کا باعث بنتی رہی ہے۔ انہوں نے قریش کی مراعات کا ذکر کیا اور ان

یہ خواہش کی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساں کریں۔ انہوں نے ہمارے مادی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اللہ کی مدد کی طرف اشارہ کیا۔ بشرطیکہ ہم تجارت کا پیشہ اختیار کریں۔

ان کے مختلف سفر اللہ تعالیٰ کا کارنامہ اور اس کی فیاضی و یکھنے کے لئے موافق پیش کرتے رہے اور انہوں نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم اپنی گمراہی ہوئی طبیعت اور دماغی حالت کو سدھاریں۔ اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کو حاصل کریں۔ انہوں نے اپنی بارہ تیرہ سالہ مکہ میں حکومت کے دوران اللہ کے ایک حقیر بندے کی طرح زندگی بسر کی۔ اور سچائی کو عقلی دلائل سے کرپیش کیا۔ یہ نہیں کہ اس سچائی کو پھیلانے کے لیے حکم صادر کرتے۔ اس طریقہ سے انہوں نے اپنی تمام عمر صرف کی۔ آپ کو معلوم ہے کہ محمدؐ نے طائف کے مقام پر جو مسگر کے نزدیک ایک خوبصورت شہر ہے۔ کیسے کیسے مصائب میں وقت گزارا۔ وہ وہاں وعظ و نصیحت کرنے گئے۔ اور ان پر پھر برسائے گئے۔ ان کی بے عزتی کی گئی۔ لیکن انہوں نے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ انہیں مکہ سے نکال دیا گیا۔ مدینہ میں بھی انہیں اپنی اور دوستوں کی جان بچانے کے لئے لڑائی کرنا پڑی۔ لیکن انہوں نے کبھی عقلی دلائل کو نہ چھوڑا۔ ان کے دنیا پرست دشمن آخرت کا نام سن کر ہنسا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں پھر زندہ کیا جاسکے۔“ وہ جواب میں دنیاوی مثال پیش کرتے۔ جسے زندگی ملتی ہے۔ پھر موت اور موت کے بعد پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ وہ روشنی اور اندھیرے کے تغیر و تبدل کو مثال کے طور پر پیش کرتے تھے۔ اندھیرے کے بعد روشنی کا دوبارہ بحال ہو جانا ممکن ہے۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح موسم بھی باری باری آتے رہتے ہیں۔

وہ اپنے سخت نامعقولیت پسند نقادوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی عقل اور جوہات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلام کیا کرتے تھے۔ ان کی زندگی قرآن حکیم کی روح اور لہجے کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتی تھی۔

اسے کتاب میں ہر جگہ عقل و دلائل کے مضامین پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل کی نعمت سے نوازا ہے۔ اور خدا ہم سے توقع رکھتا ہے کہ ہم اس عقل کو کام میں لاتے ہوئے اس کے وحی کردہ پیغام کو پرکھیں۔ آخرت کے متعلق جو راز پائے جاتے ہیں۔ وہ موجودہ زندگی کے رازوں سے زیادہ کٹھن نہیں ہیں کیا آخرت اور موجودہ زندگی کے باہمی تعلقات کو ہم سمجھ نہیں سکتے؟ انسان اور خدا کا تعلق اس دنیا کی بڑی بڑی عظیم چیزوں سے جو ہم روزمرہ دیکھتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں آسکتا ہے۔ ہماری خوشیاں اور غمناکیاں۔ ہماری کامیابیاں اور ناکامیاں۔ امیدیں اور مصائب اس قسم کی چیزیں ہیں جو ہماری روحانی زندگی میں بڑی گہرائی تک اہمیت رکھتی ہے۔

ہمیں سے قدرتی قوانین اور تاریخی ماحول کی تبدیلی پر سوچ بچار کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر ہم اسے صحیح طور پر سوچیں اور سمجھیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا پر سمجھنے میں ہم ایک قدم اور آگے بڑھیں گے۔

عقل پر زور دینے والی تمام باتیں ہمیں فلسفہ کی طرف لے جاتی ہیں فلسفہ مادی اشیاء سے گزر کر عدم وجود کی طرف جاتا ہے۔ یعنی فلسفہ وجود سے شروع ہو کر عدم ظاہری چیزوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ ظہور مادی اشیاء کو دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ ہم میں سے بہت کم لوگ بلندیوں پر پہنچنے والے روحانی رازوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن حکیم کی ایک خوبی یہ ہے کہ جب وہ ایک ظاہرہ نظر آنے والی مادی تصویر کو پیش کرتا ہے۔ جیسے ہم میں سے ایک اونٹن فہم و فراست رکھنے والا انسان بھی سمجھ پاتا ہے۔ تو پھر وہ ہمیں نامعلوم کی تلاش کرنے کے لیے رہنمائی کرنے لگ جاتا ہے۔ مثلاً چیزوں کا باہمی تعلق اور واسطہ۔ وجہ اور سبب۔ غیر مادی چیزوں کا مادی اشیاء کے پیچھے ہونا۔ اور خدا کا اپنی مخلوقات کے پیچھے موجود ہونا۔ خدا نے ہمیں زندگی دیکر اس قابل بنادیا ہے کہ ہم چیزوں کے درمیان امتیاز کر سکیں۔ یعنی اچھے بُرے کاموں میں فرق معلوم کر سکیں۔ سچائی اور جھوٹ کو سمجھ سکیں وغیرہ وغیرہ۔ ہم اس قوت کو مختلف معیاروں تک لکھتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خاص طور پر نوازے ہوئے

ہیں۔ وہ اس حیرت انگیز کتاب سے اپنی بہترین دماغی طاقتوں کے لیے خوراک حاصل کرتے ہیں۔ خدا نے ہمیں قوت ارادی بھی دی ہوئی ہے۔ ہم مختلف راستوں میں سے کسی حد تک انتخاب بھی کر سکتے ہیں۔ وہ انتخاب کسی شخص کے اخلاقیات پر انحصار رکھتا ہے۔ یعنی اچھے یا بُرے کام کو جن لینا۔ کسی کی انفرادی ذمہ داری پر منحصر ہے۔ ان راستوں پر مستحسن طور پر چلنے کے لیے ہمیں ارفع اور اعلیٰ دماغی صلاحیتوں اور ذکاوت و نگاہ کی ضرورت ہے۔ ان تمام چیزوں کے لیے قرآن حکیم کے مطالعہ میں کافی کجالتش ہے۔

قرآن شریف کا مطالعہ کرنے سے ہمیں بصارت قلب حاصل ہوتی ہے۔ کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں خدا کو دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن اس کتاب میں ایک ایسی روشنی پائی جاتی ہے جس سے ہم ایک جھانک یا نگاہ ڈال سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم سجدگی اور صفائی قلب سے اس کی تلاش کریں۔ اس کی تمثیلات یعنی مثالوں کو پڑھو۔ مثلاً قلم کی صورت میں اصحاب رضوان (باعثات) کی مثال یا سورہ نور میں بلند پایہ آیت کو پڑھیے۔ اس قسم کی آیتوں کے متعلق صوفیوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن ان کے پورے پورے مطالب کما حقہ ختم نہیں ہو سکتے۔ قرآن شریف کی تمثیلات بذات خود بڑے بڑے لیکچروں اور جلدوں کا موضوع ہو سکتی ہیں۔ کیا میں آپ کو ایک چھوٹی سی آیت کا حالہ دوں جو سورہ بقرہ کے شروع میں آتی ہے۔ (آیات ۱۴ اور ۲۰)؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ واضح اور عیاں نقطوں میں فرماتا ہے۔ کہ وہ مادہ پرست شخص جو خدا کی ہستی سے انکار کیا کرتا تھا۔ اپنے ارد گرد بڑی بڑی روحانی طاقتوں کو پا کر کیسے پریشان حال ہوا۔ وہ اس پر ایسے وار ہوئے جس طرح آسمان میں ایک بہت بڑا بادل نمودار ہو جاتے۔ آس نے اسے محض ایک معمولی مہاپ خیال کیا۔ مگر اس کے اندر اندھیرا گھٹا ٹوپ تھا۔ اور خونزدہ گرج تھی۔ اور سخت چمک والی بجلی تھی۔ شاید اس کو خیال تھا کہ اس میں صرف اندھیرا ہی ہے لیکن گرج شروع ہو جاتی ہے۔ اور وہ ڈر کے مارے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا ہے۔ لیکن خدا ہمیشہ اس کے ارد گرد رہتا ہے جسے ہر ایک چیز کے گرد و نواح پایا جاتا ہے۔ لیکن اندھیرے کا

کیا ہوا بجلی کی ایک چمک آئی۔ اور اس کی بنیائی کو ختم کر گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو اپنے ارد گرد دیکھنے لگا۔ شاید ایک کم چمک والی جھلک نے اسے راستہ دکھایا۔ لیکن اس نے آسمان کو اس چیز کا منبع تسلیم نہ کیا۔ اسے کس قدر دھوکہ ہوا تھا کہ اس کی ہوشیاری اور چالاکی تھی۔ جس نے اسے راستہ دکھایا کچھ دور تک اس چمک میں آگے چل سکا۔ لیکن پھر اس پر اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ بالکل رک گیا۔ وہ حیران تھا۔ مگر پھر بھی وہ ماننے کو تیار نہ ہوا۔ کہ وہ بجلی اور رہنمائی فیح طور پر کہاں سے وارد ہوئی۔ اس کا ماتہ خدا ہے۔ خدا کے بغیر انسان بہرہ اور اندھا ہے۔ لیکن خدا قدوس چاہتا ہے کہ وہ ہماری قوت ادراک (عقل) اور قوت ارادی کی تربیت کرے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ خدا کو سب چیزوں سے قلوب حاصل ہے۔

آسمان کیا ہیں؟

سٹرڈنٹ انجی اپنی کتاب بنام ”مذہب، سائنس اور حقیقت“

میں لکھتے ہیں۔

موجودہ جغرافیہ کے اس انکشاف نے کہ کرہ ارض ایک ایسا سیارہ ہے جو سورج کے گرد گھومتا ہے۔ جس کی حقیقت لاکھوں سیاروں میں سے ایک ہے۔ عیسائیوں نے نقشہ دنیا کو پھاڑ کر اس کے چھوٹے اڑا دیئے ہیں۔ جس کی رو سے سے یہ خیال تھا کہ زمین مخلوقات عالم کی محدود دنیا کے مرکز میں اس طور واقع ہے جس طرح ایک کابی کے اوپر دوسری رکابی بطور ڈھکنا رکھ دی ہو۔ اس سے وقت تک عام لوگوں کا خواہ وہ بڑھے ہوئے ہوں یا ان بڑھے ہوئے خیال تھا کہ جملہ اشیاء کا وجود تین منزلیں عمارت کی طرح ہے۔ جس میں اول آسمان

ہے۔ جہاں خدا کا گھر ہے اور وہاں فرشتے اور نیک روحیں رہتی ہیں۔ دوزخ میں اور سوگم دوزخ جہاں شیطان اور بُری روحیں تہِ زمین میں مقید ہیں۔ وہاں شیطان اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ گمراہ شدہ رحوں کو سزا نہیں دی جا رہی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہشت اور دوزخ کے متعلق یہی خیال چلا آ رہا تھا کہ وہ کوئی خاص جغرافیائی مقامات ہیں۔

آگے چل کر مصطفیٰ لکھتا ہے کہ اگرچہ ہمیں یسوع مسیح کے قبر سے دوبارہ زندہ ہو کر باہر نکل آنے کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں تاہم ہم یہ ضرور کہیں گے کہ وہ اپنی مرضی کے ساتھ باہر نکل سکتے تھے۔ درحقیقت آسمان کوئی جگہ یا مقام نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک روحانی حالت ہے۔ یہ ایسی حالت ہے جہاں انسان خدا کے ساتھ جاملتا ہے۔ کوئی یہ کہنے میں جھجک محسوس نہیں کرتا کہ اس حالت میں ہمیں زمین کے تعلقات توڑ کر اڑ پر جانا ہوتا ہے۔ اگرچہ آسمان کے لفظ کا اظہار دنیا کے نقشے سے ہمیں ملتا ہے۔ جیسے ہم ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

مسٹر ڈین انجی کوئن نے ترکیب کائنات کے علم یا کیفیتِ جہاں کے علم نے عبور کیا ہے کہ وہ عیسائیوں کے نقشہء کرہ ارض کو تسلیم کرتے سے انکار کر دیں۔ اور بہشت اور دوزخ (ظرفِ مکان) کے جغرافیائی تخیل کو دل سے نکال دیں۔ لیکن قرآن حکیم میں اسے ایسی ایسی معلومات حاصل ہوں گی جن سے اسے پورا پورا یقین ہو جائے گا۔ ان دنوں کے دوران جب کہ زمین کو کل کائنات کا مرکز مانا جاتا تھا۔ مٹھرنے دنیا میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ بہشت اور دوزخ دو جگہوں کے نام نہیں ہیں بلکہ وہ انسانی موت کے بعد زندگی کی دو مختلف حالتیں ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے ”اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے بچنے کے لیے جلد پناہ مانگو اور اس باغ (بہشت) میں جانے کی تیاری کرو۔ جس کی وسعت تمام آسمان اور زمین جتنی ہے“ اس طرح کی ایک اور آیت میں (باب III، آیت ۱۵۱) آسمان کے متعلق فرمایا گیا ہے یہ بیانات ہمیں مسلمانوں کے بہشت کے صحیح تخیل کی کنجی پیش کرتے ہیں۔ یعنی ان کی رو سے ہماری عقدہ کشائی ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی خاص

محدود جگہ نہیں ہے۔ لیکن وہ اسقدر وسیع ہے جتنا کہ آسمان اور زمین ہیں۔
 پارہ سوئم کی آیت نمبر ۱۳۲ کے تحت اس موضوع پر مختلف تفسیریں (قرآنی تفسیریں)
 لکھی گئی ہیں۔

بہر اسٹٹس کا ایک ایلیجی پیغمبر کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ اگر بہشت
 اتنا وسیع ہے جتنے کہ جملہ آسمان اور زمین وسیع ہیں تو دوزخ کو لسنی جگہ پر پہنچ
 گا؟ آپ نے جواب دیا کہ تم تعریف واسطے اللہ تعالیٰ کے ہے۔ جب دن آتا
 ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے؟

پس بہشت اور دوزخ ہماری آئندہ زندگی کی حالتیں ہیں جو ہر انسانی
 دل کی حالتوں میں آتے ہیں۔ دل ہی ہے جو بہشت اور دوزخ پیدا کرتا ہے۔ جیسا
 کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ دیکھیے قرآن شریف میں ۴ باب ۱۷۷: آیت ۸۱،
 باب ۵۷: آیت ۵۷، اور باب ۱۱۱: ۲۳ اور ۲۴،

مجموعہ کی تعلیمات کے مطابق بہشت اور دوزخ ایسے مختلف مراحل ہیں۔
 جو قبر میں جانے کے بعد کسی سفر کے دوران حالات نشو و نما پاتے وقت نشو و نما ہوتے
 ہیں۔ ہمارے جسم کی خاکی اصلیت ہمیں زمین سے وابستہ رکھتی ہے۔ لیکن جب
 ہماری ضمیر (احساسات اور دماغی طاقتوں سے خبردار ہونا یا سمجھ لینا) یا ہوش
 حواس مزید ترقی کر کے نشو و نما پالیں گے۔ تو ان کے ارد گرد پر وہ پڑ جائے گا۔ اور
 ایسے کسی ذریعے سے تعمیری قابلیت سے آگے بڑھنا یا چلنا یا جاتے گا۔ اس تعمیری قابلیت
 اور ذریعہ کے لیے عربی لفظ نور استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی روشنی ہیں۔ وہ روشنی
 اسے کائنات کے مختلف مقامات پر لئے پھریگی مسلمانوں کا عقیدہ بہشت کے متعلق
 یہی ہے۔ اور دوزخ بالکل ایک برعکس حالت کا نام ہے۔ ایک حالت ایسی ہوتی
 ہے جس میں ہماری طاقتوں اور احساسات کے شعبوں کو پورا پورا نشو و نما ملتا ہے
 اور ان کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ دیالوں سمجھتے کہ ہمارے ہوش و حواس بکھر رہے ہوتے
 ہیں۔ لیکن اس کے برعکس دوسری حالت میں ہمارے ہوش و حواس یا ضمیر دماغی
 طاقتیں اور قوت احساسات میں کسبھی چھا جاتی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔
 کہ ”وہ حقیقت اس شخص کا نشو و نما ہو گا جس نے اپنی روح اور دل کو پاکیزہ کر لیا۔“

تحقیق وہ شخص جو ایسا کرنے میں ناکام رہا اس نے اپنے آپ پر مدنی طاری کر لی
 (قرآن شریف - ۱۰۹ آیات)

اس مضمون کے لئے مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔ لیکن پیشتر اس
 امر کے کہ ہیں اس کی تشریح کروں۔ یہ بہتر ہو گا کہ چند ایک چیزوں کے پہلوؤں پر
 جو نشوونما کے راستوں پر جا رہی ہیں۔ ان کا حوالہ دیا جائے۔ آپ جانتے ہیں
 کہ نباتات ایک جگہ سے چل کر دوسری جگہ پہنچ جاسکتی ہیں۔ لیکن ہوش و حواس
 اور احساسات کی وجہ سے ان کو جاندار چیزوں کے زمرہ میں کیا جاتا ہے۔ یہی چیز
 انسان کے جسم میں ایسی پائی جاتی ہے۔ جو اس کے دماغی اور روحانی پھلکوں کو
 کو تیز کرتی رہتی ہے۔ اس وجہ سے اگر جاندار ضمیر اور احساسات کو کوئی ایسا سامان مہیا
 کیا جائے۔ اس سامان سے جو نباتات کو دیا گیا ہے۔ زیادہ ہلکا ہو۔ تو انسان کی ضمیر
 کو لازمی طور پر اس سے بہتر شکل کی چیزوں یا لبادوں میں بلبوس کر دیا جائے گا۔
 اسی طرح اس ضمیر کی نشوونما کے آئندہ مراحل میں ہماری ضمیر کو ضروری ہے
 کہ اسے ایسے سامان اور اسباب مہیا کئے جائیں جو زیادہ ہلکے پھلکے اور شفاف
 قسم کے ہوں تاکہ ان کی مدد سے وہ حرکت کر سکے اور آسمانی ممالک میں اپنا اظہار
 خود کر سکے۔ آسمانی مملکت جو آہستہ آہستہ اوج درجہ بدرجہ اس کے سامنے
 منکشف ہو جائے گی۔

قرآن کریم میں جو سات آسمانوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد انکشاف
 اظہار کے سات مراحل ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی گردن پر با سمجھ دماغ رکھتے ہوئے
 سائنس کی سچائیوں کو جھٹلا نہیں سکتا۔ اور انکشاف کے اصولوں کو تسلیم کرتے
 ہوئے اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اسے خواہ نہ ہی اصول نام دے دیا جائے یا
 سائنس کا اصول کہا جائے۔ میرے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو وہ
 موت کے بعد انسانی ضمیر کی مزید نشوونما سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟ اگر
 گلیں کے مرکبات ہر خطہ اوپر کی طرف سفر کرتے رہتے ہیں۔ تو انسانی ضمیر
 کے لئے ہر چیز جو فطراناً اس کے اندر جاگزین ہے ان کی نشوونما کے لئے ضروری
 ہو گا کہ اگر انسان کے موجودہ ڈھانچے میں کوئی عیلاحتیں جو نشوونما کے بغیر باقی

رہ گئی تھیں۔ تو قبر میں جانے کے بعد وہ نشوونما کی خاطر اپنا سفر جاری رکھیں۔ بیچ خواہ کوئی بھی ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جو چیز بطور ورثہ اس کے اندر موجود ہو۔ وہ اسے پھل کی صورت میں باہر نکالے اور یہیں بات ختم نہیں ہوجاتی آخر کار وہ خوراک بن جاتا ہے پھر وہی خوراک انسانی ضمیر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ انسانی ذہن کسی ایک صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اور یہ صلاحیتیں ہم میں سے اکثر لوگوں کے اندر مخفی یا سوئی پڑی رہتی ہیں۔ اب ان کی پوری پوری پرورش اور تکمیل کے لئے لازماً مکان اور زمان کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر مستلزم ہے کہ ذہن اپنا مخفی یعنی نامعلوم پہلو رکھتا ہے جس کا مکمل اظہار اور پائیدار ظاہریت آج تک کسی شخص میں منکشف نہیں ہو سکی۔ لیکن وہ لوگ جن کی روحیں بہت پیش قدمی کر چکی ہیں۔ ان کے اذہان اکثر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کرتے ہیں۔

موجودہ تحقیقات کے دوران مغربی ممالک کو اب معلوم ہو گیا ہے کہ بصارت و نگاہ۔ سچی خواہیں، نیند کی سی حالت میں کسی چیز کا علم ہو جانا۔ مستقبل کے واقعات یا چیزوں کا پہلے علم ہو جانا۔ لوگوں کے دلی خیالات اور ارادوں سے بغیر قوت احساس کی مدد کے آگاہ ہو جانا اپنے دل کے اندر نگاہ ڈال کر یہ معلوم کر سکرنا کہ فلاں مقام یا فاصلے پر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ یا وہاں کیا کیا چیزیں اس وقت موجود ہیں۔ دور فاصلے کی آوازوں کو سن لینا اور مدعوں کا سفر کرنا رعبہ ستاروں والا جسم جوتاروں کی طرح گھومتا پھرے۔ جیسا کہ عام فہم زبان میں کہا جاتا ہے) یہ تمام چیزیں ایسی ہیں۔ جو ذہن و ادراک کی چند جھلکیاں ہیں اگرچہ یہ تمام حقیقت مسلم ممالک میں اسلام کی پیدائش کے وقت سے ہی معلوم تھی۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ آج تک کوئی شخص صراحت سے یہ بتلا نہیں سکا کہ انسانی ذہن کے مخفی اختیارات اور نامعلوم صلاحیتیں اور کون کون سی ہیں۔ اگرچہ یسوع مسیح کے پیروکار یہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے ذہن کا نشوونما اوجِ نریات تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن ان کے الفاظ اور افعال اس اعتقاد کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ انجیر کے درخت کے متعلق ہی ایک مثال لے لیجئے جس میں وہ انسانی علم کی بے ثباتی کا اظہار متعدد بار کر چکے ہیں۔ انہوں نے خود بہت سی چیزوں کے علم سے انکار کیا تھا۔ ہم یہاں کارلزل کے ڈین مرحوم کے روئے پٹنے کا ذکر کرتے ہیں۔

”اگر ہم یہ کہیں کہ نظارہ تھ کے رہنے والے یسوع اپنے ہم معصروں سے دماغی بیماریوں کی صحیح سائنٹیفک تشریح کے متعلق کچھ زیادہ علم رکھتے تھے۔ تو اس امر کی تائید کرنے میں کسی قسم

کی معقولیت نظر نہیں آتی۔ ان دماغی بیماریوں کے متعلق اس زمانے میں یہ اعتقاد چلا کر ہاتھ لگا کر اس کا سبب شیطانی اور تجذیب چیزوں کا غلبہ ہے۔ نیز اگر ہم یہ سمجھیں کہ بائبل کی پہلی پانچ کتابوں یا زبور کے مسند ہونے کے متعلق یسوع دوسرے لوگوں سے زیادہ علم رکھتے تھے تو یہ بات بھی ناقابل تسلیم ہے۔ اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ مستقبل کے متعلق قدرے پیش گوئیاں کر سکتے تھے۔ لیکن تاریخ نے اس کی تصدیق نہیں کی ہے۔ یہ بیان محض اس علم کا اظہار کرتا ہے۔ جو انسان کے حیطہ اقتدار کے اندر ہے۔ یعنی ایسا علم جہاں تک انسانی دماغ کی رسائی ممکن ہے۔ لیکن میں تو صرف اس علم کے متعلق بات کرتا ہوں جو کچھ سوئے ہوئے اور مخفی احساسات سے نکل کر جو اکثر خاص خاص حالات کے تحت حرکت میں آیا کرتے ہیں۔ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ہم کبھی آئندہ اس منزل تک ضرور پہنچیں گے۔ جب وہ مستقل طور پر کام شروع کر دیں گے۔

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ ہماری خاکی اصلیت ان صلاحیتوں کو دیا ہے رکھتا ہے وہ پردے کے پیچھے چھپی رہتی ہیں۔ لیکن کبھی کبھی وہ پردہ روحانی حرکات سے ایک طرف کو ہٹ جاتا ہے اور ہمیں اصلیت غیر معمولی طور پر نظر آنے لگتی ہے۔ ہمیں ان غیر معمولی واقعات کو معمول پر لانا ہے۔ موجودہ سائنسی معلومات کی روشنی میں کوئی انسانی منطق اس قسم کی آئندہ ترقی یافتہ حالت سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کا روشن پہلو بھی ہوگا اور سیاہ رخ بھی ہوگا۔ مذہب اول ذکر کو بہشت کا نام اور مؤخر الذکر کو دوزخ کا نام دیتا ہے اور یہ بہشت اور دوزخ انسانی روح کی بالادستی اور پستی پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی انسانی روح اگر مزید ترقی کر کے آگے کو بڑھ سکے گی۔ تو وہ بہشت کا رخ ہوگا اگر وہ پیچھے کی طرف انحطاط کرے۔ تو اسے دوزخ میں جگہ ملے گی۔ یہ ہے اس مشہور اصطلاح کی تشریح جس نے کہ پرانے زمانے کے کچے اور خام ذہن کو جو ابھی پختگی تک پہنچ نہ سکا تھا۔ بہشت اور دوزخ کے نقشے بناتے پر آمادہ کیا تھا۔

سر آر تھر کینن ڈوئل کو یہ ضرورت نہیں تھی کہ وہ اپنے ذاتی تجربات کے حوالے بہشت اور دوزخ کی موجودگی ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے اور یہ کہتے کہ میں جانتا ہوں کہ اب ہزاروں روح ہمارے اوپر گھوم رہی ہیں۔ قرآنی الفاظ کے مطابق بہشت اور دوزخ کا اعتقاد کشادگی اور انکشاف کے اصولوں پر ایمان رکھنے کا منطقی تسلسل اور

نتیجہ ہے۔ اس لئے انہیں سائنسی سچائیوں کے طور پر تسلیم کر لینا چاہیے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ کچھ الفاظ قرآن شریف کے متعلق بھی کہ دیئے جائیں کہ اس نے ہمارے بہشت کا تصور دلانے کے لئے کیا بیان پیش کیا ہے دھندلی فضائی حالت سے لے کر انسانی ذہن کے فہم و ادراک کی پختگی تک انکشافات کے کئی ایک مراحل کتے ہیں چھوٹے چھوٹے اور بڑے بڑے بھی۔ ہر بڑے مرحلے کے سات سات چھوٹے چھوٹے مرحلے ہوتے ہیں۔ ہر بڑے مرحلے کے بعد ترقی کا سلسلہ فوراً رک جاتا ہے جسے عام طور پر موت کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی ان عناصر کا توڑ پھوڑ اور انتشار جنہیں ترقی جاری رکھنے کے لئے منظم اور برقرار رکھا گیا تھا۔ ہر بڑے مرحلے میں معرفت وجود میں آتا ہے ترقی کے دور ختم یا معطل ہونے کا عرصہ مختلف مراحل میں مختلف ہوتا ہے۔ ہم مسلمان اس عرصے کو برزخ کہتے ہیں۔ جب وہ عرصہ ختم ہو جاتا ہے تو ترقی یافتہ وجود اس نئے نظام میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو سابقہ نظام کے بعد آتا ہے۔ ہم اس برزخ کو برف نگہانے کے بعد جب وہ پانی بن جاتی ہے۔ یا پانی بھاپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ ملاحظہ کرتے ہیں۔ برزخ کے لفظی معنی بے حس و حرکت اور کامل سکوت ہے۔

ہر مرحلہ میں ترقی کرنے والا وجود دو چیزوں کا حامل ہوتا ہے۔ اول گذشتہ مرحلہ میں حاصل کردہ عمدہ ضروری سامان کا حصہ۔ دوم کچھ نئی نئی ایسی چیزیں جو سابقہ مرحلے میں حاصل کردہ چیزوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ ایسی نئی نئی جن کا بخوبی اقیانہ ہو سکے اس نئے مرحلے میں اس کی ترقی کا انحصار زیادہ تر اس فرق کو جانپھنے اور پرکھنے کے اصول کی پختگی اور نشو و نما پر منحصر ہوتا ہے۔ جب ہمارا روح اس نئے مرحلے میں داخل ہو کر آگے چلتا ہے اور ایک اور زیادہ اونچے مقام میں پہنچ جاتا ہے۔ تو سابقہ مرحلہ میں تمام حاصل کردہ سامان سے وہ خالی اور میرا ہو جاتا ہے۔ صرف یہی قوت اقیانہ نئے دور میں ترقی کرنے کے لئے پس منظر کا کام دیتی ہے۔ وہاں پھر نئی نئی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں۔ اب اس کی قوت اقیانہ میں اور بڑھ جاتی ہے۔ جس سے وہ نئی قسم کی قوت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ اس مقصد کے لئے درخت کی مثال بہت موزوں رہے گی۔ اس کا بیج ترقی کے کئی مراحل طے کرتا ہے۔ تو پھر کہیں پہنچ کہ وہ پھل یعنی درخت کے تنوں، ٹہنیوں، پھولوں اور پھر پھل کی صورت میں بدل سکتا ہے۔ درخت کے پتے کچھ کو نیلیں سی رکھتے ہیں۔ لیکن پھول پیدا

کرنے کے لئے اس میں کچھ نئی چیز درکار ہے اور وہ پھول کچھ پنیاں سی رکھتا ہے۔ لیکن اس کے اندر ٹہنیوں اور تنے کی سی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ پھل پھول کی سی میٹھی میٹھی خوشبودار رکھتا ہے لیکن وہ پردر ش کرنے کی اور غذائیت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جو پھول کے اندر کما حقہ نہیں ہوتی اسی طرح پھل کے اندر ٹہنیاں یا پتے نہیں ہوتے۔ مختصر یہ کہ ہر ترقی پذیر مرحلے میں ترقی کرنا والا وجود ایسے سازد سامان سے مزین ہو جاتا ہے۔ جو اسے گھٹیا قسم کی چیزوں سے خبردار کر دیتا ہے۔ جب وہ اونچے درجے میں داخل ہوتا ہے۔ تو تمام قسم کی ادنیٰ اشیاء جو اسے نیچے درجے میں حاصل ہوتی تھیں۔ انہیں ترک کر دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ترک کردہ چیزیں اسے اونچے درجے میں ترقی نہیں کرنے دیتیں اور انہیں رکھنا خطرناک ہوتا ہے۔ وہ سامان جو نیچے درجے میں سونا سمجھ کر اٹھا یا گیا تھا۔ اب اونچے درجے میں جست یا سکہ بن گیا ہے ہر انقلابی نظام میں یہی اصول چلتا ہے۔ انسانی زندگی بھی اسی زمرہ میں شامل ہے۔ یہ جسمانی فطرت حیوانی خواہشات کو ابھارتی ہے۔ لیکن انسانی جسم کے اندر ترقی پذیر وجود صرف اتنا ہی حصہ لے گا۔ جو اس کی زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ اس کی آئندہ ترقی میں زیادہ تر اس کی منہیر اور اس کے دل کے ارتقا کا دخل ہے۔ لیکن جب ترقی کرنے والا غفر انسانی جسم کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ اپنے ہمراہ کوئی ایسی چیز ساتھ نہیں لے جاتا جس کا تعلق مادیت یا جسمانی اصلیت سے وابستہ ہو۔ متذکرہ بالا اصلیت اگرچہ ہماری نشوونما کے لئے قبر کی دوسری جانب مرنے کے بعد بڑی ضروری ہے۔ لیکن اس کے برعکس اس دنیا میں رہتے ہوئے ہماری نشوونما کے لئے سد باب کا کام دیتی ہے۔ خاص کر اس حالت میں جب اس پر قابو نہ رکھا جائے۔ ورنہ وہ تمام قسم کی بد خواہشات کو ابھار لگی۔ جو ہمیں گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان بد خواہشات کو دبانے سے ہی ہم اس قابل ہو سکتے ہیں کہ مرنے کے بعد سفر کے دوران ترقی میں سہولتوں سے مستفید ہو سکیں۔ لیکن یہ کام ہم خدا کی مدد کے بغیر نہیں کر سکتے۔ پس اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہم خدا سے متواتر عاجزانہ طور پر التجا کرتے رہیں۔ کہ وہ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے۔ اس کے متعلق قرآن حکیم میں لکھا ہے کہ وہ اپنے آقا و مولے سے گناہوں سے بچنے کے لئے جلدی کرو اور اس بہشت کے لئے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ ۱۔

خدا سے ہماری مشابہت

محمدؐ نے ہمارے سامنے ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ جس کے مطابق ہمیں اپنی خواہشات کو ڈھاننا چاہیے۔ یہ جملہ کہ ”انسان کو اللہ تعالیٰ کی شکل میں مخلوق کیا گیا تھا۔“ ہمارے لئے ایک عمدہ سا بنا ہوا تھا۔ لیکن پیغمبر خدا محمدؐ نے اس کی وقاحت فرمادی۔ جب انہوں نے اپنے پیروکاروں کو تشریح کرتے ہوئے یہ بتلایا :-

”و اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ رنگ لویہ اس طور آپ نے مرنے سے پیشتر انسانی زندگی کا تمام مقصد چند لفظوں میں بتلادیا۔ چونکہ ہماری روح کی طرز کو خدا کی صورت دی گئی ہے اور ہمیں اس کے رنگ میں شریک ہونا چاہیے۔ لہذا ضرورت اس امر کی پڑی کہ ہمیں خدا کا کم از کم اس حد تک علم ہو جائے۔ جہاں تک کہ اس محدود انسانی ذہن کی اس لا محدود ہستی کو سمجھنے کی طاقت ہے یہ غلط بات ہے کہ خدا ہماری سمجھ میں آسکتا ہے ہم اس کے متعلق بمشکل ہی کوئی علم رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا بہت ہی کم علم ہونا مختلف مذاہب کے وجود کا سبب بنا۔ جو معبود کی سوتج بچار میں مختلف نظریے رکھتے ہیں۔ تاہم خدا کی کوئی جھلکی اگر مبہم طور پر کبھی دیکھی گئی ہو۔ تو وہ ہمارا مقصد پورا کرنے سے قاصر ہے اگر ہمیں خدا کے رنگوں کو اختیار کرنا ہے۔ تو ضرور ہمیں اس کا کچھ علم ہونا چاہیے۔ اس پہلو میں حسب ضرورت جس انداز سے محمدؐ نے اس عمدہ کو حل کیا۔ وہ ایک بے نظیر مثال ہے۔ قرآن شریف میں بتلایا گیا ہے کہ تم اللہ کو سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن وہ (قرآن حکیم) اس کی چند صفات کا ذکر کرتا ہے۔ جو انسان کی سمجھ میں آسکتی ہیں اور اسی طرح وہ بھی عمل میں لاسکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مطابق ہمارے اخلاقیات بھی مشابہت رکھتے ہوں۔“

پس قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں سے ہمیں روشناس کراتا ہے۔ لیکن خدائی صفات کے لئے یہ تعداد کافی نہیں ہے۔ یہ صرف اس کی معبودیت کا ایک پہلو بتلاتی ہے۔ جس سے صرف یہ امکان ہوا کہ ہم اس کی تلاش میں اسی طرح نقل کر سکیں۔ ہمیں اپنے اندر خدائی ذہن و ضمیر کو پیدا کر لینا چاہیے اور یہی اس کے مختلف نشانات ہیں جو ہمیں ملحوظ خاطر

رکھنے چاہئیں۔ پس محمدؐ نے دنیا کو خدا کے نظریہ کا تصور جس حد تک وہ سمجھنے کے قابل تھا واضح الفاظ میں دے دیا۔ ایسا تصور جسے دنیا بھر کے لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ تصور پسندیدہ اخلاقیات کا حامل ہے۔ جسے انسانیت خیال میں لا سکتی تھی۔ عبرانیوں کا خدا ایسا خدا تھا۔ جو کسی کو معاف نہیں کرتا۔ جو اپنے قوانین پر عمل کرانے کے لئے کبھی نرم دل نہیں ہو سکتا جو اپنے خاص لوگوں (اسرائیلیوں) کے دشمنوں کے ساتھ بڑا سخت اور ظالم قسم کا شخص تھا۔ دوسری قوموں کے دیوتا بھی کوئی کم ظالم نہ تھے۔ جلتی ہوئی قربانیوں کا دھواں اور قربان گاہوں پر وحشیوں کا خون ہی ان کی نسوں اور آنکھوں کو مطمئن کر سکتا تھا۔ تمام مشرقی اور غربی ممالک میں دیویاں اور دیوتا کم و بیش اسی قسم کے پائے جاتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ دنیا میں معبود حقیقی کے ایسے تصورات کو مٹانے کے لئے آئے تھے۔ وہ اپنے خدا کو باپ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ انہوں نے بتلانے کی کوشش کی کہ خدا اور اس کے بندوں کے مابین ایسا رشتہ ہے۔ جو باپ اور بیٹے کے درمیان ہو کر رہتا ہے۔ اگرچہ یہ تعلق پیدا الٰہی حق سے وابستہ نہیں ہے، لیکن اس کا مذہب بنانے والوں نے اس خوبصورت تصور کو مسخ کر دیا۔ محبت کرنے والا باپ غصے سے بھرا ہو کر باپ بن گیا۔ جو کسی کا قصور کبھی معاف نہیں کرتا۔ اسی طرح کا جیسا کہ عبرانی معبود ایسا سخت جس کا دل کبھی نرم نہ ہو۔ بہشت میں رہنے والے خدا کو ایسے لباس میں دکھایا گیا۔ جن میں کفار کے خدا بلبوس ہوتے تھے اس قسم کا خدا جو مثال کے طور پر رئیس کے بیٹوں کو اس لئے قتل کر دیتا تھا۔ تاکہ دوسرے لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے۔

خدا اور اس کی الوہیت کے متعلق اس قسم کے خیال نے نہ صرف حضرت عیسیٰ کے خدائی پیغام کی مذمت کی۔ بلکہ رحمدل باپ ہونے کی حیثیت کو ایک غصیلے اور خوفناک باپ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ — ایسا باپ جو اپنے خلاف کسی قصور کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ بلکہ کسی شخص کے بدکار بیٹوں کو بچانے کے لئے اس کے سب سے زیادہ ٹیک بیٹے کو قتل کر دیتا تھا۔ محمدؐ نے خدا کے متعلق ایک ایسا تصور پیش کیا۔ جو اپنی شان اور خوبصورتی میں تمام سابقہ تصورات سے سبقت لے گیا۔ محمدؐ نے اپنے خدا کا نام اللہ کہہ کر پکارا۔ جو پرورش کرنے والا (رب) ہے۔ مہربان۔ رحیم اور مالک دن قیامت کا بھی ہے۔ لفظ رب دلالت کرتا ہے۔ کسی چیز کی پرورش اور

دیکھ بھال کی۔ اس طریقہ سے کہ وہ یکے بعد دیگرے اتنا نشوونما پاسکے کہ اسے اعلیٰ مقام حاصل ہو سکے۔ حتیٰ کہ وہ تکمیل کی جائے مقصود نہ پہنچ سکے۔

ذیل میں ہم اللہ تعالیٰ کی ان چار صفات کا ذکر کریں گے۔ جو قرآن کریم کی پہلی آیات میں دی گئیں ہیں۔ محمدؐ کا خدا رب ہے۔ جو چیزوں کو پیدا کرتا ہے اور انہیں مختلف صلاحیتوں سے نوازتا ہے۔ وہ ان کی دیکھ بھال اور پرورش اس طرح سے کرتا ہے کہ وہ تمام صلاحیتیں نشوونما کے مختلف مدارج سے گزرتی ہوئی آخر کار تکمیل تک پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی پرورش اور انکشاف نو کے مدارج کا انتظام خود کرتا ہے۔ وہ ایسا رحمن ہے جو اپنی مخلوق سے محبت رکھتے ہوئے پرورش کے ہر دور کے حسبِ حال ان کی ضروریات کو مہیا کرتا رہتا ہے۔ وہ سامانِ ضروریات پہلے ہی سے تیار کر لے گئے تھے۔ انہیں وہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر دے رکھی ہیں۔ بغیر کسی معاوضہ کے دی جاتی ہیں ان نعمتوں کے بدلے ان سے کوئی چیز طلب نہیں کی جاتی۔

وہ رحیم بھی ہے۔ جو اپنی شفقت اور محبت کی وجہ سے مخلوقات کے کسی ایک اچھے کام کے بدلے ہزار گنا انعام دے دیتا ہے۔ وہ انعام اکثر اس وقت ملتا ہے جب ہماری اندرونی صلاحیتیں نشوونما پاتی ہوئی منکشف ہوتی ہیں۔ لیکن اگر اس کی مخلوق میں سے کوئی شخص اپنی پرورش کے دوران غلط راستہ اختیار کر لے گا۔ تو ضروری نہیں کہ وہ اسے سزا دے کیوں کہ وہ کسی جج یا عیسائیوں کے خدا کی طرح قانون کا پابند نہیں ہے۔ وہ اپنی رحمت کے جذبہ سے سب کچھ معاف بھی کر سکتا ہے۔ وہ اپنے قوانین کا خود مالک ہے اور وہ اس لئے یومِ حساب کا مالک (مالکِ یومِ الدین) بھی ہے۔

وہ اکثر معاف کر دیتا ہے۔ مگر جان گناہ کرنے والوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے سزا کا دنیا لازمی ہو۔ ان کو سزا دی جاتی ہے کیونکہ ترقی کی خاطر ان کو سیدھے راستے پر لانے کی غرض سے باز پرس اور ایسے مطالبات کا ہونا ضروری امر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مندرجہ بالا صفات کو بڑے غور سے سوچو۔ تو معلوم ہو گا کہ قدرت کا ایک ایک ذرہ اپنی پیدائش، پرورش اور نشوونما کی خود شہادت پیش کرتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر ہم اللہ کی ان چار راہوں پر چلتے ہوئے اس کی پیروی کریں۔ وہ خوشی اور خوشحالی کا دور ضرور آئے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق سب کام زمین پر اسی طرح ہوا کریں گے۔

جیسے آسمانوں پر ہو رہے ہیں۔ اس کے دستور غیر جانبدارانہ ہیں۔ اس کی نعمتیں سب کو یکساں ملتی ہیں۔ اگر زمین کے حکمران رب، رحمن، رحیم اور مالک یوم الدین کے نمونہ کے مطابق اپنی رعایا پر حکمرانی کر سکیں۔ تو وہ خدائی حکومت جس کے لئے عیسیٰ دعائیں کرتے رہے۔ نزدیک ہو جائے گی۔ اور جلد زمین پر آ جائے گی۔ جس طرح محمدؐ کے دور میں خدا کی یاد شایع ہو جود بھٹی۔

اخلاق حسنہ خدائی صفات کا عکس ہیں

اس عنوان کے تحت دنیائے پہلی مرتبہ یہ معلوم کیا ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی صفات پر ہمیں کامل یقین ہو۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکشاف زمانہ حال میں ابھی ہوا ہے۔ یہ ہیں الفاظِ ڈین انجی کے جو اپنی کتاب ”ماڈرن چرچ مین ریویو“ میں لکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں خدا کی عبادت (نماز) کی غرض غایت اپنی معاشرت کو خدائی صفات کے ڈھانچوں میں ڈھانے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اسلام کی کتاب (قرآن) اپنا سب سے بڑا اہم اور مخصوص مضمون بلا شرکت غیرے خدا کے متعلق ہی پیش کرتی ہے۔ دیگر مضامین بھی آتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مضمون کے تحت ثانی حیثیت سے ان چیزوں کا ذکر اذکار ہوتا ہے۔ اس نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم قرآن کریم کو جس میں اللہ تعالیٰ کو مرکزی مقام دیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل چھ عنوانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

اول۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی صفات یا اس کے مختلف پہلوؤں کا جن میں اس نے اپنا اظہار کیا ہے۔ (مظاہراتِ قدرت) بیان کرتی ہے۔

دوئم۔ یہ دنیائے عالم کے مختلف رخوں کا حوالہ دیتی ہے۔ جن میں ان صفات کے افعال کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوئم۔ ہمارا ان صفات کے ساتھ استحکام اور ثابت قدمی جنہیں ہم نیک خصائل۔

حق پرستی اور پاکیزگی کا نام دیتے ہیں۔ کسی ایسی چیز کا سرزد ہونا یا کوئی احساس ہونا جو ان صفاتِ عالیہ یا خدائی نمونہ کے خلاف ہو وہ یدِی ہے اور گناہ ہے۔

چارم۔ قانون یا احکام اور فرمانبرداری جو ہمیں ثابت قدم رہنے کے قابل بناتی ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ اور ہمیں متحرف ہونے سے بچاٹے رکھتی ہے۔
 پنجم۔ چند ایسی شخصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو متذکرہ بالا صفات کے مطابق زندگی بسر
 کرتے ہیں۔ اور چند ایسے بھی ہیں جو منحرف ہیں۔ پہلے زمرے میں پیغمبر حق پرست لوگ سچائی پسند
 اور شہداء آتے ہیں۔ دوسرے میں وہ جو اختلاف رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں۔
 ششم۔ یہ کتاب موت کے بعد کی زندگی کے حالات سے آگاہ کرتی ہے۔ اس میں وہی اصول
 بتلائے گئے ہیں۔ جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔

وہ لوگ جو خدائی صفات ہیں اپنے آپ کو رنگ سکے تھے۔ وہ اپنا مقام سہولتوں سے
 پھر لوہ پالیں گئے۔ جس کا نام بہشت ہے۔ مگر دوسرے گروہ کے لوگ جو بہشتی زندگی کے
 لئے اعلیٰ معیار حاصل نہ کر سکے اور پیچھے رہ گئے۔ انہیں اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کچھ عرصہ
 ایسے مقام میں گزارنا پڑے گا۔ جیسے قرآن حکیم دوزخ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اسلام دوزخ
 میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی بسر کرنے کے خلاف ہے۔ آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ
 قرآن حکیم کے نازل کرنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مشافہ سے آگاہ
 کیا جائے۔ نیز یہ کہ ہمارے ہی ایسی رہنمائی کی جائے۔ جس کی روئے سے ہمیں اس کے راستوں پر
 چلنے کی توفیق ہو۔ اگر بہترین زندگی گزارنے کے لئے ہمیں عاجزانہ اپنے آقا اور مولا کے ساتھ
 ساتھ چلنا چاہیے۔ تو ایک دہریہ بھی اس کے خلاف چل نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے
 قدرتی مناظر کے قوانین کا احترام کرتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے۔ اور وہ قدرتی
 مناظر محض اللہ تعالیٰ کے راستوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور الہام کا واحد مقصد اور غرض و
 غایت اس خدا کے راستوں پر روشنی ڈالنا ہوا کرتا ہے۔ دیگر الہامی کتابوں کے غیر مستند ہونے
 کے خیال کو قطع نظر کرتے ہوئے ہم کچھ عرصے کے لئے ان کو اصلی اور صحیح تسلیم کر لیتے ہیں۔
 لیکن پھر بھی ہمیں ان سے کوئی خاص مدد نہیں ملتی وہ خدا کی ان تمام صفات کا ذکر نہیں
 کرتیں۔ جو قدرت کی کتاب میں لکھا پڑا ہے۔ پس اگر قرآن کریم خدا اور اس کے مظاہرات
 قدرت کو اپنا خاص مضمون بتاتا ہے اور یہ رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کیسے ان مظاہرات سے
 ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔ تو کیا وہ کتاب یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہی ایک ایسی کتاب ہے
 جو خدا نے قدوس کے الہامات کے مقاصد پر پوری اترتی ہے؟

باب سوئم

پہچہر کی ذاتی صفات

قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”اور یقیناً تم نے اپنے آپ کو اعلیٰ اخلاقیات سے آراستہ کر رکھا ہے۔“ ۱۔

آج جب کہ دنیا مادی ترقی۔ گناہ اور خدائے کریم سے لاپرواہی کی وجہ سے وحشیانہ مقام کی طرف گزرتی جا رہی ہے۔ تو کسی ایسے شخص کا شدت سے احساس ہو رہا ہے جس کے نقش پا پر چلتے ہوئے انسان راحت و سکون اور تکمیل کی منزلوں تک راہنمائی سے مستفید ہو سکیں۔ محمدؐ کی شخصیت نہ صرف ارفع و اعلیٰ ہے۔ بلکہ مکمل بھی ہے یہ دنیا بھر کے لئے بطور نمونہ پیش کی جاسکتی ہے۔ تاکہ تمام قسم کی برائیوں کی اصلاح ہو سکے۔

تمام لوگوں میں محمدؐ سب سے زیادہ مہربان اور نہایت ہی شریف انسان تھے وہ سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ نرم مزاج، حیا و شرم سے بھرپور اور سب سے زیادہ سخی طبع تھے۔ وہ ہر ایک سے خواہ کوئی غریب ہو یا امیر آزاد ہو یا غلام یکساں طور پر مہربان تھے۔ ایک شخص کا جو دس سے زیادہ سالوں تک ان کی خدمت کرتا رہا۔ کہنا ہے کہ اس تمام عرصہ کے دوران پیغمبرؐ نے کبھی اسے بھڑکا تک نہ تھا۔ اگر ان کے نوکروں میں سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی۔ یا کسی طریقہ سے وہ ان کی مرضی کے خلاف کچھ کر بیٹھتا۔ تو وہ مہربانی سے پیش آتے۔ اور ان کی غلطیوں کو بتلاتے۔ انہوں نے کبھی کسی کو غلام نہیں رکھا۔ اگر انہیں کوئی غلام پیش کرتا۔ تو وہ فوراً اسے آزاد کر دیتے تھے۔ ان کی پیدائش سے لے کر وفات تک کبھی یہ سننے میں نہیں آیا تھا۔ کہ وہ کسی سے سختی سے پیش آئے ہوں۔ یا انہوں نے کبھی کسی غلام یا بچے کو مرادی ہو۔ پیغمبرؐ نے نہ صرف امیروں اور بڑے بڑے لوگوں کی بلکہ غریبوں، عاجزوں اور سادہ لوح انسانوں کے کاموں کی بھی تعریف و تحسین کیا کرتے تھے۔ بلال اور سلمان ایک غریب گھرانے کے افراد تھے۔ زید اور عامر بیت غریب تھے لیکن محمدؐ ان کے کاموں کی تعریف اسی طرح کیا کرتے تھے۔ جس طرح وہ کسی اور کے کام کی

کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے بطور ایک غلام کے زید کو خرید لیا تھا اور انہوں نے اسے محمدؐ کے پیش کر دیا۔ لیکن انہوں نے اسے اسی وقت آزاد کر دیا۔ لیکن زید اصرار کرنے لگا کہ وہ محمدؐ کے ساتھ ہی ٹھہرے گا۔ کچھ عرصے بعد اس کا باپ اور چند رشتہ دار پیغمبر صاحب کے پاس آئے اور درخواست کی کہ زید کو اپنے وطن جانے کی اجازت ہو آپ نے فوراً اجازت دے دی۔ لیکن خود زید نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا اس نے کہا جتنی خبر گیری آپ میری کرتے ہیں اور جس محبت اور شفقت سے مجھے نوازتے ہیں وہ والدین اور رشتہ داروں کی محبت سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ محمدؐ نے ان کی وفاداری کے صلہ میں اسے اپنے خاندان کا ایک فرد سمجھتے ہوئے۔ اس کی شادی اپنی چچا زاد بہن زینب سے کر دی۔ انہوں نے اس کی وفاداری کو سراہا اور بعد ازاں اسے فوج کا کمانڈر انچیف بنادیا۔ اس کے بیٹے عساکر کو بھی فوج کا کمانڈر بنادیا گیا۔ اس کے بعد جب مکہ فتح ہوا تو عساکر کی عزت افزائی کے لئے اُسے اُسی اونٹ پر سوار کر کے بھیجا گیا۔ جس پر آپ خود سوار ہو کر آتے تھے بلال حبشی الاصل تھے۔ چونکہ ان کا رنگ کالا تھا۔ عرب انچھ رنگ والے ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ آزادانہ میل جول سے پچکچاتے تھے۔ لیکن پیغمبرؐ نے اس سلسلہ کو ختم کرنے کے لئے بلالؓ کو مؤذن مقرر کر دیا۔ اس کے علاوہ انہیں اپنے گھر کا منتظم بھی کر دیا گیا۔ ان کا درجہ بلند کرنے کی خاطر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ بہشت میں تم میرے آگے آگے چلا کر وگے۔ چونکہ اجنبیوں اور غریبوں کے ساتھ آپ کا سلوک ہمیشہ مہربانی اور محبت سے وابستہ رہا ہے۔ اس لئے وہ فخر سے باتیں کرتے اور پیغمبر صاحب کے ساتھ اپنا رشتہ بتلاتے ہوئے ناز سے کہتے کہ ”آنحضرت ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ ہمارے جسم اکثر ان کے جسم سے چھوتے ہیں۔“

حضرت فاطمہؓ جو آپ کی بڑی لاڈلی بیٹی تھی۔ وہ تمام کھانے پکانے کے کام اور لمبی کو چکائی میں پیسنے کا کام خود کیا کرتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے اپنے باپ سے سفارش کی کہ ایسے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے کسی کو لگا دیجئے۔ آپ نے جواب دیا مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ ابھی انہوں نے صوفیہ میں رہنے والے یتیموں اور بیوگان کے امدادی کام کو مکمل کرنا ہی نہیں دیا۔ بعض اشخاص جب ان کے سامنے حاضر ہوتے تو خوف زدہ ہو جاتے۔ لیکن آپ ان کی تسلی کرنے کے لئے

ہمیشہ کہا کرتے مجھ سے مت ڈرو۔ میں بادشاہ نہیں بلکہ کسی سادہ لوح عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے کھانے پر گزارہ کیا کرتی تھی۔

قربانی کا جذبہ

آنحضرت محمدؐ کے اندر قربانی کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس کی ضرورت کسی کو پڑ جائے۔ تو آپ فوراً اس کے حوالے کر دیتے حالانکہ آپ کو خود اس کی بڑی ضرورت تھی۔ مثال کے طور پر عرب میں باغات جائیداد کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کو سات خوبصورت باغات دیے گئے۔ مگر انہیں اپنے تصرف میں لانے کی بجائے خیرات میں دے دیا گیا۔ تاکہ ان کی جو پیداوار میسر ہو وہ غریبوں کی امداد میں تقسیم کر دی جائے۔ ایک شخص جو غفار نامی قبیلہ کا ایک فرد تھا آپ کی ملاقات کے لئے آیا۔ جب کہ آپ خود کھانے سے محروم بیٹھے تھے (پیغمبر ایک غریب درویش مگر بادشاہ تھے۔) جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں درویشی کی (!) گھر میں اگر کچھ تھا۔ تو صرف تھوڑا سا دودھ۔ وہی اس ہمان کو دے دیا گیا اور خود دھوکے بستر پر چالیٹے۔

ایک دفعہ پیغمبر صاحب کے گھر میں صرف ایک آٹے ہی کی بوری پڑی تھی۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے کسی کی شادی تھی۔ مگر وہ غریب آدمی تھا۔ اور دوستوں کی آؤ بھگت کیلئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا میرے گھر جا کر میری بیوی سے کہنا کہ وہ بوری تمہارے حوالے کر دی جائے۔ چنانچہ وہ بوری اسے دے دی گئی اور گھر میں کھانے پینے کے لئے کچھ نہ رہا۔ ایک دفعہ کسی عورت نے آپ کو تن ڈھانپنے کیلئے ایک خوبصورت کپڑا دیا۔ چونکہ اس چیز کی آپ کو سخت ضرورت تھی۔ اس لئے آپ نے وہ تحفہ قبول کر لیا۔ لیکن ایک آدمی نزدیک ہی کھڑا تھا اس نے تعریف کرتے ہوئے کہا یہ کیا ہی پیارا کپڑا ہے! پیغمبر صاحب نے سوچا کہ اسے بھی کپڑے کی ضرورت ہے پس فوراً وہ کپڑا اسے دے دیا گیا۔

پیغمبر صاحب کی طبیعت میں سادگی ان کے چال چلن کا بڑا ہی نمایاں جزو رہا ہے آپ کے تمام افعال میں سادگی اور خلوص کو خاص اہمیت حاصل تھی آپ کو بناوٹی و صنعاری سے نفرت تھی۔ جو چیز بھی آپ کے سامنے کھانے کے لئے پیش کی جاتی۔ آپ بے چوں و چرا

کھا لیتے۔ اور کوئی اعتراض یا سوال نہ کرتے۔ نہ ہی آپ اس بات کی پرواہ کرتے کہ وہ کس کے ساتھ بیٹھ کر کھا رہے ہیں۔ کیا وہ کوئی غلام ہے یا اور کوئی ہے۔

لباس کے معاملے میں آپ بہت ہی سادگی پسند تھے۔ وہ پرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے خوشی خوشی پہنا کرتے اور یہ نہ خیال کرتے کہ ان کپڑوں کے ساتھ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ موٹے موٹے گھٹیا قسم کے کپڑے پہنتے ہیں انہیں کبھی اعتراض نہ ہوتا۔ انہیں تو صفائی کا خیال تھا۔ کپڑے کی کوالٹی سے کوئی مطلب نہ تھا۔ تمام معاملات مثلاً کھانا، بیوسات رہائش مکان کی بناوٹ وغیرہ میں آپ اعتدال پسندی کی تاکید کیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کو تمام چیزوں میں سادگی اختیار کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اور زرق برق اور نمائشی چیزوں سے منع کیا کرتے تھے۔ ایسی ہدایات کو پہلے خود عملی جامہ پہناتے۔ جب آپ نے زندگی کا آخری سانس لیا۔ تو ان کی بیوی حضرت عائشہ نے لوگوں کو ان کی پھٹی ہوئی چادر اور قمیض بتلائی۔ جس میں وہ فوت ہوتے تھے۔

وہ ایک بادشاہ تھے اگر وہ چاہتے تو ایک شاندار محل میں رہائش اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن جو گھرانہوں نے اپنے لئے پسند کیا۔ وہ ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے کمرے۔ ان کے اپنے کمرے میں جو فرنیچر تھا۔ وہ کچھور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی تھی جو بستر کا کام دیتی تھی۔ دوسرے پانی کا ایک لوٹا ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بعض وقت ایسے بھی آتے رہے کہ مہینوں گزر جاتے اور چولہے میں آگ نہ جلتی۔ اکثر کھانے کے لئے سوائے پانی اور خشک کچھوروں کے اور کچھ نہ ہوتا۔ مگر یاد رکھئے اگر ایسا ہوتا رہا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے پاس کوئی وسائل کی کمی تھی۔ بلکہ وہ اسی معمول پر شاکر اور مطمئن نظر آتے تھے۔ اسی قسم کے اطوار زندگی ان کے منتخب کردہ اصول بن چکے تھے۔ وہ سادگی پسند تھے۔ اور ان کا معیار ان کے اصحاب و کرام اور پیروکاروں میں بھی نمایاں طور پر نظر آتا تھا وہ بھی اسی طرح سادہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

صرف ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پیغمبر صاحب کو کہا کہ آپ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ ہماری حالت بہت خراب ہے۔ بمقابلہ ان لوگوں کے جو آذربائیجان اور فارس کے رہنے والے ہیں۔ وہ اگرچہ کافر ہیں۔ مگر زندگی کی تمام سہولتیں اور آسائشیں انہیں میسر ہیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا کیا تم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ انہیں اس دنیا میں اس

زندگی کے لئے آسائش حاصل ہے۔ اور ہمیں دوسری زندگی میں جو ہمیشہ کی زندگی ہے۔ سہولتیں اور آرام میسر ہوگا۔

بخاری اپنی صحیح میں لکھتا ہے کہ ستر اصحابی جو اصحاب السفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے ساتھ دن بھر رہے اور تمام رات مسجد میں سوئے ان کے پاس کوئی چار پائی یا بستر نہ تھا۔ صرف اپنے آپ کو ڈھانپنے کے لئے چادریں تھیں۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے نہ صرف ملک فتح کئے۔ بلکہ دلوں کو بھی مسخر کیا اور جنہوں کی نبھا پرستی دنیا کے مسلمانوں کے لئے ضرب المثل بن گئی اور ان کو مشہور کر دیا۔ یہی وہ لوگ تھے۔ جن کے نصف تن ڈھکے ہوئے اور جن کے پیٹ کو نصف غذائی مقدار ملتی تھی۔ وہ مسجدوں کی چھتوں تلے نہ صرف لڑائی کی سیکمیں ہی تیار کرتے تھے۔ بلکہ ان پر عملدرآمد کرنے میں کامیابی بھی حاصل کیا کرتے تھے دھوپ یا بارش سے پناہ بھی نہ مل سکتی تھی۔

ہر گھر میں آپ کی فیاضی اور رحمدلی کا ذکر ہوتا تھا۔ رمضان کے مہینے میں اس کثرت سے خیرات کرتے کہ ان کے اپنے لئے بمشکل ہی کوئی چیز بچ سکتی۔ جو چیز بھی آپ سے مانگی جاتی۔ اگر آپ دے سکتے تو اسے دے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک نو مسلم شخص نے آپ سے چند بکریوں اور بھیڑوں کے لئے سوال کیا۔ اس وقت اتفاقاً پیغمبر صاحب کو ابھی ابھی ان جانداروں کا بہت بڑا گروہ مل چکا تھا۔ پس اسے اتنی بھیڑ بکریاں عطا کر دی گئیں۔ کہ دو پہاڑوں کے درمیان ساری جگہ گھر گئی۔

ایک مرتبہ آپ کو نوے ہزار درہم دیئے گئے۔ آپ نے انہیں گداگروں میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح تمام نقدی ختم ہو گئی۔ پھر تمام گداگر روانہ ہو گئے۔ تو ایک بوڑھا آدمی آیا۔ اور خیرات مانگی۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ بھی نہ بچا تھا۔ مگر وہ اسے خالی ہاتھ واپس کرنا نہیں چاہتے تھے۔ پس آپ نے کسی سے قرض لیا اور اسے دے دیا۔ اگر کوئی خیرات کے طور پر انہیں یا ان کے خاندان کے کسی فرد کے لئے کچھ دینا چاہے تو آپ ہرگز اسے قبول نہ کرتے۔ ایک دفعہ ان کی بیٹی کے لڑکے (دو ہتھ) حضرت حسن نے کسی خیرات میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی اور کھانے لگے۔ حضرت محمدؐ نے اسے دیکھ لیا۔ اور یہ کہتے ہوئے مذمت کی۔ "ہاشم کے بیٹے خیرات کی چیزیں کھایا نہیں کرتے۔"

۱۔ دیکھئے صفحات ۲۸۳ تا ۲۸۶ کتاب اے مری ٹوڈ آل دی نیشنز۔

اسے نبور کیا کہ کھجور کو باہر تھوک پھینکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کوئی نقدی اپنے پاس لگا دن کے خرچ کے لئے رات کے وقت نقدی نہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی نقدی وغیرہ بچ جائے تو رات ہونے سے پہلے وہ کسی گداگر کو دے دی جاتی۔ اگر کہیں آپ راستے میں کسی بھوکے فقیر کو دیکھ پاتے۔ تو اسے اپنا کھانا دے دیتے اور خود اپنے لئے کچھ نہ رکھتے اور بھوکے سو رہتے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ بہت ہی نرم اور دھیمی مزاج کے تھے۔ کنواری لڑکی سے زیادہ نرمیہ بھی تھے۔ سڑک پر آنے جانے والے لوگوں کو ٹکٹلی باندھ کر دیکھنا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھتے۔ ان کے نزدیک حیا و شرم مذہب کا ایک جزو تھا۔ مجلس میں کسی شخص کے کلام کو خود بات کرنے کے لئے کبھی قطع نہ کرتے۔ اگر کوئی شخص ان کی دلائل آزاد کر دے۔ تو آپ کبھی پرواہ نہ کرتے۔ بلکہ اسے دل سے ٹال دیتے تھے وہ تمام سلجھی ہوئی باتوں میں حصہ لیتے۔ اور خود طرافت کی باتوں سے مجلس کی خود طبعی اور دل لگی میں اضافہ کرتے۔ وہ ہر شخص کو ہنس مکھی سے ملتے اور مسکراہٹ سے اسے خوش کرتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ یکساں طور پر آپ آزادانہ گفتگو کرتے اور اپنی برتری کا کبھی منظر اس پر نہ کرتے تھے۔

یہ درست ہے کہ ایسے مکمل دین الہی کی تعلیم دینے والا استاد لازمی طور پر بذات خود ایک مکمل انسان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو دنیا بھر کے لئے راہنما اور مصلح منتخب کیا تھا۔ قرآن شریف کے متعلق خدا کے یہ الفاظ ہیں :- ”یہ قرآن محمدؐ کی طرف نازل کیا گیا تاکہ وہ تمہیں اس سے خبردار کر دے۔ اور جب کبھی وہ پہنچے“ (۶-۱۹) ”وہ تمام قوموں کو آگاہ کرنے والا ہے“ (۲-۵۱) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاتم النبیین کا لقب عطا کیا۔ اس کے معانی ہیں کہ نہ صرف آخری پیغمبر بلکہ وہ تمام امور جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ خدا کے سب سے بڑے (سرور) پیغمبر تھے اور دنیا بھر کے لئے آیت رحمت تھے۔ خاتم کا لفظ انگستری کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس تمام جملے یعنی خاتم النبیین کا مطلب یہ نکلا کہ ہمارے مقدس پیغمبر نے تمام انبیائے کرام کو ایسے ہی گھیرے میں لے لکھا ہے جس طرح انگوٹھی نے کسی انگلی کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہو۔

یہ بات اس امر کی بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ تمام معجزات جو سابقہ انبیائے کرام سے

سرزد ہوتے رہے۔ انہیں مجموعی طور پر محمدؐ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ نیز یہ کہ یہی وجہ تھی انہیں دنیا بھر کے لئے پیغمبر مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو کتاب ان کو دی گئی تھی۔ وہ ایسی جامع تھی۔ کہ اس میں تمام سابقہ انبیائے کرام کی تعلیمات کا نچوڑ تھا۔ چنانچہ خدا خود فرماتا ہے: ”وہ تمام دیگر پیغمبروں کی تمام قسم کی تعلیم اس ذریعہ سے محفوظ کر دی گئی ہے۔“ (دیکھئے قرآن حکیم پارہ ۵ : ۲۸) قرآن کریم میں تمام دیگر انبیاء کی صفات موجود ہیں۔ لفظ خاتم کے دوسرے معانی ایک زیور کے بھی ہیں۔ پس یہ جملہ اس بات کی بھی دلالت ہے کہ پیغمبرؐ تمام دیگر نبیوں کے لئے زیور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس جملہ کی رو سے وہ تمام اعتراضات بھی جو سابقہ پیغمبروں میں عقو پس گئے تھے۔ رفع ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے خلاف جھوٹے دعاوی کا ازالہ پیغمبر اسلامؐ نے بخوبی کر دیا تھا۔ دیگر کتب اپنے علاوہ کسی دوسری قوم میں پیغمبرؐ کے ظہور سے انکار کرتی رہیں۔ لیکن قرآن میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف قوموں کی رسوخوں کی بلندی (روحانی ارتقاء) اور راہنمائی کے لئے پیغمبر بھیجے پس مسلمانوں کو ان سب پر ایمان لانا لازمی ہو گیا۔ (قرآن ۱۰ : ۴۷) حضرت محمدؐ اپنی روایات میں فرماتے ہیں: ”تمام قوموں کے لوگ آپؐ میں بھائی بھائی ہیں“ اس روایت کے مطابق محمدؐ تمام انبیاء کو محبت کی گرفت میں لے کر یک جا اکٹھا کر لیتے ہیں۔

خاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں۔ پس انہیں تمام پیغمبروں کی مہر کے طور پر بھیجا گیا مطلب یہ کہ محمدؐ کی نبوت آخری نبوت تھی۔ (جس پر مہر لگا دی گئی اور آئندہ کے لئے یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا) اور خدا محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا۔

ہمارے مقدس نبی کریمؐ پادشاہت ہوتے ہوئے بھی مکمل غربت کی بے نظیر مثال تھے۔ بعد ازاں جب کامیابی مدینہ میں بے شمار ذخائر اور خزانے لے کر آئی۔ تو آپؐ نے کبھی اس میں سے حصہ وصول نہیں کیا۔ ان کے دل کے اندر محض ایک خیال اور ایک مقصد تھا اور وہ خدا کا خیال۔ ان کے دل میں دنیاوی چیزوں کے لئے کوئی گنجائش نہ تھی۔ وہ اکثر فرماتے کہ رہنے کے لئے ایک سادہ سا گھر۔ اپنے آپ کو ڈھانپنے کے لئے چند پارچات اور کھانے کے لئے کچھ روٹی انسانی زندگی کی بقا کے لئے کافی ہیں۔

یاد ہو اس حقیقت کے کہ انہیں خدا سے نزدیکی حاصل تھی اور وہ نبیوں میں سب

سے بلند رتبہ رکھتے تھے۔ محمدؐ اپنی عبادت رمانا میں اس حد تک انہماک رکھتے تھے گویا کہ وہ خدا کی تلاش میں ایک گم شدہ روح تھے۔ وہ نماز میں کھڑے راتیں گزار دیتے اور ان کے پاؤں سو جھے ہوئے ہوتے تھے۔ انہیں اپنی جسمانی تکلیف کی پڑاؤ تک نہ ہوتی تھی۔ لیکن کوئی جسمانی تکلیف کی کیا پڑاؤ کرے جب کہ اس کا دل خدا سے بھرا پڑا ہو۔ انہیں پورا سکون کبھی حاصل نہ ہوتا۔ تا وقتیکہ وہ اپنی نوا اللہ تعالیٰ سے لگا لیں۔

محمدؐ اس وقت مبعوث ہوئے جب دنیا دیگر انبیاء کرام کی دی ہوئی روشنی کو کھو کر گھٹا ٹوپ اندھیرے اور گمراہی میں ڈوبا چکی تھی۔ یہودیت۔ ہندو دھرم۔ آتش پرستوں کا مذہب وغیرہ برائے نام مذہب رہ چکے تھے۔ ان کے پیروکار ہر اصول کو بالکل بھول چکے تھے۔ اسلام سے پہلے عیسائیت ہی ایک بڑا مذہب تھا۔ اس کے اصول واقعی سچے اور عظیم تھے۔ مگر ان پر کوئی عمل پیرا نہ تھا۔ اس قہرِ مذمت کے متعلق جس میں اس وقت کے عیسائی پڑے ہوئے تھے۔ ایک عیسائی مصنف سر ولیم میور کی زبان بہترین انداز میں بیان کی جاسکتی ہے۔ وہ لکھتا ہے :- اس کے علاوہ ساتویں صدی میں عیسائیت بذاتِ خود شکستہ کمزور اور فریب خوردہ ہو چکی تھی۔ وہ شروع شروع کا خالص اور وسیع مذہب مختلف الرائے ہونے کی وجہ سے جھگڑوں کا شکار ہو کر مفلوج ہو چکا تھا۔ اور توہمات کا شکار ہو چکا تھا، یہ یقینی بات ہے کہ اگر اس وقت محمدؐ کا ظہور نہ ہوتا تو دنیا گمراہی اور اندھیرے میں پڑی رہ جاتی۔ حضرت محمدؐ نے انسانیت میں رنگ و نسل کا امتیاز ختم کر کے اخوتِ اسلام کی بنیاد رکھی۔ اسلام نے ان کے لئے مساوات کے حقوق دے رکھے ہیں اور انہیں انسانی کوشش کی ہر سمت میں مصروف رکھنے اور باہمی امداد کے لئے آمادہ کیا ہے۔ اسلام میں کسی قسم کا احساسِ کمتری نہیں پایا جاتا۔ کیوں کہ اسلام نے یہ تعلیم دے رکھی ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ ۱۔

محمدؐ کا بلند مقام اور ان کی عظمت

مکہ کے لوگوں نے حدیبیہ کے عہدِ نائے کی کھلم کھلی خلافت ورزی کی۔ اور اطلاع دیئے بغیر خثربہ قبیلہ پر جن کے دوستانہ تعلقات مسلمانوں کے ساتھ وابستہ تھے۔ بانو قبیلہ کے ساتھ

شکر کشتی کر دی۔ اس لڑائی میں خنزہ قبیلہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ خنزہ کو فوراً چالیں تیز رفتار سوار مدینہ میں بھیجنے پڑے۔ تاکہ آنحضرتؐ کو اس دھوکے باز حملے سے آگاہ کر دیا جائے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں عہد نامہ کی خلاف ورزی کرنے پر سزا دی جائے۔ جب اہل مکہ کو یہ خبر ملی تو وہ سخت گھبرا گئے۔ پس ابوسفیانؓ کو مدینہ میں بھیجا پڑا۔ تاکہ حالات سدھر سکیں۔ لیکن وہاں ابوسفیانؓ کی کسی نے پرواہ نہ کی اور اسے مکہ والیں لوٹنا پڑا پھر انہیں معلوم ہوا کہ پیغمبرؐ سے صرت ایک روز کے سفر تک قریب آچکے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے ہمراہ دس ہزار فوج کی جمعیت ہے۔

اہل مکہ نے۔ بے بسی کی حالت میں پھر ابوسفیانؓ کو دو شخصوں کے ہمراہ آنحضرتؐ کے خیمے کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح ان کا چھٹکارا ہو سکے۔ آنحضرتؐ کو عہد شکنی پر بڑا رنج تھا۔ اور مکہ والوں کے ہاتھوں خنزہ اور ان کے اتحادیوں کے قتل عام کا بڑا افسوس بھی تھا۔ ابوسفیانؓ نے بجانب مکہ گئے مکہ والوں کے بیچ بٹکنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہی اس نے آپؐ سے دریافت کیا کہ اگر اہل مکہ اپنی تلواریں نیام میں ڈال لیں تو کیا صلح ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے ہاں میں جھانسیا دیا اور چند شرائط کا اعلان کیا۔ جن کی رو سے وہ اپنے ساتھیوں سمیت محفوظ علاقے اندر داخل ہو سکیں اور کسی قسم کے تھام کھال سکیں پس ایسے اقدام کا اعلان مکہ میں خوش کر دیا گیا اور مسلمانوں کی جمعیت شہر کے اندر داخل ہو گئی۔ فوج کا پچھلا حصہ بھی آنحضرتؐ کی زیر قیادت پہنچ گیا۔ ایک موقع پر فوج کے کچھ حصہ پر نہیں کی قیادت نکال کر رہے تھے۔ اہل مکہ سے صلح کر دیا۔ جس سے ایک درجن کے قریب سپاہی مارے گئے۔ نتیجتاً آپؐ کو یہ خبر ملی تو آپؐ نے احکام جاری کیے جن کی وجہ سے مزید خونریزی نہ ہو سکی۔

اب آپؐ نے شہر کے کئی طرف کوچ کیا اور خود اندر جا کر ایک ایک کر کے بتوں کو توڑ دیا۔ یہ سب کچھ ہو گیا۔ جب ٹوٹ کر کوئی ٹہن نہ رہا۔ تو آپؐ ہر بار یہ جیت پڑتے۔ کہ خنزہ! سوچا تو کیا سبب ہے اور تجھ کو یہ کیا لگا ہے۔ تحقیق خنزہ تیرے لئے نہیں بلکہ تمہارے لئے ہے۔ اس لئے میں تمہاری پوجا کرتا ہوں۔ یعنی خنزہ نے اپنے واحد

آپ نے حسب ضرورت فوراً عمل میں لائے جانے والے کاموں اور ضروری لوازمات سے فارغ ہونے کے بعد شکرانہ کے طور پر خانہ کعبہ کے اندر اور باہر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نمازیں ادا کیں اور دعا مانگی۔ پھر آنحضرت نے قریش کے سرداروں کو بلا بھیجا اور ان سے پوچھا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو سزا آپ مناسب سمجھیں ہم حق دار ہیں۔ ہمیں آپ سزا دے سکتے ہیں۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ آپ ان کے ایک فیاض بھائی ہیں۔ اور یقیناً فراخ دلی سے کام لیں گے۔ آنحضرت نے حضرت یسٰ کی طرح اپنے بھائیوں میں مندرجہ ذیل فیصلے کا اعلان کیا۔ ”آج تم سے انتقام کے طور پر کوئی معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اللہ کے فتح ہونے پر اہل مکہ نے آنحضرت کے خلاف جس نفرت اور ذلالت کا اظہار کیا تھا۔ ان کی قابلِ برداشت و سگدل اور بے رحمانہ حقارت اور دشمنی۔ سالہا پرانی تلخی۔ سختی اور برداشت کردہ جو روستم، تمام لڑائیاں، سختیاں، ایذا و رسائی، شفیق اور جانثار ساتھیوں کا خون تمام کے تمام ٹپال دیئے گئے۔ اور دلوں سے نکال دیئے گئے۔ اور انہیں اس حق تعالیٰ اور اس فیاض، رحیم، خالق اور سب کے مالک خدا کے نام پر معاف کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر حکم پر پوری طرح سے عمل کیا گیا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ اچھی اور بری (نیک و بد) دونوں برابر نہیں۔ بدی کو اس چیز سے زیادہ۔ جو بہتر ہے اور دیکھو۔ وہ شخص جس کے ساتھ تمہاری دشمنی تھی۔ ایسا ہو جائے گا۔ جس طرح ایک مشفق اور شفیق دوست ہو۔ لیکن کوئی شخص ایسا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے جو ثابت قدم ہو۔ اور نہ کوئی حاصل کر سکتا ہے سوائے اس کے جو بہت ہی اچھا ہو۔ ہر صبح کے جانی دشمن شام ڈھلے پکے دوست بن گئے بعض دل ابھی تک بچھے بچھے سے اور رنجیدہ تھے۔ وہ بے بسی اگرچہ اسے عظیم شخصیت نے نرم کر دیا تھا۔ برداشت کے قابل نہ تھی۔ لیکن حضرت محمدؐ نے منہل کر دینے والی مرحم کو ایسے فیاضانہ اور منفعت بخش طریقوں سے لگایا کہ وہ خیالات اور کردار میں دیر تک نہ رہ سکیں۔

تاریخ اس قسم کی مکمل اور عام معافی کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ جو اس حد تک مفید اور وسیع ہو۔ ایک درجن افراد کے نام ایسے جرائم کی وجہ سے درج کئے جا چکے تھے۔

جن کے ظلم و تشدد کی وجہ سے وہ سخت سزا کے مستحق تھے۔ ان میں سے ایک ہندہ تھی۔ جو ابوسفیان کی بیوی تھی۔ وہ اکثر اہل مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جوش و لہجہ لگاتی تھی۔ جنگ احد کے بعد اس نے آنحضرت کے چچا امیر حمزہ کا دل جو اس لڑائی میں شدید ہو چکا تھا۔ کاٹ کر نکالا اور اسے چبا گئی۔ بلکہ اس دن بھی جب مکہ کے دروازے مسلمانوں کے لئے کھول دیئے گئے تھے اور اس کے خاوند ابوسفیان نے اپنی شکست کی خبر دی۔ وہ اس قدر غصہ سے بھر گئی کہ اس نے اپنے خاوند کی داڑھی پکڑ کر اسے تھینھوڑا دیا۔ اور اہل مکہ کو بلائے لگی کہ اسے قتل کر دیں۔ کیونکہ اس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی بجائے غدار کی اور ہتھیار دینے پر رضامند ہو گیا۔ تاہم جب اسے معلوم ہو گیا۔ کہ حالات مایوس کن حالت تک پہنچ چکے ہیں۔ تو وہ عورتوں کے اس گروہ میں جا شامل ہوئی جو آنحضرت کے حضور میں اطاعت کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ جب آنحضرت کے ساتھ باتیں ہو رہی تھیں۔ تو ہندہ پردے میں تھی۔ اور اس نے کئی بار گستاخانہ انداز میں چست نعروں سے دخل دیا۔ آنحضرت نے اس کی آواز کو بھانپ لیا اور پوچھا۔ کیا وہ ہندہ ہے؟ ہندہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ لیکن پیغمبر خدا! اب آپ میرے خلاف کچھ کارروائی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اب میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ آنحضرت مسکرائے اور کہا بیشک۔ تم اب آزاد ہو۔ اسی قسم کا دوسرا لڑکے کا باشندہ جبار تھا۔ جس نے حضرت زینب جو آپ کی بیٹی تھی۔ اس کے اونٹ کی پٹھی کو کاٹ دیا تھا۔ جس پر وہ سوار تھی اور اس وقت وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگی تھی۔ جبار کی حرکت حضرت زینب کے اونٹ سے نیچے گر جانے کی موجب ہوئی۔ چونکہ آپ حمل سے تھیں۔ اس لئے بعد ازاں اسی وجہ سے فوت ہو گئیں۔ جبار کو بھی آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اپنی نازیبا حرکت سے شرمندگی کا اظہار کیا۔ اور معافی کی استدعا کی۔ ساتھ ہی اس نے اسلام قبول کر لینے کا اعلان کیا۔ اس معاملہ میں بھی آپ نے اسے آزاد کر دیا اور فرمایا اب تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ جنگ بدر میں ابو جہل جو مکہ کی فوج کا کمانڈر تھا۔ قتل ہو گیا تھا۔ وہ آپ کا جانی دشمن تھا۔ اس کا بیٹا اکرام جنگ احد میں مکہ کی افواج کے کمانڈروں میں سے

ایک کمانڈر تھا۔ یہ وہ شخص تھا۔ جس نے مسلمانوں کی افواج کو کمزور پوزیشن کی نشاندہی کی تھی اس نے وہاں حملہ کر دیا تھا۔ جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا تھا۔

جب مکہ فتح ہوا۔ تو اکرام شہر چھوڑ کر سرحد کی طرف بھاگ گیا اسے یقین تھا کہ مکہ میں رہتے ہوئے اس کی جان محفوظ نہیں رہ سکتی۔ وہ چاہتا تھا کہ سرحد پار کر کے ایسے سینا میں چلا جائے۔ اس کی بیوی آپ کے پاس آئی اور پوچھا کہ اگر اکرام بت پرستی کے عقیدہ کو ترک کرے تو کیا وہ مکہ میں واپس آسکتا ہے۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ مذہب پر ایمان رکھنا منمیر کا کام ہے اور منمیر سر ایک شخص کی اولاد ہوتی ہے۔ اگر اکرام مکہ واپس آجائے تو ہم اسے مجبور نہیں کریں گے وہ مکہ میں محفوظ رہ سکتا ہے۔ جس مذہب کو چاہے اسے اختیار حاصل ہے۔ جب وہ مکہ آگیا۔ تو آنحضرت کے پاس آیا۔ آپ نے جو وعدہ اس کی بیوی کے ساتھ کیا تھا۔ اس کا پھر یقین دلایا گیا۔ اس مقام پر اس نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ پھر آنحضرت نے پوچھا کیا تمہاری اور کوئی خواہش بھی ہے اس نے جواب دیا۔ جب خدائے مجھے اسلام قبول کرنے کی نعمت عطا کی ہے تو اس سے زیادہ نعمت اور کیا ہو سکتی ہے پھر اس نے آپ سے درخواست کی کہ وہ اس کے لئے دعا کریں کہ جو دشمنی اس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے۔

پس آپ نے اس کے لئے دعا کی اور اپنا جیہ اُسے عنایت کرتے ہوئے فرمایا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے میرے پاس آجائے۔ وہ میرے مکان کے لئے بھی دعویٰ کر سکتا ہے کہ اسے مل جائے اگر ام نے اپنے آپ کو خاص اور پکا معتقد ثابت کرنے کے لئے دین اسلام پر اپنی ہر شے کر دی۔ جب اس نے کچھ سال بعد ملک شام میں لڑائی کے میدان میں اسلام کی حفاظت کی خاطر اپنی جان بچھا کر دی تھی۔

آنحضرت پیغمبر صاحب کے نیک خصائل

تاریخ سوائے حضرت محمد کے اور کسی ایسی شخصیت کا حوالہ دینے سے قاصر ہے۔ جہاں ہمیں تمام اچھے اچھے خصائل کا مجموعہ مل سکے۔ جس سے انسانیت اوج شہادت تک جاسنچتی ہے۔ اس کی سادگی، اس کی انسانیت، فیاضی، کفایت شعاری، فراخ دلی، بردباری

مقاصد کے لئے اس کی متانت، ثابت قدمی، بڑے ایام میں استقلال کا مظاہرہ، طاقت کی موجودگی کے باوجود عاجزی، عظیم شخصیت ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو کمتر خیال کرنا جانوروں کی دلی طور پر پیروی گہری کرنا۔ بچوں کے لئے مشفقانہ محبت، اس کی بہادری اور جوش اس کی شاندار شخصیت اور عدل و انصاف کے معاملات میں کسی قسم کی رگو سے رعایت کا گوارا نہ کرنا ان کی صفات میں داخل تھا۔ انسانیت سے بالاتر اس ہستی کے لئے اگر انصاف سے کام لیا جائے تو کئی جلدوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

آنحضرت کی عادات و اطوار کا مندرجہ ذیل بیان جو یورپ میں بحیثیت ایک مشہور عالم مسلم پاکیزہ ہستی مشہور ہیں۔ یعنی امام غزالی کی جانب سے دیا گیا ہے۔ ان میں میرے چند اضافوں کو بھی دخل ہے۔ اس میں ناظرین کچھ ایسی باتوں کا جن کا ذکر میں کسی اور جگہ کر چکا ہوں۔ اعادہ پائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں جو اسلام کے متعلق کافی علم رکھتے ہیں۔ اگر وہ محمدؐ کے متعلق کما حقہ، ذکر کرنا چاہیں۔ تو انہیں کافی مواد مل سکتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس موضوع کو کسی اور نظریے کے تحت شروع کیا تھا۔ وہ اپنے مضمون کو مستند دکھانے کے لئے وقیدی ہی کا سہارا لیں گے۔ جو محض حقیقت سے بعید کہانیاں لکھنے والا ہے۔ بہتر تھا کہ اس کی بجائے کسی اور قابل اعتبار مسلمان شخصیت کی طرف رجوع کرتے۔

آنحضرت تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مسکین طبع، سب سے زیادہ بہادر، شریف الطبع پاکدامن اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔ وہ کبھی روپیہ پیسہ یا نقدی رات کے وقت ہمراہ نہ رکھتے تھے۔ لیکن اگر رات پڑ جائے اور کچھ ان کے پاس رہے تو وہ اس وقت تک گھر واپس نہ لوٹتے۔ جب تک سب کچھ کسی غریب کو بخش نہ دیتے۔ جو کچھ بھی اللہ ان کو دیتا اس میں سے صرف اسی قدر اٹھاتے۔ جتنا انہیں خرچ کرنے کے لئے اشد ضروری ہوتا۔ اور وہ بھی ایسا جو سب سے زیادہ سستا ہوتا۔ اور اسے حاصل کرنا آسان نہ ہوتا مثال کے طور پر کھجوریں اور کئی باقی تمام اشیاء خدا کی راہ میں دے دی جاتیں۔

اُن سے جو کچھ بھی طلب کیا جاتا۔ وہ دے دیا کرتے تھے۔ وہ اپنی سالانہ رسد میں سے بھی دے دیتے تھے۔ وہ گداگروں کی ضرورت کو اپنی ذاتی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے۔ اگر سال گزرنے سے پیشتر ان کے پاس سب کچھ ختم ہو جاتا۔ تو وہ اپنی جوتیوں کی مرمت بھی خود ہی کرتے اور گھر کا کام کاج بھی خود کر لیتے۔ اور کھانا تیار کرنے میں اپنی بیویوں کی

مدد بھی کیا کرتے تھے۔ وہ سب سے زیادہ شرمیلے تھے۔ کسی شخص کی طرف ہلکا سی بانہ کر دیکھنے کی بجائے اپنی آنکھوں کو نیچے کر لیتے۔
سر ولیم میٹوران الفاظ میں اظہار کرتے ہیں :-

ان کی بڑے بڑے لوگوں سے خوش خلقی۔ غریبوں سے محبت سے پیش آنا اور صاحب فخر لوگوں سے رعب دار انداز نے ان کے لئے عالمی عزت اور تحسین پیدا کر دی۔ آپ کی زندگی بھر میں ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ آپ نے ایک غریب اندھے سے جو سچائی کی تلاش میں تھا۔ بے اعتنائی برتی۔ اس کے لئے اللہ نے اپنی ناپسندگی کا اظہار کیا۔ (قرآن کریم - ۱۱۳: ۱۱۴) اس کے بعد جب کبھی آپ کو کوئی غریب اندھا ملتا تو اس کی عزت کے لئے اپنا راستہ چھوڑ کر اسے ملنے جاتے اور کہتے کہ اسے میں تین بار خوش آمدید اس لئے کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے راہِ راست پر چلایا۔ آپ نے اسے دو مرتبہ مدینے کا گورنر مقرر کیا۔

بعض مغربی ممالک کے نقادوں نے مصلحتاً و قیدی کو ترجیح دی ہے۔ زیر امر مسئلہ ہے کہ مسلم دنیا میں وہ ایک نہایت ہی ناقابلِ اعتبار نامہ نگار ہو گئے (اسے) ان لوگوں پر اسے ترجیح دی گئی ہے۔ جو حضرت محمد پر صحیح طور پر جائزہ حالات لکھنے والے ہیں۔ تمام الہامی کتابوں میں سے صرف توریت ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں ایک چھوٹا سا حصہ صحیح طور پر الہامی ہے۔ اور وہ حجۃ توریت سے زیادہ پراثر ہے۔ ان کے متعلق اتنا بھی پتہ نہیں چل سکا کہ ان کے کیا نام تھے۔ کونسی زبان میں لکھی گئیں۔ یا ان کا کیا حال تھا۔ انجیلی کے متعلق خود یورپ کے عیسائیوں کی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ چند فقروں کے بغیر باقی تمام حصہ ان کی سوانح حیات ہے اور وہ بھی مستند اور قابلِ یقین نہیں ہے۔ یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود عتیق (قدیمیت) کے پڑھنے سے ہمیں تین باتوں کا پتہ ملتا ہے۔ (۱) کہ خدا ایک ہے (۲) کوئی اس کا ہم پلہ نہیں اور (۳) کہ وہ صرف یہودیوں کا خدا ہے جس سے یہ مطلب نکلا ہے کہ وہ حقانی اور ایک قوم کا خدا ہے۔ جب ہم عتیق کی کوئی پڑھتے ہیں تو اس کی کشتی خدا سے ہونے کا حال آتا ہے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ خدا اچھی کوئی جسم رکھتا ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ عیسائیوں

کا خدائی تخیل مثلاً یہ کہ "یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے" عہد عتیق کی ایسی مثالوں کے پڑھنے ہی سے پیدا ہوا ہو۔ اسلام نے کسی مقامی خدا کے تخیل کی مخالفت کرتے ہوئے بتلایا کہ خدائے واحد تمام دنیا کا ایک ہی خدا ہے اور اس طور سے اس نے عالمی مذہب کی بنیاد رکھی۔ دیگر انبیائے کرام اور ان کی تعلیمات کے مضامین کے متعلق تمام مذہبی کتب خاموش ہیں۔ خود انجیل کے اندر لکھا ہے کہ خدا کے بیٹے نے اعلان کیا ہے کہ سابقہ پیغمبر جو راور ڈاکو تھے۔ اور توریت جو کچھ بتلاتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قوم میں یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ صرف وہی ایک ہی خدا کو محبوب ہے۔ قرآن کہیم ملک عرب میں نازل ہوا۔ اس میں آج تک نہ کسی چیز کا اضافہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی کمی واقع ہوئی۔ آنحضرت محمد تمام دنیا کو نجات دینے کے لئے تشریف لائے۔ کیونکہ اس کا خدا ایک ایسا خدا ہے۔ جو ساری دنیا کا مالک ہے۔ تمام دنیا کا مذہب ہوتے ہوئے جو دوسرا سنگ بنیاد رکھا گیا وہ یہ تھا کہ آنحضرت نے دنیا بھر کے انسانوں کو بھائی بھائی سمجھنے کے لئے تلقین کی اور تمام نئی نوع انسان کو۔ نہ صرف اپنی ہی قوم کو۔ بلکہ تمام لوگوں کو ایک سچے خدا کے سایہ تلے دنیا کے بھائی چارے اور برادری میں شامل ہونے کے لئے بلایا۔

بہترین قسم کا پیغمبر

مندرجہ بالا مضمون کو جاری رکھتے ہوئے ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ایک پیغمبر کو نمونہ بننے اور مثالی بنی ہونے کے لئے کئی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا ہوتا ہے کہ اسے کسی قسم کے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ پھر ہمیں اس کی شخصیت پر نگاہ رکھنی ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ صفت ایک ایسی ہے۔ جس کا اثر میت دور تک پڑتا ہوتا ہے۔ اس کے بعد چال چلن کی باری آتی ہے۔ جس میں انسان کے تمام خصائل حسنہ پائے جاتیں۔ تاکہ دوسرے لوگوں کی پیروی کرنے کے لئے ایک مکمل نمونہ پیش کیا جائے۔ اسے زندگی کے کٹھن امتحانات کے دوران گزرنے کے لئے بے مثال صبر و تحمل ثابت قدمی اور بردباری کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے ایک نمونے کا پیغمبر بننے کے لئے اسے نمونے کا استاد بھی ہونا لازمی ہے۔ جو ایسے اصول بتلائے۔ جو انسانی ارتقاء کے لئے انشُر ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ اسے ایک اعلیٰ مفسر (تشریح کنندہ) ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کا انداز بیان ہر قسم کی تہذیب کے لوگوں کے لئے عام فہم ہو۔ پھر وہ بہترین مثال پیش کرنے والا بھی ہو جو اپنی

تعلیمات کو عملی طور پر جامہ پہنا سکے کیونکہ وعظ و نصیحت کے مقابلے میں مثال پیدا کرنا زیادہ بہتر ہے اور اعمال و افعال پسند و نصائح سے زیادہ کشش رکھتے ہیں۔ اسی قسم کے خیالات مجھے یہ ملنے پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ واقعی آخری پیغمبر تھے۔

آؤ ہم سوچیں کہ وہ کونسا فرض اولین تھا۔ جس کی خاطر پیغمبری کا شرف اور اس کی ذمہ داری ایسے شخص کے کندھوں پر رکھی گئی تھی۔ جو ایک منتخب حیثیت رکھتا تھا۔ وہ کسی ذاتی رُتنے کی خاطر نہیں آیا۔ اور نہ ہی اس عرض سے کہ لوگ اس کی پوجا کریں۔ اور اس کو دیوتا کا رتبہ حاصل ہو جائے۔ وہ لوگوں کے پاس خدائی پیغام ان کی رہنمائی کے لئے لے کر آیا۔ اور اسے واضح کرنے کے لئے اپنے اعمال کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اسے آسمان سے ہدایات موصول ہوتی رہیں۔ جنہیں اپنے افعال سے کام میں لایا گیا۔ تاکہ ایک مثال قائم ہو سکے۔ جو وحی نازل ہوتی۔ پہلے اس پر خود عمل کرتے پھر دوسروں کو عمل کی تلقین کرتے تھے۔ پس خدا کے احکام اور پیغمبر کے مثالی افعال لوگوں کو رہنمائی کے لئے مدد دیتے ہیں اور اگر ان احکام کو اصلی حالت میں محفوظ رکھ لیا جائے اور ہمیں ہو بہو درست حالت میں پہنچا بھی دیا جائے۔ تو ہمیں کسی نئی وحی یا الہام اور کسی نئے پیغمبر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کے آنے سے پیشتر جو پیغام خدا سے آتا رہا۔ وہ انسانی تخلیقات اور رد و بدل کا شکار ہوتا رہا۔ اسلام سے پیشتر کے مذہبی رہنماؤں کی زندگی کے حالات تک ہمارے لئے راز بنے ہوئے ہیں جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ ہمیں ان کی سوانح حیات کا بہت ہی کم علم ہے۔ پس ہمیں اس قرآن پاک اور آنحضرتؐ سے جو روڈ کی ضرورت پڑی۔ اگر قرآن حکیم بالکل وہی ہے جو رسول اللہؐ کے زمانے میں تھا اور حضرت محمدؐ کے افعال و اقوال کی حدیثیں بلا شک و شبہ مکمل، درست اور صحیح ہمیں مل جائیں تو کیا ہمیں کسی نئے پیغمبر اور کتاب کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟ پس یہ قرآن آخری آسمانی کتاب ہے اور حضرت محمدؐ آخری نبی ہیں۔

اس رہنمائی اور قانون کا آخری ہونا جس کا ذکر خدا کے آخری پیغام میں پایا جاتا ہے اور خود پیغمبرؐ بھی فرما چکے ہیں۔ ایسی باتیں جن کی روئے سے انہیں آخری الٰہین تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ جس حالت میں قرآن پاکؐ خدائے تعالیٰ کی خواہش کو بڑی دیانتداری سے پیش کرتا ہے اور ہماری اخلاقی اور روحانی ضروریات کے پیش نظر ہر چیز کا ذکر اس میں موجود ہے۔ کسی نئی کتاب یا وہی کا نزول محض بے فائدہ اعادہ کا باعث ہو گا۔

آخر کار مذہب کا مقصد انسانیت سے ارتقاء حاصل کر کے الوہیت تک پہنچانا ہوتا ہے تاکہ انسان کو حیوانیت کی حدود سے نکال کر الوہیت کی منازل تک پہنچا دیا جائے تاکہ اُس مقام پر پہنچنے کے بعد ہمارا اور اللہ کا رشتہ ہماری فہم و ادراک میں اُس کے دو چیزوں کے درمیان کئی راستے ہو سکتے ہیں کوئی بلے اور کچھ ٹیڑھے سے لیکن کوئی سب سے چھوٹا راستہ بھی ضرور ہو گا۔ وہ خطِ مستقیم جو دو نقطوں کو ملاتا ہے وہ سب سے چھوٹا خطہ ہوتا ہے اسلام جس مذہب کی اشاعت کرتا ہے اُسے قرآن حکیم صراطِ مستقیم کا نام دیتا ہے اس کے لغوی معنی سیدھا راستہ ہے اور اگر یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجائے کہ انسانیت کی رہنمائی کے لیے خدائی اہام جو راستہ بتلاتے ہیں۔ وہ سب سے چھوٹا راستہ ہونا چاہیے نیز یہ کہ سیدھے راستے کی اصلاح نہیں ہو سکتی پھر یہ غم کہ نلال پیغمبر کو صراطِ مستقیم بذریعہ وحی دکھلایا گیا تھا۔ آسانی سے حل ہو سکتا ہے جب صراطِ مستقیم کا مسئلہ حل ہو چکا تو وحی کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اب اس کی ضرورت نہ رہی ہمارا سوال صرف ایک ہی خیال کی طرف گھومتا ہے کہ پیغمبر نے جس راستے کی اشاعت کی تھی کیا وہ صراطِ مستقیم تھا اس سے ہمیں یہ قیاس ہوتا ہے کہ آنحضرت کا پیغام آخری تھا۔ اس معاملہ میں بڑے وثوق سے میں کہہ سکتا ہوں کہ محمدؐ آخری نبی ہیں وہ صدیوں پیشتر سب سے آگے آگے رہے۔ یعنی ان کا مقام سب سے بالاتر رہا وہ تمام زمانوں کے لیے پیغمبر تھے اور ان کا پیغام ہر قسم کی تہذیب والے لوگوں کے لیے تھا اپنے زمانے میں انہوں نے جو تعلیم دی تھی اس کی پیمائی آج بھی بدستور قائم ہے آج ڈاکٹر بینٹ کو یہ خبر سنائی چاہیے کہ مشرق کا ستارہ طلوع ہوتے کا وقت آپہنچا ہے اس خیال کو ترک کر دو کہ ایک طرف مشرقی ممالک کے پیغمبر مذہبی معاملات میں دوسروں کے ممانعت احسان نہیں رہے اور نہ ہی وہ مذہبی احکام و ہدایات کی خاطر دوسروں کی سرپرستی میں رہے ڈاکٹر بینٹ کو کوئی ایسی نئی حقیقت بتلانی چاہیے جو اس کے خیال میں پہلے کسی نے نہ بتائی ہو اور اب وہ اپنی تعلیم کی اشاعت کریں گے اس کے بعد مجھے اپنے ناظرین کی توجہ آئندہ عنوان آئیڈیل پیچر نمونہ کا استاد کی طرف مبذول کرانی ہے اور جو نقاط وہاں بتلائے جائیں اُسے خوب سوچیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا تہذیب اور کلچر کو آگے بڑھانے کے لیے وہ کافی ہیں یا وہ اصلاح طلب ہیں۔

بہترین استاد

مذہب کا مقصد محمدؐ ایک ایسے پیغمبر تھے جنہوں نے پہلی مرتبہ مذہب کے صحیح نظریے کو پیش کیا تھا بے شک اُن سے پہلے دنیا مذہب سے خالی نہ تھی مذہب خدا کو خوش کر کے اُس کی اعانت حاصل کرنا یا اس کے غصے کو مدھم کرنے کے لیے مختلف اقسام کے مذہبی رسم و رواج اور قربانیوں یا منتوں اور

دعاؤں کے ذریعہ کو بروئے کار لانے کے لئے ادارے تصور کئے جاتے تھے عیسائیت سے پہلے کفار ہر جگہ اس قسم کے یسوع مسیح رکھتے تھے مریم کا بیٹا ہونا اس سلسلہ کی آخری کڑی تھی حضرت عیسیٰؑ سے ہزاروں سال پیشتر ہر جگہ انسانی روپ میں اُسے ہوئے خدا کو اپنے خون سے لوگوں کے گناہوں کا کفارہ دینا پڑتا تھا یعنی پرانے زمانے کے مذاہب کی بنیاد ہر جگہ انہی اصولوں پر رکھی ہوتی تھی +

جب محمدؐ تشریف لائے تو انہوں نے مذہب کا ایک نیا باب کھولا یعنی مذہب کا نیا مقصد پیش کیا کسی کی گراوٹ سے نجات حاصل نہیں ہو کر تھی بلکہ اس نجات کی سنگ بنیاد اس صلاحیت کے ارتقاء اور نشوونما پر جو انسانی ڈھانچے کے اندر دولت کے طور پر رکھی ہوئی ہے استوار ہوتی ہے۔ بدگیر الفاظ یہ سمجھئے کہ ہماری نجات ہماری انسانیت کے عروج سے ہی ہو سکتی ہے قدرت کے عام مناظر کی طرح انسان چند حیاں اور صلاحیتیں یا چھپی ہوئی طاقتیں رکھتا ہے انسان کو مذہب اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ ان صلاحیتوں اور طاقتوں کو کام میں لا کر ان کی نشوونما کرے اور انسان ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر کے مذہب جیسا کہ محمدؐ نے اُس کی اشاعت کی زندگی کا ایک اصول ہے جس کے تحت زندگی بسر ہوتی چاہیے تاکہ ہمارے اندر جو عجیب اور اچھی اچھی چیزیں ہیں انہیں ابھارا جائے اور اُجاگر کیا جائے +

جو اچھائی ہمارے اندر پائی جاتی ہے وہ خدائی شعلہ ہے جو ہمارے اندر خدا کے سانس سے پھونکا گیا ہے یعنی خدا نے ہمارے اندر چھوٹک ڈالا ہے لیکن یہ عنصر ربانی یا خدائی جزو انسانی جذبات کے غیر منظم مرکب کے اندر چھپا پڑا ہے یہ غیر منظم جذبات اپنی ابتدائی حالت میں جیسا کہ ہم عام طور پر ملاحظہ کرتے ہیں۔ انسانوں کے مقابلے میں درندوں میں عام طور پر زیادہ ہوتے ہیں جس طرح قدرت کی ہر چیز شروع میں بھدی سی شکل اختیار کئے ہوتی ہے مگر بعد ازاں خوب صورتی اور ارتقاء یا بلند پروازی میں اُن کی شکل بدل جاتی ہے اسی طرح ہماری فطرت میں شرافت اور نیک خصال کا بیج موجود ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے سب سے پہلے عرب کے پیغمبرؐ سی ایسے تھے جنہوں نے صاف صاف لفظوں میں دنیا کو اس راز سے آگاہ کیا جس ارتقاء کا میں ذکر رہا ہوں وہ ہماری ہوش و حرد اور ضمیر کی بلند پروازی ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ہماری حیوانی فطرت کی بلندی اور سر فرازی بڑھتے بڑھتے بتدریج آسمانی ضمیر میں جا پہنچتی ہے جسے عام فہم لفظوں میں کہا جاتا ہے حیوانیت سے گزر کر انسانیت میں شرفی ہو جانا یہ درحقیقت مذہب

کار نامہ ہے یعنی حیوان سے انسان بنانا مذہب کا کام ہے جیسے کہ ہمیں حضرت محمدؐ کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کے شرف اور بزرگی کا اظہار ہوتا ہے خدا کے دیگر بھیجے ہوئے انبیائے کرام کا یہی مقصد رہا ہے لیکن اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے جو روایاتی طریقے اختیار کئے گئے وہ نہ تو آسان تھے اور نہ ان کی ترتیب درست تھی بعض اوقات وہ طریق کار قدرتی اصولوں کے خلاف بھی پائے جاتے رہے وہ ہمیں قابل احترام ہدایات تو دیتے تھے مگر بے ربط شکل میں دی جاتی تھیں وہ ہمارے سامنے اخلاقیات پر وعظ و نصیحت کرتے ہیں رسومات اور رسم و رواج کے قوانین سے آگاہ کرتے اور ہمیں دعاؤں نمازوں اور قربانیوں کے طریقے بتلاتے تھے۔ بس اس پر اکتفا کیا جاتا تھا۔

مگر دوسری طرف آنحضرتؐ جسم کا چیر بھاڑ و صراحت کرنے والے پروفیسر کی مانند تمام انسانی ذہن کی جستجو کرتے ہیں اور سر سے لے کر اظہار تک ہر جوڑ اور سلائی دسیوں کی تہ کے اندر تک پہنچتے ہیں وہ ہماری عقل حیوانی اور تحرک طبعی کو میا میٹ کرنے کی کوئی تجویز پیش نہیں کرتے یا ہمارے جذبات کو اگر وہ کہیں پائے جائیں تو ان کو دبا کر ختم کر دیا جائے محض اس لیے کہ وہ جسمانی یا شہوانی ہیں اس کی بجائے وہ ایک ایسے طریقے پیش کر رہے ہیں جن کے ذریعے ان کو قابو میں لایا جاسکتا ہے تاکہ وہ ہمارے مفید ترین کاموں کے مطابق عمل میں لائے جاسکیں۔ اور وہ رجحان حیوانی خصلت سے گزر کر شرافت میں داخل ہو جائیں یعنی خباثت سے گزر کر پاکیزگی میں اور حیوانیت سے گزر کر انسانیت میں جات شامل ہوں طبیعت کے رجحانوں کی ماں سے جو جذبات اور حیوانی خواہشات کو جنم دیتی ہے گزر کر اپنی بقا کے لیے یا دیگر الفاظ اپنی زلیست اور موجودگی کے لیے چاہت پیدا کر لیں یہ میلان طبع دو اقسام کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔ غصے والے جذبات اور چاہت اور پسندیدگی کے جذبات۔ بعد ازاں یہ سرد و غصے اور چاہت والے جذبات خواہ وہ عمدہ حالت میں پائے جائیں اور خواہ وہ ناپسندیدہ اور ٹھیکہ شکل اختیار کئے ہوئے ہوں۔ وہ اطراف و جوانب اپنی پیدا کردہ شاخوں کو پھیلا دیتے ہیں بعض اچھائیوں کی طرف جاری ہوتی ہیں۔ اور بعض بدیوں اور بد بختیوں کا راستہ اختیار کئے ہوتی ہیں مثال کے طور پر اگر غصہ اپنی بڑی صورت میں دشمنی جسد و بغض کرم مزاجی ظلم غیبت گالی گلوتجیرا ترانا۔ بزدلی اور بکر و فریب کو پیدا کرتا ہے تو وہی غصہ اپنی مستحسن شکل

میں بہادری۔ دلیری۔ بلند پروازی۔ جسرو استقلال۔ تحمل و بردباری۔ خوش اخلاقی سے پیش آنالہ ممکن
طبعی۔ عاجزی اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنے میں تبدیل ہو سکتا ہے۔

اب دیکھئے۔ شہوت اور نفسیاتی خواہشات جب ارتقاء حاصل کر لیں۔ تو یہ محبت ایشار
بہد روی۔ فیاضی۔ اطمینان قلب۔ خود غرضی سے میرا ہونا۔ کسی پر اعتماد رکھنا۔ خدا پر مہر و سر رکھنا
وغیرہ وغیرہ میں بدل جاتے ہیں۔ لیکن اگر یہ ذلت کا راستہ اختیار کریں۔ تو یہ کینگی۔ بخل۔ تکبر۔
مبالغہ آمیزی۔ حسد و رشک۔ بے ایمانی۔ یہودہ گوئی۔ سستی اور ایسی ہی دیگر ذلیل حرکات ہیں
ج تبدیل ہو سکتی ہیں۔ اگر یہ دونوں مل کر کام کریں تو یہ کئی قسم کی دیگر چیزوں کو جنم دیتی ہیں ہماری
ہوش و خرد تیسرا پہلو بھی رکھتی ہے اور وہ بشرطیکہ اسے مناسب طور پر نشوونما کیا جائے جذباتی
پہلوؤں پر حکمرانی کرتا ہے یہ دماغی پہلو ہے۔ جو اچھائی اور برائی دونوں کو نشوونما دیتا ہے۔ اگر
کوئی فرقہ یا اس کا اعتقاد انسانی نفسیات کو ہر پہلو سے نہیں پرکھ سکتا۔ تو اس مقصد کو جس کے
لیئے مذہب خدا سے آیا ہے۔ حاصل نہیں کر سکتا۔ انسانی جسم میں موجودہ احساسات پورا پورا
نشوونما پا کر ایک ایسے ذہن اور ضمیر کو جنم دیتے ہیں جو حیوانی ذہن سے مختلف ہے کیونکہ انسانی
ضمیر اور اس کی ہوش و خرد اپنے ارتقاء اور بلند پروازی میں بہت زیادہ وسعت رکھتی ہے۔
قدرت میں ہر چیز اپنی آخری تکمیل کی طرف جارہی ہوتی ہے۔ اس کا رخ تکمیل کی طرف
اسی حالت میں جاسکتا ہے۔ جب کہ کسی مجوزہ لائحہ عمل پر کوئی گامزن ہو۔ اسی طرح سے اس دنیا
میں رہتے ہوئے ہماری ضمیر اور ذہن کے ارتقاء ہی سے ہماری آئندہ ترقی ہو سکتی ہے۔ جس
طرح ہم طبعی طور پر اپنی خواہشات کے مطابق منزل مقصود پہنچ جاتے ہیں۔

روح کے اس نشوونما کے لیئے مذہب ایک خاص راستہ ہے میرا خیال ہے کہ دنیا اب
اس قدر عقل مند ہو چکی ہے کہ وہ کسی غصے سے بھرے ہوئے خدا پر ایمان لانے کے لیئے تیار نہیں
ہے نیز یہ کہ لوگ خدا کو قربانیوں سے خوش کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مذہب میں
ایسی چیزوں کا سہارا لیتا قطعی غیر معقول ہے دنیا میں پہلے اس قسم کے کئی قربانی کے بھرے
بن چکے ہیں۔

انسانی ضمیر اور ذہن کا ترقی کرتے کرتے آسمانی منازل پر پہنچ جانا ہی مذہب کی غرض و
غائت ہے اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے قابل قدر شہید پیدا ہوتے ہیں گھٹیا چیزوں کا
اعلیٰ بن جانا کسی جاو و کے بل بوتے پر نہیں ہو سکتا۔ یہ مقصد سخت محنت اور کاوش سے آئے

برتر ذہن کی راہنمائی کی بدولت حاصل ہو سکتا ہے جو روح کے رگ در لیشہ سے خوب واقف ہو۔
یہ محض خدا کے پتے پیغمبروں کا کام ہے اس کے علاوہ نہیں کسی دوسرے مقصد کو جس کی خاطر
خدا انسانیت کے لئے مذہب بھیجتا ہے۔ سمجھ نہیں سکتا۔

قرآن حکیم اپنی ابتدائی آیات میں خدائی الہام کا یہی مقصد بتلاتا ہے۔ تو کیا محمد انسانیت کے لئے
ایک نمونے کا استاد بن کر نہیں آئے۔ جو ایسے قوانین پیش کر رہے ہیں جن سے انسان حیوان
سے خدا شناس بن جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ ہماری راہنمائی کرتے ہیں تاکہ ہمارے
فطرتی جذبات مثلاً غصہ، شہوت اور گھٹیا جذبات ارتقاء حاصل کر کے اخلاق حسنہ بن
جائیں۔ آنحضرتؐ اس سوال کو ہر پہلو اور ہر رنگ میں پرکھتے ہیں وہ جذبات کے براچھے
اور ہر بُرے رُخ پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ نصیحت کے ساتھ ساتھ راہنمائی بھی کرتے
ہیں تاکہ ہم اچھی چیزوں کو اپنالیں اور بُری چیزوں کو ترک کر دیں۔ یہ بات میں کسی دوسرے
مذہب میں نہیں پاتا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مذہب کی رسی پکڑ کر بہشت میں جا داخل ہوں گے۔
جو آسمان کی پرلی جانب کہیں بنا ہوا ہے۔ لیکن قرآن حکیم اس قسم کے ناقص خیالات کو غلط
ثابت کرتا ہے وہ بتلاتا ہے کہ بہشت ہماری رُوحوں کے اتقاء کی حالت کو ظاہر کرتی ہے جس
کا انحصار انسانی جذبات کو خدائی صفات کے ساپنوں میں ڈھالنے یا نہ ڈھالنے پر ہے خدائی
صفات اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں بھی بہشت کا موجب بنتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم دو
بہشتوں کا وعدہ کرتا ہے اس کے برعکس وہ دوزخ کا حوالہ بھی پیش کرتا ہے۔

قابل تحسین دعوت حق

وہ غارِ حرا تھی جہاں آنحضرتؐ کو نبوت کے لبادہ سے سرفراز کیا گیا تھا ان کی دعوت
کا پہلا پیغام مندرجہ ذیل الفاظ میں مفہوم ہے۔ پڑھو اپنے مالک کے نام سے جو خالق ہے
اُس نے انسان کوشت کے ایک لوتھرے سے پیدا کیا۔ پڑھو یہ کہ تمہارا خدا بہت ہی قابلِ احترام
ہے۔ جس نے دکھنا، سکھایا، قلم سے انسان کو ایسی ایسی باتیں بتلائی جن کا اُسے کوئی علم نہ
تھا۔ نہیں بلکہ انسان بہت ہی زیادہ ناجیز اور حقیر ہے۔

یہ پیغام ہمارے مقدس نبیؐ کو دیا گیا تھا ایک ایسا پیغام جو کسی ذاتی یا کسی ایک قبیلہ

کی پیش گوئی سے مبرا تھا وہ پیغام بہت ہی عظیم اور شاندار تھا وہ انسانی ترقی کے لیے
ایک خوش خبری تھی۔

اللہ تعالیٰ کوہ سینا پر موسیٰؑ سے ہم کلام ہوئے۔ تو انہیں بنی اسرائیل کو فرعون کے
چنگل سے رہا کرانے کے لیے مقرر کیا گیا یہی ایک واحد مقصد تھا جس کی خاطر موسیٰؑ کی بادشاہت
عمل میں لائی گئی۔ انہیں اپنی برادری کو اسرائیل میں فاتحوں اور حکمرانوں کی قوم بنانا مقصود
تھا لیکن وہ مؤخر الذکر مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم ان کا مشن کم و بیش کسی ایک
قبیلہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

آسمان کی طرف سے بعد ازاں حضرت مریمؑ کے بیٹے تشریف لائے ہیں۔ اور خدا
قدس کی روح ان پر ایک کبوتر کی صورت میں اکر بیٹھ جاتی ہے۔ اس کا پیغام (بقول
عیسائیوں کے) نعوذ باللہ یہ تھا کہ انسان کا بیٹا خدا کا بیٹا تھا۔ جن سے خدا بہت زیادہ خوش
تھا ایک پیغمبر کا مشن کسی خاص قبیلہ کے معاملات ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ جسے دنیا کے ہزاروں
قبیلوں میں سے چنا گیا تھا۔ دوسری طرف انہیں محض اپنی شاندار ذات کا اجاگر کرنا تھا۔ اور
ان کا واحد تعلق جیسا کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے مٹھلی ہوئی اسرائیلی قوموں ہی سے تھا۔

لیکن حضرت محمدؐ کو ایک ایسا پیغام دیا گیا جس کی ہیئت بالکل مختلف تھی۔ وہ ذاتی
اور قبائلی افادیت سے بالاتر تھی وہ انسانیت کی برادری سے ہم کلام ہوتے ہیں یعنی تمام بنی نوع
کو ایک ہی زمرہ کے افراد سمجھا جاتا ہے۔ ان کا پیغام ایک بلند ترین مقصد کا حامل ہے کہ انسان
کا بیٹا اس قدر قابلیت رکھتا ہے کہ وہ شاندار منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے اس کے پاس اسے
طریقے ہیں جن کی مدد سے وہ مرتبہ اسے حاصل ہو سکتا ہے اس پیغام کو ان لفظوں میں
دیا گیا ہے:۔ وہ پڑھنے اور لکھنے کا ذکر کرتا ہے جس نے قلم سے پڑھایا۔ اور ایسے سائنسی
علوم سے آگاہ کیا جب محمدؐ کا ظہور ہوا۔ تو اس وقت دنیا اسے بالکل جانتی تک نہ تھی اسے
ایسی تعلیم دی گئی۔ جس کا اسے پہلے علم نہ تھا یہ پیغام عالی حیثیت رکھتا ہے اس طریقے سے
تمام بنی نوع انسان کو ایک محیط کے اندر لایا گیا ہے۔

آپؐ کی آمد پر ایران۔ چین اور ہندوستان کے اتر تہذیب تین بڑے استادوں کے
زیر اثر تھے دو اقرنین۔ کوغنیو شیس اور ساکی منی گوتم بدھ جو حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو سال
پیشتر یکے بعد دیگرے آئے تھے اسرائیل کے لیے کسی اصلاح کنندہ کی ضرورت تھی مگر دوسروں

کو اس کی ضرورت نہ پڑی لیکن محمدؐ ایسے وقت تشریف لائے۔ جبکہ بد معاشی ہر جگہ بدیر ہو رہی تھی۔ اُن کی پائی جاتی تھی اس وقت دنیا اُس حد تک پہنچ گئی تھی کہ اُسے ایک عالمی پیغام کی ضرورت تھی۔ اب اُن تین پیغامات پر غور کیجئے۔ جو تین مختلف پیغمبروں کو دیئے گئے تھے آپؐ پر یہ امر عیاں طور پر اثر انداز ہو گا کہ آخری نبی حضرت محمدؐ کی روح کتنی زیادہ بلند شخصیت رکھتی تھی۔

انسان قدرتی مناظر میں اشرف المخلوقات ہے۔ مگر اُس حد تک طبعی دنیا کا تعلق ہے انسان کے ڈھانچے میں اُس کے جسم کی نشوونما ہوتی ہے۔ لیکن یہ تمام تبدیلیاں اور شکلیں ایک گوشت پوست کے لو تھرے سے شروع ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہوتا ہے کلام پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کا خالق جس نے گوشت کے لو تھرے سے ایک حیران کن یعنی انسان کو پیدا کیا۔ اب چاہتا ہے کہ انسان کے درجہ کو دائمی۔ اخلاقی اور روحانی بلند یوں تک پہنچا دیا جائے۔ وہ اپنے پیغمبر کے ذریعے سے انسان کو اُس شاندار مقصد سے آگاہ کرنا چاہتا ہے اور وہ پہلی ہی وحی میں انسان کو اُن ذرائع سے بھی مطلع کر دیتا ہے جن کی مدد سے وہ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت محمدؐ کی شخصیت

دنیا میں جو بڑے بڑے نامور ہو گزرے ہیں۔ ان سب میں ہمارے مقدس حضرت محمدؐ کی شخصیت ہی اس قابل ہے کہ اُسے ہم بڑی طاقتور اور بے مثال کہہ سکیں اُن کی شخصیت کی روشنی ایک سورج کی مانند تھی۔ کہ جہاں کہیں اس کی شعاعیں جاتی تھیں۔ وہ اندھیرے کو دور کر دیتی تھیں وہ اس قدر حیران کن ثابت ہوئیں کہ عیسائی مصنفین یہ مانتے پر مجبور ہو گئے کہ محمدؐ کا شمار ضرور دنیا کے بہت بڑے بڑے عظیم لوگوں میں کیا جائے۔ یہ امر بھی کس قدر تعجب خیز ہے کہ شروع شروع سے پہلے چند سالوں میں جب کہ اس نئے مذہب پر کفار کے ظلم و ستم اور اذیت رسانی خطرناک حالت تک پہنچ چکی تھی اُن کے پیروکار اُن سے محبت۔ ادب اور تعظیم اور فرمانبرداری کا دم بھرتے ہیں جنہیں انہوں نے عملی جامہ بھی پہنایا۔ مسٹر مارکس پک تھل لکھتا ہے۔ جب محمدؐ کے ایک پیروکار پر بہت سخت اذیت پہنچ گئی۔ تو سنیے کہ وہ اپنے سزا دینے والوں کو کیا جواب دیتا ہے انہوں نے پوچھا کہ کیا اب تمہاری یہ خواہش نہیں ہے کہ تمہاری جگہ پر آج کہیں محمدؐ ہوتے؟ وہ عذاب سنی تکلیف

کے دوران چلا کر بولا۔ میں ہرگز اس شرط کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ محمد کو ایک کاٹا بھی اس لیے چھو دیا جائے کہ اُس کے بدلے میں آزلو ہو کر اپنے اہل و عیال۔ یا اپنی جائیداد وغیرہ کو پاسکوں یہ ہے۔ کسی کی ذاتی محبت کا حال۔ اور اسی قسم کی ذاتی محبت کے جذبات کا اظہار ایسی سیکڑوں رپورٹوں سے مل سکتا ہے۔

لیکن دوسرے لوگوں کی سوانح حیات سے خواہ انہیں انسانی روپ میں خدا کا درجہ دیا گیا تھا۔ ایسی مثالیں مل نہیں سکتیں محض اس لیے کہ اُن میں اتنی بڑی عظمت و انسانیت کا جو لازمی طور پر کسی اصلاح کنندہ یا لوگوں کو راہِ راست پر لانے والے میں ہونی چاہیئے فقدان تھا۔ دوسری طرف آنحضرت محمدؐ میں ہم یہ نمونے کی شخصیت کو پاتے ہیں جس نے اپنے ہمصر لوگوں کا چال چلن بنایا اُن کی اصلاح کی۔ اُن کے خیالات میں انقلاب لائے اور انہیں بلند مرتبہ تک پہنچایا۔

آپ کی پیدائش کے وقت نیز اُس وقت بھی جب آپ نے اشاعتِ اسلام کا کام شروع کیا۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ عربوں کی حالت کیا تھی لافندھی۔ زنا کاری۔ بے حیائی کفر اور بد معاشی کا دور دورہ تھا۔ اس کے برعکس ہم جانتے ہیں کہ کس قدر حیران کن انقلاب محمدؐ کی طفیل برپا ہوا آپ اپنے مشن سے خوب واقف تھے اس لیے کبھی کسی میں کوئی برائی دیکھتے۔ تو بجائے اس بات کے کہ کوئی خاص قدم اٹھایا جائے یا بے معنی کسی سے عہد و پیمان کیا جائے۔ وہ اُس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے تہ تک پہنچتے۔ وہ اپنی ذات کو اجاگر کرنے کا کوئی دعوئے نہ کرتے اور نہ ہی کبھی فخریہ کلام سے کام لیتے بلکہ صاف لفظوں میں کہا کرتے تھے کہ میں تو صرف خدا تعالیٰ کے احکام کی اشاعت کرنے والا ہوں اور اللہ کے پیغام کو انسانوں

تک پہنچانے والا ہوں۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ عرب لوگ بہت ہی وہمی تھے۔ اور حضرت محمدؐ چاہتے تو کسی انسان سے بالاتر ہستی کا دعوئے کر سکتے تھے لیکن وہ فرماتے تھے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں مصلح ہوں پیغمبر جو خدا سے بیقیام لا رہا ہے وہ اُن تمام فخریہ بیادوں سے الگ تھلگ رہے جو اُن سے پہلے ایسے ہی مشن لے کر آئے تھے۔ اور انہوں نے طرح طرح کے عالی مرتبت وسائل کو رکھے تھے آپ کی زندگی کا سب سے اہم مقصد اُن کا مشن تھا جس کے لیے آپ کو چنا گیا تھا انہوں نے برتری اور دنیاوی جاہ و شہرت کو پس پشت ڈال کر کسی موقع سے فائدہ اٹھانا پسند نہ کیا۔

حرص و لالچ کو کبھی دخل دینے کا موقع نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے مقصد کی کامیابی کی خاطر زیادہ معجزات سے کام نہ لیا تھا کہ لوگ انہیں دیکھیں اور معتقد بنیں۔ میرا یہ کہنے کا مقصد یہ گز نہیں ہے کہ معجزات ضروری نہیں ہیں۔ ان سے اعتقاد کی مضبوطی ہوتی ہے اور بعض سچائیوں کو معنویا جاتا ہے۔ موسیٰ نے فرعون کے غضب و قہر سے اپنی قوم کو چھڑانے کے لیے معجزات دکھائے۔ لیکن آنحضرت محمدؐ نے اپنے لوگوں کو مدنیہ میں بہادر کا زاموہا کے بل بوتے پر چھڑایا۔ لیکن موسیٰؑ باوجود اپنے تمام معجزات کے بہادری کی وہ روح نہ پھونک سکے جو محمدؐ نے اپنے پیروکاروں میں پھونک رکھی تھی حضرت عیسیٰؑ کو ہمیشہ نیکسکایت رہی کہ ان کے پیروی کرنے والوں میں وفاداری کا فقدان تھا۔ لیکن محمدؐ کو کبھی ایسی نیکسکایت کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی ۞

اگر کسی کے چال چلن کے خام لوہے کو کسی مچھلی میں ڈالا جائے تو وہ چمکدار سونا بن کر نکلتا ہے۔ زندگی کے مصائب اور سختیاں انسان کی اندرونی صلاحیتوں کو باہر لے آتی ہیں وہ یا تو اسے ایک زندہ جاوید شخصیت بنا دینگیں جس کی روشنی ہمیشہ اور سر جگہ چمکتی رہتی ہے۔ ورنہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتی ہیں اور کسی کو اس کا نام تک بھی یاد نہیں رہتا۔ یہ حقیقت ہے کہ کبھی کسی کو زندگی میں اس قدر مصیبتوں سے دوچار ہونا نہیں پڑا جتنا محمدؐ کو اس کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان تمام باتوں کے باوجود وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ محض اس لیے کہ اُن کا رویہ ہمیشہ ایسا رہا جسے ہم مورد الزام ٹھہرا نہیں سکتے اور اُن کا چال چلن بہت بلند تھا۔ اہل مکہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ اُن کے نام پر وجہ لگایا جائے۔ لیکن انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ انہیں دروغ گو یا جھوٹا دعویٰ دینے نہیں کہہ سکتے وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اُن کے لیے افسوس نگار اور جادوگر کے بہانے لگا کر الزام دیا جائے لیکن ان نفلوں کا عرب کے شرفاء پر کوئی اثر نہ پڑا۔ جیسا کہ نظریں حارث کے بیان سے جو قریش کی مجلس میں دیا گیا تھا۔ ظاہر ہوتا ہے۔ اسے قبیلہ قریش جس مشکل میں تم پڑے ہوئے ہو اس کا کوئی حل تم تلاش نہیں کر سکتے۔ محمدؐ تمہارے سامنے بچپن سے لے کر بچتہ انسان بننے تک رہتے رہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ بہت ہی ایماندار ہیں۔ اور تم سب کے مقابلہ میں وہ بہت ہی زیادہ راست گو یعنی صدیق اور بہت ہی قابل ستائش ہیں۔ اب جب کہ اُس کے بال سفید ہونے لگے ہیں۔ اور اُس نے تمہارے سامنے اپنے خیالات پیش کرتے

ہوئے نبوت کا دعوائے کیا ہے۔ تو اب تم تے زور زور سے چلانا شروع کر دیا ہے کہ وہ
سحر گر ہے۔ جادو گر ہے۔ وہ پاگل ہے اور وہ شاعروں جیسی باتیں کرتا ہے خدا کی قسم
میں نے محمدؐ کی باتیں سنی ہیں اور وہ عطا بھی سنا ہے محمدؐ نہ تو جادو گر ہے اور نہ ہی پاگل یا سنا
ہے مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ تم پر عنقریب کوئی نئی مصیبت آنے والی ہے۔

ابو جہل جو آپ کے چچا اور جانی دشمن بھی تھے۔ اُس نے کہا تھا: محمدؐ میں یہ نہیں کہتا کہ تو
ایک جھوٹا شخص ہے لیکن جو وہ غلط نصیحت تم کرتے ہو۔ وہ درست نہیں ہے اُن کے
دوسرے چچا ابوطالب تھے جب انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے بلایا گیا تو انہوں نے
کہا کہ میں اپنے آباد اجداد کے مذہب کو ترک نہیں کر سکتا۔ لیکن اُن کے اپنے بیٹے نے
جب بتلایا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا بیٹیا۔ محمدؐ تمہیں کسی ایسی
چیز کے لئے دعوت نہیں دینگا سوائے اُس چیز کے جو اچھی ہو۔ پس تمہیں آزادی ہے کہ تم
اُس کا ساتھ دو۔

ان تمام باتوں کا ماحصل یہی ہے کہ محمدؐ ایک ایسا چال چلن رکھتے تھے جس پر کوئی
اعتراض نہ کر سکتا تھا۔ نیز یہ کہ وہ بہت ہی زبردست شخصیت کے مالک تھے۔ ۱

اُن کا ہر فعل نمایاں طور پر یہ اظہار کرتا ہے کہ وہ تاریخ دنیا میں لاثانی چال چلن
رکھتے تھے اُن کی فطرت میں ایک ایسا رجحان پایا جاتا تھا جس نے یہ ثابت کر دیا کہ آنحضرتؐ
اعلیٰ طرز زندگی اور اخلاقیات کی اُن بلندیوں پر پہنچ چکے تھے جو انسانی کوششوں کا آخری
مرحلہ ہو سکتا ہے جہاں پہنچ کر انسان خدائی صفات کا عکس پانے لگتا ہے۔

فتح و کامرانی ہو یا شکست۔ زمانہ اقتدار ہو یا مصائب کا دور دورہ۔ دولت کی فراوانی
یا غربت کا عالم اُن کی طبیعت میں سرموئے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ مکہ میں اُن کے پیام برد
کھٹن گزرے۔ مصائب و خطرات اور آزمائش کا زمانہ تھا اور مدینہ میں کامیابی اور اقبال
مندی کی زندگی تھی لیکن اول الذکر یا مؤخر الذکر میں رہتے ہوئے اُن کی حالت میں کوئی فرق نہ
پڑا اور گاہے بگاہے روح کی ایسی بلندیوں کی شہادت دیتے رہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ
میں نہیں مل سکتی۔

محمدؐ عیسائی نقادوں کی نظروں میں کیسے دکھائی دیتے ہیں

یہ ایک دستورین حکا ہے کہ عیسائی نقادوں کی اکثریت حاسد ہے لیکن خوش قسمتی سے چند شخصیتیں جو محمدؐ کی تعریف

کرنے کے قابل ہیں۔ مستثنیٰ پائی جاتی ہیں محمدؐ کو تمام دیگر بڑے بڑے راہنماؤں میں سے سمجھتے ہیں بڑا مقابلہ ہوا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تم بدھ اور کو نفیو شیس کو سمجھنے میں کبھی اتنی غلطی نہیں ہوئی جتنی محمدؐ کے بارے میں ہوئی میجر آرتھر کلارن لیونارڈ بھی ان چند مستثنیٰ ہستیوں میں سے ایک ہیں ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام اسلام۔ ہر موریل اینڈ پیر جونیئل ویلیو ہے اس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ اسلام کے خلاف جو عیسائیوں کا رویہ چلا آ رہا ہے اسے کم کر دیا جائے وہ مغربی ممالک کے عیسائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اسلام کو سمجھتے وقت وہ اپنے آپ سے تمام حسد کو ہر طرف کر دیا کریں۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب کے پہلے باب میں ہی اسلام کے خلاف عیسائیوں کے سلوک کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی تنگ حیالی کی وجہ کا سراغ لگاتے ہیں مسلم دھمکی جیسا کہ مصنف نام دیتا ہے کی حیثیت زرد خطرے سے بڑھ کر نہیں ہے جس نے کچھ وقت گزرا کہ یورپ اور امریکہ کو متواتر جھوٹے خطرے سے خوف زدہ کر رکھا تھا وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں یہ شخص اسلام کی اصلیت کا روحانی اور اخلاقی کرشمہ ہی ہے کہ جس کی وجہ سے میں وضاحت کرنے لگا ہوں یہ اعلان کرتے وقت کہ اسلام ایک روح رکھتا ہے وہ اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کیونکہ اسلام یہ یقین رکھتے۔ ایک مخلص اور سنجیدہ روح رکھتا ہے۔ ایک عظیم اور قاضی روح۔ جسے سمجھنا چاہیے اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے:- محمدؐ یا اسلام کے متعلق کسی خاص کتاب کا مطالعہ نہیں کیا ہے لیکن اس سرچشمے کے منبع کی طرف۔ یعنی خاص محمدؐ کی ذات کی طرف براہ راست چلا ہوں اس نے دعوائے کیا ہے کہ:- اگر اسلام کی سچی روح کو پانا چاہو۔ تو وہ محمدؐ کی ذات اور خاص ان کے افعال میں ملتی ہے میں میجر لیونارڈ کو ہیٹ اتار کر ان کی اس بربادی پر سلام کہتا ہوں۔ جنہوں نے اسلام کے بارے میں اس جرات سے قدم اٹھانے کی ہمت کی۔ جبکہ ۹۹ فیصد ان کے اہل وطن اور غالباً ان کے ہم مذہب اسلام کے خلاف چلا رہے ہیں مشترکہ طور پر مسٹر لیونارڈ بھی اپنے وطن کے لوگوں کے ساتھ کسی حد تک اسلام کے متعلق وراثت میں آئے ہوئے خیالات اور سابقہ نقوش سے بخالی نہیں ہیں مثال کے طور پر وہ قرآن کے لفظوں کو خاص اللہ تعالیٰ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ماننے کو تیار نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ محمدؐ کی قدرتی مناظر سے ہم کلامی اور صحبت کا نتیجہ تھا کہ قرآن مکھا گیا۔

مستر لیونارڈ نے ایک بہت بڑی سچائی کا یوں اظہار کیا ہے :- اگر کسی شخص نے کبھی خدا کو پایا ہے اور اگر اُس نے ایک اچھے نیک اور عظیم مقصد کے لئے خدا کی اطاعت میں اپنی زندگی کو نثار کیا ہے تو یقین جانیئے کہ وہ شخص صرف حضرت محمدؐ عربی ہی ہو سکتا ہے اس فقرے میں مصنف نے حق کوئی سے کام لینے کے علاوہ اس شاندار پیغمبرؐ کی عظمت کو چند لفظوں میں سمودیا ہے مسٹر لیونارڈ کا اس نتیجہ پر پہنچنا ہی اس حقیقت کا کافی ثبوت ہے کہ اگر مناسب طور پر کوئی حقائق کو معلوم کرنے کا موقعہ پاسکے۔ تو محمدؐ کی شخصیت اُن کی قدر و منزلت کے متعلق اثر انداز ہونے سے رک نہیں سکے گی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ہستی نہ صرف بہت اونچی ہے بلکہ وہ سب سے بلند ترین اور سب سے زیادہ پُر از صداقت ہے کہ بنی نوع انسان میں سے کبھی کوئی اور ایسا پیدا ہوا ہو اسلام کے متعلق ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے پس وہ (تلاش کنندہ) یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ اسلام ایک ایسا عظیم اور سچا مذہب ہے جو اپنے متابعین کو انسانی اندھیرے اور گمراہیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلند چوٹیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اگر اسلام کا مقصد یہی ہے اور ایک یورپ میں رہتے والے کی تحقیق اس نتیجہ پر پہنچتی ہے تو پھر وہ دن دور نہیں ہے جب نیک ارادوں والے لوگ اسلام اور اُس کی اشاعت کرنے والے کے متعلق اسی نتیجہ پر یقیناً پہنچ جائیں گے۔ جیسا کہ پہلے کہیں ذکر ہو چکا ہے کہ محمدؐ عادتاً سوچ بچار والی طبیعت رکھتے تھے اور اپنے اوقات خیالات اور گہری سوچ میں صرف کیا کرتے تھے اُن کی گہری سوچ بچار اور مراقبہ بلا شک و شبہ خدا کی ہستی پر ملتی تھی انہوں نے معلوم کر لیا کہ بتوں اور خدا کے بیٹوں اور دیگر ایسے بیادیناؤں سے بڑھ کر ایک ایسی ہستی ہے جو سب پر حکمرانی کرتی ہے اب وہ ہر جگہ اور ہر چیز میں خدا کو دیکھا کرتے تھے۔ اس کے متعلق میجر لیونارڈ لکھتے ہیں :- کہ وہ ریگستان کی گھناؤنی خاموشیوں۔ آسمانوں کی وسعت بیکانیت کی لامحدود حدود۔ ستاروں کی چمک دھمک اور ہوش و خرد کے ہر رنگ و ریشہ میں خدا کی ذات کو پاتے تھے یعنی ہر جگہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا تھا۔ آگے وہ لکھتے ہیں محمدؐ کے نزدیک خدا کوئی جسم نہیں رکھتا۔ وہ تمام کائنات اور بنی نوع انسان کو بنانے والا اور اُن کا مالک ہے اُن کے تخیلات کا کلہم مسئلہ اور اُن کی مسلسل سوچ بچار کا بہاؤ محض خدا اور اُس کے مذہب کے لئے تھا۔ آگے جا کر وہ یہ لکھتے ہیں :-

وہ خدا اور صداقت کی پُر اثر اور طاقت ور شراب ہی تھی۔ جو ان کے دماغی نظام کے ہر

رگ دریشہ میں سرایت کر چکی تھی جو ان کے اندر جوش مار رہی تھی اور آگے ہی آگے چلائے رکھتی تھی۔

جیسائی دنیا جب حتی الامکان آپ کو تمام بُرے بُرے خطاب اور گندے کلمات سے یاد کر چکی۔ تو ان کے پاس مزید سوا کُن الفاظ باقی نہ رہے۔ جو ان پر تھوپے جاسکتے۔ یورپ کے مصنفین نے ان کو پاگل کہنا شروع کر دیا اس کے متعلق بھی مسٹر لیونارڈ کی رائے سن لیجیے۔ ”اگر کوئی باہوش اور صحت مند انسان ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپ ہی تھے۔ یعنی آپ کی ہوش و خرد اور صحت قابلِ رشک تھی۔“

پیغمبر کو بحیثیت خدا کا بھیجا ہوا نبی ماننے کے لیے ہمیں میسر لیونارڈ سے بہتر الفاظ نہیں مل سکتے ان کا اللہ تعالیٰ کے خیال میں مستغرق ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود اللہ تعالیٰ اُس کے خیال میں محو ہو گئے۔ وکٹر ہو گو کہتے ہیں کہ لوگ آپس میں باتیں کیا کرتے ہیں اس پر مصنف رائے زنی کرتے ہوئے کہتا ہے۔ وہ عظیم حقیقت جیسا کہ میں نے بتلایا ہے جس کا خیال محمد کو متواتر لگا رہتا تھا۔ وہ خدا تھا جو اگرچہ کسی جسم کی صورت میں یا روحانی طور پر بھی نظر نہیں آ سکتا لیکن خدا آنحضرت کو ریت کے چھوٹے سے ذرے میں بھی اسی طرح صاف اور عیاں نظر آتا تھا جس طرح کہ سورج کی سخت روشنی میں وہ اُسے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ رات کے سحرے سابیوں کے دوران اور صبح کے جھللاتے اور گھومتے پھرتے سایوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کا مظاہرہ یکساں طور پر حاوی تھا۔ انسانی تنہائیوں کی گہری خاموشی میں وہ تملاتا ہوا شور و غل جو ان کے دل میں موجود رہتا تھا اُس کی عظمت اور ٹھانٹھوں کی اگر کوئی وجہ تھی تو وہ محض یہ تھی کہ دبی ہوئی خاموشیوں اور دل ہلا دینے والی کاناچھو سیوں میں اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتے تھے۔ سچ ہے کہ ہیرے خیالات کی گہرائیوں میں مل سکتے ہیں مصنف ان جذبات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں کرتا ہے۔

محمد کو جس روشنی کی تلاش تھی۔ وہ سچائی تھی۔ ایسی جو تمام چمک دھمک سے بڑھ کر زیادہ چمکیلی تھی اور وہ سچائی جو اُس نے حاصل کی۔ جیسا کہ ان پر عیاں ہوا۔ وہ خدا تھا۔

ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے بھی کرسٹن ڈم نے یہ اپنا فرض سمجھا کہ آپ کو زیادہ سے زیادہ سیاہ رنگ میں رنگا جائے۔ اُسے اب بھی یہ فکر لاحق ہو رہا ہے کہ اسلام کہیں اپنے پر مغز اور معنوی عقیدوں میں کامیاب نہ ہو جائے اور اگر وہ سبقت لے جائے تو ہاں کیا نقصان ہوگا کیا اس عظیم ہستی

کے امتی یا پیروی کرنے والے مطعون ہو جائیں گے؟

مصنف کسی اوسط درجہ کے مسلمان کا ذکر کرتے لکھتا ہے: "تاہم وہ نہ صرف پر جوش
برگرم اور پختہ عقیدہ مند ہی ہوتا ہے بلکہ تمام دیگر باتوں سے بالاتر وہ ثابت قدم۔ وقادار اور اپنے
عقائد میں مستقل و برقرار رہنے والا بھی ہوتا ہے۔ پس اگرچہ اللہ کو وہ کسی کا باپ تسلیم نہیں کرتے مگر
باوجود اس کے اسلام میں حقیقی اور سچی برادری و بھائی چارہ کی روح پائی جاتی ہے جس کا مقابلہ
عیسائیت کے بھائی چارے سے بالکل ملتا جلتا ہے اگر یہی حالات ہیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ انسان
اسلام کو سنجیدگی سے سمجھیں۔"

میں آفریں میٹرا می۔ ای کیڈٹ کے الفاظ کے ساتھ اس باب کو ختم کرتا ہوں وہ اپنی
کتاب *A SHORT HISTORY OF RELIGIONS* میں لکھتے ہیں تاریخ میں اس سے زیادہ
حیران کن کارنامہ یہ نسبت اُس کے جو اس مذہب کے بانی سے معرض عمل میں آیا۔ کبھی نہیں ہوا۔
اور مشکل ہی کسی شخص نے کبھی اس دنیا کی قسمت پر اس قدر وسیع اثر ڈالا ہو بیشک مواقع نے
اُس کا ساتھ دیا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اُن کا استعمال کیسے کیا
جائے اُس نے خطرناک حالات کا مقابلہ کرنا اس ارادے سے کیا کہ وہ ناکامی کے ہاتھوں اپنی
کامیابی کو چھین کر لے آئیگا جس حالت میں کسی جگہ اور کسی وقت میں کامیابی حاصل نہ کر سکا
تو یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ کوئی اور شخص اُس کی جگہ پر ہوتا تو وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔
مگر چونکہ ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ اُس لئے اُن کی پوری سوانح حیات
اور کارنامے ابھی تبلائے نہیں جاسکے۔ ان کے بیرونی حالات عموماً ٹھیک ٹھیک لوگ جانتے
ہیں تاہم اُن کے اکثر اندرونی حالات حسب متشیان کے بغیر رہ جاتے ہیں۔

اپنے خیال کی وضاحت کرتے اور اس دوسو سے کی تردید کرنے کے بعد کہ وہ اپنا دماغی توانہ
کھو بیٹھے تھے۔ وہ محمدؐ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں: "ہم نے حضرت محمدؐ کے
متعلق دیکھا ہے کہ انکی شخصیت میں گونا گوں اقسام کے رُخ پائے جاتے تھے۔ ایک ایسی ہستی
جسے کئی اقسام کے لوگ دیکھ کر متاثر ہو کر کرتے تھے۔ وہ جس کو دیکھ کر مختلف گروہوں کے لوگ گڑو
ہو جایا کرتے تھے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ اُن کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائیاں
ہوتی رہی ہیں۔ انتہاء پسند لوگوں نے ان میں کئی خوبیاں پائیں۔"

مثلاً یہ کہ وہ فقیر راہب سنیاسی۔ درویش اور صوفی تھے۔ جو ایسا رویہ اختیار کر لیتے تھے جو توکل بخدا ہو۔ یعنی ہر بات میں خدا پر بھروسہ رکھنا۔ لیکن محمدؐ گزشتہ خاموش بیٹھنے والے انسان نہ تھے انہوں نے حد سے زیادہ خدا پر بھروسہ رکھنا اور خود کسی کوشش کا مظاہرہ نہ کرنا کبھی نہیں دکھایا تھا۔ وہ عملی طور پر کام کرنے والے پیغمبر تھے وہ خدا کے ہاتھوں میں اس طرح نہیں تھے جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھوں میں کسی کی میت کا ہوتا۔ وہ صرف موجودہ وقت کو پرکھنے والے نیچے کی مانند نہ تھے جو کل ہونے والی باتوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ وہ جسمانی صحت سے لاپرواہ نہ تھے اور نہ ہی تکالیف یا مصائب سے بے خبر تھے۔ اُن کے پیش نظر ایسے مقاصد تھے جن کی خاطر جسمانی اور روحانی طاقتوں کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ انہیں خدا پر پورا یقین تھا۔ مگر انہوں نے احتیاطاً اونٹ کی ٹانگوں کو باندھتا بھی فلموش نہیں کیا۔ انہیں اپنے زمانہ میں بے ایمانی اور لالچ پر گلہ تھا۔ اور اپنے پیروکاروں کی روحانی قدروں سے لاپرواہی پر افسوس بھی ضرور تھا لیکن اس کے علاج کی خاطر انہوں نے کبھی راہبانہ زندگی یعنی ترک دنیا کے لئے تائید نہیں کی۔

جہاں کہیں آپ گئے جو امر دی نے ساتھ دیا اور عقل مندی سفر میں متواتر ساتھ ساتھ رہی تاہم دنیا کی اصلاح کا پروگرام اس قدر عظیم اور موثر تھا کہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے ہمیشہ حیران کن رہے گا اور انتظامیہ ملکہ یعنی قوت منتظمہ ایسی جسے کوئی مافوق العادت یا غیر معمولی تھیوری (زبانی باتیں) حیطہ بیان میں لا نہیں سکتی۔ یعنی اُس کی وضاحت کرنا ناممکن ہے۔ محمدؐ علوم الہیات میں بڑے مشاق تھے دنیاوی معاملات میں مصروف رہنا بھی جانتے تھے۔ مگر اُس حالت میں انہوں نے ایسی دنیا کو جو دیکھی نہ جاسکے کبھی فراموش نہیں کیا اصل میں دنیاوی امور کا انتظام اور ان کے مشن کی کامیابی دونوں باہم ان کی دوراندیشی سے وابستہ تھیں جب انہوں نے اس بات کا احساں کیا تو انہوں نے اپنے محدود علم کو جو دوسری دنیا سے متعلق ہوتا ہے بڑی مستعدی سے وسیع کرنا شروع کر دیا۔

باب چہارم

محمد آخری پیغمبر تھے

مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ دنیا میں مختلف قوموں کے لئے پیغمبر آتے رہے۔ اور محمد کو تمام مذاہب کے لئے جیسا کہ ان کی کتابوں سے واضح ہوتا رہا ہے آخری نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ آنحضرت محمد کے تشریف لانے سے پیشتر لوگ صرف اپنے اپنے پیغمبروں کے اصولوں کی پیروی کیا کرتے تھے۔ جو گا ہے بگا ہے ان کی اپنی قوموں کے درمیان مبعوث ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی ہے کہ لوگ تمام پیغمبروں پر ایمان اس لئے قائم نہ رکھ سکے کہ پیغمبروں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور دنیا کے حالات میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ لیکن جب وہ تسلسل ختم ہو گیا۔ اور آخری نبی حضرت محمد تشریف لے آئے۔ جن کے متعلق دنیا کے بڑے بڑے مذاہب پشین گوئیاں کر چکے تھے۔ اب دنیا کی تمام قوموں کے لئے ان پر ایمان لانا لازمی ہو گیا۔ نیز یہ کہ وہ حضرت محمد کے ارشاد کے مطابق سابقہ پیغمبروں پر بھی ایمان رکھیں۔

خدا نے تعالیٰ نے ان کے مذہب کو دنیا سے انسانیت کی بھری ہوئی قوموں کو یک جا لانے کی خاطر اس لئے مکمل کر دیا کہ تمام مذاہب مل کر ایک ہو جائیں۔ جب سے دنیا نبی تھی۔ اس وقت سے کہ اب تک یہ ضرورت محسوس ہوتی رہی۔ کہ ایک مکمل مذہب ہو۔ جس کے لئے ایک لائق بہترین پیغمبر کی ضرورت ہے۔

یہ امر واقع ہے کہ زندگی کے ابتدائی مراحل میں لوگوں کو یک جا لا کر مذہبی قوانین کا ایک مختصر فہرست پیش کر دیا تھا۔ جو ان کے حسب حال کافی ہوتا تھا۔ لیکن جب زمانہ گزرتا گیا تو کسی مکمل مذہب اور نمونہ کے بہترین پیغمبر کی ضرورت کو بہت زیادہ محسوس کیا گیا۔ پس تمام نبیوں، مذہبوں، پیغمبروں کے خاص قسم کے جوڑے کے لئے

حضرت محمدؐ کو بھیجا گیا۔ وہ تمام نبیوں کے سردار اور آخری نبی ہو گئے۔ اس لیے انہوں نے دنیا میں اسلام کے مذاہب کی تعلیمات کو پائے تکمیل تک پہنچا دیا۔ قرآن حکیم فرماتا ہے: "آج میں (خدا) نے تمہارے لئے تمہارے مذاہب کو مکمل قرار دیا ہے۔ اور اپنی مراعات اور تائیدات تم پر ختم کر دی ہیں۔ اور تمہارے لئے مذہب اسلام منتخب کیا گیا ہے۔"

تمام سابقہ پیغمبروں نے محمدؐ کے آنے کی خوشخبری دی ہوئی تھی۔ اور اپنے پیروکاروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ ان پر ایمان لائیں۔ اور ان کی مدد کریں۔ پس محمدؐ کا تشریف آوردی تمام سابقہ پیغمبروں کے مشن کو مکمل کرنے والی ثابت ہوئی۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ کسی نئے پیغمبر کے لئے کوئی موقع محل نہیں رہا۔ کیونکہ ان کی ضرورت نہیں رہی۔ جب پیغمبروں کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مذاہب کی تکمیل ہو چکی تو کسی نئے نبی یا پیغمبر کا آنا خلل اور ٹھوڑے پھوڑے کا باعث بنے گا۔ اس قسم کے دعویدار پر کوئی ایمان رکھنا دنیا کے مذاہب کی یک جہتی کو دوبارہ تہ وبالا کرنے کے مترادف ہو گا۔ نیز یہ کہ خدا سے حکیم کی حکمت کو چھوٹا ثابت کرنے کے برابر ہے۔ پیغمبر آسکتے تھے۔ اور آپ سے پہلے آتے رہے۔ لیکن جب وہ خاص نبی جس کے متعلق سب انبیائے کرام وعدہ کرتے آئے ہیں۔ اچکے اور ان کا مذاہب مکمل کر دیا گیا۔ تاکہ دنیا کے تمام مذاہب ایک جا با ہم مل جائیں۔ اور کوئی تفریق نہ رہے۔ تو ایسے حالات کے ہوتے ہوئے کسی پیغمبر اور نئے مذاہب کا ظہور تمام نظام قدرت کو منہس نہس کر دے گا۔ اور دنیا سے عالم کاشیرازہ بکھر جائے گا۔ پیغمبری کی عمارت مکمل ہو چکی۔ اب دنیا کو کسی نئے پیغمبر کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ایسے واقعات کے درپیش ہم بغیر کسی جھجک کے اعلان کر سکتے ہیں کہ البتہ دنیا دعویدار جھوٹا ہے۔ اور وہ یقیناً مرتد اور کافر ہے۔

سچائی کی تلاش کرنے والوں کے لئے ایک حرف!

میں تمام یہودیوں عیسائیوں، ہندوؤں، پارسیوں اور بدھ مت کا مذاہب رکھنے والوں کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ موجودہ مروجہ قانون کے مطابق گواہی کی اہمیت اس شکل میں زیادہ دی جاسکتی ہے جیکہ وہ دستاویز کی صورت میں ہو۔ یعنی تحریر شدہ شہادت کو سہید زبانی باتوں یا سوگند وغیرہ پر توجہ دی جاتی ہے۔ اب اس اصول کے تحت آیات ربانی اور دیگر مذہبی تحریر شدہ روایات اور مضامین کو دیکھتے اور سوچتے، یہ مقدس پیغمبروں

نبیوں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کا اثاثہ ہے۔ جو دنیا میں چھوڑ گئے ہیں۔ ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ ایسی مقدس شخصیتیں کبھی جھوٹی گواہی نہ دیا کریں۔ چہرہ انہیں دنیاوی اور ذاتی مقاصد یا لالچ غلط بیانی پر آمادہ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایسی چیزوں سے بالاتر تھے۔ ان کی ذات تمام دیگر شخصیتوں میں منتخب حیثیت رکھتی تھی۔ میان تک کہ بعض لوگ انہیں دیوتاؤں کا رتبہ دیتے۔ اور ان کا نام بڑے احترام سے لیتے تھے۔ ان مقدس ہستیوں نے آنحضرتؐ کے آنے کی پیش گوئیاں کی ہیں۔ پس ایسی حالت میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اگر ان تمام سابقہ پیغمبروں کے پیروں کے لئے والے حضرت محمدؐ پر ایمان لے آئیں۔ جو آخری نبی تھے اور جن کی آمد کی خوشخبری مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے پیغمبر ہر طرح طرح کی زبانیں بولا کرتے تھے۔ اور دنیا کے دور دراز کونوں میں رہائش رکھتے تھے۔ دیتے رہتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ اپنے اپنے پیغمبروں کی ہدایات پر عمل پیرا ہیں۔ محمدؐ پر ایمان لانا خود پر اپنے اپنے پیغمبروں کی تابعداری اور فرمان برداری کے مترادف ہے۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے جس پر ہمارا مذاہب کو خوب سوچ بچار کرنی ضروری ہے۔ وہ لوگ جو کسی بھی مذہب پر ایمان نہیں رکھتے۔ انہیں بھی یہ سوچنا چاہیے کہ کیسے اور کسی طرح تمام بڑے بڑے پیغمبر جو دنیا کے مختلف خطوں میں رہائش پذیر تھے۔ مختلف زبانیں بولتے تھے۔ ہزاروں سال پیشتر اس عرب کے شاندار پیغمبر کے آنے کی خوشخبری دیتے رہے۔ یہ حضرت عیسیٰؑ کی لہجہ گوئی کی مانند ایک مختصر اور چھوٹا سا بیان نہیں۔ بلکہ اس کی تائید میں مدلل اور واضح تر بیانات دیئے گئے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مدد کے لئے خود خدائی ہاتھ کا دخل تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد ان کا ساتھ دیتی رہی۔ اور خاص آسمانی فتوحات جو انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ انہیں حاصل ہوئیں۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے عقلمند اور برگزیدہ لوگ اس امر حقیقت کو غور سے پرکھیں۔ ایک شخص جو بالکل اُن پڑھ اور دنیاوی علوم سائنس سے بے بہرہ ہوں اور جو دیگر مذاہب سے ناواقف ہو کیسے ایک ایسا اعلان کر سکتا ہے۔ جو اس سے پیشتر کسی نے نہ کیا ہو۔ اور آج مذاہب پر تنقید کرنے والے اس کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان باتوں کی تصدیق کرتے ہیں جو آپؐ نے سیکڑوں سال پہلے کہی تھیں پیغمبر سلسلہ وار یکے بعد دیگرے آئے رہے۔ مختلف ملکوں میں مختلف قوموں کے اندر وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ ان کی بولیاں

مختلف زبانوں میں تھیں۔ ہزاروں سال پیش ایک ایسے پیغمبر کے آنے کی خوشخبری دیتے رہے جنہیں تمام قومیں تسلیم کر لیں گی۔

اب دنیا نے دیکھ لیا کہ پیغمبر اپنی تمام نشانیوں کے ساتھ آمو جو دہوتے۔ اور آپ کا پیغام بھی لاثانی ہے جس سے دنیا کے موجودہ عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ دنیا کا امن بحال ہو جاتا ہے۔ اور اخوتِ انسانی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

پشین گوئیوں کی چند خصوصیات

تجربہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبروں کے معجزات اور پشین گوئیاں لوگوں کی اپنی اپنی مقدس آیات تک محدود رہی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت الیاسؑ کی پشین گوئیاں صرف اسرائیلی پیغمبروں کی کتابوں میں ہی پائی جاتی ہیں۔ مگر دیگر مذہبی کتابوں میں ان کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ اگر کہیں اتفاقاً ان کا کہیں ذکر دوسرے مذاہب کی کتابوں میں پایا بھی جائے تو ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ کیونکہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق خدائی الہام صرف اسرائیلی پیغمبروں کو مل سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کی پشین گوئیاں صرف اسرائیلی پیغمبروں کی مقدس کتابوں ہی میں پائی جاتی ہیں ان کا ذکر کسی اور کتاب میں ہرگز نہیں ملتا۔ لیکن حضرت محمدؐ تمام نبیوں میں سے ایک ایسے نبی یا رسولؐ ہو گزرے ہیں جن کے متعلق تمام پیغمبر پشین گوئیاں کرتے رہے ہیں۔

لیکن اور عجیب قسم کی خصوصیت جو حضرت محمدؐ کے متعلق پشین گوئیوں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ان میں ہمیں اکثر آسمانی طاقت و قوتوں اور سمائیں اور علوم کی شہادتوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے برعکس دیگر پیغمبروں کی پشین گوئیوں میں ہمیں زندگی کی روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر ہی مل سکتا ہے۔ جہاں تک آنحضرتؐ کی پشین گوئیوں کا تعلق ہے۔ ان میں یہ درج ہے کہ ان کے لئے ناممکنات ممکن بنا دیے جائیں گے۔ اور اکثر اوقات آپؐ کا ظہور ایسے دکھائی دینے لگ جائے گا۔ جیسے کہ خود خدائی طاقت کا آمو جو دہونا ہو۔

جو چیز انسان سے سراسیمہ نہ ہو سکے۔ خدا کے لئے ممکن ہوتی ہے۔ چونکہ ہر قدم پر خدائی امداد ان کے شامل حال ہوتی تھی۔ اور ہر جگہ خدائی مدد ان کے لئے موجود رہتی تھی۔ اس لئے آپؐ کا ظہور بطور استغاثہ یا مجازاً خدائی ظہور کا خود آمو جو دہونا کہلاتا ہے۔

پشین گوئیوں کے متعلق عام رواج

۱۔ عام طور پر پشین گوئیوں کا ذکر ازکار صاف اور عیاں طور پر نہیں ہوتا۔ بائبل میں جتنی بھی پشین گوئیاں کی گئی ہیں۔ انہیں تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا۔ وہ الہام سے بھری پڑی ہیں۔ ان کے تشریح اور تنقید کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ لہذا معمولی سمجھ رکھنے والوں کے لئے ان کے مطالب ان سے چھپے رہتے ہیں یہاں تک کہ پڑھے لکھے لوگوں کو جب تک انہیں خاص خاص حوالہ جات نہ بتلائے جائیں۔ اور اس موعودہ پیغمبر کے ذاتی واقعات اور تجربات سے آگاہ نہ کیا جاسکے۔ جن کے لئے وہ پشین گوئی کی گئی تھی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔

۲۔ عام طور پر پشین گوئیوں میں اصلی نام استعمال نہیں ہوا کرتے۔ صرف صفاتی نام ہی بتلائے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ خدا کی نظروں میں کسی شخص کی قدر و منزلت اس کی ذاتی شخصیت۔ معیار اور صفات سے جانچی جاتی ہے۔ نہ کہ اس کے خاص نام سے مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ کا اصلی نام جیسس (JESUS) تھا، مگر سابقہ آیات میں اس لفظ جیسس کا کہیں استعمال نہیں ہوتا۔ صرف کرائسٹ (CHRIST) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا صفاتی نام کرائسٹ تھا۔ جو کہ سچے لوگوں کا پیغمبر تھا۔

(۳) بعض پشین گوئیوں میں ایک دن سے مراد ایک سال ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ وہ دن انسانی کیلنڈر کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

(۴) دیدوں کی تنقید کے مطابق پشین گوئی کو ایک خواب یا سخن سمجھنا چاہیے۔ جسے وہ راہبیا یعنی راز یا مجید کا نام دیتے ہیں۔

(۵) پشین گوئیوں کی زبان میں انفرادی ناموں کے علاوہ ملکوں اور شہروں کے نام بھی صفاتی ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً لفظ یروشلیم مکہ کے لئے بلکہ خدا سلام کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

دیکھئے پولوس کا خط کلاکلیوں کے نام پر ۲: ۲۵، اور کتاب ہیگئی (HAGAI) ۱: ۱۹، اس طرح اچودھیا ر جو فتح نہ ہو سکے، کا لفظ دیدوں استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد مکہ ہے جہاں لڑائی ممتنع ہے۔ یہ لفظ ہندوستانی شہر اچودھیا کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ جو ہمیشہ غیر ملکی افواج کے ہاتھوں فتح ہوتا رہا۔

۴۔ ایک ہی شخص کے لئے دو معنوں والی لپشیں گوتیاں بھی استعمال ہوتی رہی ہیں بحقیقت یہ ہے کہ وہ اصلی روپ میں نہیں رہی۔ لوگوں نے ان فقرہوں کے الفاظ کو لگاڑ دیا ہے۔ تاکہ وہ عام فہم نہ رہ سکیں۔ تاہم یہ بات خود اس مقدس کتاب کے خلاف ایک جارحیت ہے کہ وہ دو مختلف متضاد حقیقتوں کا اظہار کسی خاص ایک فرد کے لئے کریں۔

۷۔ جو لپشیں گوتی یا اس کا کوئی جزو عقل کے خلاف ہو۔ بعید از علم ہو۔ اسے درخور اعتناء نہیں لایا جاسکتا۔

توریت میں محمدؐ کی تشریف آوری کی لپشیں گوتیاں

لپشیں گوتی نمبر

قرآن حکیم کی آیات کے مطابق حضرت محمدؐ کی آمد کا ذکر سابقہ مذہبی کتابوں میں پہلے سے ہی دیا جا چکا ہے۔ ۲۔

(ترجمہ) وہ لوگ جو اس پیغمبر کی پیروی کریں گے۔ جسے اللہ نے پیغام دے کر بھیجا اور جو اتنی ہے جس کا ذکر وہ توریت میں پاتے ہیں۔ اور انجیل میں بھی ۳۔

حضرت موسیٰ کی کتاب (DEUTERONOMY) میں محمدؐ کی تشریف آوری کا ذکر تو بڑے ہی عیاں لفظوں میں دیا گیا ہے۔ وہ جو کہ موسیٰ جیسا پیغمبر ہوگا۔ اور حضرت اسماعیل کے مہایتوں میں سے اٹھایا جائے گا۔ یعنی اسماعیل کے خاندان میں سے ایک ہوگا۔

(ترجمہ) ہمارا آقا۔ ہمارا خدا۔ تیرے لئے تیرے ہی خاندان سے ایک پیغمبر اٹھائے گا۔ تمہارے مہایتوں میں سے میرے جیسا۔ تم نے اس کو کان لگا کر سننا ہے۔ ان تمام باتوں کے مطابق جن کی خواہش تم اپنے مالک خدا سے کرتے ہو۔ ہو رہی ہیں ایک جگہ اکٹھے ہونے کے روز حضرت موسیٰ یہ کہہ رہے تھے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے خداوند کی آواز کو روک دوں۔ سنوں یہ کہتے ہوئے اور نہ ہی کبھی میں اس مہارمی آگ کو دیکھوں۔ کہ میں کبھی نہیں مروں گا۔ اور خداوند نے مجھے کہا، جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ انہوں نے بہت ٹھیک کہا ہے۔ میں ان کے لئے

۱۔ دیکھئے کتاب "MOHAMMAD IN THE WORLD SCRIPTS" مصنف مولانا عبدالحق صاحب دہلی لاہور

۲۔ قرآن کریم۔ ۷: ۱۵۷، ۳۔ قرآن کریم۔ ۱۸: ۱۸۰

ایک پیغمبر پاکروں گا۔ انہیں کے بھائیوں میں سے تیرے رحمت موسیٰ جیسا، اور میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ پھر وہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔ صرف وہ جن کا میں اسے حکم دوں گا۔ (اصل عبرانی آیات کا ترجمہ)

اسی کتاب میں آگے لکھا ہوا ہے:- اور ان لوگوں سے اس طرح ہوگا کہ جو اس کی باتوں کو نہ سنے گا۔ جو میرے ہی الفاظ ان کو سنانا چاہتا ہے۔ میں ان سے اس کی جواب طلبی یعنی باز پرس کر دوں گا۔

لیکن وہ پیغمبر جو میرا نام لے کر کوئی بات کہے گا۔ جس کی میں نے اجازت نہ دی ہو۔ یا جو دوسرے خداؤں یا دیوتاؤں کے نام سے کہے گا۔ تو وہ بھی پیغمبر مارا جائے گا۔

اور اگر تم نے اپنے دلوں میں یہ کہو کہ تمہیں ان الفاظ کا کیسے پتہ چل سکے۔ جو خدا نے نہیں بولے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر خدا کا نام لے کر کوئی بات کرے۔ اگر وہ بات اسی طرح واقع نہ ہو۔ اور نہ ہی وہ دیکھی جاسکے۔ تو وہ باتیں ایسی ہوں گی جو خدا کی کہی ہوئی نہ ہوں گی۔ بلکہ وہ خود اپنی طرف سے اس پیغمبر نے بتلائی ہوگی۔ تمہیں اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(نوٹ) یہودی اور عیسائی ہر دو فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسرائیلی پیغمبروں کو الہام انہی لفظوں میں جیسے کہ ان کی مذہبی کتابوں میں درج ہیں۔ نہیں کئے گئے تھے۔ اور یہ کہ ان کا مطلب جیسا کہ ان پیغمبروں نے اپنی قوم کو بعد ازاں بتلایا تھا کہ ان کی اپنی زبان میں سمجھا دیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے برعکس قرآن حکیم حضرت محمدؐ پر لفظ بہ لفظ اسی طرح سے جو آج موجود ہے۔ بذریعہ وحی نازل ہوا۔ یہ ایسی حقیقت ہے جو اس جملہ کو کہ میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ بعینہ حضرت محمدؐ کے لئے صادر کی گئی تھی۔ یہ آیت کسی اور نبی پر عائد نہیں ہو سکتی۔

مندرجہ بالا پیش گوئی کا اطلاق نہ تو یثا پیغمبر پر عائد ہوتا ہے۔ جس طرح یہودی سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کا تعلق حضرت عیسیٰ سے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ عیسائی علمائے دین خیال کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا

تعلق محض حضرت محمدؐ کی عظیم شخصیت سے ہی ہے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ حضرت یسوع مسیح کے ہم عصر یہودی کسی اور پیغمبر کے انتظار میں تھے۔ جیسا کہ متفقہ طور پر تمام عیسائی مصنفین جو تشریحی کتابیں لکھتے رہے ہیں۔ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہودی اس خاص

پیغمبر کے انتظار میں تھے جس کے متعلق مندرجہ بالا کتاب کے ابواب نمبر ۱۸، ۱۹ میں پیشن گوئی کی گئی تھی۔ مثال کے طور پر مسر نو کا س کی تشریحی کتاب کی جلد اول کا صفحہ نمبر ۹۹ ملاحظہ ہو۔ اس کے خیال کے مطابق متعلقہ پیغمبر حضرت عیسیٰ کے علاوہ کوئی اور تھا۔ لہذا یہ پیشن گوئی نہ تو حضرت یوشا کے لئے تھی۔ اور نہ ہی حضرت عیسیٰ کے لئے مراد ہے۔

(نوٹ) اس پیشن گوئی کا اطلاق سوائے آنحضرت محمدؐ کے اور کسی پر عام نہ نہیں ہوتا۔ توریت کے گم ہو جانے کے بعد حضرت عذرا نے مشہور روایات کو اکٹھا کیا۔ اور نئے طور پر اسے تالیف کر دیا۔ اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اسے تصدیق کیا گیا۔

”آج تک کوئی پیغمبر بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰؑ جیسا پیدا نہیں ہوا۔ جس سے خدا کا رابطہ آمنے سامنے ہو سکا ہو۔ کوئی بھی ایسا نہیں ہو گا۔ جس میں وہ تمام نشان اور کارہائے نمایاں پائے جاتیں۔ جس کے لئے اسے خدا نے بھیجا ہو۔۔۔۔۔ اسرائیل“۔

پس حضرت موسیٰؑ سے ایک ہزار سال تک کوئی شخص ایسا نہیں پیدا ہوا۔ جو اس کے مانند ہو۔ اور جب عیسیٰؑ کے دور میں حضرت یحییٰؑ سے مندرجہ ذیل سوالات کئے گئے تو:-

”اور اس نے نہ تو کوئی اقرار کیا اور نہ ہی انکار، بلکہ یہ کہا۔ میں مسیح نہیں ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا۔ پھر کون ہے؟ کیا تو ایسا ہے۔ جواب دیا ”میں نہیں ہوں“ کیا تو وہ پیغمبر ہے؟ اس نے جواب دیا ”نہیں“۔

ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ یہودی پودہ سو سال سے تین شخصوں کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ عیسیٰؑ، الیاس اور وہ پیغمبر حضرت عیسیٰؑ اور الیاس آچکے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ جانتے تھے کہ یوحنا وہ خود اپنے متعلق پہلے جانتے نہیں تھے، الیاس ہے۔ مگر وہ پیغمبر ابھی نہیں آیا۔ اس نے آئندہ کبھی آتا ہے۔

۲۔ دوم۔ الفاظ ”تیرے مانند“ حضرت یوشا یا حضرت عیسیٰؑ کے لئے استعمال نہیں کئے گئے تھے۔ کیونکہ وہ موسیٰؑ جیسے نہیں تھے۔ اول یہ کہ وہ دونوں اسرائیلی خاندان میں سے تھے۔ دوم مندرجہ بالا کتاب کے مطابق یہ ناممکن ہے۔ کہ اسرائیلیوں میں سے کوئی پیغمبر جس نے خدا کے سامنے آمنے سامنے بانیں کی ہوں۔ اسرائیلی خاندان میں سے کبھی نہیں آیا۔“

یہ شا کوئی کتاب موسیٰ کی طرح نہیں لائے تھے بلکہ وہ موسیٰ کی قانون کی کتاب کی پیروی کرتے رہے۔ اسی طرح سے حضرت عیسیٰ اور یوشا بن کوئی مثلث نہیں پاتی جاتی حضرت موسیٰ اپنے ہمراہ ایک مقدس کتاب لائے۔ اور ایسے قوانین جاری کئے گئے جن میں لکھا ہوا تھا کہ یہیں کیا کیا کرنا چاہیے اور کیا کیا نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی اس میں تمام اوامر اور نہی موجود تھے۔ لیکن دوسری طرف یہ شائبہ تو کوئی کتاب لائے اور نہ ہی کوئی ایسا ضابطہ سعادت پیش کر سکے۔ بلکہ موسیٰ کی لائی ہوئی کتاب پر عمل درآمد کرتے رہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ تمام امور میں حضرت موسیٰ جیسے نہیں ہو گزرے۔ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ رنحوذ باللہ خدا میں اور مخلوق کو پیدا کرنے والے خالق ہیں۔ مگر موسیٰ محض خدا کے بندے یعنی علامت تھے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ برداشت کرنا پڑا تاکہ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچایا جاسکے۔ پولوس نے اپنے خط میں جو گلگتھوں کے نام پر بھیجا تھا۔ اس میں یہ تشریح کی گئی تھی۔ درباب سوئم ملاحظہ ہو کہ عیسیٰ کو ہماری خاطر سزا دی گئی۔ اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس نے ہمیں دوزخ کے عذاب سے نجات دلائی۔ لیکن موسیٰ نے ایسی کوئی سزا نہیں پائی تھی ۲۔

موسیٰ کو کسی نے قتل نہیں کیا تھا۔ تاکہ وہ کسی کے گناہوں کا کفارہ دے سکے۔ مگر عیسیٰ کو اس لئے صلیب پر چڑھایا گیا کہ لوگوں کو ان کے گناہوں کے عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو۔ حضرت موسیٰ کی مذہبی قوانین کی کتاب میں ایسے احکام درج ہیں جن میں سزائیں۔ صفائی اور پاکیزگی۔ گن چیزوں کو کھانا بنائے۔ اور گن گن سے پرہیز برتا جائے۔ وغیرہ وغیرہ درج ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں یہ احکام موجود ہیں۔ عیسائیوں کی موجودہ مقدس کتابیں ملاحظہ کرنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے۔

موسیٰ اپنی قوم کے امیر سردار تھے۔ اور وہ ان پر پوری طاقت سے حکمرانی کیا کرتے تھے۔ لیکن عیسیٰ کو یہ سہولتیں میسر نہ تھیں۔ کیونکہ ایک چھوٹے سے گروہ کے علاوہ کوئی ان کے احکام کی تعمیل نہ کرتا تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت محمدؐ حضرت موسیٰؑ سے کس طرح ملتے جلتے تھے:-

۲- (ب) حضرت عیسیٰؑ یا حضرت عذرا نے کوئی ایسی چیزوں کی نشاندہی نہ کی تھی۔

جس سے ہم اس پیغمبر کی جو مرسلے کے مانند ہو۔ شناخت کر سکیں۔ اب ہم نے بتلانا ہے کہ حضرت محمدؐ کس طرح حضرت موسیٰ سے ملے جلتے تھے۔ اسی غرض کے لئے محض یہ کہ دنیا کافی نہیں ہے۔ کہ مرسلے اور عیسائی دونوں چالیس دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور دونوں سے معجزات سرزد ہوتے رہے۔ موسیٰ کی پہلی کتاب کے مطابق جھوٹے نبی بھی تو ایسا کر سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں مناسب رہنمائی صرف مقدس کتابوں کی لکھن گویوں ہی سے ہو سکتی ہے۔ اس تشہین گوئی میں تو خصوصیتیں ایسی پائی جاتی ہیں، جو خاص اسی شخص پر دلالت کرتی ہیں۔ جو حضرت موسیٰ کے مانند ہونے کا دعویدار ہو۔

(۱) حضرت ابراہیم، یعقوب، یوسف، موسیٰ اور محمدؐ کا ایمان اور اس کی اصلیت ایک واحد خدائے معبود پر مبنی تھی۔ جسے اسلام کہا جاتا ہے۔ وہ سب ایک خدا پر ایمان رکھنے کے دعویدار تھے۔ اب عیسائی تثلیث کے قائل ہیں۔ اس لئے وہ مسلم نہیں رہے۔ اگر خدا خواستہ حضرت عیسائی تثلیث کا پرچار کرتے تو وہ ایک خدا پر ایمان لانے والے نہ ہوتے۔ جس طرح سابقہ پیغمبر مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ تھے۔ پس اس پہلو سے عیسائی کو موسیٰ کے مانند نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ ان کے ایمان اور روح میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم بغیر کسی جھجک کے کہہ سکتے ہیں کہ عیسائی موسیٰ کے مجاہدوں میں سے نہیں تھے۔ کیونکہ مذہباً بھی ان کا آپس میں بھائی چارہ نہیں بن سکتا۔ جس طرح موسیٰ نے فرعون کے سامنے بڑی دلیری سے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا تھا۔ اس طرح حضرت محمدؐ نے اپنی جان کو جو کھوں میں ڈال کر اپنے دشمنوں کے سامنے ایک خدا پر ایمان لانے کی اشاعت کی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں اس آیت کا نزول ہوا۔ "یقیناً ہم نے تمہاری طرف اپنا رسول بھیجا ہے۔ یہ تمہارے لئے ایک گواہی ہے۔ جس طرح ہم نے اس سے پہلے فرعون کے پاس اپنا پیغمبر بھیجا تھا۔"

(۲) "خدا اس کے منہ میں اپنے الفاظ ڈالے گا" موسیٰ کی کتابوں میں درج ہے کہ خدا نے موسیٰ سے باتیں کیں۔ قرآن حکیم حضرت محمدؐ کے متعلق یہ کہتا ہے: "نہی و محمدؐ، اپنی مرضی کے مطابق کچھ بولتا ہے۔ وہ کوئی اور بات نہیں کرتا۔ مگر سوائے اس وحی کے جو اسے پہنچاتی جاتی ہے۔" اب کچھ دیر کے لئے سوچو۔ اگر عیسائی خدا ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ میں اپنے الفاظ ڈال نہ سکتے۔ وہ الفاظ تو خود اس کے اپنے ہی ہوتے۔ لیکن محمدؐ اور موسیٰ اس کے بندے اور نوکر

تھے جن کے منہ میں اللہ اپنے الفاظ ڈالتے رہے۔

موسےؑ نے احکامِ خداوندی کو تختیوں پر لکھا جو اس نے خدا سے حاصل کئے تھے۔ اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بنی اسرائیل سے یوں مخاطب ہوئے :- ”اپنے قبیلوں کے تمام بڑے بڑے لوگوں اور افسروں کو میرے سامنے لا کر اکٹھا کرو تاکہ میں ان کے کانوں میں یہ الفاظ ڈال دوں۔ اور میں آسمان اور زمین کو بطور گواہ بناسکوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میری موت کے بعد تم بہت ہی غراب ہو جاؤ گے۔ اور جن باتوں کے احکام میں تم نے صادر کئے ہیں۔ تم ان سے منحرف ہو جاؤ گے۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو فرمایا تھا۔ ”اے میرے رسول! جو چیز تمہارے خدا نے تم کو بھیجی ہے۔ تم اسے لوگوں تک پہنچا دو۔“ ۲

پس اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا قرآن حکیم پر سب کچھ لکھ دیا اور اسے لوگوں تک بھی پہنچا دیا۔ لوگوں نے بھی اپنے طور پر تمام قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا۔ یہ کام آنحضرتؐ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ آپؐ کے آخری حج کے موقع پر لوگ جمع ہوئے۔ اور آپؐ نے پوچھا۔ کیا میں نے خدا کا پیغام تمہاری طرف بھیج دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ”ہاں۔“

لیکن دوسری طرف نہ حضرت علیؑ اور نہ ہی ان کے حواری کسی چیز کو محفوظ کر سکے۔ اور اپنے پیغام کو دستبرد سے بچا سکے۔ ان کی زندگی میں وہ پیغام نہ تو لکھا گیا۔ اور نہ ہی کسی کو لکھا یا گیا۔ حضرت علیؑ کی وفات کے بہت عرصے کے بعد اسے لوگوں سے پوچھ کر جمع کیا گیا۔ مگر اس کے صحیح ہونے کا ہرگز یقین نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے خیالات میں اختلاف پڑ گیا۔ اور کئی ایک فرقے بن گئے جھگڑے ہوتے رہے۔ اور انجیلوں میں تبدیلیاں آتی رہیں۔

(۱۱) مخالفین کو سزا دی گئی۔ فرعون نے حضرت موسےؑ کا حکم نہ مانا۔ پس اسے مع اس کی فوج کے دریا میں ڈبو دیا گیا۔ جبکہ محمدؐ کے دشمن لڑائیوں میں تباہ اور برباد ہو گئے۔

جب ہم علیؑ اور ان کے حواریوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ تو ان بچاروں کو مخالفین نے صلیب پر چڑھایا اور قتل کیا۔ اور یہودیوں نے کئی دیگر ازیشیں پہنچائیں۔

(۱۲) خدا کی واحدانیت :- حضرت موسےؑ اور محمدؐ ہر دو خدا کی واحدانیت پر زور دیتے رہے۔ اور اس امر کے لئے سختی سے عمل پیرا رہے۔ لیکن آج کل کی انجیل کے لیوے مسیح کے

مطابق را اگرچہ وہ سچی انجیل نہیں ہے۔ اس اصلی انجیل کی تلاش میں عیسائی سیکڑوں سال تک تلاش میں سرگردان رہے، ایسا معلوم ہوا ہے کہ یسوع مسیح نے ایک معبود ہونے کے مسئلہ پر وعظ و نصیحت نہیں کی تھی۔

(۱۸) موسیٰ اور محمد دونوں کو شروع شروع میں اپنے دشمنوں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ ہر دو کو جو ساتھی ملے۔ وہ ان کے خسر تھے۔ جنہوں نے اس وقت ان کی مدد کی۔ حضرت شعیب و لیسو حضرت موسیٰ کے اخلاقی باپ اور ابو بکر صدیقؓ دیا ر غار حضرت محمدؐ کے اخلاقی باپ تھے جنہوں نے غار ثور میں ساتھ دیا تھا۔ مگر سی نے جال بن دیا۔ دشمن جال دیکھ کر واپس چلے گئے۔ اس جال پر کبوتری نے دو انڈے بھی دے رکھے تھے۔ یہ ہر دو عمل اللہ کے حکم کے مطابق فوراً واقع ہوئے تاکہ انہیں یقین ہو جائے۔ کہ اس غار ثور کے اندر کوئی جان نہیں سکتا۔

(۱۹) موسیٰ نے میڈیٹین میں جا کر پناہ لی جو بعد ازاں یثرب کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی کا نام آج مدینہ چلا آرہا ہے۔ لفظ یثرب جسرو کے نام پر منسوب ہوا تھا۔ محمدؐ نے جب مکہ سے ہجرت کی تو مدینہ ہی میں پناہ لی تھی۔ جب آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے تھے تو اس وقت بھی اس کا نام یثرب تھا۔ حضرت موسیٰؑ کا بھاگ آنا اپنے خسر کی ہدایات پر مبنی تھا۔ جو ان کی بھلائی کا باعث تھا۔ اسی طرح محمدؐ کا مدینہ پہنچ جانا کئی ایک فتوحات کا باعث بنا۔ بہر حال ہر دو کے لئے جاتے پناہ ایک ہی تھی۔ موسیٰؑ کو اپنی قوم کے لئے ایک منجیم ضابطہ حیات ملا۔ اور محمدؐ کو ایک مکمل کتاب ملی۔ جو ہر ملک، ہر قوم اور ہمیشہ کے لئے مکمل ضابطہ حیات ثابت ہوئی۔

(۲۰) موسیٰؑ اپنی قوم کے لئے حج مقرر ہوئے۔ محمدؐ بھی ایک ذی شان حج تھے۔ یہاں تک کہ یہودیوں نے بھی ان کے فیصلوں کو تسلیم کیا تھا۔

(۲۱) موسیٰؑ نے دس سال تک میڈیٹین میں تبلیغ کی۔ اسی طرح محمدؐ نے بھی مدینہ میں ایسا ہی کام کیا۔

(۲۲) حضرت موسیٰؑ قانون بنایا کرتے تھے اور انہیں جاری کیا جاتا تھا۔ وہ جرنیل بھی تھے اور انہوں نے قوم کی رہنمائی کی۔ محمدؐ نے بھی ایک عالمی قوانین و ضوابط کی کتاب پیش کی جسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بھی فاتح جرنیل تھے۔ اور انہوں نے تمام دنیا کی رہنمائی کی۔

اپنے بھائیوں جیسے ہونا

۳۔ (ا) اس جملے کے لئے تشریح کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسرائیلیوں کے اس وقت بارہ خاندان آباد تھے۔ اگر اس پیش گوئی کا یہ مقصد ہوتا کہ وہ اسرائیلیوں میں سے مبعوث ہوں گے تو پھر فقرہ یہ ہونا کہ تم میں سے ہے۔ مگر تمہارے بھائی بندوں میں سے کا مطلب یہ ہے کہ اسماعیل کے خاندان میں سے جو اسرائیلیوں کے بھائی یا برادری میں سے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والا پیغمبر تم میں سے نہیں ہوگا۔ بلکہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ جو سوائے اسماعیلی خاندان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

لفظ بھائیوں کی کئی ایک مثالیں ہیں۔ جن میں اس لفظ کو عیسو اور اسحاق کے خاندانوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ وہ حضرت ابراہیم کے بیٹے تھے۔ ۱۔

ترجمہ بزبان عربی۔ مطبوعہ ۱۸۴۲ء۔ باب ۲۵ : ۸ اٹلا خطہ ہو۔

۱۸۴۲ء کا طبع شدہ ترجمہ بزبان عربی بھی دیکھئے۔ وہاں لفظ بھائی حضرت اسماعیل کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں یوں لکھا ہے : "وہ اپنے بھائیوں کی موجودگی میں رہا کرے گا۔ یعنی آباد ہوگا۔ ایک اور جگہ لکھا ہے : "وہ اپنے بھائیوں کے سامنے پہلو بہ پہلو رہا کرتے تھے" یوشا اور عیسیٰ دونوں اسرائیلی خاندان میں سے تھے۔ اس لئے یہ پیشین گوئی ان پر صادر نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ کسی اور پر عائد ہوتی ہے۔ جو اسرائیلیوں کا بھائی ہو اور اسماعیل کے خاندان میں سے ہو۔ اور وہ محض محمد کی ذات پاک ہی ہو سکتی ہے۔ جو اسماعیل کے خاندان میں سے تھے۔

۳۔ (ب) اسماعیل کے گھرانے کے لوگ اسرائیلیوں کے بھائی یعنی برادری میں سے تھے۔ اور اب ہم خاص اس لفظ کی طرف رجوع کریں جو عبرانی زبان کی آیات میں درج ہے۔ وہ لفظ "ما جینا" ہے۔ جس کے معانی بھائی بند ہوتے ہیں۔

لفظ ما جینا کا ما خداح عبرانی لفظ ہے۔ اور عربی میں لفظ اخ ہے۔ اور عبرانی زبان میں اخ دھب کے معانی بھائی ہیں، کو پانچ مختلف طریقوں سے استعمال کیا گیا ہے :-

۱۔ لفظ بھائی کا استعمال ایک ہی ماں یا باپ کے بیٹوں کے لئے یا ہر دو والدین کے بیٹوں کا استعمال ہوتا ہے :-

۲۔ جو رشتہ میں نزدیک ہو۔ بائبل کی عبرانی لغات میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کو قبیلوں کے ایک گروہ کے لئے خطاب کیا گیا ہے۔ جنہیں اسرائیلیوں کے نزدیک رشتہ دار ہوتے

کی حیثیت سے مہائی کہہ کر پکارا گیا تھا۔ دیکھئے کتاب پیدائش ۱۳: ۸

۳۔ جن کی شکلی آپس میں ملتی جلتی ہو۔ اور وہ آپس میں مہائی دکھائی دیتے ہوں۔

۴۔ جو ایک فرقہ کے افراد ہوں۔ ایک مقام کے رہنے والے یا ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ ہمیشہ ہوں۔ یا ایک ہی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں (پیدائش ۱۹: ۱۱)۔
۵۔ اور اگر کسی شخص کو اپنا مہائی بتایا ہو۔ (یوحنا۔ ۲۰: ۱۷)

پس یہ ایک اچھی دلیل ہے کہ ہم عبرانی لفظ 'اح' کا مطلب صرف اصلی مہائیوں ہی کے لئے نہ سمجھ رکھیں۔ اور نہ ہی یہ خیال کریں کہ یہ لفظ نبی اسرائیل ہی کے لئے استعمال ہوا تھا۔
آؤ۔ اب ہم بائبل کی شہادت پر غور کریں: تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ حضرت اسماعیلؑ کے مہائی کون تھے۔

حضرت ہاجرہ کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے بتلایا تھا۔ "میں تمہارے بیچ کو بہت پھیلاؤں گا۔ اس قدر کہ اس کا گروہ گنتی میں لانا مشکل ہو جائے گا" اور اللہ کے فرشتے نے پھر اسے کہا: "دیکھو تم حاملہ ہو۔ اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام اسماعیلؑ ہوگا۔ کیونکہ خدا نے تمہاری تکلیفوں کو سن لیا ہے۔ وہ ایک جنگلی آدمی (عربی) ہوگا۔ وہ ہر شخص کے خلاف اپنا ہاتھ اٹھائے گا۔ اور ہر شخص اس کے خلاف ہوگا۔ اور وہ اپنے مہائیوں کی موجودگی میں ان کے سامنے نہ ہارے گا۔ (پیدائش ۱۰: ۱۲)

ایک اور بیان ملاحظہ ہو:۔ یہ اسماعیلؑ کے مہائی ہیں۔ اور ان کے نام ان کے گاؤں اور قلعوں کے ناموں پر منسوب ہیں۔ بارہ شہزادوں کے اپنے اپنے قبیلے ہیں۔ اور اسماعیلؑ کی زندگی کے برس یہ ہیں۔ ایک سو اور تیس اور سات سال (۱۳۰ برس) اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ فوت ہو گیا۔ اور اس کے ارد گرد اس کی قوم اکٹھی ہو گئی۔ وہ ہویلا سے آکر شعور کے اندر آباد ہو گئے وہ جگہ شعور مصر کے سامنے واقع ہے۔ جبکہ نواسیری کی جانب رخ کر کے چل پڑے۔ اور وہ اپنے مہائیوں کی موجودگی میں فوت ہوئے تھے۔ (کتاب پیدائش ۲۵: ۱۸)

۲۔ (۱) یہ الفاظ کہ خدا ایک پیغمبر کو برپا کرے گا۔ آئندہ زمانے کے لئے دلالت کرتے ہیں۔ زمانہ مستقبل میں۔ یہ الفاظ یوشا پیغمبر کے لئے استعمال نہیں ہو سکتے۔ جو موسیٰ کے سامنے موجود ہے۔ اور پیغمبر بھی ہے۔ لیکن وہ اسرائیلیوں کے مہائیوں میں سے نہیں ہے۔ پس ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس پیشین گوئی کا اطلاق یوشا پر ہوتا ہے۔

”یہ پیشین گوئی محض محمدؐ کے لئے کہی گئی ہے۔ اور کسی شخص کے لئے نہیں۔“
 ۴۔ دہریت کے گم ہو جانے کے بعد عذرا پیغمبرؐ نے مشہور مشہور روایات کو اکٹھا کیا
 اور نئے سرے سے انہیں ترتیب دی گئی۔ اور اس حقیقت کے متعلق گواہی دی کہ :-
 ”ابھی تک بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ کی طرح یعنی ان جیسا کوئی پیغمبر نہیں آیا ہے۔“

(DEUT-۱۰:۳۳)

پس حضرت موسیٰؑ کے ایک ہزار سال بعد تک ان کے مانند کوئی نہیں آیا۔ اور جب حضرت
 عیسیٰؑ کے زمانے میں یوحنا و حضرت یحییٰؑ کو پوچھا گیا۔ اس امر کی بابت تو ”نہ تو اس نے اقبال کیا اور
 نہ ہی انکار کیا۔ لیکن یہ تسلیم کیا تھا کہ میں عیسیٰؑ (مسیح) نہیں ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا۔ پھر تم کون ہو کیا تم
 الیاس ہو؟ جواب ملتا ہے۔ میں وہ نہیں ہوں۔ کیا تم پھر ”وہ پیغمبر“ ہو؟ اور اس نے جواب دیا ”نہیں“ (درویشناہ
 ۲۷:۲۰:۱)

ان کے سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی چودہ سو سال تک تین اشخاص کا انتظار کرتے
 رہے ان کے نام یہ ہیں۔ عیسیٰؑ۔ الیاسؑ اور وہ..... پیغمبرؑ۔ اب عیسیٰؑ اور الیاسؑ آچکے تھے۔ کیونکہ حضرت
 عیسیٰؑ یوحنا کو جانتے تھے کہ وہ الیاسؑ ہیں۔ دہرے یوحنا کو خود اپنے متعلق علم نہ تھا۔ کہ وہ الیاسؑ ہیں۔ جیسا کہ
 عیسائیوں کا عقیدہ ہے، لیکن وہ ”پیغمبر“ جس کا انتظار چلا آ رہا تھا۔ ابھی آیا نہ تھا۔ اس نے آنا تھا۔ کسی
 آئندہ زمانہ میں :-

”اس پیغمبر کے آنے کی توقع حضرت عیسیٰؑ کے بعد تھی۔“

۴۔ درج ۱ حضرت عیسیٰؑ کے حواری ان کی وفات کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کے منتظر تھے۔
 حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے تینتیس سال بعد پیٹر نے (جسے یسوع مسیح بھائی کہہ کر پکارا کرتے تھے) اپنی
 قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا :- پس تم توبہ کرو۔ اور اپنے اندر تبدیلی کر لو۔ تاکہ تمہارے گناہ مٹ جائیں۔
 جب خداوند خدا کی موجودگی سے تازگی کا زمانہ آئے گا۔ اور وہ یسوع مسیح کو بھیجے گا۔ جس کے متعلق تمہیں اس
 سے پیشتر وعظ میں بتلایا جا چکا ہے جسے آسمان ضرور پالے گا۔ حتیٰ کہ اس وقت تک جب تمام کائنات
 کی چیزیں بحال ہو جائیں گی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اپنے تمام پیغمبروں کے منہ سے کہلوا یا تھا۔
 جو دنیا کی پیدائش سے لے کر اب تک آتے رہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے بڑے بڑے اکابر کو
 یہ سچ بتلایا تھا :- ”خداوند خدا تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے ایک پیغمبر کو برپا کرے گا جو میری

طرح ہوگا۔ اسے تم نے ضرور غور سے مننا ہے۔ جو کچھ بھی وہ تمہیں بتلائے۔ اور ایسا موقع آئے گا کہ لوگوں میں سے ہر ایسا روح جو اس کی باتوں پر دھیان نہ کرے گا۔ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ ہاں۔ سیموئل پیغمبر سے لے کر اب تک تمام پیغمبر جو اس کے بعد آئے۔ سب نے ایک زبان ہو کر ان دنوں کے متعلق پیش گوئی کی ہے دیکھئے انعام۔ ۱۹: ۲۳-۲۴

۳۔ مندرجہ ذیل پیشین گوئی کو دیکھئے: "میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا" اس سے مراد ہے کہ میں ایک کلام مقدس اس کے دلوں گا۔ جو آتی ہوگا۔ (جو کھنا پڑھنا نہ جانتا ہوگا) اور وہ خدائی قانون کو قانون لائے گا۔ یہ بات حضرت یوشاکی طرف اشارہ نہیں کرتی۔ جس پر ہر دو صفات مفقود ہیں۔

۴۔ اس پیشین گوئی کو بھی سوچو۔ جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اسے نہ سنے گا۔ اور ان باتوں پر دھیان نہیں کرے گا۔ جو وہ بتلائے گا۔ کہ وہ چیزیں خدا کی تبتائی سمجھتی ہیں۔ تو ان کو سزا دوں گا۔ اس کی تشریح یوں ہے کہ وہ پیغمبر اس قدر طاقت والا اور عظیم ہوگا کہ وہ ان کو بھی سزا دے سکے گا۔ وہ عیسائی کی طرح کمزور نہ ہوگا۔ جو ایسی طاقت سے محروم تھا۔ عیسائی کے قوانین میں کسی خاص پابندیوں۔ سزاؤں، مالیات یا مذہبی جہاد یا لڑائیوں کا ذکر تک نہیں آتا۔ اس جانب وہ بے سرو سامان اور معزوم تھے۔ بلکہ یہاں تک کہ انہیں اور ان کے حواریوں اور بڑے بڑے بزرگان کرام کو یہودیوں کے مظالم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ وہ پیغمبر تیسرے جیسا ہوگا۔

۵۔ حضرت موسیٰ اور حضرت محمدؐ کے مابین عقائد۔ قانون۔ ان کے درجات وغیرہ میں بہت ہی مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہاں تفصیل سے ذکر کرنا چنداں ضروری نہیں کیونکہ یہ بات ہر شخص جانتا ہے۔ اس غرض کے لئے دیکھئے کتاب "نور جاوید" مصنفہ سید نصیر الدین صفحات ۳۳ تا ۳۶۶۔ اس میں مشابہت کے بارے میں تین نکات کا ذکر آتا ہے۔ وہ کتاب (پاکستان کی چھپی ہوئی) پڑھنے کے لائق ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش مصر میں ہوئی تھی۔ وہ یسوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی وفات بحیرہ کیسپین کے شمال مشرق میں کسی ایسی جگہ ہوئی۔ جس کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔

پیشین گوئی نمبر ۲

۱۔ اور اُس (موسیٰؑ) نے کہا۔ خدا سینائی سے آیا۔ اور بیٹے سے برپا ہو کر ان کے لئے آیا۔ وہ پادریوں سے نکل کر چکا۔ اس کے ساتھ دس ہزار قابل احترام لوگ تھے۔ اس کے وائیں ہاتھ سے لوگوں کے لئے آتشین قانون جاری تھا۔ ۲

موسے کی کتاب DEUT. کا عربی ترجمہ دیکھیے مطبوعہ ۱۸۴۲ء۔ باب ۳۳، آیت ۲، اس میں یوں لکھا ہے:۔ ”و ترجمہ“ خدا سینا کے پہاڑ سے نکل کر آیا“ اس کا مطلب یہ ہے کہ توریت موسے کو سینا پہاڑ پر دی گئی۔ وہ سیئر سے طلوع ہوا، کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو انجیل کوہ سیئر پر عنایت کی گئی، وہ فاران کے پہاڑ سے چمکا کے معانی یہ ہیں کہ قرآن حکیم حضرت محمد کو فاران کے پہاڑ پر دیا گیا تھا۔
اوستہ اب ہم کوہ فاران یا پاران کی تحقیق کریں کہ وہ کون سی جگہ ہے۔

محض اس لئے کہ پاران کا لفظ عیاں طور پر محمد کے لئے دیا گیا تھا، اس لئے یہودی اور عیسائی عالم لفظ کوہ پاران کے محل وقوع کے متعلق مختلف نظریے پیش کرنے لگ گئے۔ لیکن چونکہ پاران پہاڑ کے الفاظ صاف صاف دیئے ہوئے ہیں اس لئے اس کا محل وقوع معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ لوگ اس جگہ کا تعین کرنے میں چار مختلف آراء پیش کر رہے ہیں۔

i) بعض کہتے ہیں کہ یہ نام یروشلیم کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دیکھیے کتاب ”الفاروق بین المخلوق اور الخالق“ مصنفہ باچا جی زادہ، صفحہ ۳۸۵۔ مطبوعہ مصر ۱۳۳۲ء۔

ii) دوسری رائے یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ جگہ غالباً وہ وسیع میدان ہوگا جو کہ قادس سے لے کر کوہ سینا تک پھیلا ہوا ہے۔ کنعان اس کے شمال میں، مصر مغرب میں، کوہ سینا جنوب میں، اور سیئر یا شعیر پہاڑ اس کی مشرقی جانب واقع ہے۔ اگر ہم بائبل کے نقشہ مرتبہ جوہن سٹرنک، ادارہ جغرافیہ لندن، کو دیکھیں تو اس میں سے ہمیں معلوم ہوگا کہ اس وسیع ریگستان میں سررہ شعیر، سیئر، سن وغیرہ وغیرہ کی وادیاں آباد ہیں۔

iii) کہا جاتا ہے کہ یر قادس کا دوسرا نام ہے، یہ بیان ہمیں سرسید احمد خاں کے خطوط احمدیہ مطبوعہ نقیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۴ء میں ملتا ہے۔

iv) پاران اس وادی کا نام ہے۔ جو کہ سینائی کے مغربی ڈھلان پر واقع ہے، لارڈ سید احمد خان، مگر ہماری رائے میں تمام مندرجہ بالا محلات غلط ہیں۔ کیونکہ آج تک کسی جغرافیہ دان عالم نے کبھی یہ گواہی نہیں دی کہ یروشلیم کا دوسرا نام پاران ہے۔ پاران کے لغوی معنی ریگستان کے ہیں۔ لیکن یروشلیم ایک بڑی قدرتی آبادی ہے۔ پاران ایک ریگستان ہے۔ دیکھیے کتاب پیدائش ۲: ۲۱، ۲۲، اور نکستی ۱۱: ۱۰، توریت کے اندریوں لکھا ہے:۔ ”اسرائیلیوں نے اپنا سفر شروع کیا اور پاران کے ریگستان پر ختم کیا۔“

کتاب پیدائش۔ ۱۳: ۴

پس یہ صاف عیاں ہووا کہ سیر اور فاران یا پاران کا ریگستان دو مختلف مقامات ہیں۔
 وہ جو یہ کہتے ہیں کہ قادس یا پاران دو ایسے نام ہیں جو ایک ہی مقام کے لئے بولے جاتے ہیں۔ وہ
 سراسر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے حواریوں کو سیر یا شعیب کی
 پہاڑیوں پر مارنا شروع کر دیا۔ اور انہیں پاران کے گاؤں تک ہانکتے ہوئے لے گئے۔ جو ایک ریگستان کے
 نزدیک واقع ہے۔ اس کے بعد وہاپس ہوتے اور قادس یا مرشپات پہنچ گئے کتاب گنتی ۱۲
 ۱۶، ۱۳، ۱۳، ۱۳، ۱۳

اب یہ واضح ہو گیا کہ قادس اور پاران دو مختلف مقامات ہیں۔ متذکرہ بالا بیان منبر پر جس میں
 لکھا ہے کہ پاران کوہ سینائی کے مغربی ڈھلن پر واقع ہے۔ ابھی بحث کر رہے ہیں۔ عیسائی علماء یہ تسلیم
 کرتے ہیں کہ پاران وہی خاص مقام ہے۔ جس کے متعلق مندرجہ ذیل پٹین کوئی کتاب پیدا آتش میں دی
 گئی ہے۔

”ہاجرہ (حاجرہ) اور اسماعیل دونوں پاران میں آباد ہو گئے۔“

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ پاران کا کون سا ریگستان ہے۔ جہاں اسماعیل نے اپنا گھر مجاز میں
 بسا یا تھا۔ اور یہ بھی صاف عیاں ہے کہ وہ مجاز میں ہی رہا کرتے تھے۔ ”ان کا دھرم کلام کوہ پاران پر ظاہر
 ہونا“ جس کو فاران بھی کہا جاتا ہے۔ ہماری مقدس کتاب قرآن حکیم کے نازل ہونے کی طرف اشارہ
 کرتی ہے۔ کیونکہ پاران اس پہاڑی کا نام ہے۔ جو مکہ کے نزدیک ہے۔ (پیدا آتش ۲۱: ۹، ۲۱)
 وہاں لکھا ہے۔

۱۹۔ خدا نے اس (ہاجرہ) کی آنکھیں کھولیں۔ اور اس نے پانی کا کنواں درزم (دیکھا)۔ وہ وہاں
 گئی اور ایک بوتل پانی سے مہری اور لڑکے کو پینے کے لئے وہ پانی دیا۔

۲۰۔ خدا بچے کا نگہبان رہا۔ اور بڑا ہووا۔ اس پر اس نے میں رہنا رہا۔ اور تیر انداز بن گیا۔

۲۱۔ وہ پاران کے سنان علاقے میں رہنا رہا۔ اور اس کی ماں اس کے لئے مصر سے بیوی
 لے کر آئی۔

اب ہر شخص جانتا ہے کہ وہ مکہ میں رہا کرتا تھا۔ زمانہ قدیم کے عرب جغرافیہ دان اور عیسائی علماء
 فاضل کی تحقیقات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ پاران مکہ کی پہاڑیوں کو ہی نام دیا گیا تھا۔ ہماری زبان
 کی توریث کے عربی ترجمہ میں جو ۱۸۵۱ء میں طبع ہوا تھا۔ یہی بتلایا ہوا ہے کہ پاران مکہ کی ایک پہاڑی

کا نام ہے :-

آؤ اب ہم پھر اسی پاران کے نام کو زیر بحث لائیں تاکہ ہم ثابت کر سکیں کہ واقعی پاران مکہ کی ایک پہاڑی کا نام ہے۔

عبرانی زبان میں ایک بائبل کا شعر آتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :- ”وہ پاران کی غیر کاشت شدہ وادی میں رہا کرتا تھا۔ اور اس کی ماں مصر سے اس کے لئے ایک بیوی لے آئی۔ رپیدائش ۲۱:۱۱ اس عبرانی لفظ مدبر کا ترجمہ یہاں غیر کاشت شدہ وادی سے کیا گیا ہے۔ اس کے دوسرے معانی غیر آباد شدہ ٹکڑہ زمین یا خطہ ہے۔ غیر کاشت کردہ، ریگستان اور غیر آباد شدہ تنہائی والا خطہ زمین۔ سب تسلیم کرتے ہیں کہ ”غیر کاشت کردہ وادی“ کا جملہ مکہ کے لئے ہی استعمال ہوتا تھا۔ اب آپ سائیکلو پیڈیا بائبل کا بھی ملاحظہ کر لیں۔ جہاں درج ہے :- ”توریت کے تمام جگہ جو پاران کے لئے کہے گئے ہیں۔ انہیں سمجھنا آسان کام نہیں ہے“ اب ہمارے پاس کوئی اور مؤثر چارہ نہیں ہے۔ سوائے اس بات کے کہ ہمیں لامحالہ عرب جغرافیہ دانوں پر ہی انحصار کرنا چاہیے۔ ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

جیروم جو ایک بہت پرانا اور مذہبی تاریخ نگار تھا۔ وہ لکھتا ہے :- ”کہ پاران ایک ایسا قصبہ ہے جو ایلہ کے مشرقی جانب اور عرب سے تین دن کے سفر کے برابر جنوبی سمت میں واقع ہے“

انجیل کے مختلف بیانات سے ہمیں کوئی صحیح رہنمائی نہیں ہوتی۔ کتاب پیدائش سے جو چیز ہمیں حاصل ہوتی ہے۔ وہ صرف یہی ہے کہ اسماعیل پاران کی وادی میں رہا کرتے تھے۔ تاریخی معلومات کے مطابق ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل کے بارہ بیٹے عرب کے مختلف حصوں میں رہا کرتے تھے۔ پس پاران وہ خاص مقام ہے۔ جہاں انجیل کی تالیف کے زمانہ میں اسماعیل کی اولاد رہا کرتی تھی۔ اور وہ عرب کا علاقہ تھا۔

بائبل کی کتاب ہمیں اس امر کی کوئی شہادت یا تائید پیش نہیں کرتی کہ پاران سینائی کے دیرانے میں واقع ہے۔ اب دیکھیے کہ موسیٰ کی چوتھی کتاب جسے گنتی کہا جاتا ہے۔ سینائی کے دیرانے اور پاران کو دو علیحدہ علیحدہ مقامات بتلا رہی ہے۔ (۱۲:۱۰)

”اسماعیل کی اولاد نے سینائی کے دیرانے سے اپنا سفر روانگی کے لئے اختیار کیا۔ اور

بادل نے پاران کے ویرانے میں آرام کیا۔

کتاب پیدائش کوہ سیبر یا شحیر اور کوہ پاران ہر دو میں امتیاز کرتی ہے۔ یعنی انہیں دو مختلف مقامات بتلاتی ہے۔ یہ اور ہورائیت جو کوہ سیبر کے رہنے والے تھے وہ پاران کی طرف چلے گئے جو ویرانے کے نزدیک ایک مقام ہے۔ (۴: ۱۳)

کتاب پیدائش میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضروت میں سے گزر کر ہم پاران پہنچ جاتے ہیں۔ اور جب ہم کنعان سے واپس ہوتے ہیں۔ تو قادش کے سامنے پاران آجاتا ہے۔ اور بعد ازاں لوگ حضروت سے روانہ ہو گئے اور اپنے خیمے پاران کے ویرانے میں نصب کر لئے۔ (کتاب گنتی ۱۲: ۱۶)

اور وہ میڈین سے چل پڑے اور پاران پہنچ گئے۔ وہ پاران سے لوگ ساخنہ سے گھر مصر میں آ گئے۔ (کتاب سلاطین ۱: ۱۸)

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پاران اس سڑک پر واقع ہے جو میڈین اور مصر کی طرف جاتی ہے۔ اور میڈین کا شہر حجاز میں واقع ہے۔ پاران کوہ سینائی کی مغربی ڈھلوان پر ہرگز واقع نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی وہاں رہائش پذیر نہیں ہوتی۔

وہ دس ہزار بزرگان کرام کے ہمراہ تشریف لائے

پیشین گوئی کا یہ حصہ ہمیں نہ صرف پاران کے قصبے کا تعین کرنے میں مدد دیتا ہے، بلکہ بغیر شک و شبہ کے اس پیغمبر کی نشاندہی کا کام بھی دیتا ہے۔

صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تاریخ ہی نہیں بلکہ دنیا کی بڑی بڑی کتابیں بھی صرف ایک ہی شخص کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور وہ حضرت محمد پیغمبر پر دلالت کرتی ہیں۔ اس بارے میں موسیٰ علیہ السلام نے صرف دو ہزار سال گزرے کہ آپ کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ لیکن حضرت ادریس علیہ السلام نے اس سے بہت عرصہ پیشتر یہی بات بتلا دی تھی۔ اگر ہم ہندو رشیوں اور سنتوں کی پیش گوئیوں کی طرف توجہ کریں۔ تو ایسی ہی پیش گوئیاں ویدوں میں ہزاروں سال پرانی لکھی ہوئی ملیں گی۔ یہ پیش گوئی بے نظیر ہے۔ اور اس کو اب تک کوئی چیلنج نہیں کر سکا۔

جب حضرت محمد نے فتح مکہ کیا اور شہر کے اندر داخل ہوئے۔ تو ان کے ہمراہ دس ہزار اصحابی تھے۔ عبرانی کتابوں کے اکثر پرانے تراجم میں عبرانی فقرہ مربوط قدوس کا صحیح ترجمہ انگریزی میں کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے دس ہزار اصحاب کرام درج ہے۔ لیکن بعد ازاں اس پیش گوئی کو مبہم بنانے کی

خاطر متذکرہ بالا فقرہ کو ایک ملین دس لاکھ فرشتوں سے تبدیل کر دیا گیا، مربوط فردس کا صحیح ترجمہ بموجب عبرانی انگریزی لغات اور عام مرد و جد دستور انجیل دس ہزار صحابہ کرام ہی ہے۔
اب دیکھئے نہ کہ اس پیش گوئی کا تعلق صرف حضرت محمدؐ کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔ وہی ایک ایسے شخص ہو سکتے ہیں جنہوں نے جب مکہ فتح کیا، اور شہر کے اندر داخل ہوئے، تو ان کے ہمراہ دس ہزار صحابی موجود تھے۔ پیغمبروں کی تمام تاریخ میں آج تک کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہو کر رہا جو اسے فتح کر کے دس ہزار نیک ہمراہیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا ہو۔ اب حضرت ادریسؑ کی پیش گوئی کو بھی دیکھ لیجئے۔ اس کے دایئ ہاتھ سے آتشیں قانون چلے، لفظ عین کے معانی ہر دو عبرانی اور عربی زبان میں دایاں ہاتھ ہے۔ جس سے مراد برکتیں، طاقت اور حکومت ہے۔ پس اس کے دایئ ہاتھ سے آگ کے قانون نکلتے، کا حاصل یہ ہے کہ اس کی حکومت کو جہاں مذہب کرنا ہوگا، جیسے عیسائی لوگ پسند نہیں کرتے۔

لیکن دوسری طرف کتاب پیغمبروں کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اس اعتراض کو روکنے کے لئے پہلے ہی سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ ”یہ کمان بادلوں میں آرام کرے گی“ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی لڑائیوں میں گہرائی تک رحم و کرم کا رنگ بھرا ہوا ہوگا۔ دیگر مقامات پر کہا گیا ہے کہ جب وہ دس ہزار اصحابہ کرام کے ساتھ آئے گا، تو وہ اپنے ہتھیاروں کو امن و صلح کے پیش نظر رکھ دے گا، یعنی اس کی لڑائی خونریزی کی خاطر نہیں بلکہ امن و صلح کے لئے لڑی جائے گی، اور ان کا آنا ایسا ہی باعث رحمت ہوگا، گویا کہ خدا خود اپنی برکتوں کے ساتھ زمین پر آیا ہے۔ انصاف اور مساوات کی بالادستی ہوگی، اور کسی سے بے انصافی نہ ہوگی۔

یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰؑ کے لئے نہیں ہے۔

صرف ایک ہی محمدؐ ایسے پیغمبر ہو کر رہے ہیں جن کے دایئ ہاتھ میں آتشیں قانون تھا۔ حضرت یحییٰ یا حضرت الیاسؑ نے درست کہا تھا: ”میں درحقیقت تمہیں پانی سے بتیسرہ دے رہا ہوں، جو توبہ کے متعلق ہے۔ لیکن وہ جو بعد ازاں آئے ہیں، وہ مجھ سے بہت زیادہ طاقت والا ہے، جس کی جوتیوں کو میں اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ وہ تمہیں مقدس روح اور آگ سے بتیسرہ دے گا۔“
الیاسؑ کے زمانہ میں تو حضرت عیسیٰؑ آگے ہی موجود تھے، جنہوں نے بعد ازاں لوگوں کو

پانی سے بپسہ دیا ہے۔ اور الیاسؑ کی پیش گوئی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے یہ کام جناب محمدؐ کے لئے مخصوص رکھا گیا۔ صرف وہی لوگ مسلم کہلاتے۔ جنہوں نے آگ سے بھرے ہوئے پانی کے اندر چھلانگیں لگائیں اور کوہِ دے۔ ان کا یہ عمل درحقیقت آگ میں بپسہ لینا تھا۔ جو مقدس لڑائیاں یا جہاد کہلاتیں۔ پس مسلمانوں نے آگ کے شعلوں میں بپسہ لیا تھا۔ ان واقعات کی تشریح کر دینے کے بعد آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔ کہ یہ پیش گوئی پوری تفصیل کے ساتھ حضرت محمدؐ کی پاک فات سے بدرجہ اتم صادق آتی تھی۔ نیز وہی ایک ایسے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ جو حضرت موسیٰؑ سے مماثلت رکھتے تھے۔

پشین گوئی نمبر ۳

کتاب پیدائش میں یوں ذکر آیا ہے کہ ”جہاں تک اسماعیلؑ کا تعلق ہے۔ میں نے تمہیں سن لیا ہے۔ دیکھو۔ میں نے اسے برکت دی ہے۔ میں اسے بچل اور بناؤں گا۔ اور اس کی تعداد کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا۔ وہ دس شہزادے حاصل کرے گا۔ اور میں اس سے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔“ عبرانی زبان سے جو عربی میں ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء ہوا تھا۔ وہ یوں ہے :- ”میں نے اسماعیلؑ کے بارے میں تمہاری دعا سن لی ہے۔ تم دیکھو گے۔ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے بہت مشہور کروں گا۔ اور اس کی نسل کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا۔ اس کے خاندان میں بارہ سردار ہوں گے۔ اور اس کے کنبے کو بہت اونچا کروں گا۔“ وہ حضرت محمدؐ ہی تھے۔ جو اسماعیلؑ کے خاندان میں سے ہوتے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گھرانے کے سردار ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے خود خدا سے یہ دعائیں مانگی تھیں۔ اے ہمارے مالک خدا ابراہیمؑ میں سے ایک پیغمبر پر پا کر۔ جو نبی آیات کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے۔ اور انہیں حکمت کے علوم پڑھاتے۔ تاکہ وہ پاکیزہ ہو جائیں۔ بیشک نبی ذات پاک بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔“ یہ پیش گوئی واضح الفاظ میں صرف محمدؐ کے لئے دی گئی تھی۔ اسے دوسروں پر سرگزائد نہیں کیا جاسکتا۔

پشین گوئی نمبر ۴

”انہوں نے مجھے اس چیز سے جو خدا نہیں ہے۔ حسد پر آمادہ کیا ہے۔ انہوں نے یہودگی سے

میرے غصے کو تیز کیا ہے۔ میں ان لوگوں سے جو کوئی خاص قوم کی اہمیت نہیں رکھتے ان کے حسد کو حرکت
دوں گا۔ میں ان کے غصے کو اور بھڑکاؤں گا۔ جو ایک جاہل قوم کے خلاف ہو گا۔ یہاں جو
الفاظ یوقوف قوم اور جاہل فرقہ کے استعمال ہوتے۔ ان سے مراد عرب ہیں۔ کیونکہ وہ بہت ہی
گنوار اور گمراہ تھے۔ وہ مذہب یا سائنس کے قوانین سے بالکل ناواقف تھے۔ یہی تھا کہ وہ بت
پوچھا کرتے تھے۔ یہودی انہیں نفرت کی وجہ سے کہنے اور ذلیل سمجھتے تھے۔ محض اس لئے کہ وہ
ایک غلام بیومی کی اولاد ہیں سے تھے۔ جس کا نام ہاجرہ تھا۔ اور وہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ
تھی۔ رضی اللہ عنہم۔

مندرجہ ذیل آیات کا مضمون اور اس کا مفہوم یہ ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل مجھے احساس دلایا ہے۔
اور مجھے عربوں کے خلاف جوش دلایا ہے۔ کہ وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان کو شرمندہ کروں گا۔
اور ذلیل کروں گا۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں جن کو وہ کہنے اور ذلیل سمجھتے ہیں۔

جاہل کا لفظ یونانیوں کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ جو مختلف نئون اور سائنسوں میں بڑی
ہمارت اور قابلیت رکھتے تھے۔ اور اس قوم نے بڑے بڑے عالم مثلاً ارسطو، بقراط، شقراطہ جالینوس
فیثاغورث، افلاطون وغیرہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے تین سو سال پیشتر پیدا کئے تھے۔ یہودی انہیں
یوقوف اور جاہل عربوں اور محض عربوں کی طرح ہرگز تصور نہ کرتے تھے۔

پیش گوئی نمبر ۵

عبرانی زبان میں اصل کتاب کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔ "اس نے دو سوار دیئے۔ ایک گدھے
پر سوار تھا۔ اور دوسرا اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے اسے بڑے غور سے اور بڑے انہماک
سے پکارا۔" لیکن دوسری غیر زبانوں میں اسے اس طرح ترجمہ کیا گیا ہے۔ "اس نے ایک رتھ دیجی۔
جس پر دو گھوڑے سوار بیٹھے تھے۔ ایک گدھوں کی گاڑی اور ایک اونٹوں کی۔ اور اس نے بڑے
انہماک کے ساتھ اور دھیان کے ساتھ پکارا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دو سوار جن کا ذکر حضرت عیسیٰؑ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی
صحیح عبادت کو قائم کرنے والے تھے۔ گدھے پر سوار حضرت عیسیٰؑ سے اور اونٹ پر سوار حضرت محمدؐ
سے مراد ہے۔ حضرت عیسیٰؑ یروشلم میں گدھے پر سوار ہو کر آتے تھے۔ اونٹ سوار سے مراد

پیغمبر عرب حضرت محمدؐ ہیں جو مکہ عرب لوگوں کا ذریعہ سفر و آمد تھا۔ اس لئے یہ اشارہ رسول عربیؐ کی طرف ہی ہو سکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد آنحضرتؐ اپنے دس ہزار ہمراہوں کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوتے تھے +

پیشین گوئی نمبر ۶

دیکھئے کتاب پیدائش - ۱۱:۴۹ اس کتاب کا سنون ۲۲، ۱۸۳۱ اور ۱۸۴۳ عیسوی میں عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ اس آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے -

”بادشاہت کا احصاء جوڑا سے علیحدہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی حکمران اس کے پاؤں میں سے جانا رہے گا۔ یعنی حکومت کی باگ ڈور بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں رہے گی تاوقتیکہ ثلوث آجائے۔ پھر توگ اس کے اور گرد جمع ہو جائیں گے۔“ اب دیکھئے کہ لفظ ثلوث یا ثلوثہ کے معانی میں لوگوں کا بڑا اجتماع پایا جاتا ہے۔

سلطان بایزید خاں کے عہد حکومت میں ایک یہودی اسلام لایا تھا جس کا نام عبد السلام رکھا گیا تھا۔ وہ بہت عالم فاضل تھا۔ اس نے ایک چھوٹا سا سالہ نبیائے الرسالتہ الحادیث چھپوایا۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ ”اس آیت کے پڑھنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بادشاہت کے بعد حضرت محمدؐ تشریف لائیں گے۔ حاکم کا لفظ حضرت موسیٰؑ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ کے زمانہ سے لے کر موسیٰؑ کے عہد حکومت تک کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا۔ جو اپنے ہمراہ کوئی مقدس کتاب اور اپنا قانون لایا ہو۔ مگر سوائے موسیٰؑ کے جو حاکم اور فرمانروا تھے۔ واسم عربی لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے قانون دینے والا۔ اور اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کے زمانے تک کوئی ایسا شخص نہیں آیا۔ سوائے عیسیٰؑ کے جو قانون لایا ہو۔ ان دونوں کے بعد حضرت محمدؐ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اور اپنے ہمراہ ایک کتاب اور اپنا قانون لائے۔ حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کے لفظوں کے مطابق وہ بات صادق آئی کہ: ”آخر کار ایک پیغمبر محمدؐ اور تمام فرقے اس کے زیر فرمان ہوں گے۔“

پیشین گوئی نمبر ۷

آیت ۱۰ دیکھو پرانی باتیں گزر چکی ہیں۔ اور نئی چیزوں کا میں اعلان کرتا ہوں۔ ان کے واقع ہونے

سے پہلے میں وہ باتیں کہیں تیار تھیں۔

۱۔ خدائی تعریف کے لئے ایک نیالیت گاؤ۔ اور اس کی حمد زمین کے آواز سے لے کر اب تک
گود۔ تم جو سندرگے نیچے تک جاتے ہو۔ اور تمام ان چیزیں تک جو اس کی تہیں موجود ہیں اور جزیروں
میان کے گاد پور سے والوں تک پہنچتے ہیں۔

۲۔ ان کے درمیان میں ان کے اندر شہر سب مل کر اپنی آوازیں بلند کریں۔ وہ گاؤں جہاں کیدار
لیتے ہیں۔ چٹانوں پر رہتے ہیں۔ انہیں پھاٹوں کی بوٹوں پر سے بلند آواز میں غرے،
و ترشوں کے لگاتار۔

۳۔ انہیں اپنے ایک خدائی حمد شکر کرنے دیں۔ اور وہ جزیروں میں اس کی تعریف کا
اعلان کر دیں۔

۴۔ وہ آقا ایک حمد شکر کی طرح آگے بڑھے گا۔ وہ جنگجو آدمی کی طرح لوگوں میں ہوش و خروش
پیدا کرے گا۔ وہ اپنی آواز سے پکارے گا۔ گویا۔ وہ اپنے دشمنوں پر چھا جائے گا۔

۵۔ میں بہت دیر تک ضبط کرتا رہا۔ میں خاموش رہا۔ لیکن میں اس عورت کی طرح
جو عورت کے چہرے پر سب چہرے لگا۔ میں تباہی مچا دوں گا۔ اور فوراً ہڑپ کر لوں گا۔

۶۔ اب میں پھاٹوں سے پھاٹوں کو دیران کر دوں گا۔ اور ان کی جڑی بوٹیوں کو خشک
کر دوں گا۔ یہاں کو جڑیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا اور تالاب خشک ہو جائیں گے۔

۷۔ اب اندھے لوگوں کو آنکھیں باز کی جائیں گی۔ جن سے وہ پہلے واقف نہ تھے۔ انہیں
الکے راستوں پر لے جایا جائے گا۔ جن کو وہ جانتے نہ تھے۔ میں اندھیرے کو ان کے سامنے روشنی
میں تبدیل کر دوں گا۔ اور ڈھیریں جڑیوں کو سیدھا کر دیا جائے گا۔ ان کے لئے یہ تمام کام سرانجام
دیتے جائیں گے اور انہیں دیکھا نہیں دیا جائے گا۔

۸۔ وہ لوگ جو گندہ شہر میں تھے۔ یہ اعتبار کرتے ہیں۔ انہیں واپس لوٹا دیا جائے گا۔ انہیں
بہت شرمندہ کیا جائے گا۔ جو لوگ دھات کے ڈھلے ہوتے بتوں کے سامنے کہتے ہیں: تم
سچا رہو۔ وہ لوٹا ہو۔

۹۔ اس سے تم جو بہت ہو۔ سو۔ اور جو تم جو اندھے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم دیکھ سکو۔ جب آپ آیت
میں پڑھو۔ ڈالیں گے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ یہ بات سراسر معنی کا حال پہلے بتا چکے ہیں۔ اور اب مستقبل کے متعلق

غیر دنیا چاہتے ہیں۔ سوائے محمدؐ کے اور کوئی دوسرا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ جس کی خبریں پہلے دی جا چکی ہیں۔ ان کے حالات دیگر پیغمبروں سے بالکل مختلف ہیں۔ جن کے حالات اس باب میں دیتے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کیونکہ اسی باب کی آیت نمبر ۲۳ میں یہ کہا گیا ہے کہ ”وہ جو تم میں سے اس قدر ہوشیار ہو گا۔ وہ آئندہ کی خبروں کو بڑے غور سے سُننے گا۔“

نئے گاؤں سے مراد عبادت کے نئے ڈھنگ جو حضرت محمدؐ لوگوں کو سکھائیں گے۔ آیات نمبر ۱۲ تا ۱۴ بتلا رہی ہیں کہ اس پیغمبر کی تعریف اور اس کے قوانین ہر جگہ خوب پھیل جائیں گے۔ لفظ کیدار جو آیات میں آچکا ہے۔ وہ خاص طور پر اور نمایاں طور پر اس حقیقت کی غمازی کر رہا ہے کہ محمدؐ کیدار بن اسماعیل کے خاندان میں سے ہو گزرے ہیں۔ اسی طرح آیت نمبر ۱۵ کے الفاظ ”کہ پہاڑ تم سے اُگے یہ اظہار کر رہے ہیں۔ اس خاص قسم کی عبادت کا جو جمع کے موقع پر ادا کی جاتی ہے۔ جب لاکھوں اشخاص یک زبان ملکر اونچی آواز سے پکار اٹھتے ہیں۔

”لَبَّيْكَ - اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ اِے“

آیت نمبر ۱۲ کے الفاظ نماز سے پیشتر بلانے کا طریقہ یعنی اذان سے مراد ہے۔ جبکہ آیت نمبر ۱۳ کا فقرہ ان مذہبی لڑائیوں (جہاد) اور کوششوں پر دلالت کرتا ہے۔ جو اس پاک مقصد کے لئے کی گئیں۔

انجیل میں لفظ مہودا خدا کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کسی پیغمبر کے لئے نہیں کہا گیا۔ آیات نمبر ۱۸ تا ۱۹ کے الفاظ ان کوششوں اور رہنمائی کو ظاہر کرتے ہیں جو حضرت عیساؑ کے لئے سمجھ لوگوں کو دیتے رہے۔ اس کے لئے چنداں تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

پیشین گوئی نمبر ۸

۱۔ ”وہ بوجھ عورت جس کا کوئی بچہ نہیں ہو سکا۔ گانا شروع کر دو۔ اور اونچی آواز سے چلاؤ۔ تمہیں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ تم جو باکھ ہو۔ تمہارے بچے اور اولاد تعداد میں اس عورت کی اولاد سے بہت زیادہ ہوگی۔ جو رساترہ (شادی شدہ) ہے۔“ یہ خدا کہتا ہے۔

۲۔ ایشیہ شعیبے کو وسیع تر کر لو۔ اور اپنے مسکن (جائے رہائش) کے پردوں کو پھیلا دو۔ اس ارادہ سے مت ہٹا۔ رستوں کو لمبا کر لو۔ اور اپنے گلوں کو مضبوط بنا لو۔

۳۔ کیونکہ بیرونی ممالک میں داہیں طرف اور بائیں طرف تم لوگوں نے پھیل جانا ہے۔ اور

تہاری اولاد نے تو میں بنائی ہیں۔ اور ویران شہروں کو آباد کرنا ہے۔

۳۔ منت غم کرو، کیونکہ تمہیں شرمندہ ہونا نہیں پڑے گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تمہیں کوئی شرمندہ نہیں کر سکتا۔ تم اپنی جوانی کی شرمندگیوں کو بھول جاؤ۔ تم بیوہ ہونے کی ملامت کو مت یاد کرو۔

۵۔ کیونکہ تمہارا خاں تمہارا خاوند ہے۔ اس کا نام بڑی بڑی فوجوں کا آقا ہے۔ اسرائیل کا مقدس خدا تمہارا نجات دہندہ ہے۔ اسے تمام روتے زمین کا خدا کہا جاتا ہے۔

۶۔ کیونکہ اس مالک خدا نے تمہیں بیوی کی طرح بلایا ہے۔ جو نظر انداز ہو چکی ہے۔ اور اس کا روح دکھی ہے۔ تم اس نوجوان بیوی کی مانند ہو۔ جسے ترک کر دیا گیا ہو۔ تمہارا خدا یہ کہتا ہے
۷۔ میں نے تھوڑے عرصے کے لئے تمہیں نظر انداز کیا تھا۔ لیکن اب میں تمہیں بڑی محبت سے یاد رکھوں گا۔

۸۔ بہت زیادہ غصہ کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے میں نے اپنا چہرہ تم سے چھپا رکھا تھا۔ لیکن آئندہ میں تمہیں ہمیشہ رہنے والی محبت کے ساتھ تمہیں پیار کروں گا۔ اور رحم کھاؤں گا یہ باتیں تمہارا خدا نجات دلانے والا کر رہا ہے۔

۹۔ میرے لئے یہ سب ماجرا ایسے ہی ہے۔ جیسے نوحؑ کا زمانہ طوفان، چونکہ میں یہ قسم کھا چکا ہوں کہ نوحؑ کا طوفان زمین کی طرف آئندہ بالکل نہ جائے گا۔ اس لئے میں نے یہ قسم بھی کھائی ہے کہ میں تم سے خفا نہیں ہوں گا۔ اور تمہیں برا بھلا نہیں کہوں گا۔

۱۰۔ کیونکہ پہاڑ خواہ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ اور پہاڑیاں ہل جائیں۔ لیکن میری پائیدار محبت تم سے جدا نہ ہوگی۔ اور میرا صلح کا عہد و پیمان تم سے چھوٹ نہیں سکتا۔ یہ باتیں تیرا مالک کر رہا ہے۔ جو تم پر ترس کھا رہا ہے۔

۱۱۔ اور دکھی عورت۔ جسے طوفان کے پانی نے تھپیڑے مارے ہیں اور تیری دل پذیرائی نہیں کی گئی، دیکھو۔ میں تمہارے پتھروں کو سرمہ میں تبدیل کر دوں گا۔ اور تمہاری بنیادوں کو قیمتی پتھروں سے مضبوط کر دوں گا۔

۱۲۔ میں تمہارے محلات کی چھت کے کناروں کو لعلوں اور قیمتی پتھروں سے مزین کر دوں گا۔ تمہارے بڑے دروازے سحر خ قیمتی پتھروں کے بنے ہوں گے اور تمام دیواریں قیمتی پتھروں کی بنی ہوں گی۔

۱۳۔ تمہارے سب لڑکوں کو اشد تعلیم دے گا۔ اور تمہارے بیٹوں کو اتالیقیہت عطا کرے گا۔
 ۱۴۔ نہیں انسان کے ساتھ آبادی قائم کر دیا جائے گا۔ جو نہیں سکتا۔ کہ کوئی تم پر تسلیم کرے
 کیونکہ تم کسی خوفناک حادثے سے نکل رہے ہو گے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک جنگ نہیں سکتا۔
 ۱۵۔ اگر کوئی شخص تمہارے خلاف لڑائی کو چیلر ہے گا۔ تو ایسا کہنے والا تمہارے
 ہاتھوں شکست کھا جائے گا۔

۱۶۔ دیکھو۔ میں نے لوہا کو پیدا کیا۔ جو کوئلوں کو دھوکتی سے دھپاتا ہے۔ اسی طرح
 حسبِ منشاء تمہارا کو بنالیتا ہے۔ اسی طرح میں نے تباہی اور برباد کر دینے والے لوگوں کو بھی
 تخلیق کیا تھا۔ تاکہ وہ تباہی ہی مچاتے رہیں۔

۱۷۔ کوئی ایسا تمہارا جو تمہارے خلاف استعمال کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ بھل
 نہیں سکتا۔ اور تم ہر اس زبان کو بند کر دو گے۔ جو تمہارے خلاف کسی قسم کی آواز اٹھاتے
 یہ چیزیں اللہ کے بندوں کے لئے وحشت ہیں اور میری طرف سے یہ ان کے تسلیم شدہ جاذب
 حقوق ہیں۔ یہ باتیں خدا کہتا ہے۔

اگر آپ مندرجہ بالا سترہ آیات خود سے پڑھیں گے۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ تمہاری زمین
 کو بجز دریا بچھڑا کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس زمین پر حضرت اسماعیلؑ کے بعد کبھی کوئی پیغمبر نہیں آیا۔
 سوائے حضرت عیسیٰؑ کے۔ لیکن اس کے برعکس یروشلم میں حضرت عیسیٰؑ سے پہلے ہی پیغمبر
 آتے رہے۔ اور انہیں وحی بھی نازل ہوتی رہی۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد نبوت ختم ہو گئی۔
 اولاد کی طرف رخ پھیر لیا۔ بعض اس لئے کہ ان حقیقتوں کے پورے پورے عیسائی کے پہلے
 باب کی آیات میں دی گئی ہیں انہیں ملحوظ کر دیا گیا تھا۔

حضرت آموز کے بیٹے عیسیٰ کی خواب میں اس نے جوڑا۔ اور یروشلم کے متعلق جو فرمایا۔
 جو تم، آہا اور ہیزیکا کے بادشاہوں کے زمانے کی دیکھی تھی۔ یہ وہی صبح ہے۔ جسے آسمان
 سنو۔ اور اسے زمین کان دیکھ کر سن لو۔ کیونکہ خدا نے یوں کہا ہے۔ بیٹے میں تمہارے پیر
 اور ان کی پرورش کی ہے۔ لیکن انہوں نے میرے خلاف جھوٹ کی ہے۔
 بیل اپنے آقا کو پہچانتا ہے۔ اور گھوڑا اپنے مالک کے ڈنڈے کو پہچانتا ہے۔ لیکن
 بنی اسرائیل نہیں جانتے۔ میری قوم سمجھتی سوچتی نہیں ہے۔

انسوس، اودہ گھنکا قوم ان لوگ ہیں جو بے اعتنائیوں سے لہتے پرتے ہیں۔ یہ کائناتوں

کی اولاد۔ وہ بیٹے ہو کر دی اور سرکشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے خدا کو ترک کر رکھا ہے۔ انہوں نے اسرائیل کے مقدس پیغمبر کو نفرت سے دیکھا ہے۔ وہ اصل راستے سے بہت ہی منحرف ہو چکے ہیں۔ کیوں تمہیں اب بھی اس لئے سزا دی جاتے۔ کہ تم نے بغاوت کر رکھی ہے۔ سرتمام کا تمام بیمار ہے۔ اور دل پورا پورا غشی کی حالت میں ہے۔

پاؤں کے تلے سے لے کر سر کی چوٹی تک ان میں کوئی اچھا احساس اور شعور نہیں ملتا۔ لیکن زخم چھوڑے اور خون آلودہ چوہیں ملتی ہیں۔ انہیں دبا کر گندی پیپسے خالی نہیں کیا جاسکا۔ نہ ان پر پٹی باندھی گئی ہے اور نہ ہی انہیں تیل لگا کر نرم کیا گیا ہے۔

تمہارا ملک ویران پڑا ہے۔ تمہارے شہر آگ سے جل چکے ہیں۔ تمہاری موجودگی ہی میں غیر ملکی لوگ تمہاری زمین کو ہڑپ کرتے جا رہے ہیں۔ یہ ویران اور سسنان اس طرح ہو چکی ہے گویا کہ غیر ملکی حملہ آوروں نے اسے پسا کر دیا ہو اسے۔

اور زمین (ZION) کی بیٹی کی حالت اس طرح ہے۔ جیسے کوئی چیرکسی انگوروں کے باغ میں پڑا ہوڑا رہ جاتے۔ یا کہ رڈز کے کھیت میں کوئی مجھو نیٹری بنی ہو۔ یا ایسے جس طرح کوئی محصور شہر ہو۔

اگر خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے چند لوگ نہ چھوڑے ہوتے۔ تو ہم سیڈوم کی طرح دلبےس ہوتے۔ اور ہماری وہی حالت ہوتی جو گومارا کی تھی۔

خدا کے الفاظ سنو۔ اے وہ جو سیڈوم کے حکمران ہو۔ اے گومارا کے رہنے والے خدا کی

تعلیم پر کان دھو۔

”تمہاری بے شمار قربانیوں کا مجھے کیا فائدہ ہے؟ خداوند کہتا ہے: مجھے جلے جھنڈے کافی مینڈھوں اور اچھے پرورش شدہ جو پاؤں کا چرچا وار مینڈھ (مٹا رہا ہے مجھے بیلوں کے خون سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اور نہ ہی بھیڑوں یا بکروں سے کوئی خوشی ہوتی ہے۔ تم میرے سامنے کیوں حاضر ہوتے ہو۔ تمہیں کون کہتا ہے کہ اگر میری عالتوں کو پاؤں سے روندتے پھرو۔ اور کوئی فضول چرچا دے میرے لئے مت لے کر آؤ۔ تمہاری خوشبودار اگر بتیوں کی خوشبو میرے لئے نفرت اور حقارت میں اضافہ کا موجب بنتی ہے۔ حالِ امر سبقت کا تہوار اور یہ مجالس کا انعقاد ہے۔ میں بے الفانیوں اور سنجیدہ اسمبلیوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔

تمہاری نئے چاند کی رسموں اور مقررہ اوقات میں تمہاری عیافتوں کو میں نفرت سے دیکھتا ہوں۔

تمہاری تمام حرکتیں میرے لئے ایک بوجھ بن چکی ہیں۔ میں انہیں برداشت کرتا کرتا تنگ آ چکا ہوں۔ جب تم دعا کے لئے اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے تو میں تم سے اپنی آنکھوں کو چھپا لوں گا۔ خواہ تم کسی کی دعائیں مانگتے رہو۔ میں انہیں نہیں سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ تم تیار۔ اپنے آپ کو پاکیزہ بناؤ۔ میری آنکھوں کے سامنے سے اپنی بدکرداریوں کو اتار چھینو۔ بروئے کام کرنے ترک کر دو۔ اچھے کام کرنے سیکھو۔ انصاف کو تلاش کرو۔ ظلم و تعدی کا ازالہ کرو۔ یتیموں کی حمایت کرو۔ اور بیوہ عورتوں کے لئے امداد کی کوشش کرو۔ اب مل جل کر معقول باتیں کریں۔ خدا یہ کہتا ہے :-

”اگرچہ تمہارے گناہ سرخ سرخ نظر آ رہے ہیں، مگر وہ ایسے سفید ہو سکتے ہیں۔ جیسے برف ہو۔ اگرچہ وہ بہت ہی سرخ کرچی رنگ کی طرح ہو چکے ہیں۔ وہ اُن کی طرح ہو جائیں گے۔ اگر تم نیک خواہشات رکھتے ہو۔ اور فرمانبرداری بھی قبول کرتے ہو۔ تو ضرور اس زمین سے اچھا پھل پاؤ گے۔ اگر تم نے انکار کرتے ہوئے بغاوت کی۔ تو تلوار تمہیں کھا جائے گی۔ کیونکہ یہ باتیں خود تمہارے خداوند کے منہ سے نکلی ہیں۔

اب اس شہر کے لوگ جو اس قدر وفادار اور انصاف پسند تھے۔ اب آوارہ اور ذلیل ہو چکے ہیں۔ وہ انصاف پسند تھے۔ مگر اب قاتل بن چکے ہیں۔

تمہاری چاندی اب مٹی بن گئی ہے۔ اور تمہاری شراب میں پانی کی ملاوٹ ہے۔ یعنی اب خلوص نہیں رہا۔ تمہارے شہزادے باغی ہیں۔ اور ساتھی چور ہیں۔ ہر ایک رشوت مانگتا ہے۔ اور لڑکیوں کے پیچھے بھاگے پھرتا ہے۔ وہ یتیموں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور بیوہ عورتوں کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ پس ہمارا آقا کہتا ہے۔ روہ جو کہ فوجوں کا مالک ہے اور اسرائیلیوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ میں اپنے دشمنوں پر غصہ نکالوں گا۔ اور اپنا بدلہ اپنے حریفوں سے لوں گا۔ میں اپنے ہاتھ کو تمہارے خلاف حرکت میں دوں گا۔ اور تمہاری دھات کی میل کو الیڈ سے صاف کیا جائے گا۔ اس طرح تمام کھوٹ علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اس تمہارے منصفوں اور کونسروں کو پہلے کی طرح بجا کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ کہا جاسکے گا۔ کہ شہر اب انصاف پسند اور وفادار ہو گیا ہے۔

لیکن گہنگاروں اور باغیوں کو بالکل کچل دیا جائے گا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے خدا کو ٹھکرا دیا۔ انہیں تباہ کر دیا جائے گا۔ جو عیسائے آیات ۱-۱۰ تک باب اول۔

اب اسی کتاب کے باب دوم کی آیات ۱-۵ تک ملاحظہ ہوں :-

عیسا بن آموز نے جو دنیا جوڑا اور یروشلیم کے بارے میں دیکھی ہے۔ بعد ازاں ایسا وقت آئے گا۔ جبکہ خانہ خدا کی پہاڑیاں باقی تمام پہاڑیوں میں سے زیادہ سر بلند می حاصل کر لیں گی۔ اور ان کا اعزاز پہاڑوں سے بھی زیادہ اونچا ہوگا۔ اور دنیا کی تمام قومیں حج کے لئے ہوق در ہوق اس طرط روانہ ہوا کریں گی۔

بہت سے لوگ آئیں گے اور کہیں گے: "اؤ ہم خدا کی پہاڑی کی طرف جائیں جو یعقوب کے خدا کا گھر دمگہ شریف ہے تاکہ وہ ہمیں اپنے راستے کی تعلیم دے۔ اور ہم اس کے راستوں پر چلیں!" ا وہ۔ یعقوب کے گھر آؤ۔ تاکہ ہم خداوند کی روشنی میں چل سکیں۔

اب عیسا کے سابقہ باب نمبر ۴ کی طرف توجہ کریں۔ وہ الفاظ جو کہ بنجر زمین کے بیٹوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ان سے مراد مائے باجرہ کے بچے ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔ یہ مثال ان پر خوب صادق آتی ہے، جس کی حالت ایسی تھی۔ جس طرح کہ کسی کو طلاق دی جا چکی ہے۔ جسے گھر سے نکال دیا گیا۔ اور اس نے ریگستان میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے وہ وعدہ جو خدا نے حضرت اسماعیلؑ کے حق میں باجرہ سے کیا تھا۔ اس میں یہ الفاظ ملتے ہیں :- وہ گود خری طرح آزاد شخص تھا۔ کتاب پیدائش کا باب نمبر ۱۶ ملاحظہ ہو، اسی طرح الفاظ "وہ جو کہ شادی شدہ ہے" سائرہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مکہ کی زمین کو مخاطب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہیں شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس باجرہ کے خاندان کے اکثر افراد کو سائرہ کے افراد پر ترجیح دی گئی ہے مکہ کو بھی دوسرے مقدس شہروں پر ترجیح دی گئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے باجرہ کے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا۔ اسے اس طریقہ سے پورا کیا گیا کہ اس نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا۔ جو کہ حضرت باجرہ کے بچوں میں سے آخر الزمان نبیؐ ہو گئے ہیں۔ یہ آیت اُنہی کے لئے نازل کی گئی تھی اور الفاظ لومہ اور تباہ و برباد کر دینے والا جو اپنے دشمنوں پر غالب آئے۔ اُنہی کے لئے استعمال کئے گئے تھے۔

مکہ دنیا کے تمام مقدس مقامات میں سب سے زیادہ سرفرازی اور احترام رکھتا ہے جہاں ہر سال گزشتہ ۱۳۹۷ برسوں سے لاکھوں لوگ فریضہ حج ادا کرنے جاتے ہیں۔ یروشلیم کو اپنی تاریخ میں صرف دو مرتبہ ایسا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ ایک دفعہ اس وقت جب حضرت سلیمانؑ نے اس

کی عمارت کو مکمل کیا۔ اور دوسری مرتبہ اس وقت تک جب حضرت عیساؑ نے اپنی عہد حکومت کے اٹھارویں سال اتفاقاً عہد یقیق کا ایک نسخہ تلاش پایا تھا۔ دیکھیے کتاب سلاطین دوم۔ باب نمبر ۱۸ +

اللہ تعالیٰ کا یہ عہد تھا کہ آئندہ کے لئے اسماعیلؑ کی اولاد کو کسی قسم کا خوف نہ ہوگا۔ اور یہ کہ وہ ان پر ہربان ہوگا۔ اور انہیں دشمنوں اور مصائب سے محفوظ رکھے گا۔ وہ ان سے ناراض نہ ہوگا۔ اور نہ ہی آئندہ دھمکائے گا۔ بلکہ انہیں ہمیشہ کے لئے صاحب اقبال بنائے گا۔ اور ان سے عہد ردی کرے گا۔ وہ صلح اور امداد کے عہد پر ثابت قدم رہے گا۔ مثال کے طور پر اصحاب رقیل کو ہی دیکھ لیجئے۔ جو لمبھیوں پر سوار ہو کر محمدؐ کے خلاف جنگ کرنے آئے تھے۔ ان کی تباہی کی داستان بڑی لمبی ہے۔ اپنے سینیا کے بادشاہ نے محمدؐ کے خلاف ابراہیم حاکم مین کو اکسا یا تھا۔ عجیب ماجرہ پیش آیا۔ اسے خدائی طاقت نے بہت بڑا عذاب دیا۔ اور ہلاک کر دیا۔ اس کے وزیر نے جب مافوق العادت معجزات کو غور سے دیکھا۔ کہ لمبھی مرتے جاتے ہیں اور اس کی فوج پر خطرناک مصائب نازل ہو رہی ہیں۔ تو اس صورت حال سے شاہراہے سینیا کو آگاہ کرنے کے لئے اُس کے پاس بھاگتا ہوا گیا۔ لیکن ایک پرندہ تمام راستے پر اس کے سر پر منڈلاتا ہوا تعاقب کرتا رہا۔ اور وہاں پہنچ کر جونہی اُس نے اپنی کہانی کو ختم کیا۔ اسی وقت اس پرندے نے ایک کنگری اس کے سر اور پر پھینک دی۔ اور وہ اسی وقت اور اسی جگہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک ایسے واقعات ہو گزرے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو اللہ تعالیٰ کی مدد ملتی رہی۔ پس ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اشارہ اس پیغمبر عظیم ذات اور ان کے پیروں کرنے والوں کی طرف ہی ہوتا ہے۔

انجیل میں پشین گوئیاں

پشیرے گوئے سے نمبر ۱۸

آیت نمبر ۲۶ - وہ جو فتح حاصل کرتا ہے۔ اور میرے کاموں کو آخر تک کرتا رہتا ہے

میں اسے دوسری قوموں پر غالب کروں گا۔

نمبر ۲۷ - اور وہ ان پر لوسے کے ڈنڈے سے حکومت کرے گا۔ جبکہ مٹی کے برتن ٹکڑے
 ٹکڑے ہو جاتے گئے۔

اس پیشین گوئی سے محمدؐ کی حکومت مراد ہے۔ ان آیات کا اشارہ آپؐ کا دشمنوں پر فتح
 حاصل کرنا۔ اس کے آتشیں خدائی احکام۔ اس کی قیامت تک رہنے والی کتاب۔ اس کا تمام قبیلوں
 اور اقوام سے حق و انصاف اور آخر باغی قبیلوں کا مطیع ہو جانا اور اسلام پر عیسائیوں اور یہودیوں
 کا ایمان لے آنا۔ انہی باتوں کی دلالت کرتا ہے۔ مجرموں کو اسلامی قوانین کے تحت سزا میں دی
 گئی۔ یہودی اور عیسائی توقع رکھتے تھے کہ ان کے دشمنوں کو حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں سے سزا
 ملیگی۔ مگر وہ اپنے دشمنوں کو ہر سال نہ کر کے۔ چونکہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰؑ کے لئے نہیں کی
 گئی تھی۔ اس لئے اُس کے دائیں ہاتھ میں کوئی آتشیں قوانین نہیں دیئے گئے تھے۔ عیسائیوں اور
 یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مجرموں کے بائیں ہاتھ میں ان کے جرائم کی تفصیل دی جاتی ہے ہمارے
 سردار محمدؐ کے دائیں ہاتھ میں آتشیں قوانین دیئے گئے تھے۔ حضرت یحییٰؑ (یوحنا) نے یہ پیش گوئی
 کی تھی! — ”در حقیقت میں تو تمہیں توبہ کا پتہ پانی سے دے رہا ہوں۔ لیکن وہ جو میرے
 بعد آ رہا ہے۔ وہ تمہیں آگ (جہاد دین) سے پتہ دے گا۔“

پیشین گوئی نمبر ۲

پھر یسوع مسیحؑ نے کہا کہ میں نے ابھی تم سے بہت باتیں کرنی ہیں۔ لیکن اس وقت تم
 انہیں برداشت نہیں کر سکو گے۔ ہو بیت جو سچائی کی روح ہے۔ جب وہ آئے گا۔ تو
 سچائی کی طرف تمہاری رہنمائی کرے گا۔ کیونکہ وہ خود اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ
 وہ سنے گا۔ وہی وہ کہے گا۔ اور وہ ان چیزوں کا اعلان کرے گا۔ جو آئندہ ہونے والی ہیں۔
 ”وہ مجھے شرف بخشے گا۔ کیونکہ جو کچھ میرے پاس ہے۔ وہ اسے حاصل ہوگا۔ اور وہ
 تمہیں سب بتا دے گا۔“ لیکن جب وہ تسلی دینے والا وکیل آئے گا۔ جسے میں تمہارے پاس
 بھیجوں گا۔ وہ خدا سے آئے گا۔ وہ سچائی کی روح ہوگا۔ جو خدا کی طرف سے آئے گا۔ وہ
 میری گواہی دے گا۔“

”میں خدا سے درخواست کروں گا۔ اور وہ تمہیں اور کوئی تسلی دینے والا دے گا۔“

جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ "را" لیکن وہ تسلی دینے والا، وکیل اور مقدس روح۔
جیسے میرے نام پر خدا بھیجے گا۔ وہ سب کچھ تمہیں پڑھاتے گا۔ اور ان تمام باتوں کی یاد
دلائے گا کہ جو میں نے کہی ہیں۔" ۲

مندرجہ بالا تمام پیش گوئیاں حضرت محمدؐ کے بارے میں کہی گئی ہیں۔

لفظ پیری کلائٹ عبرانی زبان کا ہے۔ اس انگریزی ترجمہ مختلف الفاظ میں دیا جاتا
ہے۔ مثلاً تسلی دینے والا، وکیل، مشورہ دینا، اور وکالت بھی کرتا ہے۔ سچائی کی مدد
ہو بہت اور پیرا کلیٹ یا فارقلیط ۳

حضرت عیسیٰؑ عبرانی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ وہ یونانی زبان میں باتیں نہیں کیا
کرتے تھے۔ اور عبرانی زبان کا اصل لفظ پیری کلائٹ ہے۔ جس کے معنی احمد یا محمدؐ ہیں۔
مگر عیسائی رہنماؤں نے اس لفظ کا ترجمہ یونانی زبان میں پیرا کلیٹ کر دیا۔ جس کا مطلب
ولایت یا تسلی دینے والا، وکیل یا سفارش کنندہ ہے۔ پیرا کلیٹ یونانی لفظ ہے جس کا
عربی زبان میں ترجمہ فارقلیط ہو سکتا ہے۔

اگر ہم بغرض محال عیسائی پادریوں کی بات پر اکتفا کریں۔ تو پھر ہم اس کے لغوی معنی
پر اصرار نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے عبرانی لفظ پیری کلائٹ پر یونانی
لفظ پیرا کلیٹ کو ترجیح دی ہو۔ چونکہ ان کے تلفظ میں بہت ہی کم اختلاف ہے۔ اس لئے
ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے پیرا کلیٹ نے اصل لفظ پیری کلائٹ کی جگہ لے لی ہو۔
پھر بھی ہر حالت میں پیرا کلائٹ کا لفظ صرف محمدؐ کے لئے ہی عائد ہو سکتا ہے۔

فارقلیط عربی لفظ ہے۔ جسے عموماً مشرقی زبانوں میں ترجمہ کر کے اناجیل میں استعمال
کیا گیا ہے۔ یہ لفظ بھی اصلی عبرانی لفظ کا تبدیل نہیں ہو سکتا۔ فارقلیط کا لفظ جسے ایواب نمبر ۱-۱۵
اور ۶ کی آیات میں استعمال کیا گیا ہے۔ دو نقطوں کا مرکب ہے۔ فارق اور لیت کا فارق
وہ ہوتا ہے۔ جو توڑنا اور کھینچنا ہے۔ جبکہ لیت کا مطلب سانپ، بُرائی یا شیطان ہے۔ پس
ہر دو الفاظ کو ملا کر فارقلیط جو بنتا ہے۔ اس کا مقصد اور مطلب جو سانپ کا سر کھینچنے والا
یا بُرائی اور بدی کو مٹانے والا ہے۔ پیرا کلیٹ کے نام سے انگریزی اور یونانی انجیلوں
میں یاد کیا جاتا ہے، ہر بُرائی اور بدی سے مراد شیطان بھی ہے۔ فارقلیط کے معانی سانپ
اور شیطان کا سر کھینچنے والا ہے۔

اب ہم جانتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا اطلاق حضرت عیسیٰ پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے یہ نہ مایا تھا کہ کوئی شخص ان کے بعد آئے گا۔

محمدؐ کی تشریف آوری سے پیشتر چند لوگوں نے نازقلیط یا پیرا کلیٹ ہونے کا دعوے کیا تھا۔ دوسری صدی میں ایک عیسائی شخص بنام مونٹینس (MONTANUS) نے یہ دعوے کیا تھا۔ وہ بہت سی نیک اور خدا ترس عبادت کرنے والا تھا۔ اس نے مسیح کے دوران ایشیائے کوچک میں یہ اعلان کیا تھا کہ وہ وہی پیرا کلیٹ ہے جس کے متعلق یسوع مسیح نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ ان کے بعد آئے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ اس کے مطیع ہو گئے۔ اسی طرح سے مسٹر میٹور کی تاریخ مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے مطابق چند دیگر اشخاص نے بھی اس موعودہ پیغمبر کا دعوے کیا۔ ان حالات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی کسی نئے پیغمبر کے آنے کے منتظر تھے۔ ان میں سے ایک مینس نامی (MANN) شخص نے بھی اسی لقب کا دعوے رسول اللہؐ کی تشریف آوری سے پیشتر کیا تھا۔

اب ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ خاص پیغمبر صرف محمدؐ کی شخصیت ہی تھی۔ نہ کہ وہ فرض کردہ روح القدس جسے عیسائیوں نے فصل کی کٹائی کے تہوار کے وقت ملاحظہ کیا تھا۔ اس تہوار کا نام یوم پنٹی کوست (PENTECOST) ہے۔ اسے مہنتوں کی ضیافت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ جسے گندم کی کٹائی کے دوران اب بھی منایا جاتا ہے۔ کتاب الحشر (RESSURECTION) کے دوسرے باب میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد جب فصل کی کٹائی کا تہوار آیا۔ تو لوگوں نے آسمان پر آگ کے لیے لیے شعلے دیکھے۔ جن سے عجیب قسم کی آوازیں آ رہی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جس طرح کوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعلان کر رہا ہو۔ ایسے حالات کو دیکھ کر لوگ حیرت زدہ ہو رہے تھے۔

سینٹ پیٹر نے تشریح کرتے ہوئے بتلایا کہ "وہ روح مقدس تھا جو یسوع مسیح کے حکم سے تمہارے سامنے آیا تھا۔ وہ اصرار کر رہا تھا کہ یسوع مسیح کی سچائی پر ایمان لاؤ۔" نتیجہ یہ ہوا کہ تین ہزار یہودیوں نے وہاں اسی وقت عیسائیت کو قبول کر لیا۔

عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے انجیل یوحنا میں جس پیرا کلیٹ کی پیش گوئی کی تھی۔ اس سے یہی روح القدس مراد ہے۔ دیکھئے نوکس کے تشریحی بیانات جلد اول کے

صفحہ ۲۵ پر) ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ پیرا کلیٹ کا اطلاق اس روح مقدس پر عام نہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو سکتا ہے تو محض حضرت محمد پر ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں :-

۱۔ پیرا کلیٹ کی آمد کی خوشخبری دینے سے پیشتر حضرت عیسیٰ نے لوگوں سے یوں خطاب کیا تھا: "اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو، تو تم میرے حکم پر عمل کرو گے۔" وہ جانتے تھے کہ اس پیغمبر کی تشریف آوری پر اس کی اُمت میں سے بہت سے لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اسی وجہ سے پشین گوئی قبلانے سے پہلے انہوں نے مندرجہ بالا الفاظ میں پرزور تاکید کر دی تھی۔ اگر ان کا کوئی خیال اس پاک روح کے متعلق ہوتا، جو فصل کی کٹائی کے بعد تہوار پر ظاہر ہوا تھا، تو اسے اس طور پر تاکید کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ کیونکہ جو نہی وہ لوگ ایک بار اس روح سے متاثر ہو جاتے۔ تو خود بخود بلا حیل و حجت اس پر ایمان لے آتے۔ انہیں انکار کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی اور متاثر شدہ لوگوں کو یقین دہانی کرانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اس کے علاوہ وہ اکابر دین تو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات سے پہلے ہی مستفید ہو چکے ہوئے تھے۔

۲۔ قازقلیط کی پشین گوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخصیت صیغہ واحد غائب میں ہے جو حضرت عیسیٰ سے جدا ہستی ہوگی مگر عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ روح القدس حضرت عیسیٰ کی الوہیت سے جدا نہیں ہو سکتی جس کے ساتھ وہ مل چکی ہے۔ اور مل کر اس کے بیٹے یعنی خدا سے خوب گھل مل چکی ہے۔

۳۔ تسلی دینے والا اور وکالت کرنے والا ہونا پیغمبروں کی خاص صفات میں سے ہیں۔ وہ ایسا شخص ہوتا ہے۔ جو کسی کے لئے دوسروں سے سفارش کرے۔ پس ایسے خصائل کا روح القدس کے اندر فقدان اسے کبھی پیغمبر نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ وہ پیغمبروں کے کام کو سرانجام دینے کا اہل نہیں ہے۔ قازقلیط وہ خاص پاک روح نہیں ہو سکتا۔ وہ تو اس روح القدس کے پاس سفارش کرنے والا ہوگا۔ اور اسے ایسا ہونا ہی چاہیے تاکہ لوگوں کو سفارش سے تسلی بھی ہو۔ اس وجہ کے ہوتے ہوئے اس پشین گوئی کا اطلاق اور اس کا ارشاد وہ اس روح کی طرف ہرگز نہیں ہے۔

۴۔ انجیل یوحنا کے باب ۴ کی آیت نمبر ۲۶ میں لکھا ہے کہ وہ تم کو تمام باتوں سے آگاہ کرے گا۔ اور تمہیں ہر چیز کی یاد دلانے گا۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حواریوں نے

جو باتیں حضرت عیسیٰ سے سیکھیں۔ وہ بھول گئے ہوئے تھے۔ نیز کوئی یہ نہیں بتلا سکتا کہ اس روح القدس نے فصلوں کے مٹوار کے روز کیا کیا باتیں یاد دلائی تھیں۔

۵۔۔ انجیل یوحنا کے باب ۴ کی آیت نمبر ۳ بھی ملاحظہ ہو۔ جہاں کہا گیا ہے کہ ”وہ میری گواہی دے گا۔“ اگر قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کرو، تو اس میں حضرت مریم کے کنوارہ پن اور ہر دو کی پاکیزگی اور سچائی کی کسی گواہیاں ملیں گی۔ ایسی کئی شہادتیں حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس یونم مٹوار یعنی پیٹے گوئیس کے دن حضرت عیسیٰ اور مریم کے متعلق کسی شخص کے سامنے کوئی گواہی نہیں ملتی جو اریوں کو مھلا ایسی گواہیوں کی کب ضرورت پڑتی تھی۔ جبکہ انہیں ان ہر دو عیسیٰ اور مریم کی سچائی اور پاکیزگی پر یقینی طور پر علم تھا۔ اور وہ اپنے پیغمبر کی حق گوئی پر کامل ایمان رکھتے تھے۔

ایسی گواہی صرف آنحضرتؐ نے ہی دی تھی۔ یا قرآن حکیم کی آیات شہادت دے رہی ہیں اور کسی نے کبھی ان کی گواہی نہیں دی۔

۶۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں: ”اور تم بھی میرے گواہ رہنا، کیونکہ تم میرے ساتھ رہے ہو۔ شروع ہی سے۔“ اس آیت سے صریحاً حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ فارقلیط میری گواہی دے گا۔ اور تم بھی لوگوں کو میری صداقت سے آگاہ کرنا۔ کیونکہ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ کیونکہ ماضی میں تم میرے ہمراہ رہے ہو۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ فصلوں کے مٹوار کے دن روح نے حواریوں کو گواہی پیش کر دی تھی۔ (جس کی کوئی ضرورت درپیش نہ ہوتی تھی) تو اس کا یہ مطلب نکلا کہ روح نے صرف ایک گواہی دی تھی۔ مگر دوسری گواہی کبھی نہ دی تھی۔ حواریوں نے صرف وہی بتلایا۔ جو روح نے ان کو بتلایا تھا۔ وہ پیڑ نے صرف اس کے شعلوں اور آوازوں کی تشریح کی تھی۔ یعنی ان کی تہ میں جو مقصد مفہوم تھا۔ وہ پیڑ نے بتا دیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے حواریوں نے کوئی مختلف پیغام یا تشریح پیش نہ کی تھی۔ اس تشریح کی بنیاد پیڑ کے فہم و ادراک پر استوار کی گئی تھی۔ اور اس کا کوئی خاص مقصد تھا۔ جسے حاصل کر لیا گیا۔ یعنی تین ہزار یہودی اس وقت عیسائی ہو گئے تھے۔ لوگ حیران اور خوفزدہ ہو گئے ہوتے تھے۔ اور ایسی حالت میں فوراً عیسائی ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس اگر فارقلیط اور حواری یا ان کے پیروکار بھی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق گواہی پیش کر دیتے تو وہ دو گواہیاں بن جاتیں۔

۷ :- اس کے بعد یسوع مسیح فرماتے ہیں کہ "اگر میں نہ جاؤں، تو وہ تمہارے پاس نہیں آئیں گے، لیکن اگر میں چلا جاؤں گا تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا" دیکھئے کہ اس سے پیشتر وہی روح مقدس اس کے پاس اس کی زندگی میں آچکی تھی۔ اور پھر اس کے بعد شاگردوں کو حضرت عیسیٰ نے اسرائیلیوں کے قصبوں میں بھیج دیا تھا۔ اس وقت ابھی تک حضرت عیسیٰ آسمانوں پر اٹھائے نہیں گئے تھے۔ بلکہ زمین پر ان کے ہمراہ زندگی بسر کرتے رہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ فارفلیط کا لفظ اس روح کے لئے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ یقیناً محمدؐ نے ان کے بعد آنا تھا کیونکہ بیک وقت دو پیغمبر اپنی علیحدہ علیحدہ شریعت کے ساتھ حکمرانی نہیں کر سکتے۔

۸ :- دیکھئے ایک آیت میں یوں لکھا ہے : "وہ دنیا رکے لوگوں کو ملعون کرے گا۔" یاد رکھئے کہ یہ کام محمدؐ نے کیا تھا۔ یعنی انہوں نے گنہگاروں کو برا بھلا کہا تھا۔ خاص طور پر یہودیوں کو جو عیسیٰ کو پیغمبر نہ مانتے تھے۔ اور روح القدس سے بھی انکار کرتے تھے۔ ایسی باتیں بھلا روح کیسے کر سکتا ہے۔ اور کب کہیں؟

۹ :- "وہ ان کے گناہ پر ملعون کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے میرے دعوے ثبوت سے انکار کر دیا تھا" اور وہ روح اس مقصد کے لئے نہیں آئی تھی۔ بلکہ محمدؐ کی ذات پاک ہی نے انہیں ملعون کیا تھا۔

۱۰ :- "وہ خود کچھ نہیں کہے گا۔ بلکہ صرف وہی کہے گا، جو اس نے خود خدا سے سنا ہوگا" عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ وہ روح پوہ کے لائق تھا۔ دوسرے الفاظ میں وہ خدا تھا۔ ایسی حالت میں ہم اس روح کو کیسے مان سکتے ہیں کہ وہ صرف وہی بولے گا جو خود سنے گا کس سے سنے گا۔ جب وہ خود خدا ہے۔ یہ باتیں تو محض انسان پر ہی عائد ہو سکتی ہیں۔ ان الفاظ کا اطلاق خدا یا روح القدس پر نہیں ہو سکتا۔

۱۱ :- وہ نہیں بتلائے گا۔ صرف وہ چیز جو میں کہوں گا، روح کوئی انسان کی شخصیت نہیں۔ بلکہ خدا ہے۔ وہ اس چیز کا محتاج نہیں کہ لوگوں تک کوئی پیغام پہنچانے کے لئے کسی سے کوئی پیغام لے کر آئے۔ خدا کسی کا دست نگر نہیں ہے۔ وہ تو ایک خود بخود رہتی ہے۔ یہ خیال کرنا بڑی غلطی ہے۔ کہ اس آیت کا اشارہ روح القدس کی طرف ہے۔ اطلاعات کا حاصل کرنا کسی انسان یا خدا کے نوکر کا کام ہے۔ مگر خدا تو سب کچھ جانتا ہے۔ محمدؐ کا یہ حال تھا کہ جب کبھی کوئی معتمد پیش آتا۔ تو وہ وحی کا انتظار کرتے۔ تاکہ معاملات کا تصفیہ ہو سکے۔ اکثر آنحضرت محمدؐ

کسی معاملہ کا فیصلہ دینے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔

پشین گوئی نمبر ۳

ذہور کے اشعار نمبر ۸ کی آیات ۲۲ سے ۲۴ تک ملاحظہ فرمائیے:-

”وہ پتھر جنہیں استعمال کرنے سے معماروں نے انکار کر دیا تھا۔ اب وہ اس عمارت کے کونے پر سب سے زیادہ اعزاز کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ ہمارے لئے یہ بڑی تعجب خیز بات ہے۔ یہ ہے وہ دن جو اللہ نے بنایا ہے۔ یہیں اس سے لطف اٹھانا چاہیے۔ اور خوشیاں منانی چاہئیں۔“

اب متی کی انجیل بھی دیکھیے:- لیسوع مسیح ان کو کہتا ہے۔ کیا تم نے آیات میں یہ کبھی نہیں پڑھا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے لگانے سے انکار کر دیا تھا۔ اب وہی گوشے پر سرفہرست ہے۔ یعنی اسے اب احتراماً سب سے اہم مقام دیا گیا ہے۔ یہ خدا کے کام ہیں۔ ہماری نظروں میں یہ بڑی حیرانگی والی چیز معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے کر کسی اور قوم کو دے دی جائے گی۔ جو اس کے پھل بار آور ہوگی۔ یعنی وہ قوم اس بادشاہت سے سرفراز ہوگی۔

اور ہر وہ شخص جو گرہ پڑے گا۔ وہ اس پتھر سے ٹوٹ جائے گا۔ اور جس شخص پر یہ پتھر پڑے گا۔ وہ اسے پس کمر سفوف بنا دے گا۔ اور جب بڑے بڑے پادریوں اور فارسیوں نے ان کی وعظ و نصیحت سنی۔ تو لوگوں نے بھانپ لیا کہ اس تقریر کا اشارہ ان کی طرف ہے۔ لیکن جب انہوں نے چاہا کہ اسے پٹیا جائے۔ تو وہاں بہت بڑا ہجوم تھا۔ جن سے وہ ڈرتے تھے۔ کیونکہ وہ ہجوم ان کے پیغمبر ہونے پر ایمان رکھتا تھا۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کی مخالفت کی تھی۔ اس جرم کی سزا میں انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور برکتوں سے محروم رہنا پڑا۔ حضرت عیسیٰ نے انہیں بتلادیا تھا کہ ان کے لیے ان کی نسل سے آئندہ کوئی پیغمبر برپا نہ ہوگا۔ اور یہ کہ خدائی حکومت ان سے ہمیشہ کے لئے چھین لی جائے گی۔ اور اسے اس قوم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جو ان سے زیادہ لائق ہوگی اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے عمارت میں استعمال کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب خدا نے اسی پتھر کو گوشے پر قائم کرنے کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اس

کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اسماعیلؑ کی اولاد کو جسے اسرائیلیوں نے مسترد کر کے مراعات دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب خدا سے تعالے نے ان کو اپنی بڑی بڑی برکتوں کے لئے منتخب کر لیا۔ اور دنیا کے عظیم پیغمبر حضرت اسماعیلؑ کے خاندان میں سے یہ! ہوں گے۔ حضرت یسوع مسیح نے آنحضرت محمدؐ کے متعلق کسی مبہم الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی۔

پیشین گوئی نمبر ۴

”اللہ تعالیٰ کی بادشاہت“ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات۔

۱۔ ان دنوں میں حضرت یحییٰ جو پتسمہ دیا کرتے تھے۔ تشریف لائے۔ اور جوڈیا کے ویرانوں میں تبلیغ کرنا شروع کر دی۔ ۲۔ تو یہ کر لو۔ کیونکہ خدا کی حکومت نزدیک آرہی ہے، پھر دیکھئے متی کی انجیل :- اور جب (یسوع) اس نے سنا۔ کہ یوحنا دیکھئے کو بکڑ لیا گیا ہے۔ تو وہ گیلی کی طرف چلے گئے۔ اس وقت کے بعد یسوع نے یہ اعلان شروع کر دیا۔ تو یہ کر لو۔ کیونکہ خدائی حکومت نزدیک آرہی ہے۔ یسوع تمام گیلی کے علاقے میں گھومتے رہے۔ اور وہاں کے عبادت خانوں میں وعظ کرتے رہے۔ اور حکومت کی خوشخبری کا اعلان کرتے رہے۔ ۳۔

اس کے آگے انجیل متی کا باب ششم آیت نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

یسوع نے اپنے حواریوں کو دعا کا ڈھنگ یوں سکھایا۔ اور بتلایا کہ اسی طرح سے دعا مانگتے رہنا۔ ”اے خدا۔ وہ حکومت آئے۔ اور تیری حکومت کی عمل داری اس زمین پر قائم ہو۔ جیسی کہ آسمانوں میں ہے۔“

اگر آپ باب نمبر ۱ کا مطالعہ کریں۔ تو معلوم ہوگا کہ جب یسوع نے اپنے حواریوں کو یہودیوں کے شہروں میں وعظ کرنے کے لئے بھیجا تو ان میں سے اعلان کرنے کی ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ اپنے تمام راستوں میں یہ کہتے جانا کہ خدا کی حکومت نزدیک آرہی ہے۔ متی میں یوں درج ہے :- اور اس نے اپنے بارہ حواریوں کو اکٹھا کر کے انہیں یہ طاقت بخشی۔ کہ انہیں تمام شیطانی روحوں پر پورا پورا اختیار ہو۔ اور وہ بیماریوں کا علاج کر سکیں۔ پھر انہیں خدائی حکومت کی وعظ کرنے کے لئے اور بیماریوں کو تندرست کرنے کے لئے باہر بھیج دیا گیا۔ ۴۔ اس کے بعد انجیل متی کا اگلا باب بھی ملاحظہ ہو۔

ملک میں بیماروں کو صحت و تندرستی عطا کرو۔ اور انہیں بتاؤ کہ خدا کی حکومت تمہارے نزدیک آپہنچی ہے۔ اور وہ جو تمہاری نصیحت پر عمل نہ کریں۔ انہیں بتاؤ کہ خدا کی حکمرانی نزدیک آگئی ہے ۱۰

مندرجہ بالا آیات کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ (یوحنا) نے جو تعلیم اور حالات سے آگاہی لوگوں کو دی تھی۔ وہی بعینہ حضرت عیسیٰ اور ان کے حواری لوگوں کو دیتے رہے۔ نیز یہ اوصاف واضح ہو جاتا ہے کہ یوحنا نے جس چیز کی آمد کی خوشخبری سنائی تھی۔ وہ اس وقت تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ اور یہی انتظار حضرت عیسیٰ کی زندگی بھر ہوتا رہا۔ یعنی آئندہ کے زمانے میں بھی وہ توقع جاری رہی۔ جس طرح یوحنا امید کرتے رہے۔ یسوع مسیح کے پیروکار بھی ان کی وفات کے بعد انتظار کرتے رہے۔ پس یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ کسی بھی وقت اس خوشخبری کا تعلق حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس یا کسی اور ذات سے ہو بھی اس وقت موجود تھی۔ والبتہ ہو۔ وہ سب کسی اور پیغمبر کے انتظار میں رہتے تھے۔ جیسا کہ توریت کی لپین گوئی نمبر ۱ میں دلیل نمبر ۴ کے ب اور ج اجزاء میں تشریح ہو چکی ہے۔ آسمانی حکومت سے حضرت عیسیٰ کی شریعت اور عیسائیوں کی نجات کے اصولات مراد نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو حضرت عیسیٰ یہ کبھی نہ کہتے کہ آسمانی حکومت جلد آرہی ہے۔ نیز ان کے حواریوں کو دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ حکومت جلد آئے۔ اور لوگوں کو بتلاتے پھریں کہ خدا کی پادشاہی نزدیک آرہی ہے۔ صاف عیاں ہے کہ حکومت حضرت عیسیٰ کی نبوت کے دعوے کے بعد بھی اگر اس قسم کی دعا جاری رہے یا بتلایا جاتے کہ فلاں چیز آرہی ہے۔ تو اس سے مراد حضرت عیسیٰ کا عہد نبوت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ تمام خبرداری اور خوشخبری کسی آئندہ زمانے کے لئے ہے حضرت عیسیٰ نے تو خود ہی اس امر کی تشریح کر دی تھی۔ اور جیسا کہ انجیل متی کے باب ۲۱ کی آیات ۲۲-۲۳ اور ۲۴ میں کہا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے حضرت اسماعیل کے خاندان کی پادشاہت اور کوئے پر ممتاز پتھر کا تعین بھی کر دیا تھا۔ یعنی وہ خاص نشانیوں سے ہر ملاحظہ پر خاص اشارہ کر چکے تھے۔

حضرت عیسیٰ چاہتے تھے کہ زمین پر خدائی حکومت کے احکام سختی سے نافذ کرنے کے لئے کوئی طاقتور حکومت ہو۔ وہ خود صرف اتنا کہہ سکتے تھے کہ جرائم اور گناہ کرنے سے

پرہیز کرو۔ تو یہ کر لو۔ اور آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ کرنا۔ انہوں نے لوگوں کو خبردار کر دیا۔ کہ آئندہ اس قسم کی مضبوط حکومت کسی پیغمبر سے جلد عمل میں آئے گی۔ جس کے دایں ہاتھ میں آتشیں تواریں ہوں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہودیوں کے ایک گروہ کو یہ بھی بتلایا تھا، کہ ان کے ظلم و ستم اور گناہوں کی وجہ سے خدا کی حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل کر ایسے لوگوں میں چلی جائے گی جن کو وہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یعنی اسماعیلؑ کے خاندان میں جو ان کے مہاتی بند اور برادری میں سے ہیں۔ اس غرض کے لئے اس نے اسرائیلیوں کو زبور کی نظم کے نمبر ۱۱۰ آیات ۲۲ تا ۲۴ کی یاد دہانی بھی کرائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ یہودیوں نے انہیں زور کو بکرا چاہا۔ مگر وہاں کچھ ایسا ہجوم تھا۔ جو انہیں خدا کا پیغمبر مانتا تھا۔ اس لئے ان سے ڈر کے مارے وہ ایسا نہ کر سکے۔ عیسائی کسی ایسے پیغمبر کی آمد کے منتظر رہے اور اس فارقلیط کے آنے کے لئے مسلسل دعا میں مانگتے رہے۔ یہودہ کا خط حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے کافی عرصہ کے بعد لکھا گیا تھا۔ اور عیسائی لوگ جانتے تھے کہ حضرت ادریسؑ کے زمانہ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کے وقت تک کوئی مقدس شخصیت ایسی نہیں آسکی جس کے متعلق اس پیشین گوئی کا تعلق ہے۔

اب تم یہ پوچھو گے کہ حکومت کیا ہوتی ہے۔ حکومت ایک گورنمنٹ ہوتی ہے جو قانون کے ذریعے سے حکومت چلاتی ہے۔ گورنمنٹ کا یہ کام ہوتا ہے کہ ان قوانین کو ملک میں ہر ممکن طریقہ سے رائج کرے اور انتظامات کے ذریعے حکومت کرے۔ کئی حکومت قوانین اور اور ان کو طاقت کے بل بوتے سے رائج کئے بغیر نہ نہیں سکتی۔ خدا کی حکومت اس خالق خدا کے قوانین کے ذریعے سے فرمانروائی کرتی ہے۔ یسوع مسیح کی بائبل محض اس خاص حکومت اور گورنمنٹ کی آمد کی اطلاع تھی۔ جس کو حضرت محمدؐ نے چلانا تھا۔ حکومت میں اہل ایک بادشاہ یا دیرِ اعظم، دو کم عوام سوئم ملک کی حدود جس کے اندر حکومت چلاتی جاتے اور چہارم گورنمنٹ چلانے کے لئے آئین و ضوابط شامل ہوتے ہیں۔ پھر وہ حکومت چلتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت محمدؐ کی حکومت نے اپنی مملکت کی حدود کے اندر خدائی قوانین کو چلایا تھا۔ جب تک وہ قوانین نافذ رہے۔ ملک میں امن و راحت۔ خوشی اور خوشحالی کا دور دورہ رہا۔ آخر میں حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ کا ظہور ہو گا۔ اور وہ اپنے مشن کو خدائی قوانین سے پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ لفظ حکومت کا مطلب طاقت سے حکمرانی کرنا ہے۔ وہ حضرت

عیسائی کے سے کمزور حالت میں چلائی نہیں جاسکتی جنہیں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ اذیت دی گئی اور آخر صلیب پر رہو جب عقیدہ عیسائیت پر چڑھا دیا گیا۔ گورنمنٹ کے قوانین کے تحت مجرم کو سزا دینا لازمی ہے۔ کمزور حکومت بھی اگر ہو تو اسے گورنمنٹ کہنا غلطی ہے۔ حضرت عیسیٰ کو ایک معقول حکومت یا گورنمنٹ کبھی نصیب نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کے حواریوں کو بہت بُری طرح سے کچل دیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیوں سے تنگ آکر عیسائی ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہے کہ کوئی غارت قبیلہ جلد آکر حکمرانی کرے۔ اگر آپ انجیل پڑھائیں باب ۱۸: ۲۸ - ۳۷ اور باب ۱۹: ۱ - ۶ وغیرہ اور باب ۱۲: ۲۵ تک مطالعہ کریں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہودی آپ سے کیسے کیسے ناروا سلوک کرتے رہے۔ سینٹ پیٹر سے جب پوچھا گیا کہ کیا وہ بھی اس کا پیروکار تھا۔ تو انہوں نے تین مرتبہ انکار کیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ "میں نہیں ہوں" مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہودی آپ کو صلیب پر چڑھانہ سکے تھے۔ بلکہ ایک اور شخص کو جو ان کا ہم شکل تھا۔ صلیب پر چڑھا دیا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ لوگوں کی دعائیں اور توقعات حضرت محمدؐ کی مضبوط حکومت کی آمد اور نمدانی قوانین کے نفاذ کی خاطر لگی رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ اور کسی شخصیت کے لئے وہ کبھی منتظر نہیں رہے تھے۔

پشین گوئی نمبر ۵

سینٹ برناباس کی انجیل میں جسے حضرت محمدؐ کی پیدائش سے پیشتر متذکر دیا گیا تھا۔ محض اس لئے کہ اس میں حضرت محمدؐ کے متعلق واضح طور پر نام لکھا ہوا ہے حضرت عیسیٰ صداقت کی روح یا تسلی دینے والے پیغمبر کا ذکر کرتے ہیں۔ انہوں نے بتلایا تھا کہ وہ پیغمبران کے بعد آئیں گے۔ وہ سچی سچی باتیں سنا کر دنیا کی رہنمائی کریں گے۔ اس پشین گوئی میں آنحضرتؐ کا نام بھی بتلایا گیا ہے۔ "پھر پادری نے کہا۔ اس تسلی دینے والے کو کس نام سے پکارا جائے گا۔ اور اس کے آنے کی کونسی نشانیاں ہیں؟" یسوع نے جواب دیا۔ تسلی دینے والے کا نام "قابلِ ستائش" ہے۔ کیونکہ یہ نام خود خدا نے دیا ہوا ہے۔ جب اس نے اپنی روح کو مخلوق کیا تو اسے مقدس نور میں رکھ دیا گیا تھا۔ خدا نے کہا محمدؐ، ابھی انتظار کرو۔ تمہاری خاطر میں بہشت۔ دنیا اور بے شمار اقسام کی مخلوق پیدا

کروں گا۔ اور وہ ٹخنے کے طور پر تمہیں پیش کئے جائیں گے۔ جو تمہیں برکتیں دے گا۔ اسے برکتیں خداداد دے گا۔ جو تمہیں بڑا مہلا کہے گا۔ خدا اسے ملعون و ملعون کرے گا۔ حبیب میں تمہیں بطور نجات دہندہ بنا کر دنیا میں بھیجوں گا۔ تیرے الفاظ سچے ہوں گے۔ اس قدر کہ آسمان اور زمین میں کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔

اُس کا برکتوں والا نام محمدؐ ہے۔ پھر ہجوم نے بلند آوازوں سے کہنا شروع کیا۔
 ”اے خدا اپنا رسول ہمارے لئے بھیج دے! اے محمدؐ۔ جلدی آؤ۔ دنیا کو نجات دینے کے لئے!“

وہ تسلی دینے والا۔ سچائی کی روح اور خدا کا پیغمبر جس کے آنے کی خوشخبری حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو پہلے سے ہی دے چکے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کے خاندان میں سے ایک عرب میں ۵۷۱ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے۔ ان کی پیدائش کے وقت لوگ اپنے سچے مذاہب کو لگا کر بھلا چکے تھے۔ وہ لوگ جن کے ہاں وہ مبعوث ہوئے تھے۔ وہ کئی خداؤں میں ایمان رکھنے والے اور بت پرست تھے۔ وہ ہر قسم کے توہمات اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے لئے دنیا کا کوئی قانون نہیں اگر تھا۔ تو وہ جنگلیوں اور وحشیوں کا قانون تھا۔

حضرت ادریسؑ (Enoch) کی لشین گوئی

وہ بڑے ممتاز پیغمبر ہو کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں لکھا ہے: ”وہ سچا آدمی تھا اور پیغمبر تھا۔ ہم نے اس کا درجہ بہت بلند کر دیا۔ (القرآن - ۵۶: ۱۹)
 قرآنی نام ”ادریس“ سے واضح ہوتا ہے کہ اسے بہت زیادہ علم اور تربیت دی گئی تھی۔ اور لفظ صدیق یعنی سچا ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ لشین گوئی جو حضرت محمدؐ کے بارے میں انہوں نے بتلائی تھی۔ وہ سچی اور صحیح تھی۔ جو حرف بحرف پوری اتری۔
 ہم اپنی دلیل کو مضبوط بنانے کے لئے یہ نہیں چاہتے کہ ان کی کسی کتاب کے حوالے کی آڑ لیں۔ جو کتابیں تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے اوائل میں لوگوں کی نظروں سے گہنی شروع ہو گئی تھیں۔ اور پادریوں نے انہیں آخر کار غیر مستند قرار دے دیا تھا۔ آج کل انہیں غیر یقینی اور مبہم لٹریچر میں سے گنا جاتا ہے۔ لیکن

عیسائیت کے آغاز میں ان کتابوں کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی۔ دیکھئے بائبل کا انسائیکلو پیڈیا آرٹیکل انیک، ان کتابوں کو درکنار سمجھتے ہوئے ہم جوڑا کے عوامی خط میں سے ایک پرے کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ جو موجودہ عہد جدید کا ایک حصہ ہے۔ اور اس کی سچائی اور اعتماد کو چٹلا یا نہیں جا سکتا۔

حضرت انیک (اور لیس) نے بھی جو حضرت آدم کی ساتویں پشت میں سے تھے۔ آپ کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش گوئی کی ہے: ”دیکھو۔ ہمارا آقا اپنے دس ہزار نیک ہمراہیوں (اصحابہ اکرام) کے ساتھ آ رہا ہے۔ تاکہ سب لوگوں کا انصاف کرے۔ اور ان میں سے جو گمراہیوں کی وجہ سے خدا سے منحرف ہو چکے تھے۔ انہیں یقین دلایا جائے کہ وہ کام جو ان سے سرزد ہوئے۔ وہ ناجائز ہیں۔ اور ان تمام سخت کلامیوں کے متعلق جو وہ منکر گہگہار ان کے متعلق کہتے رہے ہیں۔ انہیں یقین کریں۔“

کتاب یہودہ ۱: ۱۲، ۱۵-۱۷

خیز کیجئے۔ کہ حضرت اور لیس کی یہ پیشین گوئی بھی واضح الفاظ میں اسلام کے پیغمبر محمد پر مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر صادق آتی ہے:۔

(۱) ہم جانتے ہیں کہ جب محمد مکہ کے شہر میں داخل ہوئے تو ان کے ہمراہ دس ہزار اصحابہ کرام تھے۔ (فتح مکہ کے بعد)

(ب) فتح مکہ کے بعد صرف محمد ہی ایسے شخص تھے۔ جنہوں نے لوگوں کے متعلق فیصلے صادر فرمائے۔ اور مکہ کے کفار کو یقین دلایا کہ ان کے تمام عقاید اور افعال محض سیاہ کارنامے تھے۔

(ج) عیسائی کسی مقدس روح کے آنے کے عرصہ سے انتظار کرتے رہے یعنی تسلی دینے والے پیغمبر کے منتظر رہے۔ اس حالت میں بھی جب حضرت عیسیٰ دنیا میں آچکے تھے۔ اسی وجہ سے یہود اور مسیحیوں کی وفات کے عرصہ دراز کے بعد لکھا گیا تھا۔ اور عیسائی جانتے تھے۔ کہ اس پیش گوئی کا اشارہ کسی اور مقدس ہستی کی طرف ہے۔ جو حضرت اور لیس کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ کے زمانہ تک ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ پس یہ پیشین گوئی صرف محمد کے لئے ہی عائد ہوتی ہے اور کسی کے لئے ہرگز نہیں:

حضرت نوح کی پشین گوئی

حضرت اور لیس (ENOCK) کے بعد سب سے بڑا پیغمبر جو ہو گزرا ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ حضرت نوح جسے بزبانِ دووانائی (DOVNAI) انجیل میں نوح (NOE) کہا جاتا ہے۔ کے والد کا نام لامبک (LAMECH) تھا۔ حضرت نوح حضرت آدم کی دسویں پشت میں ہو گزرا ہے۔ آپ کے تین بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: شیم، ہیم اور جیفیتہ۔

حضرت نوح کی عظیم شخصیت کو تمام بڑے بڑے مذاہب تسلیم کرتے ہیں۔ ویدوں اور شاستروں میں انہیں مانو (MANUH) پکارا جاتا ہے۔ اور ژند آوستا میں اُسے یم (YIM) کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح کو مسلم، عیسائی اور یہودی آدم ثانی کہتے ہیں۔ ہندوانہیں بنی نوح انسان کا باپ کہتے ہیں۔ دنیا بھر میں ان کی مقدس کشتی اور طوفان کی وجہ سے ان کا نام روشن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طوفان کے متعلق پہلے ہی سے مطلع کر دیا ہوا تھا۔ صرف حضرت نوح اور ان کے ساتھی ہی جو کشتی میں سوار تھے۔ طوفان سے بچ سکے تھے۔ حضرت موسیٰ کی توریت میں یوں ذکر آیا ہے۔۔۔ اب میں اپنی کمان کو بادلوں میں رکھ دیتا ہوں۔ میری یہ نشانی اُس عہد و پیمان کی ہوگی۔ جو میرے اور زمین (پر رہنے والوں) کے درمیان قرار پایا ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جب میں زمین کے اوپر ایک بادل کو لاؤں گا۔ جس سے وہ کمان بادلوں میں دکھائی دینے لگ جائے گی۔ یہ میرے لئے ایک ایسی یاد دہانی کا کام دے گی۔ جس سے معلوم ہوتا رہے گا اس عہد و پیمان کے متعلق جو میرے (خدا) اور ہر اس جاندار مخلوق جو زمین پر رہنے والی ہے۔ کے درمیان قرار پایا تھا۔

”بادلوں میں کمان“ کا جملہ اللہ تعالیٰ کی رحمدلی کا اظہار کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم توریت میں دیکھتے ہیں کہ خدا حضرت موسیٰ کو فرماتا ہے:۔۔۔ ”میں بادل میں سے دکھائی دوں گا۔ رحم و کرم کی کرسی پر بیٹھا ہوا۔“

یہ الفاظ ”دکھائی دوں گا“ زمانہ مستقبل کا اظہار کر رہے ہیں۔ یعنی ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ جب کہ تمام دنیا پھر اندھیرے اور گمراہی میں غرق ہو جائے گی۔ جس طرح نوح کے زمانہ میں ہوا تھا۔ لیکن خدا بنی نوح انسان سے ہمدردی سے پیش آئے گا۔ کیونکہ اس زمانے کے دوران وہ پیغمبر

جو کہ تمام دنیا کے لئے رحمت ہو گا۔ حضرت نوح کی طرح لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے برپا کیا جائے گا۔

حضرت نوح نے تو خدا سے دعا مانگی تھی۔ اے میرے آقا، شکریوں میں سے کسی ایک رہنے والے کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑنا۔ لیکن حضرت محمدؐ ہمیشہ لوگوں کی بہتری کے لئے دعا کیا کرتے تھے اور خدا نے بھی یہی کہا تھا کہ جب تک تو ان کے درمیان ہے۔ لوگوں کو سزا نہیں دی جائے گی۔ اے خدا نے محمدؐ کی وجہ سے لوگوں پر ترش کھایا جسے اس خدا نے لوگوں کے لئے رحمت کر کے بھیجا تھا۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ خدا نے اپنی کمان کو بادلوں کے اندر رکھا۔ اور لوگوں کی تباہی کرنے کے لئے پانی طوفان بن کر ظاہر نہ ہو سکا۔

حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہی بتلایا تھا کہ اس کا اشارہ اس زمانے کے لئے ہے۔ جو ان کے بعد آنے والا ہے۔ جب کہ وہ موعودہ نبی۔ انسان کا بیٹا ظاہر ہو گا۔ یسوع فرماتے ہیں: "جس طرح حضرت نوحؑ کا زمانہ تھا۔ اس طرح اس انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہو گا۔ کیونکہ جس طرح طوفان آنے سے پہلے لوگ کھانے پیتے تھے۔ شادیاں کرتے اور شادیوں میں تھنے دیتے تھے۔ اس دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جس دن حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی کشتی میں داخل ہوتے طوفان آنے سے پہلے انہیں کوئی علم نہ تھا۔ طوفان آیا اور ان سب کو بہا کر لے گیا۔ اسی طرح انسان کے بیٹے کا آنا ہو گا۔ اس وقت کھیت میں دو شخص ہوں گے۔ ایک طوفان کی زد میں آجائے گا۔ اور دوسرا بچ رہے گا۔ دو عورتیں چکی پیستی ہوں گی۔ ایک کو طوفان بہا کر لے جائے گا۔ اور دوسری بچ جائے گی۔ پس تم دھیان سے دیکھتے رہو۔ کیونکہ تمہیں کوئی پتہ نہیں کہ کس وقت تمہارا آقا اور مالک آجائے گا۔"

اب تم بڑی آسانی سے سمجھ گئے ہو گے کہ اس قسم کا امر واقع حضرت عیسیٰؑ کے بعد پیش آئے گا۔ اور اگرچہ تمام زمین پر گناہ سرزد ہوں گے۔ لیکن صرف وہی لوگ جو صداقت کے خلاف ہوں گے۔ پکڑے جائیں گے۔ تب عالمی تباہی کوئی نہ ہوگی۔

دوسری چیز وہ کشتی ہے جس نے طوفان سے لوگوں کو بچا یا۔ اسی طرح جب دنیا بھر میں گمراہی کا پھر دور دورہ ہو گا۔ اور بد کالہیوں اور گناہوں کا عالمی طوفان برپا ہو گا۔ تو اس وقت بھی لوگوں کو بچانے کے لئے کوئی وسیلہ ہو گا۔ اس وقت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ہوگی۔ جو دنیا کو بچانے اور نجات دینے والی ہے۔ اور وہ بنی نوح انسان کو گمراہیوں اور

گناہوں کے گڑبڑوں سے بچائے گی۔
 محمد کے بیان کے مطابق حضرت نوح کی تاریخ محمد کی تاریخ سے ملتی جلتی ہے۔ محمد کے
 مخالفین بھی اسی طرح تباہ و برباد ہوئے۔ جس طرح حضرت نوح کی قوم طوفان سے تباہ ہوئی تھی
 یسوع مسیح کے الفاظ کے مطابق صرف کفار کا ہی یہ انجام ہوا۔ لیکن جنہوں نے توبہ کر لی۔ وہ
 بچ نکلے۔ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ احمد مجتبیٰ کی خاطر زیادہ رحمدل ہوا۔ اور اس نے اپنی کمان کو
 بادلوں میں رکھ چھوڑا۔ پس اس پشین گوئی کا اطلاق محض محمد عربیؐ۔ دنیا کے نجات دہندہ پر
 عام ہوتا ہے۔ اور کسی چیز پر نہیں ہو سکتا۔

پارسیوں میں پشین گوئی کے حالات

پشین گوئی نمبر ۱

جس طرح حضرت موسیٰ اور دیگر پیغمبر حضرت محمد کے آنے کی خوشخبری دیتے رہے۔ اسی
 طرح زوروا لیسٹر (ZOROASTER) نے بھی ایک ایسے شخص کی آمد کی پشین گوئی کی۔ جو آنحضرت
 سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا نام سوا لیش نیت تبلیا گیا ہے جس کے معنی لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا
 یا دنیا کے لئے رحمت ثابت ہونے والا ہے۔ اس کی سب سے بڑی صفت یہ ہوگی کہ وہ
 اتوت ارتیا (ASTVAT-ERETA) ہوگا۔ یعنی وہ تمام قوموں کو یکجا اکٹھا کرنے والا یا حامی و
 مددگار اور دشگیری کرنے والا ہوگا۔ اسے تمام بنی نوع انسان کی رہنمائی اور بہتری کے
 لئے بھیجا جائے گا۔

اس قسم کی پشین گوئی نہ صرف زند آوستا ہی میں کی گئی ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے بڑے
 بڑے علماء نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

مخداتے تعالیٰ زوروا لیسٹر کو زند آوستا میں مندرجہ ذیل الفاظ سے خطاب

کرتا ہے :-

”اے زوروا لیسٹر! مسلمانوں کے ہمراہیوں میں سے جسے زیادہ طاقتور ابتدائی قانون
 لانے والے ہوں گے۔ یا وہ جو سوا لیش یا نت (جو ابھی پیدا نہیں ہوئے) میں جنہوں
 نے دنیا کو بجا ل کرنا چاہئے۔“

یہ پشین گوئی ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ جس طرح زرتشت کی پیروی کرنے والے اس کے
نقش قدم پر چل کر ارفع و اعلیٰ درجات حاصل کرتے رہے۔ اسی طرح آئندہ زمانے
میں خدا پر ایمان لانے والے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو دنیا کو نئی زندگی بخشیں گے۔ اور اس
مذہب کو روشن کریں گے۔ اور وہ لوگ اپنے پیغمبر کی مدد کے لئے نہایت خطرناک لڑائیوں
میں اس کی مدد کریں گے۔

پشین گوئی نمبر ۲

ایک اور پیش گوئی بھی پائی جاتی ہے۔ جس میں حضرت محمد کی آمد کے متعلق زیادہ
وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا نام فاتح (سوالیش ترانت) ہوگا جسے
است ورتیا کے نام سے پکارا جائے گا۔ وہ سوالیش ترانت (لوگوں کو فائدہ پہنچانے
والا) ہوگا۔ کیونکہ وہ دنیا بھر کو فیض پہنچائے گا۔ وہ است ورتیا (دشگیری کرنے والا)
اس لئے ہوگا۔ کیونکہ بشر ہونے کی حیثیت سے اس میں جان ہوگی۔ اور وہ لوگوں کی تباہی
کے خلاف جدوجہد کرے گا۔ تاکہ بت پرستوں اور ایسے دیگر لوگوں اور زرتشتیوں کی
غلطیوں کی مخالفت کر سکے۔ یہ پشین گوئی صرف محمد کی ذات پاک سے ہی تعلق رکھتی ہے
اور کسی سے نہیں۔ وہ اپنے خون کے پیاسے مخالفین کے مقابلے میں مکہ فتح ہونے کے بعد
فائدہ پہنچانے والے فاتح ہو گزرے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد انہوں نے اعلان کر دیا تھا۔ کہ آج
تم سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔ ان کا نام محمد (جس کی تعریف کی گئی ہو) ہونا۔ ان کا تمام
جہانوں کے لئے رحمت ثابت ہونا۔ جبکہ سابقہ تمام پیغمبر صرف اپنی اپنی قوم کے لئے ہی
رحمت ثابت ہوتے تھے۔ اور ان کا نام بت پرستوں اور زرتشتیوں کی غلطیوں کو درست
کرنا ایسی نشانیاں ہیں۔ جو دنیا کے کسی اور پیغمبر میں نہیں ملتیں۔ بلکہ صرف محمد عربی میں ہی یہ
تمام صفات پائی جاتی ہیں۔

پشین گوئی نمبر ۳

پیغمبر کے اصحاب کرام اور ان کی پاکیزہ زندگی کا ہونا

اور اس کے دوست اُگے بڑھیں گے۔ وہ است ورتیا کے دوست ہوں گے
 ہو کفار کا سرکپاں گے۔ (شیطان کی سرکوبی کرنے والے ہوں گے) درست سوچنے والے
 درست (سچی) باتیں کرنے والے۔ نیک اطوار۔ جو اچھے قوانین اور اصولوں پر عمل کرنے
 والے ہوں گے۔ جنہوں نے زبان سے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔

اس پیش گوئی میں تبلا یا گیا ہے کہ پیغمبر کے ہمراہ ان کے وفادار، پاکیزہ اور
 سچے ساتھی ہوں گے۔ انجیل میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر دس ہزار نیک لوگوں کے ہمراہ
 آئیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے اصحابی اور پیروکاروں کی پاکیزگی کا ہونا ہی کسی
 پیغمبر کی سچائی اور کامیابی کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ کسی پیغمبر کو اپنے متابعین کو مثالی
 نمونہ بنانے کے لئے خود عملی طور پر سب سے زیادہ صادق اور پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔
 اسلامی روایات کے طالب علم اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ جو بھی حدیث آپ کے صحابہ کرام
 بیان کرتے رہے۔ وہ سچی مانی جاتی ہے۔ یہ ایک متفقہ فیصلہ ہے کہ ان کی کہی ہوئی بات کبھی غلط
 ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ حضرت محمدؐ کے پاکیزہ ساتھیوں کی کہی ہوئی بات کسی طرح سے کبھی
 جھوٹی ثابت نہیں ہو سکی۔ ان کی وفاداری اور صداقت ایک حقیقت بن چکی ہیں۔

پیشین گوئی نمبر ۴

”حضرت محمدؐ کے آتے ہی آتش کدوں کی آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی“

زرشت پیغمبر نے اپنی قوم سے یہ خطاب کیا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ تم اس گھر میں آگ جلاتے
 رہنا۔ اس گھر (آتشکدہ) میں ہمیشہ آگ جلتی رہے۔ تمہیں اس سے روشنی ملتی ہے۔ اور تمہاری
 تمداد اس عبادت کدہ میں بڑھ جاتے۔ یہ سلسلہ عرصہ دراز تک چلتا رہے۔ اس طاقتور عالمی
 اصلاح کے وقت تک۔ اس وقت تک جبکہ دنیا کی اچھی اور طاقتور کجالی عمل میں آجاتے، برا
 متذکرہ بالا پیش گوئی بہت ہی قابل غور اور معنی خیز ہے۔ یہ بالکل عیاں ہے جس کے لئے کسی
 تشریح کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہاں زرتشتی پیغمبر نے پہلے ہی تبلا دیا ہے۔ کہ جیب عالمی
 اصلاح کا وقت آئے گا۔ تو آگ جلتی بند ہو جائے گی۔ اس نے اپنی قوم سے وعدہ لیا تھا کہ
 خدا کے گھر میں آگ جلاتے رہیں۔ (وہ یک گونہ خدائی روشنی کے اظہار کی نشانی کے طور پر یاد تازہ

کرنے والی ہوگی۔ لوگ اسے اس وقت تک جلاتے رہیں جس وقت وہ موعودہ پیغمبر ہو دنیا بھر میں
کمل اصلاحات سے کر آئیں گے۔ دنیا میں ظاہر ہو جائیں گے۔ دنیا کے لوگوں کو معلوم ہے کہ جب
حضرت محمد عربی شریف لائے تو آتش کدوں میں آگ بجھ گئی تھی۔

متذکرہ بالا پیش گوئیوں میں لفظ استوت ارتیا کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس کے لئے
مزید تشریح کی ضرورت ہے۔ اس نے پیتر ہم بتلایا ہے کہ استوت ارتیا کا لفظ ظاہر کرتا ہے
ایسا شخص جس کی تعریف کی جاتی ہو۔ عربی زبان میں اسے محمدؐ کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کا مادہ استوہ
جس کے معانی سنسکرت اور ژند ہر دو زبانوں میں تعریف کرتا ہے۔ فارسی زبان میں ستون مصیبت
آتا ہے۔ اس کے معانی بھی تعریف کرتا ہے۔ اب دیکھئے سنسکرت زبان ژند زبان سے فارسی
کے مقابلہ میں زیادہ ملتی جلتی ہے۔ یعنی اگر ہم مقابلہ کریں تو فارسی سنسکرت سے اتنی زیادہ ملتی جلتی
نہیں۔ جتنی کہ سنسکرت اور ژند کی زبانیں آپس میں مماثلت رکھتی ہیں۔ پس لفظ استوت ارتیا کا مطلب
ژندی اور سنسکرت ہر دو زبانوں کے مشترک مادہ کے مطابق ایسا شخص جس کی تعریف کی گئی ہو۔
تعریف کیا گیا کا عربی ژند جہر صحیح طور پر "محمد" ہی ہو سکتا ہے۔

پشین گوئی نمبر ۵

زرتشت پیغمبر کی مستند کتاب ژند اوستا ہے۔ جس میں حضرت محمدؐ کی آمد کے متعلق صاف
اور عیاں نقطوں میں کئی پشین گوئیاں کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں آپ کے اصحاب کرام اور
قرآن شریف کا ذکر بھی آتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض پشین گوئیوں کی بنیاد تو ہمت پر
استوار کی ہوتی ہے۔ اور انہیں ایسے طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ جن کو ہم لغوی طور پر صحیح نہیں
کر سکتے۔ لیکن اگر ہم ان کی تشریح معقول طریقہ سے کریں اور ان کا تاریخی واقعات سے مقابلہ
کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا صحیح طور پر اطلاق سوائے محمدؐ کے اور کسی شخص
پر نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر ژند اوستا کے پہلے حصے میں جسے وندیداد (VENDIDAD) کہا جاتا ہے
اور اسی کتاب کے دوسرے حصے میں جسے یشت (YASHTS) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
یہ الفاظ درج ہیں کہ زرتشت کی مثنیٰ اولاد ہے اور وہ اس کے کچھ عرصہ کے بعد نمودار ہوگی۔ یہ
کہا جاتا ہے کہ ایک عورت جھیل کا سارا میں نہاٹے گی۔ جس سے اسے حمل ہو جائے گا۔ اس کے

ہاں ایک پیغمبر پیدا ہوگا جس کا پیشتر وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ است و تر تیا یا سومیش یا نت (ترجمہ: اللہ اللہ) ہوگا۔ جو زرتشتی مذہب کو پناہ دے گا۔ اور شیطان کو ہاک کرے گا۔ بت پرستی کو لیاہیت کرے گا۔ اور زرتشتی یعنی پارسی لوگوں کو گناہوں سے نجات دلائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جہل کا ساوا کہیں سیستان کے علاقہ میں واقع ہے۔ جہاں ایران کا بادشاہ ایکسزکس نہاتے ہوئے غائب ہو گیا تھا۔ یہ وہی پتھر ہے جسے آبِ حیات کہا جاتا ہے۔ جہاں زرتشتی لوگوں کا ایکسزکس (اور مسلمانوں کا خواجہ خضر) ابھی تک روایات کے مطابق زندہ موجود ہے۔ وہ لوگوں کو دانشمندی کے سبق پڑھاتا اور ان لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ جو اصل راستے سے ہٹ چکے ہوتے ہوں۔ تاہم یہاں ہی تنقید کے مطابق یہ کا ساوا جہل کوئی مادی جگہ و تغیر افیائی مقام یا طرفِ مکاں نہیں ہے۔ بلکہ یہ لفظ حضرت محمدؐ کے کہے ہوئے کوثر کی روحانی بنیاد کی حقیقت رکھتا ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: ”ہم نے تجھے کوثر عطا کیا ہے“ یہ کوثر سوائے پاک کلام یعنی قرآن مجید کے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسا کلام جو سچائیوں سے پر ہے۔ اور تمام سابقہ انبیائے کرام کی مشترکہ تعلیمات سے بھرا پڑا ہے۔ زرتشت پیغمبر کی نشین گوئی کے عین مطابق اس (کوثر۔ قرآن حکیم) نے دوسرے پیغمبروں کی تعلیمات کو پناہ دی ہے۔ اور ان کی تائید کی ہے۔ اور اس پیشے کے پانی نے اس آگ کو جو پارسیوں کے مندروں میں جل رہی ہے مٹا کر دیا ہے۔

اب اس نشین گوئی کے اصل الفاظ ملاحظہ کیجئے:-

(ترجمہ) ہم ان وفادار لوگوں (مومنین) کے نیک نہاد، طاقتور اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے فراہوش کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ جس حکومت کرنے والے آقا کے دائیں ہاتھ کی طرف اس کے برابر ہی لڑائی میں شامل ہیں۔ وہ بھاگتے ہوئے اس کی مدد کے لئے آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ اچھے پروں والے پرندے ہیں۔ وہ اس کی مدد کے لئے لہجور اسلحہ و ہتھیار اور ہپاؤ کے لئے ڈھال کا کام دیتے ہیں۔ کبھی وہ اس کے پیچھے اور کبھی اس کے آگے دشمنوں کی نگاہوں سے اور جہل موجود رہتے ہیں وہ (صحابہ کرام) اسے مرنٹ شیطان و ریشیہ اور بداندیش شخص سے جو ہمیشہ شرارت کرنے پر تیار رہتا ہے۔ اور اس خبیث شیطان سے جو مجسمہ مونس ہے۔ یعنی آنکھ میں فیروا (جو لہجہ) ہے۔ حفاظت میں رکھتے ہیں۔ ایسا ہوگا۔ جیسے گویا ہزاروں آدمی ایک واحد شخص کی حفاظت و خدمت کے لئے تیار موجود رہتے ہیں۔ تاکہ نہ تلوار اچھی طرح زخمی کر سکے نہ کوئی

لامٹی ضرب لگا سکے، نہ کوئی تیر صحیح طور پر مار کر سکے، نہ ہی نیزہ کار گرہ ہو، نہ کوئی کسی ہتھیار کے ذریعے پھیلے ہوئے پتھر سے زک پہنچا سکے۔

یہ پیش گوئی صاف الفاظ میں پارسی مذہب کی حفاظت کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت محمدؐ کے اصحاب کرام کی بے لوث قربانیوں اور وفاداری کا اظہار کرتی ہے۔ آپ کے ہمراہی آپ کی حفاظت کے لئے کیسے انسانوں کی دیوار ان کے ارد گرد بنا دیتے ہیں تاکہ دشمن حملہ آور نہ ہو سکے۔ یہ باتیں عام تاریخوں میں خوب مشہور ہیں، لیکن وہ حوض کوثر کو نشا ہے۔ جو پیغمبرؐ کو دیا گیا تھا، اور جس کے اندر پارسی مذہب کی درس و تدریس موجود تھی، جس کی وجہ سے ان کی حفاظت کی گئی۔

عرب میں حضرت محمدؐ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پیشتر ایران میں ساسان پنجم حکومت کرتا تھا، اس کے عہد میں آپ کے صحابی ایران پر حملہ آور ہوتے وقت پارسیوں سے ملے اور ان کے اصولوں اور بنیادی عقیدوں سے واقف ہوئے، وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ واقعی زرتشت خدائی معرفت سے سرشار پیغمبر تھا، پس پارسیوں سے وہی سلوک روا رکھا گیا، جو دوسرے اہل کتاب سے کیا جاتا ہے۔

اگرچہ قرآن کریم میں زرتشت کے نام کا کوئی ذکر نہیں آیا، تاہم ان کا شمار ان بے شمار پیغمبروں میں کیا جاتا ہے جن کے نام میں معلوم نہیں ہیں، قرآن حکیم میں یہ آیت ملاحظہ ہو: ”ہم نے تجھ سے پیشتر رسول بھیجے، بعض ایسے ہیں، جن کا ذکر تیرے ساتھ کیا گیا ہے، بعض ایسے ہیں، جن کا ذکر ہم نے تیرے ساتھ نہیں کیا“۔ اس پستین گوئی کی رُو سے حضرت محمدؐ کے اصحابیوں نے پارسیوں اور ان کے مذہب کو حفاظت دی۔

دساتیر میں آپ کی تشریف آوری کا ذکر

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ پارسیوں کی مقدس کتابوں کے دو حصے ہیں، ان کتابوں کے مستند ہونے کے متعلق لوگوں کا اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ زنداوستا زیادہ قابل اعتماد ہے، بعض دساتیر کو زیادہ مستند قرار دیتے ہیں، زنداوستا کی پیش گوئیاں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اب ان کا ذکر ہوگا۔ جو دساتیر میں درج ہیں، دساتیر کے دو حصے ہیں، خورد دساتیر اور کلان دساتیر۔ دستور کی جمع کا صیغہ دساتیر ہے، اس کے معانی قوانین یا مذہبی ضابطہ کے ہیں۔

دساتیر کی حاضرہ جلدوں میں پندرہ خطوط ایسے پائے جاتے ہیں جن کا آغاز مہا آباد کے خط سے شروع ہو کر ساسان پنجم کے خط پر ختم ہو جاتا ہے۔ ساسان اول کا خط بڑا اہم ہے۔ جس میں محمدؐ کی تشریف آوری کی پیش گوئی غیر مبہم اور واضح الفاظ میں کی گئی ہے۔ اس میں نہ صرف اسلام میں شامل شدہ تعلیمات اور عقائد کا ہی ذکر آتا ہے بلکہ آپؐ کی تشریف آوری کا اظہار صریح اور صاف لفظوں میں کیا گیا ہے۔ اس اظہار حق سے پیشتر ایران میں سمیت بد انتظامی اور بد اخلاقی کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔

مختلف مصنفوں نے اپنی کتابوں میں لپسین گوئی کے اصل لفظوں کے نوٹ گزراوت دیتے ہوئے ہیں۔ ملا فیروز نے کسی ایک عالم فاضل پارسی پادریوں کی مدد سے شاہ ایران ناصر الدین قاجار کی عہد حکومت میں دساتیر کی ایک جلد چھپوائی تھی۔ ملا فیروز جو دبستان مذہب کا بھی مصنف ہے۔ بمبئی میں ایک مشہور عالم فاضل شخصیت کا حامل ہے۔ وہ صرف پہلوی ژند اور فارسی زبانوں کا ماہر نہیں تھا۔ بلکہ عربی کا بھی بہت بڑا عالم ہو کر رہا ہے یہ محض اس کی خاص کاوشوں ہی کا نتیجہ تھا جس کی وجہ سے موجودہ چاب شدہ دساتیر چھپ سکی۔

اگرچہ اس کا ذکر ساسان اول کے خط میں ملتا ہے۔ مگر جو پارسی مذہب کا مصلح تھا، تاہم اس کا اصل مصنف زرتشت ہی تھا۔ اس کتاب کی اصل زبان پہلوی ہے۔ لیکن اس کے تراجم فارسی زبان میں بھی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ہم مندرجہ ذیل میں اس کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

”جب ایرانی لوگ اخلاقیات میں بہت گر جاتے گئے۔ تو عرب کے ملک میں ایک آدمی پیدا ہوگا۔ جس کے پیروی کرنے والے ان کے تخت، مذہب اور ہر چیز کو تہہ بالا کر دیں گے۔ ایران کے بڑے بڑے غیور مغلوب ہو جائیں گے۔ وہ گھر جو بنایا گیا تھا۔ (اشارہ ہے خانہ کعبہ کی عمارت کی طرف جسے حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کرایا تھا) اور جس میں بہت سے بت رکھے گئے تھے۔ اسے بتوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ اور لوگ اس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھا کریں گے۔ اس پیغمبر کے پیروی کرنے والے پارسیوں کے شہروں کو قبضہ میں لے لیں گے۔ ان کے علاوہ طوس، بلخ اور نواحی علاقے بھی ان کے قبضے میں آجائیں گے۔ لوگ ایک دوسرے سے جھگڑوں میں الجھ جائیں گے۔ ایمان

کے عقلمند لوگ اور دیگر اشخاص اس کے پروکاروں کے ساتھ مل جائیں گے۔

ساری پشین گوئی کا خلاصہ یہ ہے کہ جب پارسی لوگوں کی اخلاقی گراوٹ ہو جائے گی۔ اور وہ اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھیں گے۔ تو عرب میں ایک شخص برپا ہوگا۔ اس کے تابعین ایران کو فتح کر لیں گے۔ اور ایرانی معذور لوگ مغلوب ہو کر جائیں گے۔ ان کے آتش کدے تباہ کر دیئے جائیں گے اور لوگ ان کا مذہب اختیار کر لیں گے۔ آگ کی بوجا کرنے کی بجائے لوگ خانہ کعبہ کی جانب منہ کر کے عبادت کرنا شروع کر دیں گے۔ ابراہیمؑ کے گھر کو بتوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ عربی پیغمبر کے اصحاب ایمان کے حاکم بن جائیں گے۔ مدائن، موس، یلخ اور پارسیوں کے مقدس مقامات بھی ان کے زیر نگیں ہو جائیں گے۔ وہ دنیا کے لئے آیت رحمت ثابت ہوں گے۔ ان کے پیغمبر صاحب فصاحت و بلاغت کے مالک ہوں گے۔ اور وہ بڑی بڑی عجیب چیزیں بتلائیں گے۔ اس سے پہلے ہم تبلا چکے ہیں کہ پارسیوں کی دو مقدس کتابیں ہیں۔ بعض لوگوں کا ایمان ہے کہ تند اوستا مستند کتاب ہے۔ لیکن دوسرے لوگ یہ مانتے ہیں کہ صرف دساتیر ہی مقدس اور مستند ہیں۔ بہر حال ہم نے ہر دو مقدس کتابوں میں سے پشین گوئیاں پیش کر دی ہیں جن میں صاف لفظوں میں تبلا یا ہوا ہے کہ عرب میں ایک پیغمبر ظاہر ہوگا جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ وہ ابراہیمؑ کے گھر خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک و صاف کر دیں گے۔ اس کے پیروی کرتے والے پاکیزہ لوگ ہوں گے۔ جو ایران پر حملہ آور ہوں گے۔ اور ان کے تخت آتش کدوں اور مذہب کو تہس نہس کر دیں گے۔ وہ صرف ایران پر ہی قابض نہ ہوں گے۔ بلکہ گرد و نواح کے ان تمام بڑے بڑے شہروں پر جو بہت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آتش کدوں کی آگ بجھ جائے گی۔ اور ایرانی لوگ عبادت کرتے وقت کعبہ کا رخ کیا کریں گے۔ وہ بت پرستوں اور پارسیوں کی غلطیوں کو درست راہ پر لیں آئیں گے۔ اب حقیقت یہ ہے کہ پشین گوئی کا حرف بحرف حضرت محمدؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے۔ اور کوئی ذمی ہوش انسان اسلام کی حقیقتوں سے انکار نہیں کر سکتا۔

اب پارسیوں کے لئے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ یا تو انہیں پیغمبر علیہ السلام پر ایمان لے آنا چاہیے۔ اور انہیں است و بت ریتا تسلیم کر لینا چاہیے۔ یعنی قابلِ ستائش

یعنی محمدؐ ورنہ انہیں کسی اور شخص کی طرف اشارہ کرتا چاہیے۔ یعنی اس کی نشاندہی
 کرنی ہوگی جس پر یہ سب باتیں صحیح صحیح اتمی ہوں جس نے بت پرستی ختم کر دی
 ہو۔ اس کے اصحاب پاکیزہ اور سچائی سے بھرے پڑے ہوں۔ اور اوستا کے بیان
 کے مطابق انہوں نے بت پرستوں اور پارسیوں کی اصلاح کی ہو۔ نیز یہ کہ وہ فارسی
 مذہب تاج و تخت اور ملک کے مالک بھی بن گئے ہوتے ہوں۔

کفار اور منکروں کے ہاں پشین گوئیوں کا ہوتا

کبھی کبھی یہودی، عیسائی اور عام طور پر مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ منکر لوگوں میں پشین گوئیاں نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ الہام صرف ان ہی پیغمبروں کو ہو سکتا ہے جو ایسے فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں جو اہل کتاب ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق اس قسم کے انکشافات سوائے وحی یا الہام اور وہ بھی اہل کتاب کے اور کسی کو ہو نہیں سکتے۔ ہم مانتے ہیں کہ وحی کا نزول بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سوائے محمدؐ کے اور کسی کو نہ کبھی ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ خلیل اللہؑ تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی کسی ذریعہ سے الہام ہوتا رہا ہوگا۔ یا وحی نازل ہوتی ہوگی۔ یہ باتیں تشریح طلب ہیں۔ قرآن شریف کے علاوہ موسیٰؑ کی کتابوں میں کئی پیغمبروں کا تذکرہ آتا ہے۔ مگر ان کے پڑھنے سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان چھوٹے چھوٹے پیغمبروں کا ذریعہ انکشافات کیا تھا۔ ہم اس بحث کو اسی جگہ چھوڑتے ہیں۔ اور تسلیم کرتے ہیں کہ وحی یا الہام جس کی عام نوعیت سے اہل کتاب آشنا ہیں بعض اہل کتاب ہی کا درجہ ہے۔ مگر انکشاف کے ذرائع کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں۔

نوشجریاں دوسری قوموں کو بھی دی جاسکتی ہیں اور دی جانی چاہیے۔ خواہ وہ سوچہ بوجھ سے ملیں۔ یا خوابوں کے ذریعہ سے ان کا پتہ چلے۔ ہمارا خدا سب کا خدا اور ہمارا رب رحیم سب کا رب رحیم بلکہ رحمان بھی ہے۔ وہ مالک ربوٰم الدین بھی ہے۔ ان سے بے اعتنائی برتنا مسلمانوں کے خدا کا کام نہیں ہے۔ اس کی رہنمائی ہر ذی ہوش مخلوق کا درجہ ہے۔ حیوان ہوں، درند و چرند ہوں یا پرند سے ہوں، اس نعمت سے محروم نہیں دیکھے گئے ہیں۔ ہمیں تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں اور چوپایوں کے گروہ اور گلے جو اس نعمت سے نوازے گئے ہیں۔ اکثر اچانک اٹھ بھاگتے ہیں۔ اور بعد ازاں کوئی طوفان اور حادثہ واقع ہو جاتا ہے۔ انہیں خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ خطرہ کا احساس کیسے ہوتا ہے۔ وہ ایک گونہ قدرتی رہنمائی ہوتی ہے۔ یعنی ایک چیز کا خیال جو خود بخود بغیر سوچے سمجھے جی میں پیدا ہو جائے۔ اسے انگریزی زبان میں (INTUITION) کہا جاسکتا ہے۔ اس انٹوشن

ہندوؤں کے ہاں پشین گوئیاں

سٹر عبدالحق دو حیار متی مصنف "محران دی ورلڈ سکریپس" اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ بھاوشہ پڑ ان کی وہ کتاب جس کے حوالے سے وہ مندرجہ ذیل پشین گوئیاں لکھ رہے ہیں بیٹی رائیام میں ویکٹوریٹس کی چپی ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ سنسکرت زبان میں چپی ہوئی پشین گوئی کی نقل پیش کرتے ہیں جو پراتی سرگ پڑ و نمبر ۳ کے فقرہ جات، نمبر ۵۔ ۸ میں درج ہے۔ ہم اس کا ترجمہ اردو زبان میں پیش کرتے ہیں۔

ایک ملچیا کسی غیر ملک کا باشندہ جو اجنبی زبان بولتا ہو اور سانی استاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اس کا نام ٹھہر ہوگا۔ راجہ راجہ جوج نے اس مہادیو عرب کو یعنی فرشتہ خصلت، عرب کو گنگا کا پانی اور پنچ گاویہ میں غسل دینے کے بعد یعنی اسے تمام گناہوں سے پوتر کرنے کے بعد، اپنی مخلص خدمات کا تحفہ پیش کیا۔ اسے ہر طرح کا احترام کرتے ہوئے کہا۔ اسے فخری نوع انسان عرب کے رہنے والے ہیں تیرے حضور میں بھک کر سلام کرتا ہوں۔ (یعنی میں تیرا داسی ہوں) تو نے شیطان کو ہلک کرنے کے لئے بہت بڑی طاقت کو اکٹھا کیا ہے۔ اور آپ نے اپنی حفاظت کے لئے عربی مخالفین سے بچاؤ کی خاطر اپنی حفاظت کر لی ہے۔ وہ تو اچھا ہے بہت ہی پاکیزہ خدا کی تشبیہ ہے اور وہ خدا سب سے بڑا ہے۔ میں تیرا غلام ہوں۔ مجھے جو تیرے پاؤں کے اوپر پڑا ہوا ہے قبول کر لے۔

مہارشی ویاساجی نے اس مدح سرائی اور تعریف میں سے مندرجہ ذیل اہم نکات اخذ کئے ہیں۔ (۱) پیغمبر کا نام صاف لفظوں میں محمد تبار دیا گیا ہے۔ (۲) یہ کہا گیا ہے کہ وہ عرب کا رہنے والا ہے۔ سنسکرت کا لفظ مریش نقل جو استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ ریگستانی زمین کا حصہ یا ریگستان۔ (۳) آپ کے ہمراہیوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔ دنیا میں بمشکل ہی کوئی اور پیغمبر ایسا مل سکے گا۔ جس کے اتنے زیادہ اصحاب ہوں۔ اور وہ بھی ایسے جو چال چلن میں نہایت ہی پاکیزہ اطوار ہوں۔ (۴) وہ فرشتہ خصلت گناہوں سے مبرا ہوگا۔ (۵) انڈیا کا راجہ دلی طور پر احترام پیش کرتا ہے۔

۴۔ پیغمبر کو اپنے دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا۔ وہ شیطان کو ہلک کرے گا۔

نبت پرستی کو نیست و نابود کر دے گا۔ اور ہر طرح کے گناہوں کو ختم کر دیا جائے گا۔
(۸) وہ اللہ تعالیٰ جیسے اخلاقیاتِ حسنہ رکھے گا۔ (۹) مہارشی کہتا ہے کہ میں تمہارے
پاؤں پر گرا ہوا غلام ہوں۔ (۱۰) اسے انسانی نسل کا فخر کہہ کر پکارا گیا ہے۔
رہبانس ناتھ

یہ پیش گوئی ایسی روشن ہے جیسے سورج کی چمک، اس کا اطلاق بغیر شک و شبہ
کے حضرت محمدؐ پر ہوتا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ راجہ بھوج گیارہویں
صدی عیسوی میں ہو گزرا ہے۔ وہ راجہ شلوانہن کی دسویں پشت میں سے تھا۔ پس ثابت
ہوا کہ راجہ بھوج حضرت محمدؐ کی تشریف آوری کے پانچ سو سال بعد پیدا ہوا تھا۔
لیکن یاد رکھئے کہ لشین گوتیوں میں دوسرے نام دیتے ہوئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے
اس کے متعلق ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ اس قسم کے ناموں کی ترجمانی کی جا سکتی ہے۔
اس کے علاوہ راجہ بھوج کے نام کے کئی اور راجے بھی ہو گزرے ہیں جس طرح مصر
میں کسی خود مختار بادشاہ فرعون کے نام سے منسوب کئے جاتے تھے۔ جرمن اور اٹلی
کے بادشاہ قیصر کہلاتے۔ اسی طرح سے ہندوستانی راجاؤں کو بھوج کے لقب سے پکارا
گیا ہے۔ مندرجہ بالا راجہ بھوج سے پہلے کئی راجے بھوج کے صفاتی نام سے پکارے جاتے
تھے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہت پرانی سنسکرت کی کتاب میں جس کا نام انار یہ برہمن
ہے۔ راجہ بھوج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ دیکھئے :- پنچکا۔ ۸: ۱۲ اور ۱۴: ۱۷
اسی طرح سے پتی جو سنسکرت گرامر کا مشہور عالم ہو گزرا ہے۔ اسلام کے ظہور سے بہت
پہلے زندہ تھا۔ وہ بھی راجہ بھوج اور اس کے ماتحت شہروں اور اولاد کے متعلق ذکر کرتا
ہے دیکھئے :- ادھیہ ۱: ۱۰۷۵ *

کئی ایک حقیقتوں کے علاوہ اس لشین گوئی میں حضرت محمدؐ کا نام صاف لفظوں
میں بتایا گیا ہے جس سے ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ سوائے آنحضرتؐ کے
اور کسی بھی شخص سے متعلق یہ لشین گوئی دلالت نہیں کر سکتی۔
دوسرا لفظ جو زیر بحث ہے، وہ پنچ گاویہ اور گنگا کے پانی میں غسل دینا ہے۔
درحقیقت ایسا کبھی نہیں ہوا۔ پنچ گاویہ کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو محض ایک نگاہ کا منظر یا
خواب تھی۔ جس کی بنیاد ہندو بیویوں کے اس رسم و رواج پر تھی۔ جو رسائی پتی ہو جائے

نام سے منائی جاتی ہے۔ اس دن ہندو استریاں اپنے اپنے خاوندوں کی پوجا کیا کرتی ہیں۔ ہندو عورتیں علی البقیع خاوند کو جگا کر بڑے پریم سے منہلاتی دھلاتی ہیں۔ جسم پر سے میل دھو کر جاتی ہے۔ نئے نئے کپڑے پہنا کر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اچھے اچھے تحفے بطور نذرانہ پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر سامنے کھڑے ہو کر بڑے احترام سے خاوند کی پوجا کی جاتی ہے۔ عطر چھڑکے جاتے ہیں۔ وغیرہ، لذیذ کھانے، مٹھائیاں اور اچھے اچھے پھل کھلاتے جاتے ہیں۔

اس پیش گوئی سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ برہما جی (دیوتا) نے کیا انکشاف کیا اور ویاشا جی رشی نے لوگوں کو کیا بتلایا۔ اُس پیغمبر کے متعلق بتلایا کہ وہ بہت پاکیزہ اور معصوم تھے۔ نیران کی وفاداری کا اظہار کیا گیا۔ اور احترام کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی خواہش کی گئی کہ وہ ان کے پاؤں پر سر رکھیں اور اپنے آپ کو غلام کے طور پر پیش کریں۔ ہم اپنے ہندو بھائیوں کو کہیں گے کہ وہ برہما جی کے احکام کی تعمیل کریں۔ اور مہارشی ویاسا جی کی دلی خواہش کو پورا کریں۔

پشین گوئی نمبر ۲

بھاوشیہ پران میں ایک اور پشین گوئی کا ذکر آتا ہے۔ جو مندرجہ بالا سے بھی زیادہ روشن ہے اور صاف ہے۔ یہ پیش گوئی شلوکوں میں پائی جاتی ہے۔ دیکھیے منبر سے لے کر ۲ تک۔ اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

ملائیچھا لوگوں نے مشہور ملک عرب کی سرزمین کو خراب کر دیا ہے۔ اس ملک میں آریہ مذہب نہیں پایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی دھوکا دینے والا شیطان ظاہر ہوا تھا۔ جسے میں نے ہلاک کر دیا تھا۔ اب وہ دوبارہ ظاہر ہو گیا ہے۔ اسے کسی طاقتور دشمن نے بھیجا ہے۔ ان دشمنوں کو صحیح راستہ دکھانے کے لئے اور رہنمائی کرنے کے لئے بہت ہی مشہور مجاہد محمدؐ جس کو میں نے برہما کا لقب دیا ہے۔ ان پشایا لوگوں کو راہِ راست پر لانے میں مصروف ہے۔ اور راجا اہتہیں کوئی ضرورت نہیں کہ تم ان بیوقوف پشایا لوگوں کے ملک میں جاؤ، تم میری ہربانی سے ہر جگہ پوتر ہو سکتے ہو۔ خواہ تم کہیں بھی ہو، رات کے وقت اس فرشتہ مخلصیت اور عقلمند آدمی نے پشایا کے بھیجے ہیں راجہ

یہ سچ کہہ دو۔ اور یہ بات تمام آدمیوں کے لیے ہے۔ یہاں تک کہ تمام دنیا کے مذاہب پر چھاپا جائے۔ والا بتایا گیا ہے۔ لیکن
خدا را شہور یہ تمام کے حکم کے مطابق ہیں گوشت خوردوں کی منسوبیت نسل کی کثافت بخشوں کا۔ میرا
پیروی کرنے والا آدمی تختہ کرایا ہو گا (سر پہ) دم کے بغیر۔ وارڈ ہی رکھے ہوئے انقلاب برپا
کرنے والا آدمی۔ اذان پکارنے والا دروازے کے لئے اور تمام جائز شدہ چیزوں کے کھاتے والا
ہو گا۔ وہ سوائے سٹور کے تمام قسم کے جانوروں کا گوشت کھا سکے گا۔ وہ متبرک جھاڑیوں
سے پاکیزگی تلاش نہیں کریں گے۔ بلکہ حیا و رندہ ہی لڑائیوں سے پاکیزہ بن سکیں گے۔ کافر
لوگوں سے جنگ کرنے کی وجہ سے وہ مسلمان پہچانے جا سکیں گے۔ ان میں گوشت خورد قوم کے
مذہب کا بانی ہوں گا۔

رشی ویسا جی نے اس پیش گوئی میں کئی نشانوں کو شمار کیا ہے۔ وہ نشانیاں آنحضرت
کی شریف آوری کے متعلق ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں۔

۱۔ عرب کے ملک کو بدکار لوگوں نے بدنام کر رکھا ہے (۲) اس جگہ آریہ و حرم نہیں مل سکتا۔ (۳) موجودہ دشمن بھی اسی طرح مارے جاتے گئے۔ جس طرح سابقہ دشمن مثلاً ابراہیم وغیرہ مارے گئے تھے۔ (۴) ان صداقت کی مخالفت کرنے والوں کی رہنمائی کے لئے خدائے تعالیٰ نے محمد کو برہاد یونان کا لقب دیا ہے۔ اور وہ اپنی قوم کی تعمیر کرنے میں مصروف ہے (۵) ہندوستانی راجہ ملک عرب میں جانے سے ڈرتا ہے۔ تاہم وہ ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی پوتہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ مسلمان یہاں آجائیں گے (۶) آئندہ آنے والا پیغمبر آریہ و حرم کی سچائی کی تصدیق کرے گا۔ اور ان گمراہ شدہ لوگوں کی اصلاح کرے گا۔ (۷) پیغمبر کے پیروکاروں نے نعتیں کرائے ہوئے ہوں گے۔ واڑھیاں رکھی ہوں گیں۔ سر پر چوٹی نہیں رکھیں گے اور ان کا سر دار بہت بڑا انقلاب برپا کر دے گا۔ (۸) ان کے مذہب میں کوئی راز نہ ہوگا۔ اور نماز کے لئے ہر مسجد کے میناروں سے پکارا جائے گا۔ (۹) ان کے لئے سور کا گوشت حرام ہوگا۔ دیگر کھانے کے قابل جانداروں کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔ (۱۰) ہندو جو پاکیزگی کی خاطر ایک قسم کا گھاس کھاتے ہیں یہ لوگ بذریعہ تلوار پوتہ ہوں گے۔ (۱۱) کافر لوگوں سے جنگ کرنے کی وجہ سے انہیں پچھتائیں مسلمان تمیز کیا جاسکے گا۔ (۱۲) گوشت خورے لوگوں کا مذہب ایک خدا کی عبادت کرنے والا دستور ہوگا۔

متذکرہ بالالیشین گوئی ہمیں بتلاتی ہے کہ پیغمبر آریہ عقیدہ کی تصدیق کریں گے۔
 نیز یہ کہ آریہ دھرم تمام مذاہب پر چھایا جاسکے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہی
 بات ہے تو پھر اس پیغمبر کے آنے اور دنیا کے لئے ایک نیا مذہب اسلام لانے
 کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آریہ مذہب شروع شروع میں ان
 آریہ لوگوں کے لئے جو اس زمانے میں رہ رہے تھے۔ ان کے لئے بہترین تھا۔ آہستہ آہستہ
 جب اس میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تو ایک نئے مذہب اسلام کی ضرورت پڑ گئی۔ خود مہارشی
 نے اس زمانے میں جبکہ محمد ظاہر ہوئے۔ اس مذہب کی حالت کا ذکر کیا ہے۔ اس نے
 ملیچھا مذہب اسلام اور آریہ عقیدہ کے متعلق جو صحیح تصور دلایا ہے۔ اس کو ہم مندرجہ ذیل
 الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

”آج کل کاشی کے سات مقدس شہروں میں بدکاریاں اور ہلاکت ایک عام دستور
 بن چکا ہے۔ ہندوستان کے ملک میں راکشش، شابر، بھیل اور دیگر بیوقوف لوگ
 رہ رہے ہیں۔ ملیچھا کے ملک میں ملیچھا دھرم (اسلام) کے پیروکار عقلمند اور بہادر لوگ پائے
 گئے ہیں۔ تمام اچھی اچھی خوبیاں مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور تمام قسم کے گناہ آریہ لوگوں
 کے ملک میں اکٹھے ہو چکے ہیں۔ اسلام ہندوستان اور اس کے جزیرہ میں حکومت کرے گا۔
 اودھ منی اب تم کو ان حقیقتوں سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اپنے خدا کے نام کی تعریف
 کرو۔ اور لفظ ملیچھا کو بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ صاف عیاں ہے کہ اسے حقارت کے
 طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ وہ خود اس لفظ کی یوں صراحت کرتا ہے۔ ”اچھے کردار کا
 آدمی۔ بڑا ہی تیز عقل والا۔ روحانی وقار رکھنے والا۔ جو خدا کے نیک بندوں کا احترام
 کرے۔ وہ عقلمند ملیچھا کہلاتا ہے۔“ پس جب آریہ مذہب گناہوں کا بلند رہ بن کر
 رہ گیا۔ اور پرانے زمانے کے عربوں کی مانند بالکل بدکار ہو گیا۔ تو کیا اس وقت یہ
 ضروری نہ تھا کہ کوئی برہما جیسا ملک عرب میں پیدا ہو۔ اور وہ ان عربوں کو ہندوستانی آریہ
 لوگوں کی اصلاح کرے؟ مہارشی کی لیشین گوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا۔

اتھروید میں لیشین گوئی سے

اتھروید

ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق اتھروید چاروں ویدوں میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اسے برہما وید یا خدائی معرفت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں ہر قسم کے منتر پائے جاتے ہیں۔ مثلاً رچاس ر یعنی حمد و ثناء، رگ وید کی طرز پر لکھی ہوئی تعریفیں، شام وید کی طرز پر ادبی مضامین اور عبادت کی تفصیلات بھی جیسی یجر وید میں ملتی ہیں۔ سب سے اتھروید میں شامل ہیں۔ پس اس میں ہر قسم کے منتر جو مختلف ویدوں میں پائے جاتے ہیں ملتے ہیں۔ اس بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے طریقے، جنگ میں فتوحات حاصل کرنے کے ڈھنگ اور دوزخ اور بہشت کی تفصیلات بھی دی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے منڈک اپنیش میں برہما وید یا خدائی علم کہا گیا ہے۔

بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ مصر اور بابل میں جدید کھدائی کے دوران یہ معلوم ہو ا ہے کہ انجیل کا اصل ماخذ بابل کی لکھی ہوئی تختیاں ہی ہیں۔ ویدوں کی اندرونی گواہی کے مطابق ان تختیوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں نے بھی اپنے بڑے بڑے اہم مضامین کثیر تعداد میں بابل کی تحریروں سے حاصل کئے تھے۔ ڈاکٹر پران ناتھ سابق پروفیسر ہندو یونیورسٹی، بنارس ٹائمز آف انڈیا مطبوعہ جولائی و اگست ۱۹۳۵ء میں بائبل وید اور مصر کے باہمی تعلقات کے بارے میں ایک آرٹیکل میں لکھتے ہیں کہ رگ وید میں مصر اور بابل کے بادشاہوں اور ان کی لڑائیوں کے حالات پیش کرتا ہے، وہ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ رگ وید کا پانچواں حصہ بابل کی آیات و تحریروں میں سے لیا گیا ہے۔ اس قسم کی تحقیقات کی روشنی میں یہ کہنا غلطی ہوگی کہ اتھروید حضرت ابراہیمؑ کی کتاب کی ہو بہو نقل ہے۔ جیسا کہ اکثر ہندو پنڈت کہہ دیا کرتے ہیں۔

اتھروید میں کنٹپ سکت

لفظ کنٹپ کا معنی بد قسمتی اور مصائب کو ختم کرنے والا اور سکت کا معنی باب ہے، اتھروید کے بیسویں حصے میں کچھ ایسے باب پائے جاتے ہیں جنہیں کنٹپ سکت کہا جاتا ہے۔ وہ ایسے تمام منٹروں کا مجموعہ ہے جس میں دنیا کی بد بختیوں کو ختم کرنے والے کا حال درج ہے۔ اسلام کا پیغام اور حضرت محمدؐ کی تعلیمات انسانیت کے لئے رحمت کا باعث ہیں نیز یہ کہ وہ دنیا کی بد بختیوں، بد بختیوں، زبوں حالیوں اور تباہیوں کا واحد

علاج ہیں :-

کنٹپ سکت انٹرویو کا بڑا ہی مشہور حصہ ہے۔ ہر سال اس کے منتر بڑے بڑے اجتماع میں بار بار پڑھے جاتے ہیں۔ جیکہ دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اور قربانیاں پیش کی جاتی ہیں۔

ہر سال شترہ پوجا کرنے والے پنڈت لکھتے ہو کر بیٹھتے ہیں۔ تاکہ ان منٹروں کو بہت ہی اعتقاد اور خلوص سے مل کر دہرائیں۔ پس ہندوؤں کو بڑے زور سے نصیحت کی جاتی ہے کہ ان منٹروں کو زبان یا ذکر لیں۔ (آئیت برہما - ۴: ۳۲)

کثیر تعداد علماء اور فضلا کے میانات کے مطابق بہت عرصہ تک کنٹپ سکت صیغہ رات میں چھپے رہے۔ بہر حال ہم اس کی بھی تشریح کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن حقیقت مٹا کی تشریف آوری کے بعد یہ کنٹپ اب کوئی چھپی ہوئی بات نہیں رہی۔

پیشین گوئی نمبر ۳

کنٹپ سکت کا پہلا منتر

یہ دو سطروں میں ایک چھوٹا سا منتر ہے۔ جسے مسٹر بلوم فیلڈ نے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ یوں ہے :-

”تم لوگو! اس (گیت) کو غور سے سنو۔ جو کسی بہادر کی تعریف میں گایا جائے گا۔ ہم نے چھ سو نوے رگائیں، پائیں۔ جب ہم روشاماں کے درمیان کوراماں تھے“

لیکن پروفیسر گرفت کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔ ”اردو ترجمہ“ اسے غور سے سنو! اے تم لوگو! بڑی بڑی نعمتوں سے مالا مال خطہ زمین کا گانا گایا جائے گا۔ ساٹھ اور نوے ہزار، اوہ کوراما جو روماشاں کے مابین پاتے جاتے ہو، ہم نے حاصل کئے“

پنڈت راجہ رام نے اردو میں یوں ترجمہ کیا ہے :- ”لوگو۔ اسے غور سے سنو! ایک قابل ستائش شخص کی تعریف کی جائے گی۔ روشاماں کے مابین ہوتے ہوئے ہم نے اوہ کوراماں حاصل کئے ساٹھ ہزار اور نوے“

پنڈت کھیم کرن الہ آبادی کچھ اور ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اردو ترجمہ“ اے لوگو!

اسے بڑے احترام سے سنا لوگوں میں ایک قابلِ تعریف شخص کی تعریف کی جائے گی۔
 اودہ آرام طلب بادشاہ اہم ساتھ ہزار اور نوے مہارلوگ پاتے ہیں جو اپنے دشمنوں
 کو تباہ و برباد کرتے ہیں مشغول ہیں۔
 مندرجہ بالا تمام تراجم میں مشترکہ طور پر چار نقاط مبہم ہیں۔ اور کچھ الفاظ بڑھاتے کے
 باوجود بھی مطلب عیاں نہیں ہو سکتا۔

رہا پہلا سوال یہ ہے کہ کس کی تعریف کی جائے گی؟ رب، دوئم یہ ساتھ ہزار اور نوے کیا چیزیں
 ہیں؟ راج، لوگ بڑے احترام سے اسے کیوں نہیں؟ اور د، یہ روشاں اور کوراماں کون ہیں؟
 ہندوستان کی پرانی تاریخ بھی ان متروں پر کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔ اور یہ متر مبہم اور نامعلوم چلے
 آ رہے ہیں۔ لیکن اسلام کی پرانی تاریخ اور عرب کے حالات ان متروں پر بہت بڑی روشنی
 ڈالتے ہیں۔ جو عرصہ سے معتمہ بنے پڑے تھے۔ اب وہ ایسے صاف اور عیاں ہو چکے ہیں کہ پہلے
 ایسے عیاں نہیں ہوتے تھے۔

مطالب :- (ا) اس کی تعریف کی جائے گی۔ یہ لفظ محمد کی لفظی تشریح اور لغوی معنی ہیں۔
 (ب) ساتھ ہزار یا ستر ہزار کے قریب مکہ کی آبادی تھی۔ جو تمام کی تمام محمد کی مخالفت کرتی تھی۔ (ج)
 چونکہ اس متر کے اندر بہت بڑی لپشیں گھٹی ہیں۔ اس لئے لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ بڑی
 عزت اور احترام سے اسے سنا۔ (د) روشاں پیغمبر صاحب کے دشمن تھے۔ اور کوراماں
 پیغمبر کی صفات تھیں۔ اس کے معانی مہاجر یا وہ شخص جو امن و امان قائم کرتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ اس متر کا متن ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی لپشیں گھٹی
 ہے۔ چاروں متروں میں کسی جگہ بھی ایسے پر زور الفاظ میں لوگوں کو خطاب نہیں کیا
 گیا۔ ہندو لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ان لفظوں کو بڑے غور اور احترام سے
 سنیں۔ ان کو محض یہ خیال کر کے کہ اس متر کے الفاظ مبہم ہیں۔ اور اس کا مطلب
 معتمہ سا ہے۔ اسے بھول نہیں جانا چاہیے۔ اس متر میں سبکدوش کا
 لفظ اسٹوش یا نت استعمال کیا گیا ہے۔ جو صیغہ مستقبل میں ہے۔ مطلب یہ کہ
 ”اس کی تعریف کی جائے گی“ یہ لپشیں گھٹی ہونے کی پہلی نشانی ہے۔ وہ واقعہ
 آئندہ کچھ وقت کے بعد پیش آئے گا۔ جب اس پیغمبر کی بڑی تعریف کی جائے
 گی۔ محمد ایک ایسے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ جن کی تعریف اور احترام دنیا کے سب

پیغمبروں میں سب سے زیادہ ہو رہی ہے۔ تمام سابقہ پیغمبروں نے ان کی مداح سرائی کی ہے۔ اور آمد کی خوشخبری دی ہے۔ تمام دوستوں اور دشمنوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ انسانیکلو پیڈیا برٹینیکا انہیں تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب پیغمبر قرار دیتا ہے۔ ویدوں کا رشی ان کے نام کا ذکر نریشن سا استو شیات سے کرتے ہیں۔ "محمد کی تعریف کی جائے گی جو واقعی تعریف کے قابل ہے۔" ان کی تعریف کی گئی ہے اور ہمیشہ کی جائے گی۔

پشین گوئی نمبر

کنٹپ سکتا کا دوسرا مترجمے انگریزی زبان میں پروفیسر گرتھ نے ترجمہ کیا تھا۔ اس کا ترجمہ زبان اردو یوں ہے۔

(۱) اونٹ سوار رشی

اس نے دو دفعہ دس ربیس (اونٹ) جو اس کی گاڑی کو چلاتے تھے۔ مع ان کی بیویوں کے جو ان کے پہلو پہلو تھیں۔ دیتے۔ ان کی رتھوں کی چوٹیاں خاصی جھک جاتی تھیں۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ انہیں آسمان سے ٹکرا نا پڑے۔ پنڈت کھیم کرن یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

"جس کی سواری کے لئے بیس تیز رفتار۔ سواری کرنے والے چوپائے یعنی اونٹ تھے۔ مع ان کی سانڈنیاں۔ یوقوت لوگ آدمی کی ممتاز حیثیت سے لا پرواہ ہیں۔"

لیکن پنڈت راجا رام اس منتر کی ترجمانی اور طریقے سے کرتے ہیں۔

اس کی گاڑی کو بیس اونٹ چلاتے ہیں۔ اس کے ساتھ اس کی بیویاں بھی ہوتی ہیں۔ اس کی گاڑی یا رتھ کی چوٹی نیچے جھک جاتی ہے۔ تاکہ آسمان کے ساتھ وہ ٹکرا نہ جائے۔ یہ تمام مترجم نہیں بتا رہے ہیں۔ کہ یہ اسی شخص کے متعلق کہا گیا ہے۔ جس کے متعلق پہلے منتر میں ذکر آچکا ہے۔ مٹر بلومز فیلڈ کے ترجمے کے علاوہ سب اس پر متفق ہیں۔ کہ وہ شخص اونٹ سوار ہے۔ تیز یہ تاثر بھی

بھی دیا گیا ہے کہ رتھ کی چوٹی اتنی اونچی ہوگی۔ جتنا آسمان ہے۔ سنسکرت لفظ رتھ
ہر قسم کی گاڑی یا سامان لے جانے والی گاڑی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
رگ وید میں یہ کہا گیا ہے کہ سورج ایک سونے کی رتھ میں سفر کرتا ہے۔
دیکھئے ۱: ۳۵

یہ مترصاف الفاظ میں بتلاتا ہے کہ رشی ایک عرب ہوگا۔ ہندوستانی رشی
کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوتا۔ کیونکہ شاستر مذہب میں اونٹ کے گوشت اور
دودھ کو قانوناً ہندوستانی رشی کے لئے حرام قرار ہوا ہے۔ (منو۔ ۵: ۱۸۶۸)
اس لئے اس کے لئے قانون اجازت نہیں دیتا۔ کہ اونٹ پر سواری کی جائے۔
اسی طرح برہمنوں کو بھی منع کیا ہوا ہے کہ وہ اونٹ کی سواری نہ کریں۔ منو
سمرتی میں لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی برہمن گدھے یا اونٹ پر ادا سوار می کرے گا
تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح ننگے ہو کر نہانا بھی انہیں بھڑشت یعنی ناپاک
بنادے گا۔ اس ناپاکی کو دور کرنے کے لئے انہیں اپنا سانس کافی عرصہ تک
روکنا پڑتا ہے۔ (منو۔ ۱۱: ۲۰۱) دھرم شاستر میں اس قسم کی ممانعت اس امر کی
دلیل ہے۔ کہ اس پشین گوئی کی وضاحت میں کسی قسم کا شک و شبہ یا ابہام باقی
نہ رہ جائے۔ اور یہ حقیقت صاف طور پر واضح ہو جائے کہ وہ موعودہ رشی ہندوستان
کا رشی نہیں ہو گا۔ بلکہ ملک عرب کا اونٹ سوار رشی ہو گا۔ ہندوستان
کا کوئی رشی کبھی اونٹ پر سواری نہیں کیا کرتا تھا۔ بلکہ وہ محمد ہی تھے۔ جو اونٹ کی
سواری کیا کرتے تھے۔ اور اس کا دودھ پیا کرتے تھے۔ عرب اونٹ کی سواری
میں دنیا بھر میں بہت مشہور سوار ہو گزرے ہیں۔

(ب)

ان کے بیویاں

» واڈھو منسا دا وڑ درش، کے الفاظ جو منتر میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان
کے دو مختلف ترجمے کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ اس کی رتھ کو اونٹ چلا رہے ہیں۔
جس میں اس کی بیویاں بھی اس کے ہمراہ ہیں۔ دوئم یہ کہ اونٹ اپنی مادہ داوٹنیوں
کے ساتھ مل کر اس کی رتھ کو چلا رہے ہیں۔ پہلے ترجمے کے مطابق یہ کہا جاتا ہے

کہ وہ موعودہ رشی ایکسے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ اور یہ بات محمدؐ پر صادق آتی ہے۔ دوسری ترجمانی کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ پر سواری کرنا ان کی خاص مہارت تھی۔ یہ بات بھی آنحضرتؐ پر درست عائد ہوتی ہے۔ پس ہر دو تراجم کسی اور رشی پر صحیح طور پر نہیں کہے جاسکتے سوائے محمدؐ پیغمبرؐ کے۔

(ج) پیغمبرؐ کا معراج پر جانا

پشین گوئی میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں: ”رتھ کی چوٹی نیچے جھک جاتی ہے کہ مبادا وہ آسمان کے ساتھ چھو جائے یعنی ٹکرا جائے“ یہ ایک ایسا حوالہ ہے جو آپؐ کا اوپر اٹھاتے جانے یا معراج پر جانے کی دلالت کرتا ہے۔ قرآن حکیم اس واقعہ کے متعلق یوں ارشاد کرتا ہے۔ (ترجمہ) اور وہ افق کے سب سے بلند ترین مقام پر پہنچ گئے، ہیں۔ (۵۳: ۷۷) پیغمبرؐ کے افق تک پہنچ جانے اور پھر نیچے جھکنے یا اترنے کے حملے علی الترتیب خدا سے تعالے سے تعلق اور زمین پر لوگوں سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی رتھ کی چوٹی کا نیچے جھک جانا ہی ان کی لوگوں کے ساتھ محبت کا بین اظہار ہے۔ خدا کی مخلوق سے محبت نے اللہ تعالے کو ایسا خوش کیا کہ وہ خدا کے محبوب بن گئے اور انہیں ایسا مقام عطا کیا کہ انہیں اوپر بلا لیا ۴

پشین گوئی نمبر ۵

اتھروید میں ایک اور متر پایا جاتا ہے۔ جس کا ترجمہ مسٹر بلوم فلیڈ یوں کرتے ہیں: ”اس نے اس اہل بصیرت آدمی کو ایک سو قیمتی پتھر دیئے۔ دس ہار، تین سوفوجی گھوڑے اور دس ہزار مولشی“۔ پروفیسر گرنفیلڈ کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔

(۱) ”ایک سو سونے کی زنجیریں اور دس ہار (مالا) اس نے رشی کو دیئے۔ اور تین سوفوجی گھوڑے سارو سامان سے آراستہ۔ دس دفعہ ہزار ہزار دس ہزار گائے اسے بخشیں ۴

پنڈت کھیم کرن یوں ترجمہ کرتا ہے: ”اس نے اس غیب دان۔ بصیرت والے

بزرگ شخص کو ایک سو سونے کے سکے۔ دس ہزار تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کیں۔ پنڈت راجارام یوں ترجمہ کر رہے ہیں: ”اس نے ماما رشی کو ایک سو سونے کے سکے۔ دس ہزار تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں۔“
تمام مترجم اس حقیقت کو مانتے ہیں کہ وہ رشی جس کا نام ماما ہو گا، اسے ایک سو سونے کے سکے دیے جائیں گے۔ دس ہزار گائے کی مالائیں یا ہزار تین سو اچھی نسل کے گھوڑے اور دس ہزار گائیں بھی دی جائیں گی۔

(ا) اس منتر میں رشی کا نام ماما بھی دیا گیا ہے۔ آج تک کسی ہندوستانی رشی کا یا کسی پیغمبر کا نام ماما نہیں رکھا گیا ہے۔ اس لفظ کا ماخذ یعنی مادہ مام ہے جس کا مطلب کسی کا بہت زیادہ احترام کرنا یا عزت کرنا ہے۔ کسی کو بڑھا چڑھا کر دکھانا۔ (دیکھئے انگریزی سنسکرت ڈکشنری مصنفہ مشرولیم)

سنسکرت کی بعض کتابوں میں پیغمبر کا نام محمدؐ رانوا پند کہ بھاوشیہ پُران، دیا گیا ہے۔ لیکن سنسکرت گرامر کی رو سے یہ لفظ جرے مقاصد کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ اگرچہ سنسکرت گرامر کا استعمال کسی عربی لفظ پر ٹھوسنا غلطی ہے۔ لیکن لپشیں گوئی کو واضح معانی میں لانے کی خاطر لفظ ماما اتھروید میں استعمال کیا گیا ہے جس کا تلفظ محمدؐ سے ملتا جلتا ہے اور معانی بھی وہی ہیں۔ پس ماما کا دوسرا لفظ محمدؐ ہے۔ اگر تلفظ میں کوئی فرق پڑ جائے تو چنداں قابل اعتناء نہیں۔ مسلمانوں کے بہت سے نام تھوڑی سی تفاوت کے ساتھ سنسکرت کی کتابوں میں استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً محمود غزنوی کی ہندو لوگ مامود گجنوی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ پس اتھروید کے رشی نے بھی محمدؐ کے عربی نام میں تھوڑا سا فرق ڈال دیا ہے اور ان کے لئے اپنا سنسکرت لفظ ”ماما“ استعمال کیا ہے۔ اگرچہ مطلب وہی برقرار رہا ہے۔

سونے کے سکے

(ب)

خدا نے ماما رشی یا پاک پیغمبرؐ کو سو سونے کے سکے عطا کئے۔ وہ سونے کے سکے تعداد میں ایک سو مومنینؑ کو سلام لانے والے، اصحاب کرام تھے۔ جو مکہ کی پریشان حال زندگی میں آپؐ کو بیٹھاتے تھے۔ انہوں نے ہر قسم کی مصیبتوں اور سختیوں کو برداشت کیا۔ لہذا وہ ایسے خالص اور قیمتی بن گئے تھے۔ جیسے خالص سونا ہوتا ہے۔ وہ سب سے

پہلے اور اولیں مسلمان تھے جنہوں نے عرصہ دراز تک اپنے گھر کے ہاتھوں بڑی بڑی
اذیتیں برداشت کی تھیں۔ اور اپنے گھروں، رشتہ داروں حتیٰ کہ اپنے محبوب
پیغمبر کو بھی چھوڑ کر ایسے سینیا یا ایتھی اوپیا کی طرف بھاگنا پڑا۔ انہوں نے اپنے
عزیز رشتہ داروں اور جائیداد کو بھی ترک کر دیا۔ لیکن اسلام کو ہرگز ترک نہیں کیا
تھا۔ لہذا وہ اللہ کے خاص بندوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

انسان کے اندر وہ روحانی طاقت جو ہر قسم کی تکلیفوں اور آزمائشوں میں
غالب آتی ہے۔ اسے خالص سونے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ پس آنحضرت کے
وہ ہمراہی جنہوں نے ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کیا اور سختیوں کو جھیلنا وہ خالص
سونے کے سکے تھے۔ جو محمد کو عطا ہوتے تھے۔ ایسے سینیا کی طرف ہجرت کرنے
والوں کی تعداد ایک سو تھی جنہوں نے مامح ریشی کی یہ پیش گوئی پوری کر دی کہ
ان کو ایک سو سکے خالص سونے کے دیئے جائیں گے۔

(ج) دس عدد مالا میں یا ہار

مقدس پیغمبر کو جو اور تحفہ دیا گیا تھا۔ وہ دس عدد پھولوں کے ہار تھے جو
بڑے خوبصورت اور قیمتی تھے۔ وہ محمد کے بہترین دس اصحاب کرام تھے جنہیں
عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ یہ زندگی کے مشن میں سب سے زیادہ کامیاب تھے۔
انہیں خوشخبری دی گئی تھی کہ ان کا رتبہ اس دنیا میں اور اگلے جہان میں بلند کر
دیا گیا ہے۔ اور ایک ایک کا نام لے کر بتلایا گیا تھا کہ وہ جنت میں داخل ہوں
گے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن
ابی وقاص وغیرہ، رضی اللہ عنہ، اسلام کی خاطر انہوں نے جو بقرہ بانیاں دیں وہ بڑی
عظیم اور لاتعداد تھیں۔ لہذا انہیں انعام بھی ایسا دیا گیا کہ وہ بے نظیر ہے۔ وہ خاص
منتخب ہستیاں تھیں جن کے متعلق ویدوں میں ”دش اسرہجہ“ یعنی دس مہشت سے
ہو کر آئے ہوئے ہار کا نام دیا گیا ہے۔ شکرت میں لفظ اسرہجہ جو استعمال ہوا
ہے۔ وہ ہار اور پھولوں کا گلدستہ ہر دو کے معانی دیتا ہے۔

(د) تین سواچھے اچھے گھوڑے

منتر میں تیسرے تحفے کا جو ذکر آیا ہے۔ وہ تین سواعلے قسم کے گھوڑے ہیں۔ یہ گھوڑے جیسا کہ بتلایا گیا ہے۔ عربی النسل ہیں۔ سنسکرت کا لفظ ارواح جو استعمال کیا گیا ہے اس کا مطلب تیز رفتار عرب گھوڑا خاص طور پر جسے آسودہ لوگ (جو آریہ قوم سے تعلق نہ رکھیں) استعمال کرتے ہیں۔ اگنی اور اندرا تعلیم یافتہ عقلمند اور طاقت ور، کا سوار ہونا بھی ارواح کہلاتا ہے۔

پس ویدوں کی تنقید کے مطابق محمدؐ کے تین سواعلے گھوڑے آنحضرتؐ کے وہ مقدس اصحابی تھے۔ جو بدر کی جنگ میں لڑتے رہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام تعلیم یافتہ اور طاقت ور تھے۔ یعنی تعداد بھی تین سو تھی۔ اور اوصاف بھی وہی رکھتے تھے۔ جو مخروط کا منتر بتلاتا ہے۔ رات بھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور دن کے وقت وہ بڑے طاقتور جنگجو ہوتے تھے۔ سوائے محمدؐ کے اور کوئی کمانڈر ہی اس تعداد میں فوج جمع نہ کر سکا تھا۔ وہ خدا کے نیک بندے بھی تھے۔ اور جنگ میں بھی لڑا کرتے تھے۔ اور اسلحہ وغیرہ سامان حرب کافی مقدار میں میسر نہ آنے کے باوجود ان سے تین گنا طاقت پر بھی وہ غالب آئے۔

(ه) دس ہزار گائے

مقدس پیغمبرؐ کو جو آخری تحفہ دیا گیا تھا۔ وہ دس ہزار گائیں تھیں۔ یہ دس ہزار کی تعداد ان پاک ہستیوں کی تعداد ہے۔ جو مکہ کو فتح کرنے کے بعد شہر میں داخل ہوئے۔ ان سہراہیوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ ویدوں کے منٹروں میں انہیں گائے کہہ کر پکارا گیا ہے سنسکرت کا لفظ گوؤ کا ماتخذ گاؤ ہے جس کے معانی "جنگ کو جانا ہے" گائے کو گوؤ اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ آریہ قوم جب ہند میں آئی تو یہ مقامی لوگوں یا دشمنوں کی گائیوں کو پکڑنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور جنگ ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فتح کا نشان پیل کے لفظ سے دیا جاتا ہے۔ اکثر گاؤ کا لفظ گائے اور پیل ہر دو کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

گائے اور پیل کے الفاظ ویدوں میں لڑائی کے لئے نیز امن اور صلح کے لئے بھی

استعمال ہوتے ہیں۔ ہم رگ وید میں دیکھتے ہیں کہ ایک طاقتور فوجی سپاہی کو جو اپنے دشمنوں کو سمجھاڑ دے۔ بیل کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ "گاؤ الو اشکت" رگ وید۔ ۱۰: ۳۰ (۴) اسی طرح شنت پاتھ برہمن ۵: ۲۴ اور ۱۱: ۱ اور تائتریا ۲: ۲۵ و ۲: ۲۶ میں گائے کو بطور علامت تندی اور تباہی کی بیان کیا گیا ہے۔ رگ وید میں ایک اور مقام پر "گاؤ الو ایچیحو" کہا گیا ہے۔ یعنی وہ اس قدر تند اور خونخوار ہے جس قدر ایک

گائے ہوتی ہے (۵: ۵۶ و ۳)

تمام اسی رگ وید میں گائے کو امن و صلح اور آشتی کے لقب سے بھی پکارا گیا ہے۔ مختلف عقل و دانش کے لوگ اور دولت کے تلاشی، ہم سب مل کر گائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ (۱۲: ۱۱ اور ۳)۔ اپنے دل کا رخ میری طرف پھیر لو۔ جس طرح ایک گائے اپنے بچھڑے کی طرف دیکھتی ہے۔ جس طرح ایک گائے اپنے بچے کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ اسی طرح سے اسے میرے خاوند اہل نہیں میرے ساتھ محبت کرنا چاہیے۔ شنت پاتھ برہمن میں گائیوں کو آدمیوں کی مانند بتایا گیا ہے۔ پھر اور شیے گائے کو پوجا کی علامت سمجھا گیا ہے۔ نیز استقلال اور علم سے بھی اسے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان تمام حکایات کو مد نظر رکھتے ہوئے اب ہم پھر منتروں کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ تاکہ ہم دیکھیں کہ محمد کی ان دس ہزار گائیوں یا گایوں سے کیا مقصد نکلتا ہے۔ ان عبارات سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت کے اصحابی تمام کے تمام نیک خصلت اور پاکیزہ لوگ تھے۔ ایسے پاک اور صابر جس طرح گائے تصور کی جاتی ہے۔ دوم یہ کہ وہ ہیبت ناک اور مضبوط بھی ایسے ہی تھے۔ جیسے اندرا۔ بظاہر یہ خصائل ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ مگر قرآن کریم نے اس معجزہ کو بڑی آسانی سے حل کر دیا ہے۔ قرآن پاک نے حضرت محمدؐ اور ان کے ہمراہیوں کے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے :-

(ترجمہ) "محمد خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اور وہ ان کے ہمراہ ہیں۔ وہ کافروں کے خلاف ثابت قدم ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ تم ان کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم حاصل کرنے کے لئے رکوع اور سجود میں پڑے ہوتے ہیں۔ اور خدا نے تعالیٰ کی رضامندی کے تلاشی ہوتے ہیں" (۲۸: ۲۹)

جنگِ احد میں حضرت محمد صلی علیہ وسلم نے ایک خواب میں دیکھا کہ گائیں ذبح

کی جا رہی ہیں۔ انہوں نے خود ہی اس کی تعبیر کی کہ اس لڑائی میں ان کے متعدد اصحابی شہید ہو جائیں گے۔ یہ بات بھی ظاہر کرتی ہے کہ محمدؐ کے اصحابیوں کو اگر گالیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی تھی تو وہ درست ہے۔ کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے خلوص و محبت اور ہمدردی رکھتے تھے۔ پس پیغمبرؐ کے دس ہزار پاکیزہ ہمراہیوں کا ذکر جو مندرجہ بالا منتر میں کیا گیا ہے۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ جو فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہوئے تھے۔ قرآن کریم ان ہمراہیوں کا ذکر کرتے ہوئے (۲۸: ۲۹) یوں ارشاد کرتا ہے :-

”ترجمہ“ ان کا ذکر تم توریت میں پاؤ گے اور انجیل میں بھی بیان پڑھو گے۔ پس قرآن کریم کا یہ دعوے ہے کہ حضرت محمدؐ اور ان کے اصحابیوں کا حال مختلف مذہبی عبارتوں میں اور متعدد پیغمبروں کی پیشین گوئیوں میں پایا جاتا ہے۔

ہم نے دیکھ لیا ہے کہ کنٹپ سکت کا یہ منتر حضرت محمدؐ کا نام ماما ج تیلاتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کے معانی وہی ہیں۔ جو لفظ محمدؐ کے نکلتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس لفظ کی تشکیل اور تلفظ بھی وہی ہے۔ جو لفظ محمدؐ کی ہے۔ یہ منتر یہ بھی تیلاتا ہے کہ محمدؐ بہت بڑے رشی تھے۔ جنہیں آزمودہ اور مخلص ہمراہی بطور خدائی عطیہ دیئے گئے تھے۔ وہ خالص سونے کی طرح اصلی اور قیمتی تھے اور ان کا درجہ اس قدر بلند اور تکمیل تک پہنچا ہوا تھا۔ کہ ان کی مثال بہشت کے پھولوں سے دی جاسکتی ہے۔ ان کو ایسے اصحابی دیئے گئے تھے۔ جو پاکیزہ تھے۔ اور خدا کی عبادت کرنے والے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ میدان کارزار میں بہادر سپاہی بھی تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ وہ علامتیں صرف محمدؐ اور ان کے ساتھیوں ہی میں پائی جاتی تھیں۔ اور دنیا کی کسی اور شخصیت میں ہرگز نہیں ملتیں۔ یہ چیزیں محمدؐ کو اسی ترتیب سے عطا ہوئیں۔ جس طرح اس منتر میں بیان کیا گیا ہے :-

سب سے پہلے ان کو ایک سو سہری سکے دیئے گئے۔ پھر عشرہ مبشرہ ملے۔ پھر تین سو ہمراہی جنہوں نے جنگ بدر میں حصہ لیا۔ اور آخر میں دس ہزار پاکباز لوگ جو فتح مکہ کے بعد شہر مکہ میں داخل ہوئے۔ جیسا کہ توریت میں بھی ذکر آچکا ہے۔ دنیا کی تاریخ کسی اور شخص کی طرف جس نے یہ تمام شرائط پوری کر لی ہوں۔ اشارہ نہیں کر سکتی۔ ماسوائے محمدؐ کے جو ملک عرب کے رہنے والے تھے۔

پشین گوئی نمبر ۴

محمدؐ اور ان کے دس ہزار اصحاب کرام

اتھروید میں اس پشین گوئی کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔
 ترجمہ اس گاڑی کا مالک جو صدیق ہے اور صداقت کو پسند کرنے والا ہے۔ وہ بہت
 ہی عقلمند طاقت والا اور سخی ماما (محمدؐ) ہے۔ اس نے مجھے اپنے الفاظ سے بڑی نوازش
 کی ہے۔ وہ اس قادر مطلق کا بیٹا (محبوب) جس میں تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ اس کو تمام جہانوں
 کے لئے رحمت ہے۔ یعنی رحمتہ اللعالمین ہے۔ وہ دس ہزار (ساتھیوں) کے ساتھ مشہور
 معروف ہو چکا ہے۔

اس پشین گوئی کا ہر لفظ مقدس پیغمبر محمدؐ کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔ وہ
 سچ بولنے والے (صدیق) اور سچائی کو پسند کرنے والے تھے۔ وہ بچپن ہی سے اپنی سخی گوئی
 اور سچائی کی وجہ سے مشہور تھے۔ اب ان کو امین اور صدیق یعنی وفادار امانت رکھنے والے
 اور سچے کے ناموں سے پکارتے تھے۔ جب ابو بکر کو معلوم ہوا کہ انہوں نے نبوت کا
 دعویٰ کیا ہے۔ تو ان کے گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔
 اسی قسم کی کئی ایک مثالیں تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بہت
 ہی عقلمند تھے۔ وہ ایسے طاقتور تھے کہ اتحادیوں کی لڑائی کے دوران ایک پتھر کو آپ
 نے پتھر پڑے کی ایک ہی چوٹ سے پورے پورے کر دیا۔ جسے کوئی اور شخص توڑ نہ سکا تھا۔ سخی
 بھی ایسے کہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا تھا۔ وہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھتے۔
 جو مال غنیمت ان کو ملتا۔ وہ قوم میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ اور خود کچھ نہ رکھتے۔ آپ کا خاص وصف
 رحمتہ اللعالمین تھا۔ اور اسی طرح سے وہی ایک ایسے واحد پیغمبر تھے جو دس ہزار اصحاب کرام
 کے لئے مشہور تھے۔ اب الفاظ "گاڑی کا مالک" تشریح مطلب رہ گئے۔ ظاہر طور پر
 آپ یہ صفت نہ رکھتے تھے۔ لیکن اگر ہم اس لفظ کا صحیح مطلب نکالیں۔ تو ہمیں معلوم ہو جائے
 گا کہ یہ لفظ بھی حضرت محمدؐ پر عائد ہوتا ہے۔ سنسکرت کا لفظ اناس و نت رگاڑی کا مالک،
 کا لفظ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں کئی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اندرا کو

وہ گھڑتین ستونوں اور تین لکڑی کے ٹہنیوں پر قائم ہے۔ اور وہ ابدی زندگی کا مرکز ہے۔
خدا کے بندے اس سے خوف واقف ہیں۔ (انقر وید۔ ۱۰: ۲ و ۳۲)
کعبہ میں کوئی بت یا کسی اور قسم کی ایسی کوئی چیز نہیں جسے پوجا جاتے۔ وہ ایک مادہ
کمرہ ہے۔ جو تین ستونوں اور تین ٹہنیوں پر بنا ہوا ہے۔ لیکن باوجود اس کی سادگی کے
وہ ابدی زندگی کا مرکز ہے۔ اور وہ روحانیت کا منبع ہے۔ اللہ کے نیک بندے جو
اہل نظر ہیں وہ اس نہایت بلند قدر روح کو اس جگہ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔

سام وید میں پشین گوئیاں نمبر ۱

چار ویدوں میں سے ایک سام وید بھی ہے۔ جو برہمنوں کے خیال کے مطابق بعض
وجوہات کے باعث باقی ویدوں سے اونچا درجہ رکھتا ہے۔ مذہبی لٹریچر میں سام کے
لفظ کا مطلب خاموشی۔ سنجیدگی۔ شہد کی مکھنوں کی بھنبھاہٹ کے مانند آہستہ آہستہ باتیں
کرنا نیز سام کے معنی گیت ہو سکتا ہے۔

اس وید میں بھی حضرت محمدؐ کے آنے کے بارے میں کئی پشین گوئیاں ہیں۔ لیکن
یہاں ہم صرف ایک ہی پشین گوئی کا ذکر کریں گے۔ جو سام وید میں پاتی جاتی ہے۔ (سام
وید۔ ۲: ۶ و ۸) اس کا ترجمہ یہ ہے: "اچھ نے اپنے خدا سے شریعت (مذہبی قانون)
حاصل کی۔ وہ شریعت عقلمندی سے بھری پڑی ہے۔ میں اس (محمدؐ) سے اس طرح
روشنی حاصل کرتا ہوں جس طرح سورج سے"

یہ پشین گوئی مندرجہ ذیل حقائق کو واضح کرتی ہے:-

۱۔ پیغمبر کا نام احمد صاف لفظوں میں دیا گیا ہے۔ (۷) یہ کہا گیا ہے کہ اسے
خدا سے شریعت ملی ہے۔ (۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے ساتھ عقلمندی بھی دی گئی
ہے (۴) رشی کو پیغمبر کی شریعت سے ایسے روشنی مل رہی ہے جس طرح سورج سے
عام چیزیں روشنی حاصل کرتی ہیں۔

اس منتر کا ترجمہ کرتے ہیں سہا اچار یہ جو ویدوں کا بڑا پرانا نقاد ہے۔ اور دیگر
آریہ ترجمہ جالوں نے بڑی غلطی کی ہے۔ وہ عربی لفظ احمد کو سمجھ نہیں سکے اور انہوں نے
اسے احم اتہی خیال کیا ہے۔ پس انہوں نے منتر کا ترجمہ ایسے کیا ہے۔

صرف میں نے ہی اپنے باپ کی اصل عقلمندی کو حاصل کیا ہے۔ پس میں سورج کی مانند ہوں۔ اس ترجمہ کو دو اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اول یہ کہ اس متر کا رشی وات ساکنواہ ہے۔ جو کالو خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کا یہ دعوے کرنا کہ میں اکیلا ایک ایسا شخص ہوں۔ جو باپ کی حقیقی عقل کو پاتا ہے۔ سراسر غلط ہے اور یہ ویدوں کے دھرم کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ویدوں کے قول کے مطابق وات سا جیسے کئی رشی پائے جاتے تھے۔ اور اس کے دعوے کی تائید کرنے والی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ دوئم۔ اس متر کا دلوتا اندر ہے۔ اور وات سا کالواہ اس کا اکلوتا بیٹا اور وارث ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تاریخ کوئی ایسا ثبوت پیش نہیں کرتی جس سے ثابت ہو سکے کہ اندر کا اکلوتا بیٹا اور وارث واتسا کالواہ ہی تھا۔ کوئی رشی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ رشی واتسا کا یہ کہنا کہ وہ احمد سورج کی مانند ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ احمد سے روشنی حاصل کرتا رہا ہے۔ جو اسلام کا پیغمبر ہے۔ جس کے متعلق اس نے یہ پشین گوئی کی ہے۔ احمد بذات خود ایک روشنی تھے۔ جن سے باقی لوگ روشنی حاصل کرتے رہے۔

پشین گوئی نمبر ۱

اس پشین گوئی کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے :-

۱۔ "تو لڑائیاں کرتا جا رہا ہے۔ اور قلعہ پر قلعہ اپنی طاقت سے تباہ و برباد کرتا جاتا ہے۔ اے اندر۔ تو اپنے دوست کی مدد سے جس کے دشمن مجبوراً اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ شیطان ناموچی کو دور دراز علاقوں سے ہلاک کرتا جا رہا ہے۔" (ریگ وید: ۱۰: ۵۳: ۷) مترجم گرفتہ۔

۲۔ تو ایک لڑائی سے دوسری لڑائی کی طرف بہادری سے چلا جا رہا ہے۔ اور اپنی بہادری اور طاقت سے قلعے پر قلعہ تباہ کرتا جا رہا ہے۔ اے اندر! تم نے اپنے دوست کی مدد سے جو خدا کی عبادت کیا کرتا ہے۔ دو علاقے سے آکر مکار اور دھوکے باز ناموچی کو ہلاک کر دیا ہے۔ مترجم ہندو نقاد۔ راتھرو وید: ۱۰: ۲۱: ۷ پیغمبر ایک لڑائی سے فارغ ہوتے ہی تھے کہ دوسری لڑائی کرنا پڑ جاتی۔ یہ ان کی اور ان کے

اصحاب کی بہادری کی خاص علامت تھی۔ بیشک پہلی لڑائی میں انہوں نے کسی قلعہ کو توڑا نہ تھا۔
لیکن اس کے یکے بعد دیگرے قلعے فتح کرتے گئے اور دشمنوں کے دلوں پر خوف
طاری ہو گیا۔

جس طرح اس سکت کا چٹا منتر استغادیوں کی لڑائی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسی طرح
یہ منتر بعد کے زمانے میں پیش آنے والے واقعات کی نشاندہی مناسب طور سے کر رہا
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر کو آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ اور مسلسل لڑائیوں میں
مصروف رہے۔ بے شک مسلمانوں کی یہ حیرات ان کی بہادری کی نشانی تھی۔ پیغمبر نے
قوریزہ، قاتوق اور نادر کے قلعوں کو زیر و زبر کیا۔ منتر کے الفاظ "نامیات اندرا سا کیا"
اور اندر۔ اپنے دوست کے ہمراہ جو اپنے خدا کے سامنے جھکتا ہے، بڑی خوبصورتی
سے محمد پر عائد ہوتے ہیں۔ جو ہمیشہ خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اس منتر
میں محمد کے دشمنوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جو دورِ فاضلہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ
خدا سے دور جھکے ہوئے ہیں۔ بائبل میں بھی ایک ایسی ہی آیت آتی ہے جس میں
کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کو خدا نے رد کر رکھا ہے۔ (جیریمیہ ۴: ۲۲) مسلمانوں کے یہ دشمن
یعنی یہودی مکار اور چالاک ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے دوست بنے تھے۔ اور معاہدہ
کی رو سے ان کا قرض تھا کہ جب اہل مکہ نے مدینہ میں آپ پر حملہ کیا تو مسلمانوں کی مدد
کرتے۔ لیکن وہ دھوکے باز اور مکار ثابت ہوئے، انہوں نے عین موقع پر لفظ اپنے
دوستوں (مسلمانوں) کو دھوکا دے دیا۔

منسکرت کا لفظ معیناں کا مادہ معیا یا میا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز
جو ظاہر طور پر خوبصورت دکھائی دے۔ مگر درحقیقت وہ بے کار ہو۔ بائبل میں ایسے
لوگوں کو کھوٹی چاندی کہا گیا ہے۔ (جیریمیہ ۴: ۲۲) وہ ہیں ایسے لوگوں کو منوچی کہا گیا ہے۔
اس لفظ کے معنی جیسا کہ پتی کی گرائمر میں دیئے گئے ہیں۔ ایسا شخص جو بارش کو روک دے۔
اس کا مطلب سزا کے لائق ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ خدا کے الہامات اور انکشافات
محض ان کی قوم ہی کے لئے وقف ہیں۔ اور خدا کی بارش رحمت، اور خدائی انکشافات
کی بوجھاڑ کسی اور قوم پر نہیں پڑی۔ اندر یا خدا سے قادر نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا۔
اور اس عمل سے ان کو بتلادیا۔ کہ کوئی شخص خدائی وحی یا الہام کو روک نہیں سکتا۔ یہ انکشاف

نہ صرف یہودیوں کے لئے ہے اور نہ آریہ لوگوں کے لئے وقف ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اور یہ کسی کو بخشا جاسکتی ہے۔ جسے خدا پسند کرے۔ اس لفظ کے دوسرے معنی سزا دینے کے قابل۔ مجرم جسے سزا دی جاتے۔ خدا کی نگاہوں میں یہودی قابل سزا تھے۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ گناہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ مکار اور دھوکے باز تھے۔ اور انہوں نے حضرت محمد کو دھوکا دیا تھا۔ ان وجوہات کی بنا پر انہیں سزا دی گئی۔ بعض کو سزائے موت بھی دی گئی۔ اور یہ فیصلہ خود ان کے لیڈروں نے سنایا تھا۔ پس یونہی کا لفظ یہودیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

بدھ مذہب کی کتابوں میں پشین گوئیاں

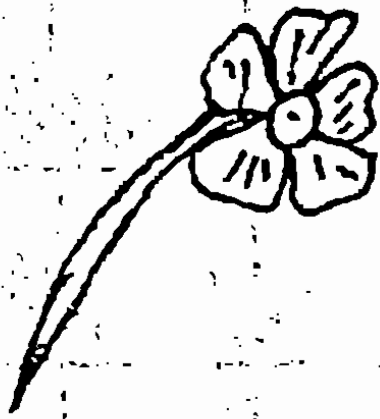
میں ناظرین کو پہلے بتلا دوں کہ بدھ دھرم کی کتابیں کئی زبانوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ میں نے مندرجہ ذیل پشین گوئی کو سیلون کی کتابوں میں پشیمپ کیا ہے :-

آئندے اس متبرک ہستی سے سوال کیا کہ جب آپ فوت ہو جائیں گے تو آپ کے بعد ہمیں کون پڑھائے گا۔ اس بابرکات شخص نے جواب دیا۔ "میں ہی پہلا بدھ مہیں ہوں۔ جو اس زمین پر آیا۔ اور نہ ہی میں آخری بدھ ہوں گا۔ مناسب وقت پر ایک اور بدھ اس دنیا میں آئے گا جو پاک اور مقدس ہستی ہوگی۔ وہ بہت ہی منور ہوگی۔ وہ شخص عملی طور پر عقلمند ہوگا۔ مبارک۔ دنیا سے واقف۔ لوگوں کا لاشانی لیڈر۔ فرشتوں و فرشتہ خصلت لوگوں، کا مالک اور فانی لوگوں کا آقا ہوگا۔ جو ابدی سچائیاں میں نے مہیں پڑھائی ہیں۔ وہ تم پر ظاہر کرے گا۔ وہ اپنے مذہب کی اشاعت کرے گا۔ ایسا مذہب جو اپنی اصلیت میں بہت عظیم اور قابل تعریف ہے۔ اس کی بڑی عظمت ہے۔ اور وہ اپنے مقاصد بھی ایسے رکھتا ہے۔ جو بڑے شاندار ہیں۔ وہ مذہبی زندگی کا اعلان کرے گا۔ جو بالکل مکمل اور خالص ہوگی۔ جیسی کہ میں اس وقت بتا رہا ہوں۔ اس کے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ جیکہ میرے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں تک ہی ہے!"

آئندے نے کہا۔ "ہم اسے کیسے پرکھ سکتے ہیں۔" برکتوں والے نے جواب دیا۔ وہ متریا کے نام سے مشہور ہوگا۔"

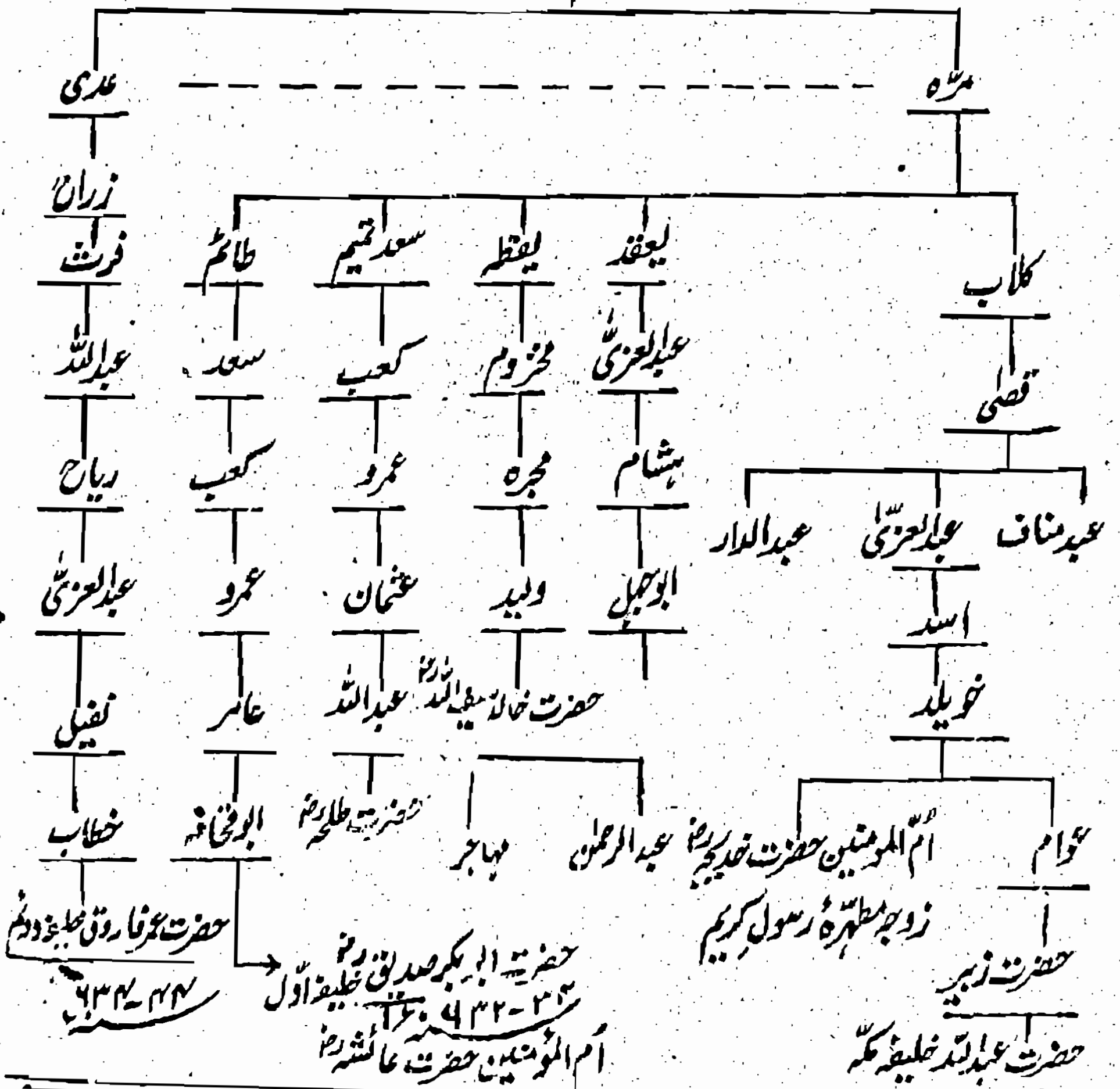
مندرجہ بالا کلمات کچھ تشریح طلب ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ سناکی مٹی کو تم

بدھ نے پیشین گوئی کی تھی کہ وہ برکتوں والا (محبتم رحمت) اُسے گا۔ بدھ کی مذہبی آیتوں میں اس کے لئے لفظ متریا استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معانی رحمت اور فضل و کرم والا ہے۔ بدھ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے پیروی کرنے والوں نے متریا کو تلاش کرنا شروع کیا، عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰ کو متریا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ہندوؤں نے بھی اپنے روحانی لیڈروں میں سے کسی کو متریا کے نام نامی سے خطاب کرنا چاہا۔ اگر کوئی غیر جانبداری سے اس امر پر توجہ کرے۔ تو معلوم ہوگا کہ سوائے محمد کے یہ نام کسی اور شخص پر عائد نہیں ہو سکتا + را



عدنان بن اؤ بن اؤ بن ہیمع بن سلمان بن ثابت بن حمل بن الحیدار بن حضرت
اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہ السلام
(۲) عدنان سے لے کر کعب تک :-

کعب بن لوی بن غالب بن فہر یا قریش بن مالک بن لہث بن کنانہ بن عدنان ۴
(۳)۔ کعب سے لے کر عبد مناف تک (ب) کعب سے لے کر عبد اللہ بن
زبیر تک۔ اور خدیجہؓ تک (ارج) کعب سے لے کر عائشہؓ تک (د) کعب سے
لے کر حضرت عمر فاروقؓ تک۔



(۲) عبد الشمس بن عبد مناف
أمیه

(۱) ہاشم بن عبد مناف

اسم: عبدالمطلب (عامر) وسم:

فائدة
والدة حضرت علي
للأولاد
حسن
ام حبيب

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا
والدہ محترمہ رسول اللہ ﷺ

سَمِعْتُ أُمَّتَهُ وَاللَّهُ
رَسُولُ اللَّهِ

اس
مفتیان

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۴- مروال
۸۵-۴۸۲ و

(۱) حضرت معاویہؓ

خلافت امیہ
۶۷۱-۶۹۱

2

محمد بن الحنفیہ

٥- عبد الملك I
٤٨٥-٤٨٦

۸- خلیفہ عمر ثانی ر ۴۱۲- مروان II

5.622-00

٢٠-١٤٦٤

一六五

429-11

۱۰. هشام I

۹ نیرید

سليمان

4- وئیری

معاوية II خالد

7

6P-44

١٥-١٦

١٥-٦٠٥

الولي عبد الرحمن الداخل

سین کا مہل فرمائو

[Signature]

۱۳-۱-۱۳۰۰

۱۲-۲-۱۳۴۴

حضرت عبداللطیف صاحب حضرت حمزہ حضرت عباسؓ عبدالعزیزؓ قاسم عبدالکعبہ عارف ضرار صاحب سب زبیر المصنف

فضل

حضرت محمد مصطفیٰ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ

سيد المرسلين
خليل الله
٤٤٤ هـ

حارث

عبدالله

حضرت زینب

الرجف الممهور

4

ابراہیم

بہا خلیفہ
- شہزادہ اس

محمد السفاح

البريد

اولاد حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین

طیب طاہر قاسم عبداللہؑ	ابراہیمؑ	زینبؑ	رقیہؑ	ام کلثومؑ	فاطمہؑ
سوائے حضرت ابراہیمؑ	زوجہ ابوالعاصی قاسمؑ	زوجہ عثمانؑ	زوجہ بعد	زوجہ حضرت علیؑ	زوجہ حضرت علیؑ
کے جو ماریہ قبطیہؑ کے	بن یسح بن عبدالعزیؑ	بن عفانؑ	بن عفانؑ	بن عفانؑ	بن عفانؑ
بطن سے تھے۔ باقی تمام	بن عبدالشمس بن	بن عبدالشمس بن	بن عبدالشمس بن	بن عبدالشمس بن	بن عبدالشمس بن
اولاد حضرت خدیجہؑ کے	عبدالمنافؑ	عبدالمنافؑ	عبدالمنافؑ	عبدالمنافؑ	عبدالمنافؑ
بطن سے پیدا ہوئی تھی	علیؑ	امامیرہؑ	امامیرہؑ	امامیرہؑ	امامیرہؑ
حضرت ابراہیمؑ ڈیڑھ					
برس کے بعد فوت					
ہو گئے تھے۔ باقی بیٹے					
بھی بچپن میں فوت ہو گئے تھے					

ماں نے اپنی بہنوں کے ناموں پر
بیٹیوں کو موسوم کیا۔

(۱) زوجہ حضرت علیؑ بعد وفات حضرت فاطمہ الزہرہؑ خالدہ خود۔

محمد اوسط ریٹا

(۲) امامیہ کا دوسرا نکاح معیرہ بن نوفل بن حارث عم رسول

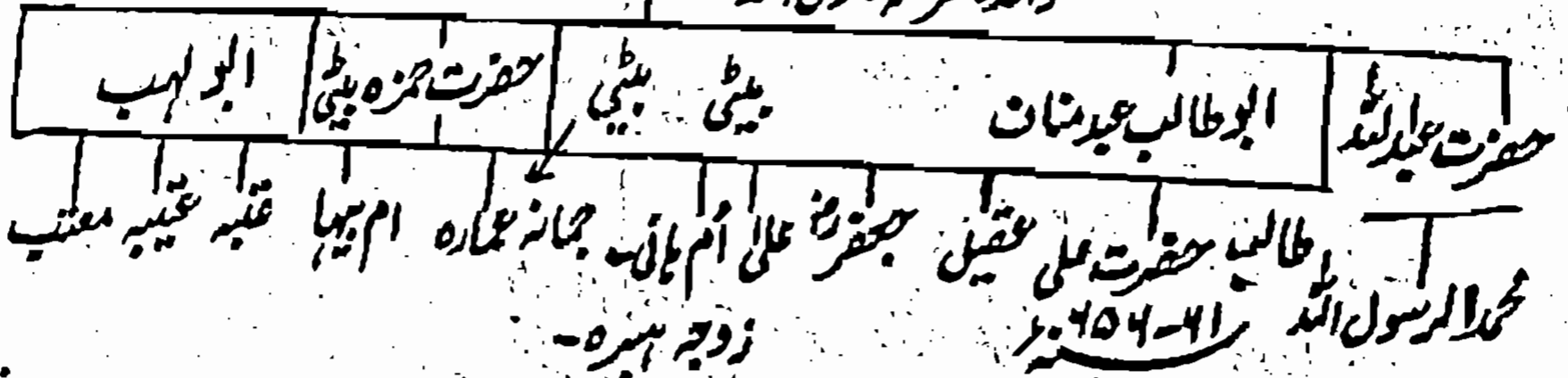
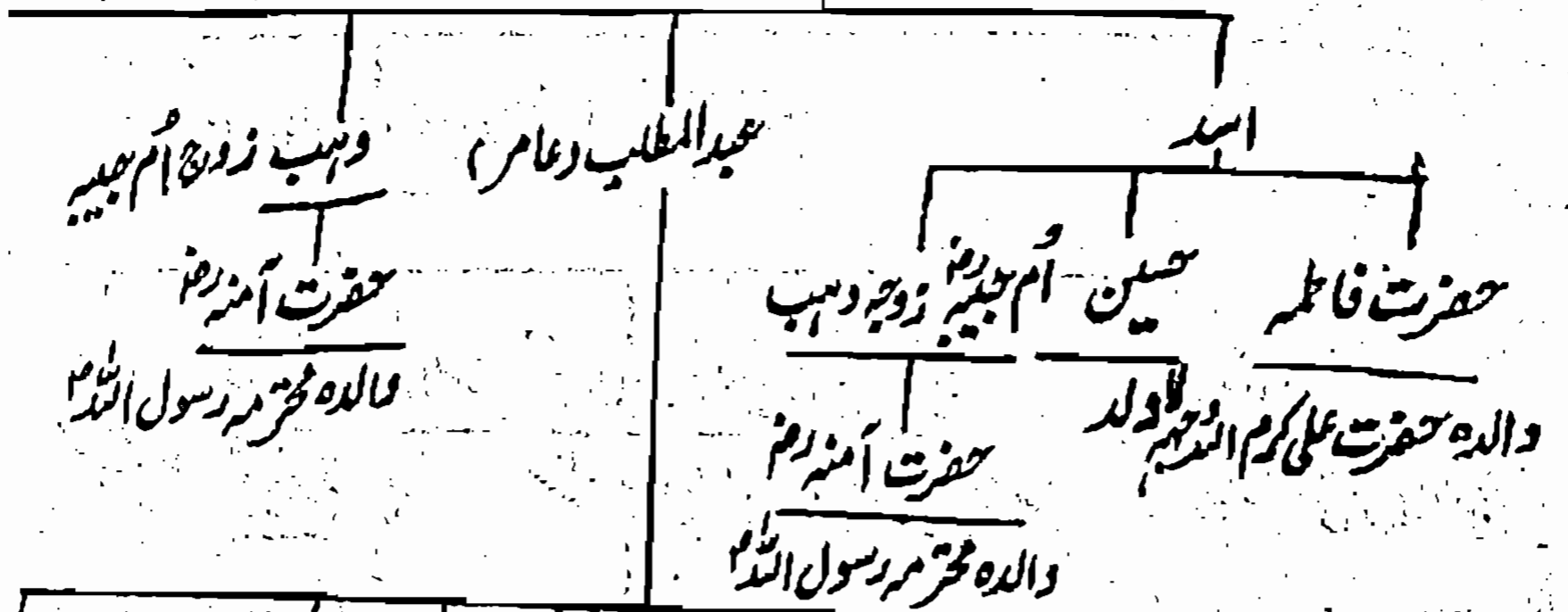
دبیٹا، یکے بن معیرہ

آنحضرتؐ کی چھوٹیاں یا عید المطلب کی بیٹیاں

عائکہ	امیمہ	بیضا	یرہ	صفیہ	اردی
زوجہ ابی امیمہ بن معیرہ	زوجہ خنیس بن نسیاب والدین زینبؑ ام المؤمنین	حضرت عثمانؑ کی تانی	زوجہ عبدالاسدؑ	پہلے حارث بن حرب بن لیمہ سے بیاہی گئی پھر عوام غیلہ کے نکاح میں آئی۔ اور حضرت زبیرؑ کی والدہ بنی، عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔	X

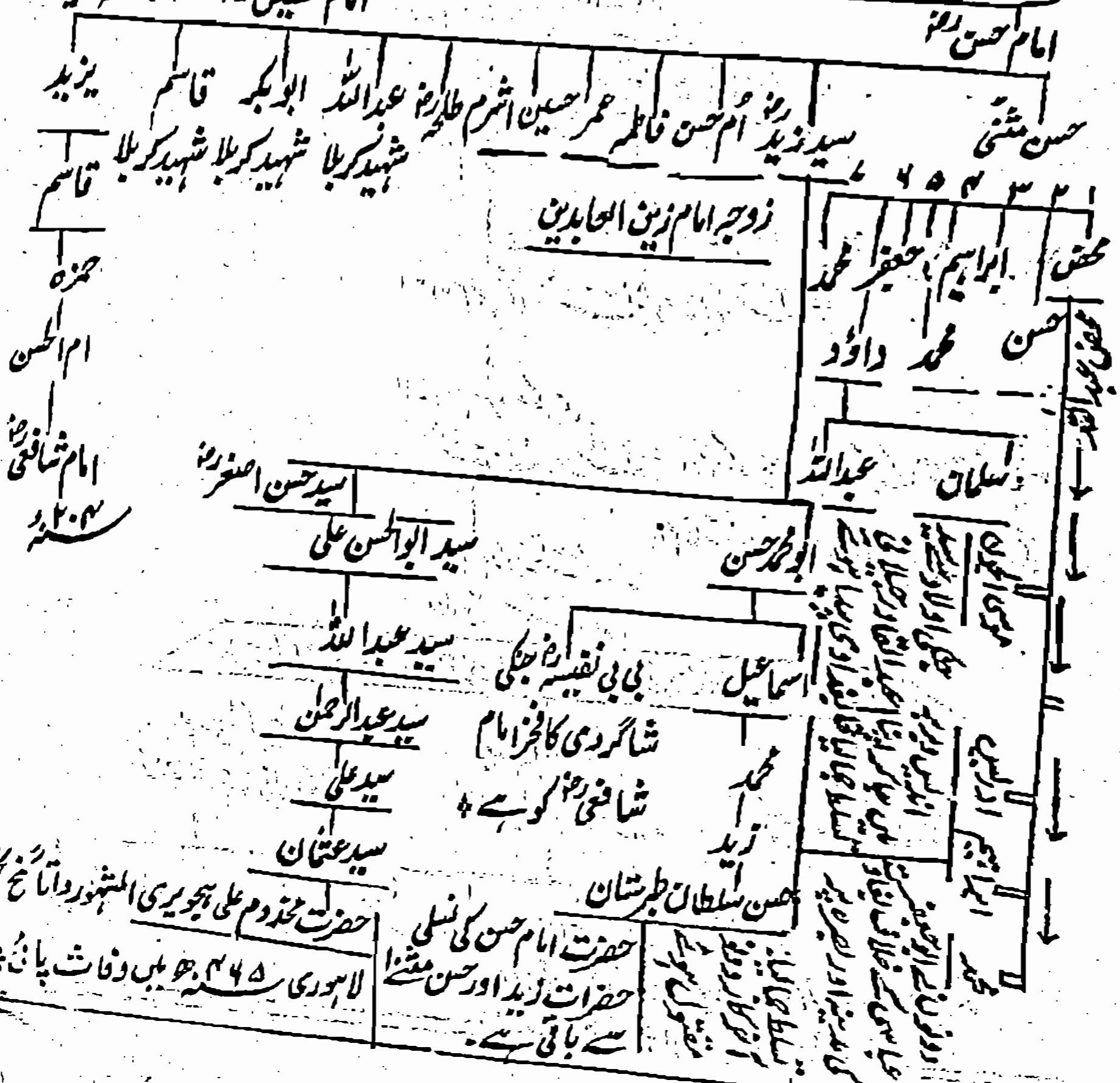
شجرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ - از ماشم بن عبد مناف

ماشم بن عبد مناف



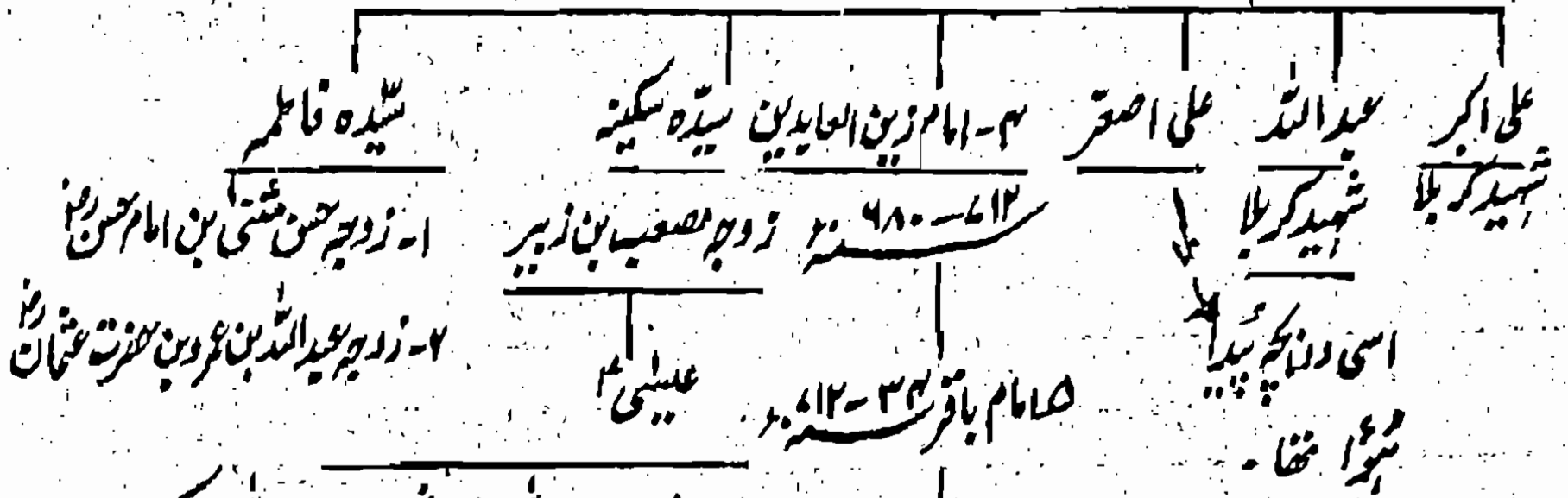
اور حضرت زبیر کے بیٹے عبد اللہ شہید جنگ ابنہ دین اور حضرت عباس کے بیٹے عبد اللہ فضل اور عبد اللہ وغیرہم تھے جن کی والدہ خالد بن ولید سیف اللہ کی خالہ تھیں

امام حسین رضی



گزشتہ سے پیوستہ :- حضرت علی

۳۔ امام حسین رضی اللہ عنہ - ۶۰ - ۶۶۰



۶۔ امام جعفر صادق
 ۶۵ - ۶۳۴
 زوجہ عثمان بن عبد اللہ بن حکیم
 جن سے لڑکا عثمان پیدا ہوا۔ اس کی اولاد
 باقی ہے۔

فرقہ اثنا عشری کے مطابق
 یہ کل بارہ امام ہیں۔

۷۔ امام موسیٰ الکاظم
 ۹۹ - ۶۴۵

۸۔ امام علی رضا
 ۸۱۸ - ۶۹۹
 تاریخ وفات ۲۰۳ھ

۹۔ امام محمد تقی
 ۳۵ - ۸۱۸
 مطابق ۲۲۰ھ تک

۱۰۔ امام علی نقی
 ۶۸ - ۸۳۵
 مطابق ۲۵۰ھ

۱۱۔ امام حسن عسکری
 ۴۳ - ۸۶۸
 ان کے بیٹے محمد علی اکبر کو اثنا عشری شیعہ

۱۲۔ امام مہدی
 ۸۷۳ - ۲۹۱
 امام غائب بتاتے ہیں کیونکہ وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے
 مطابق ۲۹۱ھ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادیاں جن کے نام ماں نے اپنی بہنوں کے ناموں پر رکھے تھے

ام کلثوم کبریٰ
 زوجہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
 زینب الکبریٰ
 زوجہ عبد اللہ بن جعفر طیار
 رقیہ کبریٰ
 بچپن میں وفات پائی۔

زید (نواسہ حضرت علی) رقیہ
 جعفر عون عباس علی ام کلثوم
 ۱۔ زوجہ فاسم بن محمد جعفر بعد از ان ۲، زوجہ حجاج بن یوسف
 اور پھر ۳، زوجہ ابان بن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

با علی المرتضیٰ کو چھوڑ کر امیر معاویہ کی جنبہ داری اور شرکت کی تھی۔ چنانچہ یہ امیر معاویہ کی خلافت میں فوت ہو چکے تھے۔ شہداء کے نام یہ ہیں، صوف عقیل کے بیٹے۔ ۱۔ عبداللہ، ۲۔ عبداللہ، ۳۔ عبدالرحمن، ۴۔ علی۔ ۵۔ جعفر اکبر، ۶۔ جعفر اکبر کے بیٹے جعفر اصغر بھی کربلا کے میدان میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت حسنؑ کے یقین بیٹے عبداللہ۔ ابوبکر اور قاسم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

رسول اللہ کے لواہے

۱۔ حضرت علی بن حضرت ابوالعاص اموی۔ ۲۔ حضرت عبداللہ بن حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین، ۳۔ حضرت حسن بن علیؓ ہاشمی، ۴۔ حضرت حسین بن علیؓ ہاشمی،

لواہیاں

۱۔ سیدہ امامہ بنت ابوالعاص اموی زوجہ علیؓ ہاشمی، ۲۔ سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ ہاشمی زوجہ عمر فاروق اعظمؓ، ۳۔ سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ زوجہ علی بن جعفر، ۴۔ سیدہ رقیہ بنت علیؓ ہاشمی۔ بچپن میں وفات۔

حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت موسیٰ و ہارون تک

۱۔ موسیٰ بن عمران بن ابی حلیہ بن قابت یوسف بن قارص بن یہودا بن حضرت یعقوب بن ابراہیمؑ۔

۲۔ حضرت سلیمان بن داؤدؑ یہودا حضرت یعقوب کی نسل سے ہیں۔

۳۔ حضرت مریم والدہ حضرت عیسیٰؑ اور الیساؑ زوجہ حضرت زکریاؑ دو بہنیں تھیں۔

جو عمران کی بیٹیاں تھیں حضرت زکریاؑ کے دو بیٹے حضرت یحییٰؑ (یونسؑ) اور حمزہؑ تھے۔

جو حضرت عیسیٰؑ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

۴۔ حضرت عیسیٰؑ کی نانی کا نام جنتہ تھا۔ حضرت یعقوبؑ کی بیٹی بی بی ایسا حضرت

ایوبؑ کی زوجہ تھیں۔

۵۔ حضرت نوح بن لامک بن شالخ بن اخنوخ بن ادیسؑ بن یاروب بن ہمال بن

قینان بن الوش بن شیت بن حضرت آدم علیہ السلام۔

حصہ سوئم - باب اول

زرتشتی مذہب

(اسلام کے ظہور سے پیشتر اہل ایران کا مذہب آگ کا پوجنا تھا۔ اسے زرتشتی مذہب یا پارسیوں کا مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ اسے دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ایک پرانا مذہب تصور کیا جاتا ہے۔ خواہ یہ ہندو دھرم سے زیادہ پرانا نہ ہو۔ اس کی مقدس آیات دو زبانوں میں ملتی ہیں۔ جنہیں پہلوی اور ژندی زبانوں سے پکارا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بعض آیتیں تگونی شکلوں والے حروف میں بھی موجود ملتی ہیں۔ پہلی عبارتیں موجودہ فارسی عبارتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ لیکن ژندی اور تگونی اشکال کے حروف پر مشتمل عبارتیں کسی اور ہی طرز کی ہیں۔)

یہ مذہب دو مختلف اقسام کی کتب رکھتا ہے۔ ایک دساتیر اور دوسری دساتیا ژند اوستا کے نام سے مشہور ہیں۔ اول الذکر کو عہد عتیق کی مقدس کتابیں اور ثانی الذکر کو عہد جدید کی زرتشتی کتابیں کہا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو پھر دو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کے نام خورد دساتیر اور کلاں دساتیر ہیں۔ اور دوسری قسم کی خورد اوستا اور کلاں اوستا کے ناموں سے منسوب ہے۔ اسے ژند اور مہا ژند بھی کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زرتشت ان کتابوں کا مصنف اول تھا۔ اس کے نام کے گیارہ مختلف تلفظ ہیں۔ اور ان کے معانی پُر اسرار ہیں۔ ہمیں اس کے وطن اور جائے پیدائش کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ بعض عالم خیال کہتے ہیں کہ یہ نام ایک فرضی یا پوشیدہ سلاک ہے۔ آتش پرستوں کا مذہب تبلیغی نہ تھا۔ اس لئے وہ ایران کی حدود سے باہر نہ نکل سکا۔ پارسی اپنے خدا کو آہر مژدہ نام دیتے ہیں۔ آہر کے معنی مالک اور آقا اور مژدہ کے معنی عقلمند کے ہیں۔ یعنی عقلمند آقا۔

۱۔ دیکھئے گنتی یا سرودائے زرتشت کا دیباچہ مطبوعہ ایرانی انجمن زرتشتریاں۔

۲۔ دیکھئے ویندیاد و فرگرد۔ ۱۱: ۴۷

کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح یا ایم ایسے پیغمبر ہو گزرے ہیں جو سب سے پہلے اپنا قانون لائے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے وعظ و نصیحت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ زرتشت ہی قانون نافذ کرنے والا پہلا پیغمبر ہو گزرا ہے۔

نوٹ۔ زرتشتی اور ہندو دھرم کے متعلق اغلب حصہ جناب عبدالحق صاحب ودھیارتھی آف لاہور کے حوالے سے دیا گیا ہے۔ جو کتاب ”محمدان و ولڈ سکریٹس“ کے مصنف اور ہندی اور سنسکرت کے نامور عالم فاضل ہیں۔ ان کی تحقیقات قابلِ تعریف ہے، مسٹر جیمز ڈارمیٹر نے زنداوشا کا ترجمہ کیا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں: جب اہل اسلام نے زرتشتیوں کو اہل کتاب کے زمرہ میں شامل کر لیا تو اس سے ایک نایاب تاریخی احساس پیدا ہو گیا۔ نیز یہ ہے کہ زنداوشا کی اصلیت کا معجمہ بھی حل ہو گیا۔

کوثر یعنی قرآن مقدس جو پیغمبرؐ کو دیا گیا۔ اس میں زرتشتی مذہب کی تعلیمات مضمر ہے۔ مثال کے طور پر ذیل میں ملاحظہ ہو:۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اللّٰہ ایک ہے۔ اسی طرح زرتشت بھی لکھتا ہے: ”وہ ایک (واحد) ہے۔“ پھر آگے یہ بھی بتلایا گیا ہے: ”اس جیسا اور کوئی نہیں۔“ اس کے مقابلہ میں ہم دساتیر میں دیکھتے ہیں: ”ہمنا ندارد۔“ وہ اپنے جیسا اور کوئی نہیں رکھتا۔ ۱۳ قرآن کریم میں کیا ہی عمدگی سے یہ بھی لکھا ہے: ”وہ ایسا خدا ہے جس کے دستِ نگر سب لوگ ہیں۔“ اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے اسے پیدا کیا ہے۔ کوئی اس جیسا نہیں ہے۔“ دساتیر کہتا ہے: ”وہ بغیر کسی اصل وابتداء یا آخر و انتہا کے ہے۔ بغیر کسی رقیب یا دشمن کے۔ وہ نہ کسی کا ہم شکل ہے۔ اور نہ کوئی خاص دوست، اس کا کوئی باپ۔ ماں بیوی بیٹا، رہائشی مکان، جسم یا شکل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسے کسی رنگ و بو سے کوئی واسطہ ہے۔“ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: ”کوئی چیز اس کی مشابہت نہیں رکھتی۔ دساتیر میں لکھا ہے: ”کوئی چیز اس کے مشابہہ نہیں ہے۔“

۵۔ قرآن کہتا ہے: ”اس نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔“ جبکہ دساتیر ان لفظوں میں تائید کرتا ہے: ”وہ ہر چیز کو زندگی اور بقا بخشتا ہے۔“ ۱۲۔ دساتیر میں اس طرح لکھا ہے: ”نہ اُنکھ اُسے دیکھ سکتی ہے۔ نہ ہماری دماغی صلاحیتیں اس کا تصور کر سکتی ہیں، نہ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔“ ہماری نگاہ اس تک پہنچ نہیں سکتی۔ لیکن وہ سب کو دیکھتا ہے۔

وہ باریکیوں سے خوب واقف ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے، آگے چل کر قرآن حکیم یوں
 دلیل پیش کر رہا ہے۔ وہ ذات پاک جو تمام چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔ لیکن خود کسی کو دکھائی
 نہیں دیتی۔ اور وہ لامحدود ہے۔ اسے کوئی طبعی آنکھ معلوم نہیں کر سکتی۔ وہ ایک روح
 ہے۔ اور اسے صرف روحانی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔ دساتیر میں اس حقیقت کو یوں
 پیش کیا گیا ہے:۔ دنیا کو تباہ دہ کہ خدا ان دھیمانی، آنکھوں کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ اسے دیکھنے
 کے لئے کوئی اود آنکھیں درکار ہیں۔ ۸، دساتیر میں لکھا ہے۔ ”تو خدا، بہت ہی قدیم ہے۔
 تجھ سے پہلے کوئی نہ تھا۔ اور نہ ہی تیرے بعد کوئی چیز باقی رہ سکتی ہے، ۲ قرآن پاک کہتا ہے
 ترجمہ، وہ سب سے اول اور سب سے آخر ہے۔ وہ سب پر غالب ہے۔ اور چھپی ہوئی چیزوں
 سے آگاہ ہے، ۹۔ دساتیر کہتا ہے، وہ سب سے بالاتر ہے جس کا اندازہ تم نہیں لگا سکتے۔ قرآن کریم
 کا ارتداد یوں ہے (ترجمہ) اس کا پایہ سب سے زیادہ بلند ہے، ۱۰۔ دساتیر میں بتلاتا ہے:۔
 اس کی رحمتوں اور مہربانیوں سے کبھی ناامید نہ ہو، ۱۱ قرآن شریف بھی یہی کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
 کی رحمتوں سے مایوس مت ہو، ۱۲۔ زرتشت کہتا ہے ”میں خدا یقیناً تمہاری اپنی ذات
 سے بھی زیادہ نزدیک ہوں، ۱۳۔ قرآن کریم بھی کہتا ہے ”ہم (خدا) اس کی شرک سے بھی
 زیادہ نزدیک ہیں“ ۱۴، دساتیر میں کہا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے الفاظ وہ ہیں جو
 فرشتہ تمہارے دل میں انکشاف کرتا ہے۔ ۱۵، قرآن شریف میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔
 ”کیونکہ یقیناً اس (جبرائیلؑ) نے تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکشاف
 کیا ہے۔“

اسی طرح سے بہت سے حقائق بہشت اور دوزخ کے متعلق شریفانہ طرز عمل۔ شادی
 کی پاکیزگی۔ وعدہ کا پورا کرنا۔ شراب کی مناسی، بچے کی پیدائش کے بعد سر کے بال کٹوانا غسل
 سے جسم پاک کرنا۔ وصو، یتیم وغیرہ کے بارے میں ایسے بیان کئے گئے ہیں جو ہر دو مقدس
 کتابوں میں ملتے جلتے ہیں۔

دساتیر کے ہر نامے کے شروع میں ”عوذ باللہ اور بسم اللہ کے مترادف آیتیں
 ملتی ہیں۔ جس طرح قرآن حکیم کے ہر باب سے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پایا جاتا ہے۔ حضرت محمدؐ
 کے آنے سے کچھ عرصہ پیشتر ایران سا سان پنجم کے زیر حکومت رہا ہے۔ پارسا لوگ

انہ تعالیٰ کے احکام سے منحرف ہو چکے تھے۔ انہوں نے آگ ہی کو پوجنا شروع کر دیا تھا۔
 جو درحقیقت خدا کی طرف سے روشنی اور نور کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ جب وہ روشنی جاتی
 رہی۔ تو وہ اندھے رہ گئے۔ اور راستوں پر اندھیرے میں ان کے پاؤں ڈگمگاتے لگے یونانی
 اور پارسیوں کے دور ان لوگوں کی اکثریت ایک خدا کے عقیدہ سے گر چکی تھی۔ اور ذاتی
 اصلاح اور پاکیزگی کو جو بقول زرتشت زندگی کے بلند مقاصد کے ذرائع ہوتے ہیں۔ ہاتھ سے کھو بیٹھی
 تھی۔ اس وقت کسی ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی جو ان کی رہنمائی کرے۔ آگ جلاتے کا مقصد یہ تھا کہ
 وہ جھڑکیں۔ کہ وہ ہمیشہ خدائی روشنی کی پیروی کریں گے۔ اور اپنے مذہبی اصول و قوانین کے مطابق
 عمل کیا کریں گے۔ زرتشت نے خود اس نقطہ کو اس طرح حل کیا ہے :- میں تم سب کے لئے
 جو یہاں اکٹھے ہوتے ہو۔ خدائے حکیم کی حکمت کو کھول کر بیان کر رہا ہوں۔ میں تمہارے سامنے
 اس کی حمد و ثنا در تقدس اور پاکیزہ روحوں کے گیتوں کے سروں کی تشریح کر رہا ہوں جو بہت
 بڑی صداقت ہے۔ اور جسے میں ان مقدس شعلوں میں سے نکلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ ان
 پیدا شدہ واقعات کی حقیقت کو غور سے سنو۔ اور صاف اور فرمانبردار دل اور ذہن کے ساتھ
 آگ کے شعلوں پر غور کرو۔

مندرجہ بالا اعلان سے ہم پر یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ مندرجہ آتش کدہ کے اندر
 جو آگ جلتی ہے۔ وہ اس عہد کی رسمی نشانی ہے۔ جو ہمیں آمادہ کرتی ہے۔ کہ ہم مذہبی قوانین کا
 احترام کریں۔ اور انہیں دل کی گہرائیوں کے ساتھ سوچیں۔
 یہ محض ایک علامت ہے۔ علامت و نشان مذہبی کسی دکھائی دینے والی چیز کا تصور ہوتی
 ہے۔ جس کے ذریعے سے انسان اس نہ دکھائی دینے والی ہستی و خدا کی لامحدود لامکانیت
 کی گہرائیوں کے اندر تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسی نہ دکھائی دینے والی ذات جس کی وابستگی
 ہماری اپنی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ کارلائل کا کہنا ہے کہ :- نشانیوں کے تصورات
 میں پوشیدگی کے باوجود انکشافات ہوتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں تصور اپنی پراسرار
 حیرانگی کی مملکت میں ہوتے ہوئے احساسات کی چھوٹی سی شرکی دنیا میں داخل ہو کر اپنا پارٹ
 ادا کرتا ہے۔ اور اس جگہ دنیاوی دنیا میں آکر اس میں شیر و شکر ہو جاتا ہے۔ خاص نشان
 کے اندر جسے ہم نشان یا علامت کہتے ہیں۔ ہمیشہ کم و بیش نمایاں طور پر براہ راست اس

لامکان ہستی کا وجود سارے ملنے لگتا ہے۔ اور اس کے متعلق انکشاف بھی ہوتا ہے۔ اس
 لا محدود ہستی کو محدود ہستی کے ساتھ ملا جلا دیا جاتا ہے تاکہ وہ دکھائی دے سکے۔ جب وہ
 دکھائی دینے لگے۔ تو اسے حاصل بھی کیا جاسکتا ہے۔ پس علامت کی طفیل آدمی کی رہنمائی
 ہوتی ہے۔ اور اسے احکامات بھی صادر ہوتے ہیں۔ وہ مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ یا
 مضطرب اور بد حال نظر آنے لگتا ہے۔ وہ ہر جگہ اپنے آپ کو نشانات سے محصور پاتا ہے۔
 لوگ اسے ایسا سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ تمام کائنات محض خدا کی ہستی کی ایک علامت ہے صرف
 یہی نہیں۔ بلکہ اگر انسان خود اپنے آپ کو سوچے کہ وہ کیا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ صرف خدا
 کا ایک نشان ہے۔ یعنی انسان خدا کی ہستی کی ایک علامت ہے۔ بشرطیکہ وہ غور کر سکے۔
 کیا جو کچھ وہ کرتا ہے۔ علامتی نہیں ہے۔ وہ منظر ہے۔ اس پر اسرار خدا کی حکمت کا جس نے
 اسے طاقت بخشی جو اس کے اندر ہے۔۔۔۔۔ انسان ایک جھوٹی پٹری بھی نہیں بنا سکتا
 لیکن وہ کسی خیال کے اجزاء کو ظاہری طور پر اکٹھا کرتا ہے۔ جس سے کوئی شکل پیدا ہو جاتی
 ہے۔ یا یوں کہتے کہ وہ صرف نہ نظر آنے والی چیزوں کا ایسا ریکارڈ ہے۔ جو دکھائی دیا
 جاسکتا ہے۔ لیکن وہ روحانیت میں (خواص خمسہ سے) باہر علامتی بھی ضرور ہے۔
 اور حقیقت بھی ۛ

پس تصورات اور خیالات کی دنیا میں بسا یا کسی حقیقت کا بت بنا لینا جیسا کہ
 مسٹر رسکن کا قول ہے۔ انسانیت کا خاصہ ہے۔ یعنی اس قسم کے افعال انسانی طبیعت
 کی خصوصیت ہے۔ اگر کسی لڑکی کے ماں بننے کے احساسات کو بروئے کار لایا جائے
 تو اسے گڈیا لیتے کی خواہش اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ جتنی کسی لڑکے کو نقلی تلوار کے حامل
 کرنے کی پیدا ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اپنی امیرتی ہوتی فوجی گرمجوشی کو نکال سکے۔ شاہجہان
 کو کسی ایسی شگ مرمر سے بنائی ہوئی لاثانی یا دگڑ کو تیار کرنے کی خواہش پیدا ہوتی۔
 جس کے اندر ملکہ ممتاز بیگم۔ اس کی فوت شدہ بیوی کے لئے اس کی گہری محبت کے
 جذبات موجزن ہوں۔ ایسی خواہش ہو کسی شکست خوردہ رجمنٹ کو کسی بھٹے پرانے
 ریشمی کپڑے کے پیش آتی ہے۔ تاکہ اس نشان سے اس کے فرائض اور مہماری
 کے دلیرانہ افعال کے بلند اصولوں کی ترجمانی ہو سکے ۛ
 پس ہمارا آقا زرتشت جو علامات کے فلسفہ سے شاید اتنا ہی اچھا واقف

مقا۔ جتنا کبھی کوئی اور سکتا ہے۔ وہ مقدس آگ کو بڑی مدت سے بنظر عین دیکھتا رہا۔ جو اس کے سامنے جل رہی تھی، پھر اس نے مندرجہ ذیل ایک تقریر کی جو ہمارے ایک عظیم مذہبی عالم کے نزدیک گتھا کی ادبیات میں نہایت ہی اہم ابواب میں سے ایک ہے۔ ”اب میں تمہیں جو یہاں اکٹھے ہوئے بیٹھے ہو، مژدہ کی حکمت والی باتیں آہورا کی حمد و ثناء اور اچھی قسم کے مہجن سناؤں گا۔ وہ بلند پایہ صداقت جو میں ان شعلوں میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے متعلق بھی ذکر کروں گا۔ پس تم قدرت کی روح کو دھیان سے سنو گے۔ آگ کے جگمگانے کو نہایت ہی پاکیزہ دل سے سوچو گے۔ ہر شخص کو مرد ہو یا عورت آج اپنا عقیدہ منتخب کر لینا چاہیے۔ اوہ تم جو مشہور و معروف آباء و اجداد کی اولاد ہو۔ جاگو۔ اور ہمارے ہم خیال بن جاؤ۔“

آتش پرستوں کا سب سے بڑا قانون پاکیزگی ہے۔ یہ ایک نہایت ہی اہم آواز ہے جو ان کی تمام مقدس کتابوں سے مسلسل گونجتی چلی آرہی ہے۔ بدکاریوں اور گمراہیوں پر غلبہ پالینے کے بعد ہی اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کسی بچے کی معصومیت ہی کو تلاش مت کرو۔ بلکہ بدیوں کو اتار پھینکنے اور ہمتا۔ ہمتا اور ہوشیار رہنا کو ترجیح دینا۔ خیال، اچھے الفاظ اور اچھے کام، مضبوط ہاتھوں سے مقام لیتے سے ہی ہم پاکیزگی کو پاسکتے ہیں۔ ہجو کا بہتر ترجمہ نیک ہے جس کا مطلب صداقت اور سچائی ہے۔ یہ ہے وہ دعایا عبادت جسے مسٹر ہوگ نے ترجمہ کیا ہے۔

”سب سے پہلے بہتر اچھائی صداقت ہے۔ یہ خدا کی برکت ہے۔ برکت کا ترول وہاں ہوتا ہے۔ جہاں آشا و استار صداقت اور سچائی کے لیے صحیح راستہ اختیار کیا جائے“ جب ہم انجیل، قرآن مجید اور ساکی مٹی کو تم بدھ کی تعلیمات پر غور کریں تو وہاں بھی صداقت کی بہت قدر و منزلت کی گئی ہے، مسٹر مائیکز مینا نڈر ڈوسن۔ ایل۔ ایل۔ ڈی اپنی کتاب ”دی اینٹھیکل ریلیجن آف زروا لیسٹر“ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ گتھا جن میں اس پیغمبر کی پسند و نسیاں آج اکٹھی کی گئی ہیں۔ ان کی وجہ سے دنیا میں بہت سی اصلاحات عمل میں آئی ہیں۔ اور آج تک پسند و نسیاں کی دنیا میں اس نے قابل رشک سبقت حاصل کی ہے۔“

ڈھلا رتب سے بڑے پیشپ کا زرتشتی دینیات :-
 زرتشت اسی مرتبہ، اسی اعزاز اور اسی احترام کا مستحق رہے۔ جو دیگر سچائی
 کے مثلاً شئی مثلاً مہا تہا بدھ، کنفیو شیس، سفراط وغیرہ کہتے ہیں۔

معبود حقیقی کے متعلق زرتشت کا خالص روحانی عقیدہ ایک مسلمہ شہادت
 ہے اس کے نزدیک حقیقی اچھائی اور حق پسندی کس قدر والہانہ طور پر پسندیدہ تھی۔ وہ
 سات پردوں میں خدا کی بھیجی ہوئی واحدانیت والی شخصیت کا نام مژدا (روشنی) تھا۔
 دوسری شخصیت آرا میتی تھی۔ جس کا مطلب نیک دلی ہے، اور تیسری چیز آشایع
 صداقت کہلاتی ہے۔ اسی طرح سے یہ تمام نام سوائے مژدا کے جو خدا کے نام کا ایک
 جزو ہے۔ بن چکا تھا۔ گنتھا کے ابواب (یا سنا) میں اپنی صفات کی وجہ سے ایسے بار بار آتے
 ہیں جیسے خدا یعنی آہورہ مژدہ کی ذات کے لئے بار بار اس لفظ کا نام دہرایا جاتا ہے
 آہورہ مژدہ کا لفظ دوسرے صفاتی ناموں سے خاص امتیاز رکھتا ہے مگر اسے چھ دیگر
 ناموں کے ساتھ ملا دیا جاسکے تو وہ مرکب ایک معبود حقیقی بن جاتا ہے۔ اس نوعیت کا
 پیش کردہ اصول جو زرتشت اور اس کے شاگردوں کو سکھلاتے رہے۔ ان کے اپنے
 لفظوں میں دیا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا گیا تھا۔ ساتھ ساتھ مضمون کی آیات
 کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔ جہاں سے ان کا اقتباس کیا گیا تھا۔

اب دیکھتے۔ خود ہمارے قرآن حکیم میں بھی آگ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس لفظ
 کو زرتشتیوں کے سامنے زیادہ واضح الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن کریم چار اقسام کی آگ
 کا ذکر کرتا ہے۔

- ۱۔ وہ آگ جو روشنی رکھتی ہے اور جلتی بھی ہے۔ جیسے عام مادی آگ ہے۔
- ۲۔ ایسی آگ جو نہ تو جلتی ہے۔ اور نہ ہی روشنی پھیلاتی ہے۔ مثلاً وہ آگ جو درختوں
 میں ہوتی ہے۔
- ۳۔ ایسی آگ جو روشنی نہ پھیلاتے۔ مگر جل سکے یا دوسری چیزوں کو جلا دے۔
 جیسے دوزخ کی آگ۔
- ۴۔ ایسی آگ جو روشنی رکھے مگر خود نہ جلیے۔ یہ رہنمائی کا نشان ہے۔
 جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے کہا تھا یا یہ کہ میں آگ سے رہنمائی حاصل کرتا ہوں۔
 قرآن حکیم میں ایک اور جگہ پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔ اس پر اللہ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔
 جو آگ کی تلاش میں رہے۔ (۸: ۲۴، قرآن حکیم)

تاریخ بتلاتی ہے کہ زرتشت کی وفات کے بعد پارسی لوگوں نے اپنے مذہبی قوانین کو ترک کر دیا اور آگ کے عہد نامے کو بھول گئے۔ حتیٰ کہ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ آگ کی پوجا شروع ہو گئی۔ ان کی مذہبی کتابیں یا تو یونانی حملہ آوروں نے تلف کر دیں یا انہیں اس حد تک رو دہل کر دیا کہ اب وہ سوائے مذہبی کھنڈرات کے اور کسی حقیقت کی نہ

رہ سکیں۔

(باقی مضمون کا حصہ ۳۸۴ سے آگے)

حیثیت کبیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سرتاپا تو اسلام کے لٹریچر سے متاثر تھے جیسا کہ ان کی نظموں سے بھی آشکار ہے۔ مگر بابا گورو نانک کو کبیر صاحب سے بھی زیادہ مواقع حاصل ہوئے۔ کہ وہ اسلام سے مستفید ہو سکے۔ ایک مسلمان اُستاد انہیں فارسی پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش اور پرورش کے دوران پنجاب مسلم صوفیوں سے بھرا پڑا تھا۔ جن کی تعلیم و تربیت کی گوج آسمانوں تک پہنچتی تھی۔ پاک پتن پانی پت سرہند شریف، ملتان اور اچھ ایسے مقامات ہیں جہاں اس وقت بڑے بڑے بزرگانِ کرام رہ رہے تھے اور لوگ ان سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ بابا فرید، علاؤ الدین، جلال الدین بخاری، مخدوم جہانیاں اور شیخ اسماعیل بخاری اپنی خدا ترسی علم معرفت اور خدائی محبت کی وجہ سے ہر گھر میں مشہور تھے۔ بابا گورو نانک کا وہاں کوئی بار جاتے رہنا امد کی کئی سامتوں تک ان کی باتوں میں محور ہونے کی گواہیاں خود ان کی جہنم ساکھیاں اور گرتھ صاحب پیش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر تارا چند فرماتے ہیں کہ بابا گورو نانک صاحب پانی پت کے شیخ خرف، ملتان کے اکثر مذہبی رہنماؤں، شیخ ابراہیم، خلیفہ بابا فرید آف پاک پتن اور اس قسم کے دوسرے صوفیائے کرام کے پاس پیروں بیٹھے رہتے اور ان کی باتیں سنتے رہتے تھے۔ زیادہ تفصیلات کے لئے مسٹر اس کے مکالمات کی کتاب سکھ مذہب ملاحظہ کیجئے۔ نیز ان کی کتاب "گورو نانک کی زندگی کے حالات" بھی پڑھیے۔ صفحہ ۱۶۷ پر، صوفی فرقے نے نہ صرف گرتھ صاحب کی زبان اور خیالات پر گہرا اثر چھوڑا ہے بلکہ بابا فرید کی پاکیزہ حکایات اور اقوال کو بھی بہت حد تک متاثر کیا ہے۔ ان تمام باتوں سے صاف عیاں ہے کہ بابا گورو نانک اپنے دل کے اندر اسلامی زندگی کے کردار کا ایک اعلیٰ نمونہ رکھتے تھے۔ قدرتی ہے کہ ان بزرگوں کی درس و تدریس سے ایک گہرا اثر پڑ چکا تھا۔ مسلمان صوفیوں اور سکھوں میں ذات پات کی کوئی حقیقت نہیں۔ مسلمان بزرگوں اور اچھوتوں کو اپنے گلے لگاتے اور انہیں مساوی درجہ دیتے تھے۔ جبکہ ہندو لوگ انہیں اتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ ہندوؤں میں وہ نفرت آج بھی علیٰ آبرہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو مساوی حقوق دینے میں لائق درجہ رکھتا ہے۔ آپ کسی سکھ کو اپنی اعلیٰ ذات کی وجہ سے مغرور نہیں پائیں سکے۔

۱۔ دیکھئے خطوط سا سال اول اور سا سال پنجم۔ دساتیر میں درج شدہ خطوط ۶

باب دوم

ہندو دھرم

ہندومت یا ہندو دھرم کیا چیز ہے؟ اس کا تسلی بخش جواب دینا بڑا مشکل سا ہے۔ کیونکہ ہندو مذہب درحقیقت کسی خاص چیز کا نام نہیں ہے۔ کوئی خاص مقدس کتاب بھی ایسی نہیں پائی جاتی جسے ہندوؤں کے مختلف فرقے اسے اپنے مذہب کا منبع تسلیم کرتے ہوں۔ اور ان کا کوئی ایسا پیغمبر بھی نہیں جس کی شخصیت کو تمام ہندو مستند قرار دیتے ہو۔ جوہن کلارک آرچر اپنی کتاب "دی گریٹ ریلیجن آف دی ماڈرن ورلڈ" میں لکھتے ہیں کہ ہندو دھرم کا کوئی بانی نہیں ہے جس نے زرتشت، یسوع مسیح یا محمد کی طرح کسی قسم کا کوئی خاص پیغام اپنی قوم کو دیا ہو۔ یا اس کی رہنمائی کی ہو۔ ہندوؤں میں کوئی شخص کنفیوٹھیئس جیسا ایسا نہیں پایا جاتا جس نے کافی مقدار میں اپنی روایات پیچھے چھوڑی ہوں۔ اگرچہ صاف صاف کھول کر بیان کروں تو حقیقت یہ ہے کہ ان کے ہاں جینیوں کی طرح مہاویر، بدھ مت کا گوتم اور سکھوں کے گورو نانک جیسا دھرم کوئی پایا نہیں جاتا۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ ہندو مذہب کا بانی ایک بہت بڑا گروہ ہے۔ جن کی شخصیتیں اندھیرے میں چھپی پڑی ہیں" پیرا

ہندو مذہب میں عقائد اور پوجا کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ آزادی پائی جاتی ہے۔ مذہب ایسا دعوے ہرگز نہیں کرتا کہ انسان کی آخری تکمیل ان ذرائع سے ہو سکتی ہے، جن کو یہ پیش کر رہا ہے۔ ہندو دھرم کی بنیاد کسی خاص قسم کی عبادت یا پوجا پر استوار نہیں کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو دھرم میں تمام قسموں کے مذہبی عقائد۔ پوجا کے گونا گوں طریقے اور وسیع طرزوں کے رسم و رواج اور مذہبی رسوم ادا کرنے کے مختلف ڈھنگ پائے جاتے ہیں۔ ۲۰

مسٹر اسٹن پاٹک لکھتے ہیں کہ یہ مذہب (کوئی مشترکہ مذہبی عقائد یا مجموعہ اصولات

جن پر ہندو لوگ عمل پیرا ہوں۔ نہیں رکھتا۔ اس کا کوئی خاص منطقی طریقہ نہیں۔ اس کا نہ تو کوئی لاٹ پادری ہے۔ اور نہ ہی پادریوں کا کالج ہے۔ کوئی لشب لوگوں کی نشست گاہ بھی نہیں ملتی۔ ان کے ہاں آج تک کوئی معینہ طرز کی عبادت کا رواج نہیں ہو سکا۔ اس کی کوئی بائبل یا انجیل یا انجیل کی قسم کی خاص مذہبی کتاب نہیں ہے۔ پس اس مذہب کی تعریف کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اس کے متعلق کوئی تسلی بخش بیان دنیا ممکن نہیں ہے۔ ۱/

پروفیسر سر رادھا کرشن مشہور ہندوستانی فلسفہ دان اپنی کتاب **THE HINDU VIEW OF LIFE** میں لکھتے ہیں: "بہت سے لوگ یہ احساس کرتے ہوں گے کہ ہندو دھرم صرف نام ہی ہے۔ جس کے اندر کچھ نہیں پایا جاتا یعنی جس کی کوئی فہرست مضامین نہ ہو۔ کیا یہ عقیدوں کا عجائب گھر ہے۔ رسومات کی گڈ یا محض ایک نقشہ؟ کیا یہ نام جھڑا فیہ کا اظہار ہی ہے؟ اگر اس کا کوئی متن پایا بھی جاتا ہے تو وہ گاہے بگاڑے تبدیل ہوتا رہا ہے۔ ہر قوم باری باری تبدیل لاتی رہی ہے۔ اس مذہب کا مطلب مختلف چیزیں مختلف زمانوں میں۔ یا یوں کہئے کہ آج کے موجودہ دور کے لئے اپنے آپ کو ہندو کہلانے والوں کے لئے مختلف چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ بعض حضرات اس کو خاص ایک مذہب کا نام دینے کی بجائے مختلف مذاہب کا انسائیکلو پیڈیا کہتے ہیں۔ اسے زندگی بسر کرنے کا طریقہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ اسے کسی خاص خیال کا حامل سمجھیں۔ اگر یہ خیالات کی دنیا میں لوگوں کو پوری پوری آزادی دینا ہے۔ تو دوسری طرف لوگوں کو ملک کے باضابطہ رسم و رواج کو پورا کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ خدا کو ماننے والا ہو یا نہ ماننے والا ہو۔ کافر ہو یا ملحد سب اپنے آپ کو ہندو کہلا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ہندوؤں کی تہذیب اور اطوار زندگی پر عمل کر سکیں؟ وہ اعلان کرتے ہیں کہ جس چیز کو پرکھا اور دیکھا جاتا ہے۔ وہ لوگوں کے رہنے بہنے کا ڈھنگ اور رسم و رواج ہے۔ نہ کہ کسی خاص قسم کا خیال یا عقیدہ مذہب۔ ایک اور ہندو مصنف کہتا ہے کہ جب تک کوئی ہندو مذہب اپنی سوسائٹی کے رسم و رواج کا ثابت قدمی سے پابند ہے۔ وہ کسی مذہب کو اختیار کر لے۔ جسے وہ پسند کرتا ہے۔ رہیں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہی اصل وجہ تھی کہ بھارت میں سیکولر گورنمنٹ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ہندو اسلام

یا **ISLAMIC IDEOLOGY** کو پسند نہیں کرتے۔ بلکہ ملک کی پرانی تہذیب اور رسم و رواج کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔

پروفیسر رادھا کرشن صاحب ایک اور بیان میں فرماتے ہیں کہ ہندو دھرم کسی خاص مستحکم عقیدے کا فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ بڑا وسیع اور پیچیدہ ہے۔ ہاں وہ روحانی خیالات اور معلومات کا بہت بڑا گروہ ہے۔ اس کی سا لہا سال کے پرانے زمانے سے انسانی روح کی خدا تک پہنچنے کے لئے کوششوں کی روایات متواتر بڑھتی جا رہی ہیں۔ یہاں تک کہ ہندو دھرم بہت سے مختلف مسائل اور تقریباً لامتناہی گونا گوں رنگوں کا منقش پردہ بن چکا ہے۔ آؤ اب ہم پنڈت جواہر لعل نہرو کے خیالات کا بھی جائزہ لے لیں۔ وہ بھارت کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں۔ وہ اس قوم کے بڑے محبوب لیڈر تھے۔ وہ اپنی کتاب **DISCOVERY OF INDIA** میں لکھتے ہیں: ”ہندو دھرم بحیثیت ایک مذہب کے کئی مشکوک اور ناممکن عقیدوں کے پہلو رکھتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس کے متعلق کوئی خاص تعریف کر سکیں۔ یا اس امر کا بیان دے سکیں کہ کیا صحیح معنوں میں ہم اسے کسی مذہب کا نام دے سکتے ہیں؟ اس میں بے شمار قسم کے عقیدے اور دستور جو پرانے زمانے میں رائج تھے اور اب بھی عمل میں لائے جاتے ہیں۔ پائے جاتے ہیں۔ شروع سے لے کر اخیر تک اکثر اوقات وہ دستور ایک دوسرے کے برعکس اور الٹ پلٹ ہوتے ہیں۔“

بھارت کے ایک عظیم لیڈر مہاتما گاندھی فرماتے ہیں: خوش قسمتی سے یا بد قسمتی سے ہندو مذہب کوئی ایک تسلیم شدہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ اگر آپ مجھ سے اس کی تعریف پوچھیں تو میں اپنے سادہ الفاظ میں کہوں گا کہ ”جائز اور کے لئے عدم تشدد کے پیش لفظ تلاشی رہنا یعنی خاموشی سے تلاش حق کرتے رہنا۔“

خدا کی ہستی کا منکر یعنی دھرم یہ بھی اپنے آپ کو ہندو کہلا سکتا ہے۔ درست اور جائز چیزوں کے متعلق اپنی انتہا کوششوں کو جاری رکھنے کا نام ہندو دھرم ہے۔ یہ آگے چل کر اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کہنا مناسب ہے کہ ہندو مذہب ہر قسم کے خیالات اور عقائد اپنے اندر سمو سکتا ہے یعنی اسے ہر قسم کے خیالات اور عقیدے بے کم

و کاست موافق اور اس آسکتے ہیں۔ اگر کسی مذہب میں کوئی اچھی بات پائی جائے تو وہ مذہب میں بھی پائی جاسکتی ہے۔ لیکن جو چیز اس میں موجود نہ ہو تو ضرور وہ یا تو بے بنیاد ہوگی۔ ورنہ غیر ضروری ہوگی۔ تجارت کا سالیقہ صدر پر ونیسرا دھا کرشن یہ بھی فرماتے ہیں کہ "ہندو دھرم کی بنیاد کا انحصار ان کی قوم میں سے کسی خاص شخص پر نہیں ہے۔ بلکہ ایسے موروثی خیالات اور احساسات کا پلندہ جو ان کے آباؤ اجداد سے چلتا ہوا موجودہ نسل تک آپہنچا ہے وہ ہندو دھرم کا اہم جزو ہے۔ اس پہلو سے ہر قوم اور نسل نے مشترکہ طور پر اس میں حصہ لیا ہے۔" پھر اسی کتاب بنام "EASTERN RELIGIONS AND WESTERN THOUGHT" میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں :- "اس قسم کے لوگوں کی قوت برداشت کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندو دھرم تمام اقسام کے مذہب جذبات احساسات اور رسم و رواجات کا ایک مرکب سا بن کر رہ گیا۔ اس نے ہر قسم کے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ خدا کے متعلق کسی قسم کا اعتقاد جو انسان کبھی سوچ سکا ہو یا جس کا کبھی اسے احساس بھی ہوا ہو۔ بغیر کسی جھجک کے فوراً تسلیم کر لیا۔"

(مذہب بالا بیانات سے ہم ہندو دھرم کے بارے میں اس کا نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ :-
ہندو مذہب کی تشکیل میں بے شمار لوگوں، قوموں، تہذیبوں اور مذاہب نے حصہ لیا ہے۔ ہندو دھرم نے بغیر کسی تعصب کے مختلف مذاہب کے رسم و رواج اور اعتقادات کو بخوشی قبول کیا ہے۔ پس نہ دنیا بھر کے مذہبی خیالات اور کردار جن میں رسم و رواج شامل ہیں، کا مرکب بنا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں آریہ قوم کے داخل ہونے سے پیشتر مقامی لوگ قدرت یعنی درختوں، جانداروں، دریاؤں، پہاڑ اور پہاڑیوں اور بنوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ آریہ قوم کے لئے کسی لکڑی یا پتھر کے سامنے جھکنا کفار کا اندھا دھند مخصوص عقیدہ تھا۔ لیکن آریہ فاتح قوم نے ہندوستانی مفتوحہ باشندوں کے دماغ کی عجیب اختراع پر نفرت کا اظہار نہ کیا مذہبی بات چیت میں ایک ہاتھ سے دو اور دوسرے ہاتھ لو کا سلسلہ جاری تھا۔ پس موجودہ ہندو دھرم کا بہت سا حصہ ہندوستان کے اصلی باشندوں کے مذہب کا اثاثہ ہے۔ آریہ قوم نے ان کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ ان کے شریک کار ہو گئے۔ اور اسی قسم کی پوجا اور سماجی رسم و رواج کو اختیار کر لیا۔ اس حد تک یہ لوگ شیر و شکر ہو گئے۔ کہ آج ان پر دوسلوں کے

درمیان امتیاز کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ شوجی در اور ڈوم کا دیوتا ہے۔ بت پرستی ہندوستان کی پرانی قوم کا رواج ہے۔

دیوتا اور ان کے متعلق منطق اور رسومات تمام کے تمام برہمنی دور دھیساکہ ہندوؤں کے ابتدائی دور کو غیر نام دیا جاتا ہے جس کے بہت حکیم، نرائج اور دوستانہ آغوش میں شامل کر لئے گئے۔ کوئی چیز نہ تو بڑے وقار والی اور نہ ہی گہری ہوتی گئی جاتی تھی کسی کو زیادہ روحانی یا زیادہ گھٹیا تصور نہ کیا جاتا تھا۔ اس دور میں صرف دو چیزوں کی لوگوں سے توقع کی جاتی تھی۔ ایک یہ کہ وہ آریہ قوم کی ذات پات کا مسئلہ تسلیم کریں۔ دوئم برہمنوں کے احترام اور وقار کا پورا پورا احساس رکھیں جو سب قوموں میں اعلیٰ درجہ اور اونچا وقار رکھتے تھے۔

برہمنوں نے دو ہزار سال سے بھی بہت زیادہ عرصہ تک لوگوں کو اپنے قابو میں رکھا اور کروڑوں کی تعداد میں ہندوؤں کو محسوس کرتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں صرف ایک مرتبہ برہمنوں کے وقار کو برسی طرح سے ٹھیس لگی۔ اسے ہندوؤں میں برہمنوں کا نہایت کہا جاتا ہے۔ ان کے تسلط کا نوال غالباً ششہ ق م سے ششہ قبل مسیح تک رہا۔ جبکہ برہمن نام کی کتب جو ویدوں کے لٹریچر میں شانوی درجہ رکھتی ہیں۔ ہندوستانیوں کی اہم مقدس کتا ہیں شمار ہوتے لگیں۔

سوامی ویکانند کے قول کے مطابق جو اعلیٰ معیار کا محقق عالم اور ہندوؤں کا بہت بڑا کارکن ہو گزرا ہے۔ تمام اقسام کے لوگ مثلاً بت پرست، کئی کئی دیوتاؤں اور دیویوں میں ایمان رکھنے والے۔ بدھ مت کے پیروسی کرنے والے جو خدا کی بہتی سے نہ تو انکار کرتے ہیں اور نہ ہی وہ اقرار کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے مذہب میں ایک ہی درجہ رکھتے ہیں چلا اب سوال یہ ہے کہ ہندو کیسے کہتے ہیں؟

ہندو کا لفظ کوئی خاص نوعیت نہیں رکھتا۔ سکرت کی کتابوں میں اس لفظ کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ یہ فارسی کا لفظ ہے۔ جس کے معانی غلام، یا چور اور ڈاکو کے ہیں۔ عام طور پر اس ملک کے لوگ کانوں میں چھوٹی سی بالیاں رکھا کرتے تھے۔ جب دوسرے ملکوں سے مسلمان آتے تھے اور ان کی چھوٹی چھوٹی بالیاں دیکھیں۔ تو خیال پیدا ہوا کہ یہ سب غلام ہیں۔ کیونکہ بالیاں ان کے اپنے ملکوں میں امتیاز کے طور پر غلاموں کا نشان سمجھا جاتا تھا۔

انہوں نے ان کو غلام یا ہندو کہنا شروع کر دیا۔ اس کا دوسرا مطلب چور یا ڈاکو ہے جو ان پچارے لوگوں کے لئے راس نہیں آتا۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ یہ چور یا راہزن نہیں ہیں۔ ہندو کے لفظ کا ایک اور مطلب بھی نکلتا ہے۔ یعنی کالے رنگ والے۔ مثال کے طور پر حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بجائ ہندوش نجشم سمرقند و بخارا

(ترجمہ) اگر وہ شیرازی معشوق میرے دل کو لے لے، تو میں اس کے سیاہ تل (نشان) کے بدلے میں اسے سمرقند اور بخارا کے علاقے نجش دول۔ یہاں لفظ ہندو کے معنی سیاہ نکلتے ہیں۔ بھارتی لوگ عام طور پر سیاہ فام ہوتے ہیں۔ پس ان کا نام ہندو چلتا آ رہا ہے۔ ہندو دھرم کا مطلب ہے۔ سیاہ رنگ کے لوگوں کا مذہب لیکن اب تو اس ملک میں اور مذاہب بھی نکھنے والے مثلاً مسلمان۔ عیسائی۔ سکھ۔ پارسی۔ بدھ اور چار بھی رہتے ہیں۔ ملک ہندوستان کے معانی سیاہ فام لوگوں کا ملک۔ پس اس لفظ کو کسی خاص مذہب یا فرقے کے لئے استعمال کرنا بنیادی غلطی ہے۔ کیونکہ اس لفظ سے ہندو سوسائٹی کا امتیاز ان لوگوں سے جو اس قسم کا معاش طرز فکر یا مذہب نہیں رکھتے اور نہ وہ اس زمرے میں آتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

بدھ مت سے رقابت

ایک ہزار یا بارہ سو سال تک برہمنوں نے ہندوستانی لوگوں کی مذہبی غلامی یعنی اطاعت کو بدھ مت کے پیروؤں میں منقسم رکھا۔ دونوں مذاہب ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ تاہم دونوں کے درمیان کوئی خاص امتیازی علالت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ دونوں میں منطقی بنیادیں۔ اخلاقی پہلو اور رسم و رواج کی پابندی مشترک طور پر یکساں پائی جاتی ہے۔ اس پرانے زمانے میں کسی معیاری شریف آدمی کو ہاتھ باندھ کی پیروی کرنے والا یا ہندو دھرم کا رشی سمجھا جاتا تھا، لیکن جہاں تک برہمنوں کی ذات پات کا سوال ہے اور وہ مذہبی پادری کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ ان کے وقار کو خطرہ لاحق ہو گیا اور ان کی آمدنی بھی خسارہ میں پڑ گئی تھی۔ پس بدھ مت کی اشاعت کرنے والے مقابلہ کرنے والے دشمن قرار دیئے گئے جنہیں ہر حالت میں شکست دینا ضروری ہے۔ ورنہ برہمن خود ختم ہو جاتے ہیں۔ برہمنوں نے ایسی ہوشیاری اور چالاکی دکھلائی۔ جس نے کبھی انہیں ناکامی کا منہ نہ دکھایا تھا۔ انہوں نے بدھ مت والوں کو آدھے ہی لادھ میں لے لیا۔ اپنے رسم و رواج اور نظام میں بدھ مت والوں کی ان بہت سی باتوں کو شامل کر لیا۔ جن کی وہ اشاعت کرتے تھے یا جن باتوں کو عملی جامہ پہنایا جاتا تھا تاکہ جو

لوگ بھٹک کر ہندو دھرم چھوڑ چکے ہیں۔ وہ دوبارہ واپس اگر پھر برہمنوں کی تابعداری کا دم بھرنا شروع کر دیں۔ خود سا کی گوتہ بدھ کو ہندوؤں نے ویشنو دیوتا (خدا) ماننا شروع کر دیا۔ یعنی ویشنو دیوتا انسان کے مذہب میں گوتہ کی شکل دھار کر اس دنیا میں آیا ہوا ہے۔ ہندوؤں کی تخلیق میں ویشنو بھی ایک خدا کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کل بھی بعض برہمن پنڈت حضرت یسوع مسیح کو اسی طرح کا درجہ دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ برہمنوں نے لوگوں کی مذہبی خواہشات کا مینظر عمیق مطالعہ کیا۔ کیونکہ انہیں اس معاملہ میں ان سے بڑھتا ہوتا ہے مناسب وقت کے بعد برہمن لوگ ایک ایسا معیاری مذہب تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ ہندو لوگوں کے مطالبہ سے عین مطابقت رکھتا تھا۔ جب کہ ساتھ ہی ساتھ برہمنوں کی سابقہ مراعات مالی پوزیشن بطور مذہبی پنڈت، استاد اور سماجی لیڈر برقرار رہی۔ ساتویں صدی مسیح کے آخری سالوں تک بدھ مذہب کو کافی زوال آچکا تھا۔ اس مذہب کو ملک بدر کرنے کے سلسلے میں ملک کے اندر سے بھی بہت زور سے مدد ملتی رہی۔ یقیناً بدھ مت اپنے پاؤں کے تلے سے زمین کھو بیٹھا تھا۔ سال بسال وہ سمیٹا اور کم ہوتا گیا اور ایک نسل سے دوسری نسل تک بدھ مت والوں کی تعداد میں کمی ہوتی رہی۔ بدھ مذہب کو ملک سے باہر نکالنے کے لیے نہ تو خوئی انقلاب کی ضرورت پڑی اور نہ ہی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جسے ہم قتل و غارت کا نام دے سکیں۔ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے حملوں نے براہ سہاقتار بھی ختم کر دیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک بدھ مت کا نشان بحیثیت کسی منظم اور مستحکم مذہب کے قائم نہ رہ سکا۔

ہندوؤں کی تخلیق

بدھ مت والوں سے سودا بازی کرنے میں برہمن پنڈت کامیاب ثابت ہوئے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ برہمنوں کی حکومت میں بھی اس حد تک تبدیلی آگئی کہ آئندہ کے لیے برہمنوں کا پہلا سادقار اور حکومت نہ رہی۔ اب اسے برہمنوں کا نانہ کہنے کی بجائے ہندوؤں کا دور کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اول الذکر کا عہد ویدوں اور دیگر متعلقہ کتب پر عقیدہ رکھنے کے علاوہ ہم اور سن کا بھی نانہ تھا۔ یعنی ہر چیز میں خدا ہے اور ہر چیز خدا ہے۔ یہ کئی دیوتاؤں پر ایمان رکھنے کا زمانہ تھا۔ لیکن اب ہمیں سخت اور تشریح طلب دور میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہر ماہ جسے سب سے بڑا روح اور ہمیشہ قائم رہنے والا خدا سمجھا جاتا تھا۔ ایسا خدا جو تمام کائنات پر حاوی ہو۔ اب اسے ہندو دھرم میں ایک گھٹیا خدا کا درجہ دیا گیا۔ وہ

احکام کو جاری کر دینا ہے۔ مگر حکومت نہیں کر رہا۔ ہندوؤں کا سب سے بڑا خدا تین خدا کا ایک یعنی تثلیث ہے۔ ہندوستانی زبان میں اس کو لوگ ترائی مورتی کہتے ہیں۔ برہما کو دیوتا مانا جاتا ہے مگر سب چیزوں کا موجب اقل اور خدا کے برتر نہیں مانا جاتا۔ تثلیث میں برہما۔ ویشنو اور شِو۔ ایک خدائوں میں اور تین خدا ایک میں ہیں۔ ان سب کو ملا کر ایک ایسی خدائی مہنتی بن جاتی ہے جو اپنے آپ کو بحیثیت ایک خالق محفوظ اور سلامت رکھنے والا اور تباہ کر دینے والا ظاہر کرتا ہے۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ ہندوؤں کے دیوتاؤں یا معبودوں کی کل تعداد ۳۳۴ کمزور یعنی تین سو تیس ملین ہے۔ مسٹر موٹیمر ولیم کے قول کے مطابق ان دیوتاؤں میں چٹانیں، پتھر، پہاڑ، درخت، تالاب اور دریا شامل ہیں۔ دیگر دریاؤں میں سے گنگا کا دریا ایک اہم دیوتا تصور کیا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ کسی شخص کے کاروباری آلات جو جاندار انسان کے لیے بہت مفید ہوں جو فناک سانپ جن سے یہ ڈرتا ہو۔ بہت بڑی بہادری یا احترام کی وجہ سے نامور شخصیتیں عمدہ خصال حتیٰ کہ گناہوں کی وجہ سے معروف ہستیاں۔ اچھے اور بُرے دیو، ارواح اور بھوت پریت اپنے فوت شدہ آباؤ اجداد کی روحیں۔ لاکھوں نصف جسم انسانی اور نصف حصہ خدائی رکھنے والی ہستیاں بھی دیوتا تصور کر لیے جاتے تھے۔ گنتی میں دیوتا اور دیویاں اتنی زیادہ شمار ہوتی تھیں کہ ان کی تعداد ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے۔ خدا بننے کی مشق ہمیشہ جاری رہتی تھی ہندوستان میں برٹش افسروں کی خاصی تعداد کو بھی جو فوج میں ملازم تھے دیوتا تصور کر لیا جاتا تھا۔ مزید انگریزوں کے علاوہ بعض اوقات زندہ انگریزوں کو بھی خدا بنا لیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر جان نکلسن جو ملٹری میں بغاوت کے دلوں میں جنرل رہ چکے ہیں۔ مشنری کے کئی کارکنوں کو بھی اس اعزاز سے خوش کر دیا گیا کرتا تھا۔ ہندوؤں کے سب دیوتاؤں کے مندر میں لوگوں کو عیسائی بنانے والے مشنری کارکنوں کو بھی اس اعزاز سے جگہ دے کر خوش کر دیا جاتا تھا۔ یہ مثالیں تو درکنار چند گزشتہ سالوں میں مقامی ٹریک لوگوں کی بیماریوں کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں کو بھی ایسا اعزاز بخشنے کی رپورٹیں مل چکی ہیں۔ سالانہ میں پیگ کی بیماری پیرٹ پرنے کے بعد ایک نئی دیوی پیدا ہو گئی جس کا نام پیگ ماما رکھا گیا۔ اس شمارے میں کسی کو خسرو چچیک یا توڑکا کی متعدی مرض لاحق ہو جاتے، تو اسے توڑکا کی ماما کا نام دیا جاتا ہے۔ اسے خوش کرنے کے لیے طرح طرح کی بھینٹ دی جاتی رہی مثلاً ہندی۔

دنہا سہ سر۔ تاجے کے گئے۔ لکھنے کے لیے سینہ کا غنہ مشری اور پتاشے۔ دودھ لسی۔ سیاہ صرخ یا سیاہ بھرا کسی متعینہ مقام پر چھوڑا نام مشہور چیزیں ہیں۔

ایسی ایسی روحانی اجناس کو بعض لوگ پوجتے رہے ہیں۔ سادہ لوح بے علم کمالوں میں سے ہر

ایک شخص خیال کرتا ہے کہ دیوتا یا خدا اس بت کے اندر موجود ہے جس کے سامنے جھکا جاتا ہے اور مذہب پڑھے لکھے لوگوں کے لیے وہ بت محض بے جان بت ہی ہیں۔ تاہم گیان دھیان اور پوجا کے لیے بت خاصی مدد دہم پہنچاتے ہیں۔

آج کل کے زمانے میں برہما دیوتا کی شخصیت کا احترام کرنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں۔ شاید ہندوستان بھر میں صرف چھ مندر ہی اس کے نام سے منسوب ملیں گے۔ اس دیوتائے ساری دنیا کو پیدا کیا تھا۔ عرصہ دراز ہو گا کہ اس کا کام ختم ہو چکا تھا۔ اب اس کی پوجا کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ لیکن اس کے مقابلے میں کمزوروں ہندو بے شمار مظاہرات اور مختلف قسم کے ست سنگوں (مختلوں) کے ساتھ ویشنو اور شو کی پوجا میں مصروف رہتے ہیں۔ اگرچہ کہنے کو تو یہ آتا ہے کہ تینوں دیوتا مل کر ایک بہت بڑا خدا بن جاتے ہیں۔ لیکن ویشنو اور شو کی پوجا میں دیکھا گیا ہے کہ ہندوؤں کے دو حریف گروہ ان کی علیحدہ علیحدہ پوجا کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد ویشنوی (ویشنو کی پوجا کرنے والے) ہوتے ہیں یا شیوا کی (شو کی پوجا کرنے والے) سب سے زیادہ پرانے ویدوں میں ویشنو کو سورج دیوتا پیش کیا گیا ہے، لیکن اس مذہبی وسیع تغیر تبدیل کے دور میں جب بدھ مت کو برہمنوں (دوبارہ زندہ ہونے والے برہمنی فرقے) نے بچا کر دکھایا۔ وہ دوست اور مہربان خدا بن گیا۔ انسان کا خاص محب اور فائدہ پہنچانے والا جس کی خدمات کا ہے بگا ہے اور لوگ بتلاتے رہتے ہیں یا اس کے انسانی روپ کو جو وہ دھار کر اس دنیا کو اور اس میں رہنے والے لوگوں کو سخت مصائب اور خطروں سے بچانے کے لیے آتا رہتا ہے۔ بیان کرتے ہیں۔

ویشنو دیوتا کے خاص خاص وہ اوقات جن میں وہ اگر انسانی گوشت کو کھایا کرتا ہے اور کبھی کبھی انسانوں کے درمیان آکر رہنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے بہت ہی معتبر اور مشہور مثال رام چند کی ہے جس کا روپ دھار کر ویشنو جی مہاراج ساتویں مرتبہ اس دنیا میں آئے تھے اور رامائن کے ہیرو بنے۔ آٹھویں مرتبہ وہ کرشن جی مہاراج بن کر اس دنیا میں آئے جس کی کہانی کی تفصیلات اس دوسری بہت بڑی ہندو لڑائی میں جیسے مہابھارت کی لڑائی کہا جاتا ہے پائی جاتی ہیں۔ جنگ عظیم اس لیے بھی خیال کی جاتی ہے کہ اس کی کہانی دو لاکھ بیس ہزار سطروں میں لکھی گئی تھی۔ ویشنو میں ہم ہندوستانی کی پوری پوری نرمل اور حلیمی کا اظہار پاتے ہیں اور اس کی بیوقوف کرنے والے بھی اپنی اطاعت کا اظہار کرنے کے لیے تمام مخلوق کے ساتھ مہربانی اور محبت سے پیش آنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس برتر روح (ویشنو دیوتا) کی پوجا اور تعریف کرتے ہیں۔ ویشنو جی مہاراج

کے پجاری اپنے دیوتا کا نشان اپنی پٹائیوں پر لگاتے ہیں۔ یہ نشان ایک ایسا نمود خط جو قاعدہ پر دو اور ٹیڑھے خطوط کو ملائے ہوئے کرتا ہے جو عام طور پر تثلیث کی شکل سے ملتا جلتا ہے اس نشان کو ہر روز تازہ مٹی سے لگایا جاتا ہے۔

دیشنہ ہندوؤں کے چھوٹے بڑے دیوتاؤں میں سب سے زیادہ مشہور ہے اور وہ تمام لوگ جو مذہبی عقیدت مندی اور اپنی اطاعت یا لگتی کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ محبت بھرے اعتقاد کے ساتھ اگر اس کے بت کے سامنے جلتے ہوئے دیبے دکھلاتے ہیں۔ اسے پھولوں سے خرد و گانپ دیتے ہیں۔ گھی یا تیل یا ایسے لذیذ کھانے لاتے ہیں جنہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس کے لیٹے ذائقہ دار ہیں۔

شوجی مہاراج

اس کے برعکس شو دیوتا ایسا خدا تصور کیا جاتا ہے جس کے سامنے ڈر اور خوف سے کانپتے ہوئے حاضر ہونا پڑتا ہے۔ بے شک مدد کرنے کے لیٹے وہ بڑا طاقتور ہے مگر وہ ہولناک دشمن بھی ہے۔ ایسا سخت جو ہمیشہ خون کا پیاسا رہتا ہے۔ اس کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا مار لٹک رہا ہے جس سے اس کی تباہ کن طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ یہ بڑی حیرانگی کی بات ہے۔۔۔۔۔ لیکن درحقیقت یہ کوئی عجیب بات نہیں، کیونکہ موت ایک ایسی چیز ہے جو زمین کو آلودگیوں سے پاک کر کے نئی پیداوار کو نشوونما کا موقع دیتی ہے اور مسئلہ تنازع پر اعتقاد رکھنے والے کے لیٹے موت کے دروازے سے گزر نکلتا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اب وہ نئی زندگی لے کر دوبارہ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیٹے نئے مواقع حاصل کر کے گا۔۔۔۔۔ کہ شوق قدرت کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیٹے ہمیشہ کے لیٹے خدائی طاقت کا مجسمہ بھی ہے اور اس کی خاص علامت لنگم ہے جو رسمی طور پر جنم دینے کے لیٹے مرد کے جسانی آلے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کے پوجنے والوں میں سے ایک ایسا فرقہ بھی ملتا ہے جنہیں لنگم باقی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے جسم کے ساتھ ایک چھوٹا سا عضو تناسل ضرور رکھتے ہیں اپنے بالوں میں رکھ لیں یا اسے چھوٹی سی ڈبیا میں رکھ کر گلے میں لٹکالیں۔ شو کے مندروں اور آستانوں میں اور درحقیقت ہر جگہ آپ کو پالش شدہ اور گول کیٹے ہوئے سیاہ یا چمکبرے یا سیلیٹی رنگ کے پتھر دیکھنے میں آئیں گے۔ بعض مجسمے عین ہونہو اور ان پر خون کی نالیاں ظاہر کرنے کے لیٹے لائیں بنائی ہوئی ملیں گی۔ یہ اسی مروجی طاقت والے عضو کو ظاہر کرنے والے پتھر کے مجسمے ہیں۔ ہندو لوگ ایسے پتھروں کا بہت احترام کرتے ہیں کیونکہ یہ شوجی مہاراج کی مرضی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ عام طور پر اس نشان کو ایک اور نشان کے ہمراہ جو عورت

کی اندام نہانی کا مجسمہ ہوتا ہے دکھایا جاتا ہے۔

پرانے زمانے سے شو کے پجاریوں کے نزدیک بیل کا مجسمہ بھی متبرک چلا آ رہا ہے۔ کیونکہ بیل مضبوطی اور مردی طاقت ہر دو کا جوڑ میل ہے۔ ہر جگہ پتھر سے بناتے ہوئے ٹنڈن (متبرک بیل) کے مجسمے باہر دروازوں پر شو کے مندروں کی نشان دہی کر رہے ہیں اور بنارس میں جوائنڈیا کا سب سے بڑا مقدس مقام ہے۔ بیل بازادوں میں گھومتے رہتے ہیں اور لوگ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ بھارتیوں کے تیسرے شیشی خدا کی کئی اور باتیں بھی ہیں۔ شو کو اکثر اوقات برکتوں والا دیوتا کہا جاتا ہے۔ شوان یوگیوں کا پیش خیمہ ہے جنہوں نے گیان دھیان اور پرہیزگاری میں تکمیل حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اسے سنگا تارک (دنیا پیش کیا جاتا ہے جس کے جسم کو ڈھانپنے کے لیے سواتے راکھ اور گرد آلودہ بالوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسے بھوت پریت اور روجوں کا بھی جو قبرستانوں اور جلتے ہوئے مسالوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ بادشاہ تصور کیا جاتا ہے۔ پھر اس کا الٹ بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ یعنی اسے بیچس (BACEHUS) کی طرح خوشیاں منانے کا دیوتا بھی مانا جاتا ہے۔ جو ناپچنے۔ غلاب پیٹنے اور عورت کا شوقین ہے۔ ایسا دیوتا جو پہاڑیوں کی چوٹیوں پر اپنی بیوی اور ساتھی مسخروں کے ساتھ کھیلوں میں محو رہتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں خداؤں کو دیوتا ہیں۔ لیکن بعد ازاں ان کی بیویاں انہیں مل سکتی ہیں۔

مہیا کر دی گئیں تاکہ موت کی طاقت (شکتی یا سکتی) کے اصول پر مبنی بیویاں بھی ان کے ساتھ موجود ہوں۔ پس سرسوتی جو گھٹا اور دانائی کی دیوی ہے۔ برہما کی چاہنٹی بیوی بن گئی۔ لکشمی جو خوبصورتی کی دیوی ہے اور وہ ہندوستانی زہرہ بھی کہلاتی ہے۔ ویشنو جی مہاراج کی بیوی قرار پاتی۔ پاربتی یا پاروتی دیوی جو ہمالیہ کی بلندیوں کی دیویوں میں سے کسی ایک دیوی کی بیٹی ہے وہ شو جی مہاراج کو مل گئی۔ پاروتی کو کالی دیوی بھی کہتے ہیں۔ جب اس کالی عورت کو شنگی حالت میں پیش کیا گیا۔ تو اسکے گلے میں کھوپڑیوں کا ہار لٹکا رہا تھا کھلے منہ سے سانس لیتی ہوئی زبان باہر نکال رہی تھی۔ اس کا خاوند زمین پر چپٹ لیٹا ہوا تھا اور وہ اس کے اوپر ناچ رہی تھی۔ چونکہ وہ ایسی ہی تھی اس لیے اسے بھیڑ بکریوں اور بھینسوں کے خون سے قربانیاں پیش کرنا پڑتی تھیں۔ اسے درگا یعنی خوفناک دیوی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ درگا کے نام سے دس باز رکھتی ہے۔ جب کہ ہر ہاتھ میں ایک ایک اسلحہ موجود ہے اسے مہادیوی بھی کہتے ہیں۔ جب کہ خود شو مہادیو بہت بڑا دیوتا ہے۔

شو کی بیوی اپنے جملہ کردار اور اظہار میں اپنے خاوند کی صفات کا پر زور مظاہرہ کرتی ہے۔ اگر

شوخنفاک ہے تو درگاہ اس سے کہیں زیادہ ہیبت ناک اور ڈراؤنی شکل پیش کرتی ہے وہ تباہی پانے والا ہے۔ تو وہ بذاتِ خود مجسمہ تباہی ہے جس نے انعام کا روپ دھار رکھا ہے۔ شوکی اصلیت اور خصوصیت نسل پیدا کرنا ہے تو وہ اس دنیا کی ماں ہے۔ دوسرے دیوتاؤں کی بیویاں بھی مجسمہ طاقت ہیں، لیکن یہ نویں درجے کی سکتی ہے۔

سکتی پوجا | عورت کی اندامِ نہانی کے احترام میں جو بھی رسم و رسوم ادا کی جاتی ہیں، انہیں سکتی پوجا کا نام دیا جاتا ہے۔ سکتا کے اکثر فرقوں کی کتابیں منتشر کہلاتی ہیں وہ پراسرار باتوں، جادو، احتمال، توہمات اور نفسیاتی معلومات سے بھری پڑی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے اکثر اقوال و افعال کا حوالہ انہی کتابوں سے دیتے ہیں۔ تنٹروں کی اصلی تعداد چونسٹھ (۶۴) ہے، لیکن اب ان میں تانترک لٹریچر کی کافی تعداد شامل ہو گئی ہے۔ ان میں شوا اور پاربتی کی گفتگوئیں بھی شامل کر دی گئیں ہیں۔ پرانوں کی طرح وہ مذہبی لٹریچر جس میں گاہے بگاہے ان کو شامل کیا گیا ہے، ہر ایک تنتر کو خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی تخلیق اور تباہی، خداؤں کی پوجا، مرادوں کا حاصل کر لینا اور خدا سے برتر کی ہستی میں جا شامل ہونے کے چار طریقوں کا ذکر کرتا ہے۔ تاہم درحقیقت ان میں سے اکثر کو جادو گر اور فسون نگار کے لیے گائیڈ بک (گنکایا کتا، پچھ) کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ پراسرار حروف اور جادو کے دائروں اور الفاظ اور ان کے اجزاء سے جو خاص علامتی اہمیت رکھتے ہیں، بھرے پڑے ہیں۔ ان کے علاوہ ان میں مختلف خاکے کنول کے پھول جیسی اشکال اور خاص قسم کے جادو کئی رنگوں میں پیش کیے گئے ہیں۔ ہر ایک کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اچھے اور بُرے مقاصد کے لیے جادو کا اثر رکھتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے الفاظ کو پکارنے یا طریق استعمال میں جیسا کہ ہدایت کی گئی ہے، سختی سے عمل کیا جائے۔

جیسا کہ شو کے متعلق بتایا جا چکا ہے کہ اس کے جسم کا کچھ حصہ مرد اور باقی عورت کا تھا۔ لہذا اسے نصف عورت والا دیوتا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے جسم کا بائیں پہلو عورتوں جیسی چھاتی رکھتا ہے اور دائیں طرف نمایاں طور پر آلہ تناسل ہے۔ اسی طرح سکتا کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دائیں جانب واسے اور بائیں جانب واسے سکتا۔ اول الذکر کی اکثریت مقابلتا زیادہ شائستہ اور پسندیدہ ہے۔ ان میں عضو تناسل اور عورتوں کی اندامِ نہانی کی پوجا جہاں تک وضاحت ہو سکتی ہے۔ دکھائی گئی ہے۔ لیکن اس کے برعکس روزمرہ کی پوجا میں کسی بھی عورت کو مصوری اور بتوں میں کسی قسم کی کمی کو روا نہیں رکھا گیا لیکن بائیں ہاتھ کے ہجاریوں کی مذہبی رسومات میں مقابلتا بہت ہی کم ضبط اور روک تھام سے

یاد کیا ہے۔ ان کی ملاقاتیں خفیہ طور پر تنہائی کی جگہوں میں ہوتی ہیں۔ اور وہ لوگ جو پوجا پارٹ کے دائروں میں شامل ہوتے ہیں۔ ان میں عارضی طور پر ذات پات کو مکمل طور پر بھلا دیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے کٹر اور متعصب ہندو متعلقہ مذہبی رسومات ادا کرتے وقت پانچ یا ۸۸ کا خاص مطالبہ کرتے ہیں۔ مثلاً مدھیہ شراب، متسارانس، گوشت، متسیہ پھلی، انڈا دھنسنے ہوئے اناج کے دانے، جو کوئی پراسرار مطلب رکھتے ہیں، اور ماتیتھنا یعنی جنسی جفتی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ سرچارچ میکیم یہیں بتلاتے ہیں، کہ ان کی پوجا پارٹ کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی زندہ خوبصورت عورت کو ان کے سامنے چھوڑ دیا جائے۔ اور عورت کے عضو مخصوصہ کا احترام اور پوجا کرنے والوں کا گروہ اور اولاد پیدا کرنے والے عضو بدن کی پرستش ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ان کے ست سنگ یعنی مخپلیں جہاں سب عورتیں اور مرد حاضر ہوتے ہیں۔ بہت ہی زیادہ مذہبی وجد سے بھر پور ہوتی ہیں۔ وہ جدا اور لطیف اس حد تک بڑھ جاتا ہے، جیسا کہ وہ کسی نشہ آور چیز سے مخمور ہو چکے ہوں۔

مٹرا می۔ رائٹسن پاٹک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ جو عیسائی ماحول میں پرورش پا چکے ہیں۔ وہ اس قسم کے جنسی دیوتا کو خدائی رتبہ دینے، اعضائے تناسل کے بے قابو ہونے کا اظہار کرتے اور زنا کاری کی خاطر انہیں مذہبی رسوم کا رنگ دے کر ان میں مشغول ہونے کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہم ایسے افعال کو بہت ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے لئے اس قسم کا جنسی جوڑ میل فحش افعال کے برابر ہے۔ اور ایسے افعال کو اگر مذہبی کردار کا رنگ دیا جائے تو یہ ایک کفر ہے۔ اور اپنے مذہب کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔ اس کے برعکس ہندو لوگ پرہیزگاری اور ممنوعات کو سمجھ نہ سکیں گے۔ مغربی ممالک کو جب حقیقت اور اصلیت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ تو اس کا رد عمل سمجھ لیٹے کہ کیا ہوگا۔ ہندو کے لئے مختلف اجناس کا مل جل کر شیر و شکر ہونا لازمی طور پر مذہبی کردار ہے۔ نیز یہ کہ مرد و زن کا ہم بستری کرنا نہ صرف جنسی تشنگی کو تسکین دینا ہی ہے۔ بلکہ ہندو سوسائٹی کے لئے ایک گونہ ایک مذہبی فریضہ ہے۔

ہم اس فتوے سے انکار نہیں کرتے کہ مرد و زن کی محبت گہری اور روحانی اہمیت رکھتی ہے۔ خدا اور اس کے بندے کا پُر اسرار طریقہ سے آپس میں مدغم ہو جانے کا مقابلہ کرنے کے لئے دنیا میں اور کوئی چیز بہتر نظر نہیں آتی۔ (اور وہ تجربہ جو خود اپنا ثبوت پیش کرتا ہے اور یہی ایک مذہب کی بنیاد ہے) سوائے زمین پر رہنے والے عاشقوں کے جو ایک دوسرے کے بازوؤں میں جکڑے ہوئے اور مدہوش نظر آتے ہیں۔ اور دونوں یک جان و دو قالب بن چکے ہیں۔ جسمانی نزدیکی اور تعلق اور ایک دوسرے سے گھل مل جانا محبت کی نشانی اس لئے سمجھی جاتی ہے کہ اس سے ایک دوسرے سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ دونوں کا جسم ایک بن چکا ہے۔ کیونکہ ان کے روح آپس میں مل چکے ہیں۔

یہاں یہ بھی ذکر کر دیا جاتے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں جو اکثر عاشقانہ کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ انسانی روح کی اُس خواہش کی علامت ہے جو وہ خدا سے برتر سے جاننے کی ہے۔ اس نقطہ نظر کے تحت کرشن کی گویوں (دودھ پیچنے والی کنواری لڑکیوں) اور گوالوں کی بیویوں اور بیٹیوں سے عشق کی کہانی پائی جاتی ہے۔ خاص کر رادھا اس نوجوان خوش باش دیوتا کی معشوقہ تھی۔ آگے چل کر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ دو مخالف جنسوں (مرد اور عورت) کے آپس میں مل جانے سے ہو سکتا ہے کہ روحوں کی اُس بڑی فوج کو اس روئے زمین پر کوئی اور گھر مل سکے جس کا انتظار وہ روح کہیں نہ کہیں اپنے دوسرے جنم کے لئے کر رہے ہیں۔

پس یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضرہ کے ہندو دھرم میں اسی طرح سے عشقیہ عناصر (عاشقانہ مزاج مرد و زن) عریاں اور شرم و حیا سے عاری پایا جاتا ہے۔ جس طرح کہ گذشتہ کئی صدیوں کے دوران جب تک ہندوستانی باشندوں کا یہ مذہب رہا تھا۔ یہ عریانی پائی جاتی تھی۔ مندر کے اندر اور باہر سنگ تراشی یا کندہ کاری سے بہت سی تصاویر ایسی بنائی گئی ہیں۔ جو ان کے دیوتاؤں اور خداؤں کی عشقیہ کہانیوں کی عکاسی کرتی ہیں ایسے منظر دکھائے گئے ہیں۔ جو مردوں اور عورتوں کی حضیروں کا اور بعض اوقات مولیوں

اور چوپاؤں کے باہمی میل و ملاپ کا اظہار کرتی ہیں۔ ایسی مصوری دکھائی گئی ہے۔ جو بالکل اصلی اور بغیر کسی خامی کے معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو مندر کی ہر جانب مرد کے عضو تناسل اور عورت کی اندام نہانی نظر آئیں گی۔ طرفہ یہ کہ کوئی شخص بھی جو ان کے نظاروں کو دیکھتا ہے۔ کوئی شرمیلی کنواری لڑکی ہو۔ یا لڑخیر لڑکا ہو۔ ہراساں ہونے کا کم سے کم احساس رکھتا معلوم نہیں دیتا۔ یہیں اکثر اوقات یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ لڑکے لڑکیاں محسوس ہی نہیں کرتیں۔ کہ وہ تصویریں مرد و زن کے اعضائے تناسل کی ہیں یا وہ محض تصویریں ہیں اصلی نشانات نہیں ہیں۔

دیوتاؤں کی دلہنیں

ہندوؤں کے مندروں میں دیوتا سیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور یہ جنوبی بھارت میں ہندو دھرم کی ایک قابل قدر شکل ہے۔ دیوتاؤں کی یہ دلہنیں جیسا کہ انہیں نام دیا جاتا ہے شادی کی باقاعدہ رسوم سے ست کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں۔ وہ درحقیقت مندر کی فحش پیشہ و عورتیں ہیں۔ ان کو مختلف درجوں اور جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں وہ لڑکی بھی شامل ہوتی ہے جو اپنے فائدے کی خاطر اپنے آپ کو بیچ دیتی ہے۔ یعنی وہ لڑکی اپنے خاندان کو امیر بنانے یا کسی منافع کی خاطر الیا کرتی ہے۔ وہ لڑکی جو مندر میں خود کو بھینٹ دینے کے لئے آتی ہے۔ عصمت کی قربانی دینا کسی لڑکی کے لئے سب سے بڑی چیز ہے اور وہ لڑکی جسے مندر کے بڑے بڑے لوگ اپنے گاہکوں کی سہولت کے لئے کرایہ پر لیتے ہیں۔ اس قسم کی لڑکیوں کی اکثریت بیچ ذاتوں میں سے ہوتی ہے۔ تاہم اچھی تربیت یافتہ لڑکیاں بھی کافی مل سکتی ہیں۔ جنہوں نے سچاریوں سے تعلیم و تربیت حاصل کی ہوتی ہے۔ انہوں نے کھتے پڑھتے کے علاوہ تارچ اور گانا بھی سیکھا ہوتا ہے۔ وہ اس قدر تربیت یافتہ اور سلجھی ہوئی بن جاتی ہیں کہ انڈیا میں عورتوں کو پڑھانا ایک طعنہ کا موجب بن گیا تھا۔ تب عورتوں کا پڑھانا سوسائٹی میں ایک بدنامہ سمجھا جاتا تھا۔ خرید کردہ دیوتا سیاں کافی تعداد میں بھرتی کی جاتی ہیں۔ لیکن بعض لڑکیوں کو خود والدین نے مندر کے لئے اس لئے وقف کر دیا ہوتا ہے کہ ان کی مرادیں حسب منشاء پوری ہو گئی ہوں۔ اور وہ بطور تحفہ وہاں چھوڑ گئے ہوتے ہیں۔

ایسے اداروں کی حمایت میں ہمیں ضرور کہنا پڑتا ہے کہ اگر بھارت میں دوسرے ملکوں کی طرح طوائفوں کا گروہ لازمی امر ہے۔ تو بہتر ہے کہ اس قسم کی عورتیں مندروں کی چار دیواری میں جو ان ہو کر رہنا شروع کر دیں اور اپنے پیشے کو اسی کے اندر چلائے رکھیں۔ جہاں کم از کم اپنے مذہب کے متعلق بھی کچھ سیکھ سکیں پڑا

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی مختصر تاریخ

ہم ہندوؤں کی کتابوں میں حضرت محمدؐ کی تشریف آوری کے متعلق کئی لپٹیں گوٹیاں دیکھتے ہیں۔ ۱

یہ تین مختلف زمروں میں تقسیم کی گئی ہیں۔

۱۔ وید۔ ۲۔ اگنیشد اور ج۔ ۳۔ پران۔ ان کے علاوہ ایک اور کتاب برہمن کہتے ہیں جو ویدوں کے متعلق ایک تنقیدی کتاب ہے اور اسے بھی ہندو لوگ مقدس کتابوں میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور وہ شرقی رستی ہوتی بذریعہ الہام (گروہ میں آتی ہے۔

وید چار ہیں۔ رگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھرو وید، پہلے تین وید بہت ہی پرانی کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔ جبکہ آئری یعنی چوتھی کتاب اتھرو وید کی بنی ہوئی ہے۔ چاروں ویدوں کے متعلق کہ وہ کب اکٹھے کئے گئے۔ یا کب کسی کو بذریعہ الہام ملے۔ لوگوں کے خیالات میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ سوامی دیاتند صاحب بانی فرقہ آریہ سماج یہ دعوے کرتے ہیں کہ وید بذریعہ الہام ایک ہزار تین سو دس ملین سال پہلے آئے تھے، $1310 \times 1000000 = 1310000000$ یعنی تیرہ ارب سال پرانے ہیں۔ نامعلوم ان کے پاس کیا ثبوت ہے۔ مبالغہ کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔ بے بنیاد باتیں کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ دیگر ہندو رہنماؤں کے نزدیک وہ چار ہزار سالوں سے زیادہ پرانے نہیں ہیں۔ ۲

ہمیں یہ معلوم ہے کہ زرتشتی تعلیمات کا سب سے اولیں حصہ گتھا کے نام سے موسوم ہے اور ویدوں میں گتھا کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ۳

۱۔ دیکھئے "ETICS OF GREAT RELIGIONS" مصنفہ ای۔ رائسٹن پانک صفحہ ۱۷۹،
۲۔ کتاب محمدان ہندو سکریٹس مصنفہ عبدالحی صاحب ناغل سنکرت۔ دھیار تھی، مطبوعہ ۱۹۱۷ء۔ ۲۲ رکنک ہوم
اینڈ ویدازہ مصنفہ مہاتما تلک۔ ایک معقول ہندو فاضل، ۲۲۔ اتھرو وید۔ ۱۵: ۶-۱۲ ملاحظہ ہو۔

لیکن زرتشتیوں کی مقدس کتابوں میں ویدوں یا دیگر ہندو کتابوں کا کہیں ذکر تک نہیں کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ گتھا ویدوں سے کہیں پہلے زمانے میں لکھے گئے تھے۔ اسی طرح ویدوں میں جو ویدک مذہب کے مطابق پرالوں سے زیادہ پرانے ہیں۔ پُرانم یا جو شاساہ کا ذکر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اخرویدہ - ۱۱: ۷۷ - ۲۴ تک، یہ "یا جو شاساہ" پارسی مذہب کی کتاب زند اوستا کا ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں زرتشتی کتابوں میں ویدوں یا دیگر ہندو کتابوں کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کا زمانہ دو ہزار چار سو سال سے کم عرصے کا ہے۔ اس کے لئے آپ انسائیکلو پیڈیا برٹیکا۔ جلد ۱۸ - عنوان زورواستری میں اگر کمیٹیڈیو بادشاہ اور ان کی مختصر تاریخ پڑھیے۔

زرتشت | وہ ایرانی لوگوں کے قومی مذہب کا بانی تھا۔ جو ایران کے اچامی نائیڈ خاندان سے لے کر سامان پنجم کے عہد تک قائم رہا۔

اچامی نائیڈ خاندان کا عہد حکومت ۵۲۹ء قبل مسیح سے لے کر ۳۳۰ء قبل مسیح تک رہا۔ یونانی زبان کا لفظ زورواستری ایرانی لفظ زرتشت کو بگاڑ کر بنایا گیا ہے۔ نئی فارسی زبان میں اسے زردشی کہا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت پر ازار ہے۔ پرانے زمانے میں زرتشت کی شخصیت بحیثیت میگی مذہب کے بانی ہونے کے مشہور رہی۔ اس کے نام کا پہلی مرتبہ تیرہ ایگزین تھس (XANTHUS) - ۲۹ کی کتاب کے ایک ٹکڑے پر سے ملا۔ اس کے علاوہ افلاطون کے ایلیکلیلیڈ ترا - صفحہ ۱۲۲ پر بھی دیکھنے میں آیا۔ جس میں اسے اور مزدیس کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ بعض مصنف کبھی کبھی اسے بیکٹریان BACTRIAN بھی کہتے ہیں۔ کبھی میڈین اور کبھی ایرانی جی نام دیا جاتا رہا۔ پلینی (PLINY) کے قول کے مطابق ریشل سہٹری - جلد ۷، صفحہ ۱۵ پر پیدائش کے وقت وہ سنس رہا تھا۔ یہ بیان ہمیں زرتشت نامہ میں بھی ملتا ہے۔ نیز یہ کہ وہ پرانے جنگوں میں رہتے ہوئے مکھن پر گزارہ کرتا رہا۔ پلوٹارچ (۱۱: ۹۷) میں بتایا گیا ہے کہ اس نے ایک دیوی سے ہم بستری کی تھی۔ وہ میگی مذہب میں ایرانیوں کا استاد اور راہنما تھا۔ اور اس نے ان کے سابقہ مذہب کے رسم و رواج کی اصلاح کی۔ اور ہر دو کے اتصال سے ایک نئے مذہب کا آغاز کیا۔ وارا اور اُس کے جانشین غزنہ ق۔ م سے ۲۱۵ء ق۔ م تک زرتشتی

مذہب رکھتے تھے۔

زرتشتی تعلیم کے لئے ہمارا حسب سے اہم ماننا اوستا ہو سکتا ہے۔ مگر وہ بھی خاموش ہے، اس کی شخصیت اور زندگی کی تاریخ کے متعلق بھی وہ ہمیں کسی قسم کی معلومات دینے سے قاصر ہے۔ اس کا تیراھواں باب جو سپندنا سک کے نام سے مشہور ہے۔ اور خاص طور پر اس کی زندگی کے حالات لکھنے کے لئے وقف شدہ تھا۔ وہ ضائع ہو چکا ہے۔ جبکہ ایسی سوانح عمریاں، شاہ نامہ اور زرتشت نامہ جنہیں سپندنا سک کی بنیادوں پر لکھا گیا تھا۔ وہ عجائبات، خود ساختہ کہانیوں اور سحر افسوں تقریروں سے بھری پڑی ہیں۔ زرتشت کی شخصیت تاریخی ہے۔ لیکن اوستا کی نئی تالیفوں اور زرتشتی مذہب کی جدید کتابوں میں اسے افسانوی رنگ دیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ مافوق العادت طاقتوں کا حامل تھا۔ لیت کے باب ۱۳: ۹۳ میں لکھا ہے کہ اس کی پیدائش کے موقع پر قدرت کے مناظر خوشی کے مارے ہنس رہے تھے۔ وہ شیطانی طاقت سے لڑائی کرتا اور زمین کو ان سے پاک کیا کرتا تھا۔ لیت ۱۹: ۱ (۱۹۱۱) شیطان اسے ورغ لگانے کے لئے آتا ہے تاکہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے۔

رونیڈاد۔ ۱۹ اور ۶

اوستا کے اندر جو گتھا کا حصہ پایا جاتا ہے۔ صرف اس میں اس پیغمبر کے متعلق لفظ "اپ سیما وریا" کا دعوے کیا گیا ہے۔ اور ان جلدوں کو خاص طور پر مقدس پیغمبر کی گتھا کی جلدیں کہا جاتا ہے۔

ان مناجاتوں میں زرتشت کی شخصیت ایک عام آدمی جیسی بتلائی گئی ہے جو ہمیشہ حقیقت کی پائیدار بنیادوں پر کھڑا نظر آتا ہے۔ جس کے محض بازو خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے طاقتور دوستوں کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ گتھا اس کی زندگی کا کوئی تاریخی واقعہ یا ان کے پیغمبر کی تعلیمات پیش نہیں کرتے۔ بلکہ وہ عام خبردار کرنے والی باتیں۔ سنجیدہ کلام اور لہجہ گوئیاں اپنے پیروکاروں اور شاہزادوں کو دے رہے ہیں۔ ان میں خدا اور اس کے خاص خاص فرشتوں کے ساتھ باتیں درج ہیں۔ ان فرشتوں کو وہ بار بار پکارتا ہے۔

تاکہ وہ اس کے ذاتی واقعات کی جن کے وہ کئی کئی ہوالہ جات دیتا ہے۔ تصدیق کریں۔ اور گواہ رہیں۔ ان تمام واقعات کو بعد ازاں آنے والی نسلوں نے بھلا دیا ہے۔ متذکرہ بالا واقعات کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ زرتشتی مذہب ویدوں سے بہت پہلے کا زمانہ ہے۔ یعنی ویدوں کا زمانہ پارسیوں کے زمانے کے بعد سے شروع ہوا تھا۔ پارسی لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ان کا مذہب بہت پرانا ہے۔ لیکن بہت سے متشرقین اور تحقیق کرنے والے اس دعوے کو غلط ثابت کر چکے ہیں۔ انہوں نے تاریخی واقعات سے یہ بھی بتلایا ہے کہ اس مذہب نے بہت سی باتیں مصری اور یہودی حکایات اور یونانی توہمات سے حاصل کی ہوئی ہیں۔

اسی طرح سے مقامات کے متعلق جہاں یہ وید مختلف رشیوں کو دیئے گئے اور ان رشیوں کے نام جنہیں دیئے گئے بڑے بڑے اختلافات پاتے جاتے ہیں۔ یہ بھی مہینہ پتہ لگتا کہ کس نے انہیں دیئے۔ ان اختلافات سے قطع نظر ویدوں کو ہندو دھرم کی بنیاد اور بہت ہی مستند کتابیں تصور کیا گیا ہے۔

اعلیٰ معیار اور اعتماد کے لحاظ سے ویدوں کے بعد الپنشد (ب) الپنشد ہیں۔ بعض راجہ رام موہن رائے جیسے فاضل خیال کرتے ہیں۔ کہ الپنشد ویدوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ ہندوان کے فلسفیانہ صحیفوں پر فخر کرتے ہیں۔ الپنشد ویدوں میں بھی یہ دعوے کیا گیا ہے کہ وہ ویدوں سے برتر ہیں۔

الپنشد ویدوں کے بعد مستند ہونے کی حیثیت سے پرالوں کی (ج) پران کتابوں کی باری آتی ہے۔ یہ کتابیں دیگر کتابوں سے بہت زیادہ پڑھی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ بڑی آسانی سے سمجھی جاتی ہیں۔ اور عام دستیاب ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ویدوں کا سمجھنا اور ان کا آسانی سے دستیاب ہو جانا بڑا مشکل ہے۔ ہندوان کتابوں کا بہت احترام کرتے ہیں۔ اور انہیں بہت بڑی دلچسپی اور اعتقاد سے پڑھتے ہیں۔ ہندوؤں کی تمام مستند کتابوں میں سے پرالوں کی پاکیزگی اور احترام ایک مسلمہ امر بن چکا ہے۔

پُرانوں میں ہم تمام کائنات کی تخلیق کے حالات پرانے آریہ قوم کے قبیلوں کی تاریخ اور ہندوؤں کے بزرگانِ کرام اور دیوتاؤں کی کہانیاں پاتے ہیں۔ ہمارے قریبی ویاسا جی نے ان کتابوں کو اٹھارہ ضخیم جلدوں میں تقسیم کیا تھا۔ وید بھی پرانوں کی سچائی کا دم بھرتے ہیں۔ جس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ دوسروں کی نسبت زیادہ قابلِ اعتماد اور زیادہ پرانے ہیں۔ لیکن ہاوجود ان کے تمام باتوں کے چند تنگ خیال پنڈتوں نے آج اس لٹریچر کو محض اس لئے رد کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق بے شمار لاشیں گویاں اور ان کی سچائی کے بارے میں صاف صاف نشانیاں پاتے ہیں۔ آنحضرت پر ایمان لانے اور اس طور پر اپنے بڑے بڑے اور مقدس رشیوں کی فرمانبرداری کرنے کے بجائے جو محض پُران یا جو اُن کا علم ہونے سے رشیوں کے عہد سے پرہیز کر سکتے تھے۔ جب ان سے سچے بیانات کی تصدیق ہونے لگی۔ تو انہوں نے یہی بہتر خیال کیا کہ پرانوں کے اعتقاد سے صاف انکار کر دیا جائے۔ راہِ لیکن وید تو پرانوں کی سچائی پر پوری پوری حمایت کر چکے ہیں۔ بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انہیں خدا کی طرف سے الہام کیا تھا۔ بعض پنڈت یہ بھی بحث کرنے لگ جاتے ہیں کہ موجودہ پُران وہ نہیں ہیں جن کی تصدیق وید کر چکے ہیں۔ اور اصلی کتابیں کم ہو چکی ہیں۔ لیکن ان کا یہ دعوے سراسر غلط ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ تمام پُران جنہیں لوگ بڑے شوق اور انہماک سے پڑھیں اور ان کا مطالعہ عام ہوتا رہے۔ لوگوں کے ذہن سے اٹھ جائیں اور ان کا وجود سطحِ زمین پر سے مٹ جائے۔ مگر وید جنہیں بہت کم لوگ پڑھ دیا سمجھ سکتے ہوں۔ آج تک بغیر کم و کاست موجود رہیں۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بعد ازاں پرانوں میں ان پیش گوئیوں کو بڑھا دیا گیا تھا۔ یہ بھی بے بنیادی دلیل ہے۔ اس قسم کی شہرہ آفاق کتاب میں جس کی رسائی ہر جگہ ہو۔ اور اسے عبادت کے وقت مقررہ اوقات پر پڑھا جائے۔ سست پاتھ بہمن کی کتاب میں جو کرپہ پر پڑھی پرانی مستند تصدیقی کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ پرانوں کو یگیہ کے نویں دن پڑھنا چاہیے اس امر کے لئے راجو پران دھواٹھارہ جلدوں میں سے ایک کا نام ہے) کی خاص طور پر تانکہ

کی گئی ہے کہ ہر نہیں سکتا کہ کوئی تبدیلی کر سکے ۛ

جب پنڈتوں نے دیکھا کہ محمد عربی کے متعلق ان کی اپنی کتابوں میں نمایاں طور پر پشین گوئیاں موجود ہیں۔ تو انہوں نے چلانا شروع کر دیا کہ پرائیوٹ میں کسی نے رد و بدل کر دیا ہے۔ یہ توقع رکھنا بھی کس قدر احمقانہ فعل ہے۔ کہ کسی نامعلوم مقام پر تمام پنڈت اور ہندوؤں کے فاضل اکابرین جمع ہوتے ہوں۔ اور انہوں نے ان پشین گوئیوں کا اضافہ کر دیا ہو ۛ

یہ بھی مد نظر رکھئے کہ برہمنوں میں کئی فرقے موجود ہیں۔ جو ایک دوسرے کے سخت مخالف ہیں۔ پس انہیں اس قسم کی تبدیلی پر رضا مند ہونا غیر ممکن ہے۔ یہ بات اپنے مذہب کے خلاف صریحاً بغاوت کے مترادف ہے۔ پرائیوٹ کی کتاب کا ہر برہمن کے گھر میں موجود ہونا لازمی امر ہے۔ اور واقعی حیرانگی کی بات ہے کہ دنیا نے اتنے عرصے میں ان پشین گوئیوں کے بغیر آج تک کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ سب سے زیادہ مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ رد و بدل بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ جو ان پشین گوئیوں اور پیغمبر کی حمایت میں ہو۔ اور نتیجتاً ان کے اپنے مذہب کے خلاف ثابت ہو۔ ان پشین گوئیوں کے خلاف کسی اضافے کا ہونا یا ان کے ماحصل میں تبدیلیاں کر دینا عین ممکن تھا۔ لیکن یہ خیال کہ ناکس قدر یہودہ ساقط ہے۔ کہ ہندو پنڈتوں نے اپنے ہی مذہب اور عقائد کے خلاف کچھ اضافہ کر دیا ہے ۛ

ہمارے ہندو بھائیوں کو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ ویدوں کی طرح جیسا کہ ان کا اعتقاد ہے۔ پیمان بھی ویسے ہی اصلی اور خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے صحیفے ہیں۔ انہیں اپنی کتابوں کو غور سے پڑھ کر اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ جس سے ان کی نجات ہو سکے اور ہر دو جہانوں میں برکت سے سرفراز ہوں ۛ

سکھ مذہب

سکھ مذہب کے بنی بابر و نانک صاحب ۱۴۹۹ء میں موضع تلونڈی میں پیدا ہوئے۔ بعلول لودھی کا عہد حکومت تھا۔ آپ کے والد کالورام بھی کھاتے کا کام کرتے تھے۔ گورونانک کی شادی چودہ سال کی عمر میں سوکھتی صاحبہ سے ہو گئی تھی۔ پنجاب کا گورنر دولت خاں تھا۔ اس نے انہیں سٹور کیپر مقرر کر دیا جہاں آپ نے ایسی جانفشانی اور ایمان داری سے کام کیا کہ ہر ایک ان کی تعریف

کرتے لگ گیا۔ آپ حق گوئی۔ پرہیزگاری اور سخاوت کی وجہ سے بڑے مشہور تھے۔ آپ کا کہنا تھا کہ نہ کوئی ہندو ہے اور نہ ہی کوئی مسلم۔ بلکہ سب دلی طور پر سچے اور برابر برابر ہیں۔ ان کا مقصد ایک ہے۔ مگر راستے مختلف ہیں۔ بہت سے لوگ ان کے ہم خیال ہو گئے۔ آپ نے تشریف سال کی عمر میں ۱۵۳۹ء میں وفات پائی۔ ان کا کہنا تھا کہ خدا ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بت پرستی فضول ہے۔
فات پات کوئی چیز نہیں ۛ

سکھوں کی مقدس کتاب کا نام گرنتھ صاحب ہے۔ اس میں عربی، فارسی، پنجابی، سنسکرت، ملتان، امرہٹی اور شرقی، مغربی اور وسطی ہند کی ہندی زبان میں الفاظ پاتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ نفس مضمون اور اس کی تشریح سے ناواقف ہیں۔ گیانی بھی اکثر اوقات تشریح تو درکنار صحیح تلفظ سے بھی نا آشنا ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی۔ اور دسویں گورو گو بند سنگھ جی کی وفات کے بعد اس کتاب کو ہمیشہ کے لئے اپنا گورو بنالیا۔ یہ کتاب دنیا کی مقدس کتابوں میں سے سب سے زیادہ مشکل ہے۔ اس میں مختلف مذاہب کے متضاد نظریے شامل کئے ہوئے ہیں مختلف خیالات کے بزرگوں کے کلمات اور عقائد ملتے ہیں۔ دیکھتے تو جہر گرنتھ صاحب از ڈاکٹر گوپال سنگھ، جلد اول صفحات ۱۸، ۱۹، نیز دیکھتے کتاب ”سکھ مذہب“ از میکس آر تھر۔ جلد اول صفحات ۵ تا ۸، مضامین کے تضاد کی وجوہات یہ ہیں :-

۱۔ سکھ مذہب سے پہلے ہندوستان میں کئی جماعت خیالات کے مذاہب موجود تھے۔ مثلاً ہندو دھرم، بدھ مت، جین مت، اسلام، بھگتی، مذہب اور صوفی عقائد وغیرہ، بابا گورو نانک نے چاہا کہ ہر مذہب کی اچھی باتوں کو یکجا کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جائے۔ چونکہ ہر مذہب کے اصول اور عقیدے ایک دوسرے کے خلاف تھے۔ اس لئے وہ تضاد کا باعث ہوئے۔ پس اس قسم کے متضاد اصولوں اور عقیدوں کے مرکب کا نام سکھ مذہب ہوا۔ لامحالہ تاج پراگندہ پریشان کن پیش آئے۔ جھگڑوں اور بے اعتمادی کے سیاہ بادل ختم نہ ہو سکے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ پریشان کن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

۲۔ گرنتھ صاحب میں بے شمار فرشتہ خطی لوگوں، رشیوں اور پرائے پرائے صوفیوں کی حکایات و روایات درج ہیں۔ راماتند، بھگت کبیر اور بابا فرید جیسے لوگوں کے خیالات آپس میں ہرگز نہیں ملتے۔ اگر ایک خدا ہے تو دوسرا کئی خداؤں پر ایمان رکھتا ہے بعض کسی خدا کو نہیں مانتے۔ نہ صرف ان کے اپنے ہی عقائد مختلف ہیں۔ بلکہ خود بابا نانک کے اقوال

ایک دوسرے کے خلاف موجود ملتے ہیں۔ اگر یہی حالات تھے۔ تو بہتر تھا کہ متضاد باتوں کو اس مقدس کتاب میں شامل نہ کیا جاتا۔

۳۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ گرتھ صاحب کی کتاب میں بابا نانک جی کے اقوال کے علاوہ دیگر پانچ گوروؤں کے مکالمات بھی شامل ہیں۔ گرتھ صاحب کے علاوہ ایک اور کتاب بھی ہے۔ جسے دسویں گورو گوبند سنگھ نے مرتب کروایا تھا۔ جس کا نام و اہم گرتھ ہے۔ قدرتی طور پر اس کے خیالات مختلف پائے جاتے ہیں۔ کچھ تو اس لئے کہ مغل بادشاہوں سے چپقلش بڑھتی گئی جو مسلمان تھے نتیجہ یہ ہوا کہ سکھ جو دسویں گورو تک خدا سے۔ واحد لا شریک پر ایمان رکھتے چلے آ رہے تھے اب کئی خداؤں کی پوجا کرنے لگ گئے۔ اور وہ مذہب جو مختلف قوموں کے لئے صلح امن کا پیغام لے کر آیا تھا۔ وہ ایک جنگجو ٹوٹہ بن گیا۔ کہ پان کو تقدس مل گیا۔ تمام سکھوں کے لئے پانچ لگوں کا حکم جاری کر دیا گیا۔ ان کے نام یہ ہیں، ۱۔ کرپان، ۲۔ کچھا، ۳۔ کنگا۔ ۴۔ سر کے کیس اور ۵۔ لوہے کا کراہیہ احکام بھی صادر ہوئے کہ ہر گورو خدا کی طرف سے آتا ہے۔ اس کے منہ سے نکلی ہوئی بات خدائی بات ہوتی ہے۔ جسے کوئی شخص ٹال نہیں سکتا۔

۴۔ اس عقیدے کے مطابق ہر وہ لفظ جو کسی گورو کے منہ سے نکل پاتے۔ وہ خدائی حکم ہوتا ہے۔ پس نجات کا واحد طریقہ یہی ہے کہ گورو کی اطاعت، یقین کامل اور محبت بغیر کسی شرط کے بجالائی جائے۔ گرتھ صاحب میں پانچویں گورو ارجن دیو کا قول یوں درج ہے :- ”گورو خدا ہے۔ اس لئے وہ زندہ ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔“ فاضل سکھ عالم نرائن سنگھ کی مستند کتاب ”ہمارا ورثہ“ مطبوعہ چیف خالصہ دیوان امرتسر کے صفحات ۳۹، ۳۰ پر لکھا ہے :- ”نانک گورو ہے۔ اور نانک خدا ہے۔“ خود و اہم گرتھ اور گورو گرتھ صاحب میں بھی خیالات اور اصولات کا تضاد پایا جاتا ہے۔ اسے آج تک رفع نہیں کیا گیا۔ اگر دیکھا جائے۔ تو سکھوں کی ہر مذہبی کتاب میں تضاد موجود ہے۔

ڈاکٹر گوپال سنگھ اپنی پہلی جلد ”ترجمہ گرتھ صاحب“ کے دیباچہ کے صفحہ نمبر ۱۹ پر لکھتے ہیں :- ”ہم نے موجودہ صدی میں کئی بار کوشش کی کہ اپنے گورو کی کہی ہوئی باتوں کا پنجابی میں ترجمہ کریں۔ مگر سوائے لفظ بلفظی ترجمہ کے کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اور تلاش حق کرنے والے اسی طرح بے بہرہ رہ گئے جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح کئی مثالیں آتھیں مکالمے بھی پیش کرتے ہیں۔ وہی رموز منتر بھی متضاد باتیں پیش کر رہے ہیں۔“

سکھ مذہب اور اسلام

سکھ ایک خدا پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ وہ ایک عظیم خدائے تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں مانتے۔ وہ لامحدود ہے۔ اور ہر چیز میں پایا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ خالق ہر شے کا سبب اول۔ وہ خدا اور دشمنی سے میرا ہے۔ وہ ہر دو جہانوں میں اپنی مخلوقات پر چھایا ہوا ہے۔ وہ کسی ایک قوم یا مذہب کا خدا نہیں ہے۔ وہ کسی پر عہد نہیں کرتا۔ وہ صرف عادل ہی نہیں بلکہ رحیم اور مہربان فیاض بھی ہے۔ انسان کی تخلیق کا خدائی مقصد یہ رہا تھا کہ اس کے گناہوں کی خاطر اسے سزا دی جائے۔ بلکہ اسے اس قابل بنانا مقصود تھا کہ وہ اپنے اصلی مقصد کو حاصل کر سکے۔ رگرتھ صاحب کا انگریزی ترجمہ جلد اول۔ دیا چہ۔ صفحہ ۲۵ ملاحظہ ہو۔

ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی جانتا ہے کہ یہ وہ عقیدہ ہے جو اسلام کا ہے۔ اگرچہ کپورنگھ جیسے سکھ فاضل کا دعوے ہے کہ ان کا عقیدہ سامی مذاہب مثلاً یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں سے آریں مذہب کے مقابلہ میں زیادہ ملتا ہے۔ تاہم یہ بات مسلمانوں میں بڑی وضاحت سے پائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ راہ ور لپٹ رکھتے رہے۔ گورونانک کی زندگی میں بھی ان کی وابستگی محض مسلمانوں سے ہی رہی۔ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور جو باقی بچے۔ ان پر اسلام پر گہرا اثر پڑا۔ مثال کے طور پر شکر اچاریہ، کبیر صاحب اور گورونانک جیسے عالم فاضل اور مفکر مسلم بزرگوں کی باتیں بڑے غور سے سنا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے مصلح یا رلیغار مرز نے مسلم عقائد کو اپنا لیا۔ اور اپنی سوسائٹی میں اصلاح پر مجبور ہو گئے۔ یہودیوں کا اثر کیا پڑنا تھا۔ عیسائیوں کا اثر پڑنا تو سکھوں میں بھی تخلیق آجاتی۔ اگر اثر پڑا تو صرف اسلام ہی نہیں۔ نیز دیکھئے ڈاکٹر تارا چند کی کتاب ”ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر“ صفحات ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ خدا کی صفات کے متعلق سکھوں کا وہی عقیدہ ہے۔ جو مسلمانوں کا

ہے۔ گورونانک نے یہ عقیدہ بابائری صاحب سے پایا۔ انہوں نے کبھی ان سے مخالفت نہیں کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سکھ اسلام سے جس قدر قریب ہیں۔ اور کوئی ہندوستانی مذہب نہیں۔ یہ محض تاریخی حوادث، من گھڑت کہانیوں، مبالغہ اور غلط فہم و ادراک کا نتیجہ ہے کہ سکھ اس قدر مسلمانوں سے دور جاپے ہیں۔ (دہلی صفحہ ۸۳ سے آگے پچھلے صفحے ۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

مصنف کی دیگر تصنیفات

انسانی زندگی کے ہر شعبہ مثلاً مذہبی، اخلاقی، صحت و توانائی، اردو ادبی اور سیاسی بہرہ و کئے مصنف کی مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے :-

① ISLAM AND THE WORLD RELIGIONS اور اس کا اردو ترجمہ بنام ②

اسلام اور دنیا کے مذاہب، ضخامت علی الترتیب ۴۴ اور ۴۹ صفحات یہ شہر آفاق کتاب اگر مبلغین کے لئے ٹریننگ کورس کی حیثیت رکھتی ہے تو اسلام پھیلانے کیلئے دنیا میں بسکھ مچانے والی بھی ہے قیمت انگریزی ۴۰ روپے، اردو ۲۵ روپے،

③ HOW TO BE HAPPY ? اور ④ اس کا اردو ترجمہ بنام حقیقی خوشی اور الٰہی

راحت کیسے مل سکتی ہے؟ (۱۲۰۰ تصانیف) جو اس پر بند ہو گا وہ اپنے لئے جنت بنا لے گا جو اس کے خلاف ٹوٹ کر اختیار کرے گا اسے عیدین پر بھی خوش نصیب ہوگی بلکہ ہمیشہ نکلے گا۔ تجدید فرمودہ اکابر مجموعہ انگریزی میں صرف ۶۶ صفحات اور اردو میں ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر ہادی دین میں کا

فرض ہے کہ وہ اپنے سر میں لائے کر سچی تلقین کرے قیمت ۵ روپے ⑤ یوتھ انڈیونگ لائف

(انگریزی) شباب کو دیر بار کھنے اور درازی عمر کیلئے مشہور کتاب، ڈاکٹروں اور حکیموں کی چنداں

ضرورت نہ رہی بلکہ تعلیم کی منظوری شدہ صفحات ۳۶ قیمت ۸ روپے ⑥ سادہ حیات، شادی

کوئی جوان اس میں عمل کرے ایک بندہ بنے یہاں ہر بوی اور بچوں کے مابین خوشگوار ماحول پیدا کرنے

کیلئے ہے نظر تحفہ ہے صفحات ۸ قیمت ۶ روپے ⑦ تعمیرت اور ہم، خاص طور پر بچوں کیلئے

تعمیری کتاب، صفحہ ۱۱۱ قیمت ۴ روپے، ہر ذکاوت کے لئے اور نامور ہے

مفید عام کتب

